

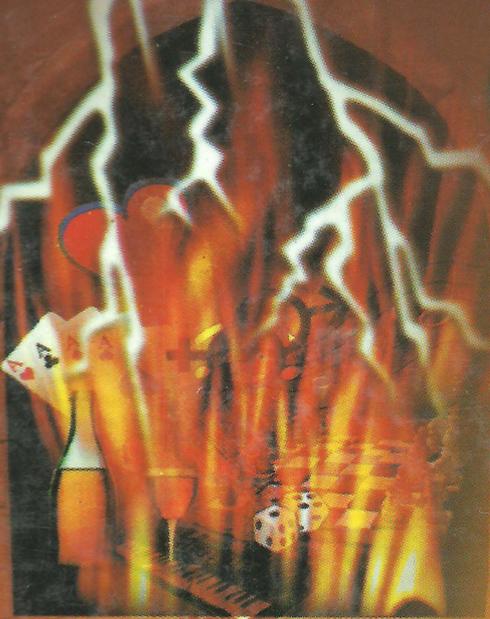
اللہ

گناہوں کے روحانی، اخلاقی، جسمانی اور اخروی نقصانات
(قرآن و حدیث اور سچے واقعات کی روشنی میں)

انسان

اور

گناہ



www.KitaboSunnat.com

حافظ مَبِشَّہ حَسینِ لَہْجَوِی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی رومہ

معدنہ البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 library@mohaddis.com

گناہوں کے روحانی، اخلاقی، جسمانی اور اخروی نقصانات
(قرآن و حدیث اور سچے واقعات کی روشنی میں)



انسان اور گناہ

تالیف

حافظ امبشہ حسین الہوری

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی-۲

انسان اور گناہ	:	نام کتاب
حافظ مہر حسین	:	مصنف
اریب پبلیکیشنز	:	ناشر
448	:	صفحات
2013	:	سن اشاعت
	:	قیمت

INSAN AUR GUNAH
Hafiz Mubashshar Husain

ناشر

اریب پبلیکیشنز
1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔ ۲
فون: 23284740، 23282550، 43549461

فہرست مضامین

17 حرف آغاز ❁

گناہ کی حقیقت

ب 1

23 گناہ کیا ہے؟ ❁

23 گناہوں کے درجے اور قسمیں ❁

25 کبیرہ گناہ کی پہچان ❁

26 سب سے پہلا گناہ ❁

27 سب سے پہلے انسان سے غلطی ❁

30 گناہ ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں بشرطیکہ! ❁

انسان گناہ کیوں کرتا ہے؟

ب 2

32 (۲/۱) اللہ کی یاد سے غافل اور اس کے عذاب اور پکڑ سے لاپرواہ ہونا ❁

33 (۴/۳) موت اور آخرت کی فکر نہ ہونا ❁

35 (۵) شیطان کا غلبہ ❁

38 (۶) بُری خواہشِ نفس ❁

39 (۱) مال و دولت کی محبت ❁

41 (۲) عورتوں کا فتنہ ❁

- 42 (۳) اہل و عیال کی محبت
- 43 (۷) بری مجلس ❊
- 45 (۸) مشتبہ چیزوں کی پیروی ❊
- 46 (۱۰،۹) طبعی و مادی کمزوریاں اور صبر و برداشت کی کمی ❊

انسانی گناہوں پر ایک نظر

باب 3

- 47 گناہ کے کام [پہلی فہرست، از امام ذہبی] ❊
- 51 گناہ کے کام [دوسری فہرست، از ابن حجر عسقلانی] ❊
- 51 باطنی گناہ ❊
- 54 ظاہری گناہ ❊

گناہوں کے دنیوی نقصانات

باب 4

- 59 گناہوں کے سبب پہلی قومیں ہلاک ہوئیں! ❊
- 60 قوم نوح کی ہلاکت ❊
- 61 قوم ہود کی ہلاکت ❊
- 64 قوم صالح کی ہلاکت ❊
- 68 قوم لوط کی ہلاکت ❊
- 71 قوم شعیب کی ہلاکت ❊
- 74 آخری امت کے لیے موقع! ❊
- 75 دنیوی مصیبتیں اور پریشانیاں کیوں آتی ہیں؟ ❊
- 78 نافرمانوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ؟ ❊

گناہوں کے انفرادی نقصانات

باب 5

- 80 (۱) گناہوں کی وجہ سے گنہگار انسان کا دل سیاہ اور مردہ ہو جاتا ہے..... ❊
- 83 (۲) اللہ کی محبت ختم ہو جاتی ہے..... ❊
- 83 (۳) اللہ کا خوف ختم ہو جاتا ہے..... ❊
- 83 (۴) انسان بے شرم ہو جاتا ہے..... ❊
- 84 (۵) گناہ سے نفرت باقی نہیں رہتی..... ❊
- 85 (۶) ایک گناہ سے مزید گناہوں کا دروازہ کھلتا ہے..... ❊
- 89 (۷) گنہگار شخص کو شیطان اپنے پیچھے لگا لیتا ہے..... ❊
- 90 (۸) بعض گناہوں کی وجہ سے دعا قبول نہیں ہوتی..... ❊
- 91 (۹) بعض گناہ نیکیاں برباد کر دیتے ہیں..... ❊
- 92 (۱۰) گناہوں کی وجہ سے رزق میں کمی اور بے برکتی پیدا ہو جاتی ہے..... ❊
- 93 (۱۱) گناہوں کی وجہ سے امن و سکون تباہ ہو جاتا ہے..... ❊
- 93 (۱۲) گنہگار شخص نہایت تکلیف سے مرتا ہے..... ❊

گناہوں کی قانونی سزا

باب 6

- 99 قتل کی سزا..... ❊
- 99 دیگر جسمانی سزائیں..... ❊
- 100 کفارہ (جرمانہ) اور مالی سزائیں..... ❊

گناہوں کے اجتماعی (معاشرتی) نقصانات

ب 7

- 102 (۱) ایمان اور ہدایت سے دوری
- 103 (۲) وسائلِ رزق اور خوشحالی سے محرومی
- 103 (۳) زمینی اور سماوی آفتیں
- 104 (۴) بیماریوں کی کثرت اور صحت و عافیت سے محرومی
- 105 (۵) فتنہ و فساد کا ظہور اور امن و سکون کی بربادی
- 106 تمام گناہوں کی سزا دنیا میں نہیں دی جاتی

گناہوں کے طبی (جسمانی) نقصانات

ب 8

- 109 خود دلہنی [جلق / مشت زنی] کے طبی نقصانات
- 110 مشت زنی (جلق) اور اس کے بدنتائج
- 112 مشت زنی کو جائز سمجھنے والے ڈاکٹروں کی بے وقوفی
- 114 مشت زنی کے طبی (جسمانی) نقصانات
- 114 مشت زنی سے پیدا ہونے والی خرابیاں
- 115 (۱) قلب (دل) پر برے اثرات
- 116 (۲) دماغ پر برے اثرات
- 116 (۳) جگر پر برے اثرات
- 117 (۴) خصیتیں پر برے اثرات
- 117 (۵) دیگر اعضاء پر برے اثرات
- 117 (۶) بیوی کے لیے ناکارہ

- 119 جلق سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر..... ❁
- 119 'خود لذتی' سے بچاؤ کی نفسیاتی تدابیر اور ماہرین جنسیات..... ❁
- 122 عورتوں میں خود لذتی اور اس کا علاج..... ❁
- 123 نشہ آور منشیات کے جسمانی و طبی نقصانات..... ❁
- 123 امراض تنفس..... ❁
- 123 امراضِ معدہ اور منشیات..... ❁
- 124 دماغی امراض اور منشیات..... ❁
- 124 اعصابی امراض اور منشیات..... ❁
- 124 امراضِ جگر اور منشیات..... ❁
- 124 منشیات اور جسمانی کمزوری..... ❁
- 125 قوتِ مدافعت میں کمی..... ❁
- 125 امراض کا دبے رہنا..... ❁
- 125 منشیات اور جلدی امراض..... ❁
- 125 گردوں پر اثر..... ❁
- 125 نشہ اور نامکمل اولاد..... ❁
- 125 پینائی میں کمزوری..... ❁
- 126 خانہ بربادی..... ❁
- 236 نشہ اور چوری..... ❁
- 126 جوانی کی موت اور نشہ..... ❁
- 127 سگریٹ اور تمباکو نوشی کے بھیانک اثرات..... ❁
- 127 سگریٹ نوشی کی تاریخ..... ❁

- 128 سگریٹ میں دس زہر..... ❁
- 131 سگریٹ چھوڑنے کا طریقہ..... ❁
- 132 شراب پینے کے نقصانات..... ❁
- 132 امراضِ معدہ اور شراب..... ❁
- 133 امراضِ امعاء (انتڑیاں) اور شراب..... ❁
- 133 امراضِ جگر اور شراب..... ❁
- 134 گردوں پر شراب کا اثر..... ❁
- 134 امراضِ قلب اور شراب..... ❁
- 135 شراب کے اثرات اعصابی نظام پر..... ❁
- 136 معاشرے پر اثرات..... ❁
- 137 ہیروئن کی تباہی..... ❁
- 138 افیون کے خوفناک اثرات..... ❁
- 139 حبشیش کے نقصانات..... ❁
- 139 بعض نشہ آور ادویات کے نقصانات..... ❁
- 141 ہم جنسی و بدکاری کے طبی نقصانات..... ❁
- 147 زنا کاری کے طبی نقصانات..... ❁

آخری زندگی میں گناہوں کے نقصانات

باب 9

- 152 قبر اور گنہگار شخص..... ❁
- 155 روزِ حشر اور گنہگار انسان..... ❁
- 157 میدانِ حشر میں گنہگار لوگ پسینے میں ڈوبے ہوں گے..... ❁

- 157 گنہگاروں کا حساب کتاب اور نامہ اعمال ❁
- 161 گنہگار پل صراط پر ❁
- 163 جنت یا جہنم ❁
- 168 دائمی جہنمی گنہگاروں کی حسرتیں! ❁
- 170 دائمی جہنمی گنہگاروں کا عذاب! ❁
- 171 گنہگاروں کے لیے جہنم کی زنجیریں اور تارکول! ❁
- 172 گنہگاروں کی خوراک کے لیے زقوم (تھوہڑ) کا درخت ❁
- 174 گنہگاروں کے لیے دوزخ کی تپش کا عالم ❁
- 175 جہنم کی اکثریت عورتوں پر مشتمل ہوگی ❁

گناہ چھوڑنے کے انعامات

باب 10

- 177 حسد و کینہ چھوڑنے کا انعام ❁
- 179 چوری، ڈاکہ چھوڑنے کا انعام ❁
- 182 رقص و موسیقی چھوڑنے کا انعام ❁
- 190 فلمی دنیا، اداکاری چھوڑنے کا انعام ❁
- 194 شراب اور حرام خوری چھوڑنے کا انعام ❁
- 196 برائی کا کام چھوڑنے کا انعام ❁
- 199 چوری چھوڑنے کا انعام ❁

معاشرے میں مروج خطرناک گناہ

باب 11

- 203 اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ❁

- 204 (۱).....قبر پرستی
- 206 (۲).....غیر اللہ کے نام کی منت اور نذر و نیاز
- 207 (۳).....غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا
- 208 *.....جادو، کہانت، دست شناسی، علم نجوم اور بدشگونی
- 208 (۱).....جادو
- 209 جادو گر کی سزا
- 209 جادو گر جھوٹے ہیں اور ان کے پاس جانے والا
- 211 (۲).....حادثاتِ زمانہ میں ستاروں کے عمل دخل کیا عقیدہ
- 212 (۳).....کسی چیز میں نفع و نقصان پہنچانے کا عقیدہ؟
- 213 (۴).....بد شگونی اور بدفالی
- 216 *.....دکھلاوے اور شہرت کے لیے عبادت کرنا
- 218 *.....غیر اللہ کی قسم کھانا
- 221 *.....سنا فتوں اور فاسقوں کی محفل میں بیٹھنا
- 222 *.....حالتِ نماز میں جلد بازی
- 224 *.....دورانِ نماز مقتدی کا امام سے سبقت کرنا
- 226 *.....بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنا
- 228 *.....زنا و بدکاری
- 230 *.....زنا کی خرابیاں
- 232 *.....انگلام بازی [لواطت]
- 234 *.....عورت کا بغیر عذر کے طلاق طلب کرنا
- 235 *.....غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں ملنا

- 236 عورت سے ہاتھ ملانا ❁
- 238 عورت کا خوشبو لگا کر مردوں کے پاس سے گزرنا ❁
- 239 بغیر محرم عورت کا سفر کرنا ❁
- 241 عورتوں کا چھوٹے، باریک اور تنگ کپڑے پہننا ❁
- 242 غیر محرم عورت کی طرف تصدق دیکھنا ❁
- 244 اپنے گھر میں فحاشی برداشت کرنا ❁
- 244 نسب تبدیل کرنا ❁
- 246 سود کھانا ❁
- 249 سود کی معاشرتی خرابیاں ❁
- 253 جوا کھیلنا ❁
- 253 (۱) لاٹری ❁
- 254 (۲) انشورنس (بیمہ) ❁
- 254 (۳) جوئے کی دیگر شکلیں ❁
- 255 مقابلے کے کھیل ❁
- 255 جوئے کی حرمت کی حکمتیں ❁
- 259 شراب اور نشہ آور چیزوں کی حرمت ❁
- 260 نشہ آور چیزوں کا استعمال [قرآن کی روشنی میں] ❁
- 263 سنت نبوی سے نشہ کی حرمت ❁
- 263 قسم اول کی حدیثیں ❁
- 264 قسم دوم کی حدیثیں ❁
- 266 شراب اور نشہ آور اشیاء کے حرام ہونے کی حکمت ❁

- 273 'قات' ❁
- 275 ظلم و ستم ❁
- 283 کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنا ❁
- 284 مزدور سے کام پورا لینا اور اسے مزدوری پوری نہ دینا ❁
- 287 واپس نہ کرنے کی نیت سے قرض لینا ❁
- 289 حرام خوری اور اس کی مختلف شکلیں ❁
- 290 حرام مال کھانے کی حرمت و مذمت ❁
- 293 حرام سے بچاؤ کے چند بہترین واقعات ❁
- 296 سامان بیچتے وقت اس کا عیب چھپانا ❁
- 297 دھوکا دہی اور ملاوٹ ❁
- 305 ناپ، تول اور پیمائش میں کمی ❁
- 306 بھاد بڑھانے کے لیے بولی لگانا ❁
- 307 چوری اور ڈاکہ زنی ❁
- 308 سرکاری خزانے سے چوری ❁
- 308 کافروں کے مال کی چوری ❁
- 308 چوری کے خفیہ طریقے ❁
- 309 چوری کی حرمت کی حکمتیں ❁
- 311 رشوت دینا اور رشوت لینا ❁
- 312 سفارش کے عوض تحائف قبول کرنا ❁
- 314 بغیر ضرورت بھیک مانگنا [گداگری] ❁
- 315 جھوٹی گواہی ❁

- 317 جھوٹی قسم کھانے کی سزا ❁
- 323 تنبیہ ❁
- 324 (۱)..... یمین لغو
- 324 (۲) یمین غموس
- 325 (۳) یمین معلقہ
- 326 رقص و موسیقی اور گانا بجانا ❁
- 328 غیبت ❁
- 330 ٹوہ لگانا ❁
- 331 چغلی ❁
- 335 سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال ❁
- 336 مردوں کے لیے سونا پہننا ❁
- 337 جنس مخالف کی مشابہت کرنا ❁
- 338 بالوں کو سیاہ خضاب لگانا ❁
- 339 جھوٹا خواب بیان کرنا ❁
- 340 پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنا ❁
- 342 پڑوسی سے برا سلوک ❁
- 348 ایسے شخص پر لعنت بھیجنا جو لعنت کا مستحق نہ ہو ❁
- 349 نوحہ کرنا ❁
- 350 تین دن سے زیادہ تک بول چال ختم کرنا ❁
- 353 جاندار چیزوں کی تصویریں بنانا ❁
- 361 منافقانہ عادتیں ❁

- 363 امانت میں خیانت کرنا ❊
- 369 بات چیت میں جھوٹ بولنا ❊
- 376 غداری اور عدہ خلافی کرنا ❊
- 382 کفار سے دوستی اور ان کی تقلید ❊

گناہوں سے توبہ کرنے کا بیان

ب 12

[توبہ کا طریق کار، شرائط اور بعض شبہات کا ازالہ]

- 386 توبہ کا حکم، طریقہ کار اور شرائط ❊
- 388 توبہ میں اچھی اور بری نیت کا کردار ❊
- 390 گناہوں کے اسباب ❊
- 391 توبہ کرنے والے کے لیے چند مفید نصیحتیں ❊
- 394 توبہ کے چند عظیم نمونے! ❊
- 394 پہلا نمونہ ❊
- 394 دوسرا نمونہ ❊
- 397 توبہ کرنے والوں کے مسائل و شبہات ❊
- 397 (۱)..... کیا توبہ سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے؟ ❊
- 399 (۲)..... کیا اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے گا؟ ❊
- 402 سونہروں کے قاتل کی توبہ ❊
- 404 (۳)..... اگر مجھ سے گناہ ہو جائے تو میں کیا کروں؟ ❊
- 408 (۴)..... برے ساتھی مجھ پر دباؤ ڈالتے ہیں! ❊

- 411 حضرت کعب بن مالکؓ کی توبہ ❁
- 412 (۵)..... وہ مجھے دھمکیاں دیتے ہیں! ❁
- 413 مرید بن ابی مرید کو معشوقہ کی دھمکی ❁
- 415 (۶)..... احساسِ گناہ سے زندگی اجیرن ہے! ❁
- 416 (۷)..... کیا قاضی کے سامنے جا کر اعترافِ گناہ ضروری ہے؟ ❁
- 422 گناہوں سے توبہ کرنے والوں کے لیے چند اہم فتوے ❁
- 422 توبہ کے باوجود گناہ کا ارتکاب ❁
- 423 حقوق اللہ میں کوتاہی کرنے اور نماز روزہ چھوڑنے والے کی توبہ ❁
- 424 حقوق العباد میں کوتاہی کرنے والے کی توبہ ❁
- 425 چغلی، غیبت اور تہمت لگانے والے کی توبہ ❁
- 427 قاتل کی توبہ ❁
- 428 چور ڈاکو اور خائن کی توبہ ❁
- 431 سود خور کی توبہ ❁
- 431 حرام ذرائع سے حاصل شدہ مال کا حکم؟ ❁
- 432 رشوت خور کی توبہ ❁
- 434 زانی کی توبہ ❁
- 446 کیا شادی سے پہلے کے گناہ بتانا ضروری ہے؟ ❁
- 446 لواطت (لونڈے بازی) سے توبہ ❁
- 437 توبہ کے بعد حرام اور ناجائز آلات کا کیا کیا جائے؟ ❁
- 437 مگر ابانہ افکار پھیلانے والے کی توبہ ❁

توبہ میں رکاوٹیں اور ان کا علاج

باب 13

- 440 (۱) لہی عمر کا دھوکا ❁
- 441 (۲) چکی توبہ کا دھوکا ❁
- 442 (۳) مغفرت الہی کا غلط تصور ❁
- 443 (۴) آخرت کی سزا کو معمولی سمجھنا ❁
- 443 (۵) گناہ کو معمولی سمجھنا ❁
- 444 (۶) فکرِ آخرت سے غفلت ❁
- 444 (۷) شفاعت کا غلط تصور ❁
- 445 (۸) نا اُمیدی اور شیطانی دسو سے ❁
- 446 (۹) خواہشات کی پیروی ❁
- 446 (۱۰) غلط ماحول اور برے دوست ❁
- 446 (۱۱) تقدیر کا بہانہ ❁



حرفِ آغاز

اللہ تعالیٰ نے خالق و مالک ہونے کے ناطے انسان کو کچھ کام کرنے اور کچھ سے بچنے کا حکم دیا ہے جبکہ انسان کو ایک طرف اتنی استطاعت اور طاقت بھی دی کہ وہ اللہ کے حکموں پر عمل کر سکے اور دوسری طرف اس کے لیے یہ بھی واضح کر دیا کہ اللہ کا ہر حکم انسان ہی کے دنیوی و آخروی اور انفرادی و اجتماعی مفاد کا ضامن ہے، نیز یہ کہ ایک انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کی جس قدر خلاف ورزی کرے گا اسی قدر دنیا و آخرت میں وہ اس کا نقصان بھی اٹھائے گا۔

انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے سلسلہ میں اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس کا ہر حکم ہمارے فائدے اور سہولت کے لیے ہے خواہ بظاہر اس میں فائدے اور سہولت کی بجائے نقصان اور مشقت کا پہلو ہی دکھائی دیتا ہو۔ علاوہ ازیں یہ بھی اس اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے حکموں پر عمل کرنے کی پوری پوری استطاعت اور طاقت سے نوازا ہے حتیٰ کہ انفرادی یا اجتماعی طور پر کسی حکم کو بجالانے کی انسانی استطاعت میں اگر کہیں کمی آتی ہے تو وہاں اس حکم میں اسی قدر مزید سہولت اور رخصت بھی دے دی جاتی ہے مثلاً پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرنا انسانی طاقت سے ہرگز باہر نہیں البتہ اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے تو اسے اپنی بیماری کی مناسبت سے باجماعت نماز کی بجائے انفرادی نماز کی اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی بجائے بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنے کی رخصت مل جاتی ہے۔ یہی صورت حال اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ دیگر احکام میں بھی نمایاں طور پر ہمیں دکھائی دیتی ہیں۔

گناہ کیا ہے؟

اگر کوئی شخص استطاعت اور طاقت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو پورا کرنے میں

کو تباہی کرتا ہے یا جس کام سے منع کیا گیا تھا اس سے جان بوجھ کر باز نہیں آتا تو ان دونوں صورتوں میں اس کا یہ عمل 'گناہ' کہلاتا ہے جس پر وہ گنہگار اس بات کا مستحق قرار پاتا ہے کہ اسے سزا دی جائے۔ یہ سزا دنیا میں بھی مل سکتی ہے اور آخرت میں بھی۔ البتہ گناہ اور نیکی کا پورا پورا بدلہ چونکہ اصولی طور پر آخرت سے معلق رکھا گیا ہے اس لیے ضروری نہیں کہ دنیا میں بھی ان کا پورا بدلہ دیا جائے، البتہ گنہگار انسان کو آخرت کے عذاب سے ڈرانے یا دوسرے لوگوں کو گناہ کی شاعت و قباحت سے خبردار کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی گنہگاروں کو تھوڑی بہت سزا دیئے رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کا امتحان لینے کے لیے اسے اختیار کی طاقت دی ہے یعنی یہ طاقت کہ اگر وہ چاہے تو اللہ کے حکموں پر عمل کر کے نیکی کی راہ اختیار کرے اور چاہے تو اللہ کے حکموں کی خلاف ورزی کر کے گناہ کی راہ اپنائے لیکن اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ اس اختیار کی طاقت کو جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کرے گا اسے آخری زندگی میں سخت سزا دی جائے گی اور جو شخص اسے اللہ کی اطاعت میں استعمال کرے گا اسے بہترین بدلہ اور پورا پورا انعام دیا جائے گا۔

انسان اور گناہ!

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ انسان اور گناہ لازم و ملزوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی جسمانی (طبعی) ساخت ہی کچھ ایسی بنائی ہے کہ وہ گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ البتہ انبیاء پر چونکہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوتا ہے اس لیے ان کے بارے میں تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچا لیتا ہے مگر ان کے علاوہ کسی اور شخص کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا غلط ہے کہ اس سے کبھی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی کا گناہ چھوٹا ہو اور کسی کا بڑا۔ یا کسی کے گناہ کم ہوں اور کسی کے بہت زیادہ۔ لیکن تمام انسان فرشتوں کی طرح معصوم عن الخطا بن جائیں یہ اللہ کی مشیت کے منافی ہے۔

انسان گناہ کیوں کرتا ہے؟

انسان کبھی اپنی جسمانی و طبی ضرورتوں کی وجہ سے، کبھی خواہشاتِ نفس سے مغلوب ہو کر، کبھی اہل و عیال کی محبت سے مجبور ہو کر، کبھی شیطانی حملوں کا شکار ہو کر اور کبھی بے صبری اور عدم برداشت میں گرفتار ہو کر کسی نہ کسی گناہ کا مرتکب ضرور ہوتا ہے۔ اس لیے گناہ ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں مگر شرط یہ ہے کہ انسان اپنے گناہ کو گناہ سمجھے..... گناہ ہو جانے کے بعد اس پر تادم و شرمندہ ہو..... اللہ کے خوف سے اپنے گناہ پر کپکپا اٹھے..... اور بلاتا خیر اپنے کیے ہوئے گناہ پر اللہ کے حضور سچی معافی مانگ لے..... اور اللہ کے حضور یہ وعدہ کرے کہ آئندہ میں یہ گناہ کبھی نہیں کروں گا۔ ان شاء اللہ!

گناہ سے سچی توبہ:

انسان پھر بھی انسان ہے۔ اسی سچی توبہ کے باوجود وہ دوبارہ اسی یا کسی اور گناہ کا بھی ارتکاب کر سکتا ہے۔ اس لیے جتنی مرتبہ گناہ ہوتی مرتبہ اللہ سے سچے دل سے معافی مانگی جائے۔ انسان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کے گناہوں کو معاف کرتے رہتے ہیں جب تک گنہگار بندے کا سانس جاری اور ہوش و حواس قائم رہتے ہیں۔ البتہ جب ہوش و حواس قائم نہ رہیں، جان کنی کا وقت اور نزع کا عالم طاری ہو جائے، سانس اُکھڑ جائے، موت کے فرشتے نظر آ جائیں اور روح کھینچی جانے لگے تو پھر اس کی معافی اور توبہ کا موقع ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اے انسان! کبھی اس دھوکے میں نہ مارے جانا کہ جب موت کے آثار ظاہر ہوں گے تب فوراً توبہ کر کے نیک بن جاؤں گا یا جب بڑھاپے کے آثار نمایاں ہوں گے تب گنہگار اند زندگی چھوڑ کر نمازی پر ہیزی بن جاؤں گا۔ نہیں!.....

خبردار!..... یہ شیطان کا دھوکا اور نفس کا فریب ہے۔

کے معلوم کہ بڑھاپے سے پہلے موت آ جائے!.....!

جو سانس نکلی ہے اسے دوبارہ کھینچنے سے پہلے روح کھینچ لی جائے!.....!

جو قدم اٹھایا ہے اسے واپس لوٹانے سے پہلے ہی ملک الموت آ پہنچے!.....!

گناہ کے دنیوی و اخروی نقصانات:

جب تک انسان کا ایمان مضبوط رہتا ہے تب تک گناہ کا ارتکاب کم ہوتا ہے اور جیسے ہی ایمان کمزور ہونے لگتا ہے ویسے ہی گناہوں کا گراف بڑھنے لگتا ہے۔ جب انسان گناہ کرتا ہے تو اللہ کی رحمت وقتی طور پر اس سے دور ہو جاتی ہے اور جب وہ توبہ کر لیتا ہے تو اللہ کی رحمت دوبارہ اس کے شامل حال ہو جاتی ہے لیکن جب انسان گناہ پر گناہ کیے جاتا ہے، اور اپنے گناہوں پر ندامت و شرمندگی کی بجائے فخر و تکبر محسوس کرتا ہے، تو پھر:

اللہ کی رحمت اس سے دور سے دور تر ہوتی چلی جاتی ہے.....

اور اللہ کا غضب اس پر برسرنا شروع ہو جاتا ہے.....

کبھی اس کے رزق میں تنگی یا بے برکتی ظاہر ہونے لگتی ہے.....

کبھی بیوی بچے نافرمان بن جاتے ہیں.....

کبھی طرح طرح کی بیماریاں گھیر لیتی ہیں.....

اور کبھی امن و سکون اور قلبی اطمینان رخصت ہو جاتا ہے۔

جس طرح ایک گنہگار انسان کے ساتھ یہ سب کچھ ہوتا ہے اس طرح ایک معاشرے کے ساتھ بھی مجموعی طور پر یہ سلوک کیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں گنہگار لوگوں کے ساتھ معاشرے کے نیک لوگ بھی مشقت و اذیت کا سامنا کرتے ہیں۔

ہماری صورت حال!

اگر ہم اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں اور ہم میں سے ہر شخص اپنی ذات کا جائزہ لے لے تو بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ ہم لوگ گناہوں کی ایک خطرناک دلدل میں آہستہ آہستہ دھنستے ہی چلے جا رہے ہیں جس سے باہر نکلنے کی بظاہر کوئی امید اور کوئی راہ دکھائی نہیں دیتی۔ جن گناہوں کی پاداش میں استوں کی امتیں ہلاک کر دی گئی تھیں، آج وہ سارے گناہ ہم مسلمانوں میں موجود ہیں! قوم نوح، قوم لوط، قوم شعیت، قوم ہود، قوم صالح وغیرہ میں جو گناہ الگ الگ طور پر پائے جاتے تھے، افسوس کہ آج کے مسلمانوں میں وہ سارے یکجا دکھائی دیتے ہیں۔

اس کے باوجود ہم اگر اللہ کے حضور اپنے زوال اور مصائب کا شکوہ کریں تو ہم خود ہی جھوٹے ہوں گے کیونکہ ہم گناہوں کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں..... اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہونے میں سخت کوتاہ ہیں..... جیلوں، بہانوں سے ہر غلط کام کو جائز قرار دے لینے میں بے باک ہیں..... گناہ کی نئی نئی شکلوں کا دن رات ارتکاب کر رہے ہیں..... اور ایک ایسی راہ پر سرپٹ دوڑے چلے جا رہے ہیں جو سیدھی دوزخ کی آگ میں لے جانے والی ہے.....!

پھر افسوس اس بات کا ہے کہ ہمیں اپنے کرتوتوں کا بخوبی علم ہے اور جانتے بوجھتے ہم نے اس راہ کو اختیار کر رکھا ہے جب تک ہم اپنے اس طرز عمل کو نہیں بدلیں گے تب تک ہماری انفرادی و اجتماعی زندگیوں میں امن و سکون، عروج و ترقی اور خوشحالی کے آثار پیدا نہیں ہوں گے۔ اگر ہم امن و سکون، عروج و ترقی اور خوشحالی چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے اندر فوری طور پر ایک مثبت تبدیلی لانا ہوگی، ایسی تبدیلی جو ہماری اس گنہگار اندر روش کو بدل دے!

زیر نظر کتاب کی انفرادیت اور خصوصیات:

اسی سوچ کے ساتھ راقم الحروف نے زیر نظر کتاب مرتب کی ہے۔ اس کتاب کی تیاری کے دوران جس طرح خود میرے اندر شعوری و غیر شعوری طور پر مثبت تبدیلیاں آتی گئیں اسی طرح میں امید کرتا ہوں کہ قارئین بھی اس کے سنجیدہ مطالعہ سے اپنے اندر مثبت تبدیلیاں محسوس کریں گے۔ ان شاء اللہ!

یاد رہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع کی ضرورت و اہمیت کی وجہ سے خصوصی توجہ اور محنت سے مرتب کی گئی ہے۔ اس کی تیاری کے دوران، اب تک اس موضوع پر لکھی جانے والی تمام اہم کتابیں ہمارے سامنے تھیں۔ ان میں جو قیمتی فوائد بکھرے ہوئے تھے انہیں پورے سلیقہ کے ساتھ ہم نے اپنی اس کتاب میں جمع کر دیا ہے اور جہاں جہاں تشنگی تھی وہاں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیت اور خصوصی توفیق سے اسے خود دور کرنے کی حتی الامکان کوشش کی ہے۔ اب یہ اپنے موضوع پر ان شاء اللہ ایک جامع اور مستند کتاب ہے اور اس کے بارے میں یہ بات بے خوف تردید کہی جاسکتی ہے اس موضوع پر اس سے جامع اور اچھی ترتیب کے ساتھ

کوئی اور کتاب اب تک مارکیٹ میں موجود نہیں تھی۔ اس کی سب سے بڑی انفرادیت اور خوبی یہ ہے کہ اس میں اپنے موضوع سے متعلقہ تمام ضروری مباحث کا احاطہ کر دیا گیا ہے۔ مثلاً:

گناہ کی حقیقت، گناہ کے اسباب، گناہوں سے بچنے کے طریقے، خطرناک گناہوں کی تفصیلات، گناہوں کے دنیوی و اخروی اعتبار سے انفرادی، اجتماعی، اخلاقی، روحانی، مادی اور طبی نقصانات کا مکمل احاطہ، گناہوں کے اخروی نقصانات، گناہ چھوڑنے کے دنیوی و اخروی فوائد و انعامات، گناہوں سے بچنے کے لیے توبہ کا صحیح طریقہ کار اور توبہ کی راہ میں بننے والی رکاوٹوں کا مکمل علاج وغیرہ۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں صحیح احادیث اور سچے واقعات کا انتخاب کرتے ہوئے ضعیف احادیث اور جھوٹے واقعات سے ہر ممکنہ اجتناب کیا گیا ہے۔

ان شاء اللہ پورے وثوق سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کتاب کا سنجیدہ مطالعہ گنہگاروں کو راہِ ہدایت پر گامزن کرنے میں پوری مدد دے گا۔ لہذا اپنے گنہگار دوستوں پر نیکی و احسان کرتے ہوئے انہیں اس کتاب کا تحفہ پیش کریں۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ ان کے نیک بننے پر آپ کی نیکیوں میں بھی اضافہ ہوگا اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح آپ اپنی طرف سے دعوتِ حق کی ذمہ داری بھی پوری کر لیں گے۔ خطیب حضرات سے بھی میں گزارش کروں گا کہ وہ اس کتاب میں موجود مباحث سے استفادہ کر کے اس موضوع پر زیادہ سے زیادہ گفتگو کریں اور لوگوں کو گناہ چھوڑنے اور نیک بننے کا وعظ کریں تاکہ اس گنہگار معاشرے کو بدلنے کے لیے ہم سب اپنی اپنی ذمہ داری پوری کریں اور اللہ تعالیٰ سے اچھے نتائج اور بہتر اجر و ثواب کی امید رکھیں۔

اللہ عمل کی توفیق دے اور ہماری ان کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

حافظ مبشر حسین

0300-4602878

گناہ کی حقیقت

گناہ کیا ہے؟

ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے تعلق رکھتا ہو، ”گناہ“ کہلاتا ہے۔ گناہ کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس دنیا کی زندگی میں انسان کا امتحان لینے کے لیے اس کی ساخت ہی اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسی بنائی ہے کہ وہ کبھی خواہش نفس یا شیطان سے مغلوب ہو کر، کبھی مالی ضروریات اور گھریلو مسائل سے مجبور ہو کر، کبھی بیماری اور مصیبت وغیرہ سے پریشان ہو کر اللہ کی نافرمانی (گناہ) کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے..... کبھی اس کا گناہ چھوٹا ہوتا ہے..... اور کبھی بڑا..... اور کبھی بہت بڑا۔

اگر انسان گناہ ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کر لے تو اس کا گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں اور اگر انسان توبہ نہ کرے بلکہ گناہ پر گناہ کرتا چلا جائے..... پھر گناہوں پر خوشی کا اظہار بھی کرے..... اور گناہوں کو معمولی چیز سمجھے..... تو اسے آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی ان گناہوں کی سزا مل جائی کرتی ہے.....!

گناہوں کے درجے اور قسمیں:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کی نافرمانی (گناہ) سے تعلق رکھنے والا ہر کام اپنے انجام کے اعتبار سے نہایت مہلک ہے البتہ اپنے وجود اور حیثیت کے اعتبار سے کچھ گناہ چھوٹے ہوتے ہیں اور کچھ بڑے۔ اس لحاظ سے جمہور اہل علم گناہوں کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں: ایک وہ جس میں چھوٹے گناہ شامل ہیں (ان چھوٹے گناہوں کو ”صغیرہ گناہ“ بھی کہا جاتا ہے) اور دوسری وہ جس میں بڑے گناہ شامل ہیں (انہیں کبیرہ گناہ بھی کہا جاتا ہے)۔

کچھ لوگ گناہوں کی اس تقسیم کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان کے بقول اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم کی خلاف ورزی کو صغیرہ نہیں کہا جاسکتا بلکہ کبیرہ ہی کہا جائے گا لیکن ان کی یہ بات غلط ہے، اس لیے کہ قرآن وحدیث میں بعض گناہوں کو کبیرہ اور بعض کو صغیرہ (چھوٹے گناہ) قرار دیا گیا ہے مثلاً قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿لِيَحْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا وَاسْمَعُوا وَيَعْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى الَّذِينَ يُحْتَبِئُونَ كِبَارًا أَلِيمٌ وَالْفَوَاحِشُ إِلَّا اللَّئِمَ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ﴾ [النجم: ۳۲]

”تا کہ اللہ تعالیٰ بُرے عمل کرنے والوں کو ان کے (برے) اعمال کا بدلہ دے اور نیک کام کرنے والوں کو اچھا بدلہ عنایت کرے، ان لوگوں کو جو کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں اور بے حیائی سے بھی سوائے کسی چھوٹے سے گناہ کے۔ بے شک تیرا رب بہت وسیع مغفرت والا ہے۔“

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَمْرٌ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلَاةٌ مَكْتُوبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضوءَهُ هَاوٍ خَشُوعَهَا وَرُكُوعَهَا إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ مَا لَمْ يَأْتِ كَبِيرَةً وَذَلِكَ النَّهْرُ كُلُّهُ))^(۱)

”جو مسلمان شخص فرض نماز کا وقت پالے، پھر وہ اچھے طریقے سے وضو کرے، خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرے، اور اطمینان سے رکوع (وجود) کرے، تو یہ نماز اس کے سارے سابقہ (یعنی چھوٹے) گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے، بشرطیکہ وہ کبائر (یعنی بڑے گناہوں) سے بچا رہے اور یہ ثواب اسے ہمیشہ حاصل ہوتا رہتا ہے۔“

اب اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ گناہ دو طرح کے ہیں ایک چھوٹے جنہیں گناہ صغیرہ کہا جاتا ہے اور دوسرے بڑے (کبیرہ) جنہیں اس حدیث میں بھی کبیرہ (کبائر) کہا گیا ہے۔ پھر اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صغیرہ گناہ تو نماز پڑھنے اور اسی

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الصلوٰۃ، باب فضل الوضوء، والصلوة عقبہ (ح- ۲۲۸)]

طرح کی دیگر نئیوں سے خود بخود معاف ہوتے رہتے ہیں جبکہ کبیرہ گناہ کی معافی کے لیے توبہ کرنا اور اللہ سے معافی مانگنا ضروری ہے۔ آئندہ صفحات میں کبیرہ گناہوں کی تفصیلات اور ان کی معافی کے طریق کار پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔ ان شاء اللہ!

کبیرہ گناہ کی پہچان:

کبیرہ گناہوں کی وضاحت قرآن و حدیث میں مختلف انداز میں کی گئی ہے مٹھایا تو انہیں واضح طور پر مہلک کہہ کر بیان کر دیا گیا، یا پھر ان کے ارتکاب پر اس دنیا میں سزا مقرر کر دی گئی یا آخری طور پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ اہل علم نے اس سلسلہ میں جو تفصیلات بیان کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کبیرہ گناہ کو درج ذیل اصولوں کی روشنی میں پہچانا جاسکتا ہے۔

۱: اس گناہ پر دنیا میں کوئی حد یا تعزیری سزا مقرر کی گئی ہو مٹھایا قتل، چوری، ڈاکہ، زنا، زنا کی تہمت، یہ سب کبیرہ گناہ ہیں اور ان پر دنیا میں سزا مقرر کی گئی ہے۔

۲: آخرت میں اس گناہ پر سزا کی وعید سنائی گئی ہو مٹھایا: شرک کرنا، منافق بننا، مرتد ہو جانا، دین کا مذاق اڑانا، وغیرہ۔

۳: اس گناہ کے نتیجہ میں خاتمہ ایمان کی خبر دی گئی ہو مٹھایا: امانت میں خیانت کرنا، بد عہدی کرنا، نماز ترک کرنا، وغیرہ۔

۴: اس گناہ کے مرتکب کے ساتھ اللہ تعالیٰ یا اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے بے تعلقی کا اعلان ہو مٹھایا: دھوکا دینا، میدان جہاد سے فرار ہونا، وغیرہ۔

۵: اس گناہ پر اللہ تعالیٰ کے غصے اور غضب کا اعلان کیا گیا ہو مٹھایا: بڑھاپے میں زنا کرنا، جھوٹ بول کر سامان پہچنا، وغیرہ۔

۶: قرآن و سنت میں واضح الفاظ میں اس گناہ کے ارتکاب پر امت مسلمہ سے خارج ہو جانے کا فیصلہ دیا گیا ہو مٹھایا: شرک کرنا، کفر کرنا، وغیرہ۔

۷: قرآن و سنت میں اس گناہ کے مرتکب کو فاسق قرار دیا گیا ہو مٹھایا: غیر شرعی احکام نافذ

کرنا، جھوٹی گواہی دینا، وغیرہ وغیرہ۔

۸: قرآن و سنت میں اس کام کو واضح طور پر حرام قرار دیا گیا ہو مثلاً: خنزیر یا مردار کھانا، خون پینا، وغیرہ۔

۹: اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ نے اس گناہ کے ارتکاب پر لعنت کی ہو مثلاً غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا، والدین کو برا بھلا کہنا، کسی کا حق مارنا، وغیرہ۔

۱۰: اسی طرح گناہ و صغیرہ بھی بعض صورتوں میں گناہ و کبیرہ بن جاتا ہے مثلاً جب دین کے ساتھ طنز کرتے ہوئے یا اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں انگبار کے جذبے سے کوئی صغیرہ گناہ کیا جائے تو وہ صغیرہ نہیں بلکہ کبیرہ بن جاتا ہے۔

سب سے پہلا گناہ:

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کائنات میں سب سے پہلا گناہ یعنی اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی نافرمانی کا ارتکاب شیطان ابلیس نے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اپنی ایک اور مخلوق یعنی فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ سب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ تمام فرشتوں نے اس حکم خداوندی پر لبیک کہا مگر ابلیس نے ازراہ تکبر اس حکم الہی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اسے اپنے اس گناہ کی سزا یہ ملی کہ قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا اور آخرت میں اسے ابدی طور پر جہنم کا سزاوار ٹھہرایا۔ شیطان ابلیس کے اس گناہ کا واقعہ قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ لَمْ یَّكُنْ مِنَ السَّٰجِدِیْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنْۢ اَعْبُدُ مِنْتُمْ عَلٰٓفَتُنِّیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهُ مِنْ طِیْنٍ ۝ قَالَ فَاغْبِطْ مِنْهَا فَمَا یَكُوْنُ لَكَ اَنْۢ تَتَّكِبَ فِیْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصَّٰغِرِیْنَ ۝ قَالَ اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمٍ یُّعْتَدُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِیْنَ ۝ قَالَ فَبِمَاۤ اَعْوَجْتُنِیْ لَاقِعْتُنَّ لَهُمْ حَبْرٰطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ ثُمَّ لَا یُنۢبِتُهُمْ مِنْۢ شَیْءٍ اِلَیْهِمْ وَیَمُنُّ

عَلَيْهِمْ وَعَنْ أَنبَاءِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ﴿۱۸۱﴾ قَالَ اعْرُجْ مِنْهَا
مَلُومًا مَّدْحُورًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۸۲﴾

[الاعراف- ۱۸۱ تا ۱۸۲]

”ہم نے تمہیں پیدا کیا اور پھر تمہاری صورت بنا لی پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا: ”جب میں نے تجھے سجدہ کا حکم دیا تھا تو پھر کس بات نے تجھے سجدہ کرنے سے روک دیا؟“ کہنے لگا: میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اے مٹی سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیچے اتر یہاں سے۔ تیرا حق نہ تھا کہ تو یہاں تکبر کرتا۔ لہذا نکل جا، تو ان لوگوں سے ہو گیا جنہیں کو (ذلیل) بن کر رہنا پڑتا ہے۔ ابلیس کہنے لگا: ”اچھا پھر مجھے روز محشر تک مہلت دے دے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تجھے یہ مہلت دے دی جاتی ہے۔ ابلیس نے (اللہ سے) کہا: تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے تو اب میں بھی تیری سیدھی راہ پر (گھات لگا کر) بیٹھوں گا پھر انسانوں کو آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے غرض ہر طرف سے گھیروں گا (اور اپنی راہ پر ڈال دوں گا) اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”یہاں سے نکل جا۔ تو میری درگاہ سے ٹھکرایا ہوا اور رسوا شدہ مخلوق ہے۔ (یاد رکھا!) انسانوں میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا، تیرے سمیت ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔“

سب سے پہلے انسان سے غلطی:

انسانوں میں سے جس انسان سے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا صدور ہوا وہ تمام انسانوں کے باپ یعنی حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کو پیدا فرمایا اور پھر آپ پر یہ مہربانی فرمائی کہ اپنی جنت میں آپ کو جگہ دی۔ اور ہر طرح کے جنتی میوے کھانے کی اجازت فرمائی البتہ آپ کے امتحان

کے لیے ایک درخت کے پاس جانے سے آپ کو منع فرما دیا مگر شیطان نے آپ کو اور آپ کی بیوی حضرت حوا علیہا السلام کو بہکا دیا اور کہا کہ اس درخت کا پھل کھانے سے تم بھی فرشتے بن جاؤ گے اور اس جنت سے پھر تمہیں کوئی بھی نہیں نکال سکے گا۔ حضرت آدم اور حوا، اس کی باتوں میں آ کر اس درخت کا پھل کھا بیٹھے جس کے قریب پھٹکنے سے بھی اللہ تعالیٰ نے منع کیا تھا چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت آدم و حوا کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت سے نکال کر زمین پر بھیج دیا۔ قرآن مجید میں یہ واقعہ بعض مقامات پر اجمالی اور بعض مقامات پر تفصیلی طور پر بیان ہوا ہے۔ سورۃ الاعراف میں یہ واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے:

﴿وَبَدَأْتُمْ آسَافًا أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْحَمَّةُ فَمَكَرًا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَائِكَةً أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ۝ فَدَلَّهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ ذُرِّي الْحَمَةِ ۝ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ وَأَقُلَّ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِنَّ لَنَا تَغْفِرَ لَنَا وَتَرَحُّمَنَا لَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ قَالَ أَهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝ قَالَ فِيهَا تُحْيَوْنَ فِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ۝﴾ [الاعراف- ۱۹ تا ۲۵]

”اے آدم! تو اور تیری بیوی دونوں اس جنت میں رہو اور جہاں سے جی چاہے کھاؤ، مگر اس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔“ پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں دوسرے ڈالنا کہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں، انہی کے سامنے کھول دے اور کہنے لگا: ”تمہیں تمہارے پروردگار نے اس درخت سے صرف اس لئے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تم ہمیشہ یہاں رہنے والے نہ

بن جاؤ۔“ پھر ان دونوں کے سامنے اس نے قسم کھائی کہ میں فی الواقع تمہارا خیر خواہ ہوں، چنانچہ ان دونوں کو دھوکہ دے کر آہستہ آہستہ اپنی بات پر مائل کر ہی لیا پھر جب انہوں نے اس درخت کو چکھ لیا تو ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے پر ظاہر ہو گئیں اور وہ جنت کے پتے اپنی شرمگاہوں پر چپکانے لگے، اس وقت ان کے پروردگار نے انہیں پکارا کہ ”کیا میں نے تمہیں اس درخت سے روکا نہ تھا اور یہ نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟“ وہ دونوں کہنے لگے: ”ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم بہت نقصان اٹھانے والوں سے ہو جائیں گے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”تم سب (یہاں سے) نکل جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اب تمہارے لئے زمین میں جائے قرار اور ایک مدت تک کے لیے سامان زیت ہے۔“ نیز فرمایا: ”تم اسی (زمین) میں زندگی بسر کرو گے، اسی میں مردے اور اسی سے دوبارہ نکالے جاؤ گے۔“

حضرت آدمؑ وحواءؑ کی خطا کیسے معاف ہوئی؟

جب حضرت آدمؑ اور حضرت حوا علیہما السلام کو ایک غلطی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جنت سے نکال دیا تو انہوں نے براہ راست اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتے ہوئے یہ دعا مانگی:

﴿قَالاَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

[الاعراف- ۲۳]

”دونوں نے کہا: اے رب ہمارے! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا ہے اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ دونوں کی اس لغزش کو معاف فرمادیا۔

گناہ ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں بشرطیکہ.....

انسان کی فطرتی کمزوریوں میں سے ایک کمزوری 'گناہ' (خطا، غلطی) بھی ہے۔ خود حضرت آدم علیہ السلام اپنی اس کمزوری سے مغلوب ہو کر خطا کر بیٹھے جس کا نتیجہ جنت سے نکال دیئے جانے کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس کمزوری سے کوئی انسان مستثنیٰ نہیں ماسوائے اس کے جس پر اللہ تعالیٰ اپنا خصوصی رحم و کرم فرمادیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ الْوَالِدُ تَذْنِبُوا النَّهْبُ اللَّهُ بِكُمْ وَلِعَاءَ بِقَوْمٍ يُذُنُّونَ فَيَسْتَفْرِوُونَ اللَّهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ))^(۱)

”اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں مٹا دے اور تمہاری جگہ ایسی قوم کو لے آئے جو گناہ کرے گی پھر اللہ سے معافی بھی مانگے گی اور اللہ تعالیٰ اسے معاف بھی کریں گے۔“

اس لیے گناہ ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں بشرطیکہ گناہ ہو جانے پر انسان شرمندہ ہو اور فوراً اللہ کے حضور معافی کے لیے پیش ہو جائے اور سچی توبہ کرے کہ آئندہ گناہ کا ارتکاب نہیں کروں گا۔ انسان پھر بھی انسان ہے، سچی توبہ کے باوجود دوبارہ اس گناہ میں ملوث ہو سکتا ہے، اور نہ چاہتے ہوئے بھی اللہ کی نافرمانی اور حکم عدولی کر سکتا ہے۔ اس لیے جتنی مرتبہ اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب ہو، اتنی ہی مرتبہ توبہ کی جائے اور صدق دل سے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی جائے، ایسے ہی لوگ اللہ کو پسند ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((كُلُّ نَفْسٍ آدَمٌ خَطَاءَةٌ وَخَيْرُ الْعَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ))^(۲)

”تمام اولاد آدم خطا کار ہے البتہ ان خطا کاروں میں سے بہترین وہ ہے جو بہت توبہ کرنے والا ہے۔“

(۱) [صحیح مسلم: کتاب التوبہ: باب سقوط الذنوب بالاعتذار والتوبۃ (ح ۲۷۴۹)]

(۲) [ترمذی: کتاب القیامۃ: باب فی استعظام المؤمن ذنوبہ (ح ۲۴۹۹)] ابن ماجہ (ح ۴۲۵۱)]

گناہوں سے سچی توبہ کرنے والے لوگوں کے بارے میں قرآن مجید نے بڑے اچھے الفاظ میں یہ تذکرہ کیا ہے:

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً لَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا الذُّنُوبَ بِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ تَابَ إِلَيْهِ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ أُولَٰئِكَ جِزَاءُ هُمْ مَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَحَسْبُ تَعْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَلِيلِينَ فِيهَا وَيَنعَمُ أَجْرُ الْعَمَلِينَ [آل عمران ١٣٥]

”ایسے لوگوں سے جب کوئی برا کام ہو جاتا ہے یا وہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو فوراً انہیں اللہ یاد آ جاتا ہے اور وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں، اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکے؟ اور وہ لوگ باوجود علم کے اپنے کئے (برے عملوں) پر اصرار نہیں کرتے، ایسے لوگوں کا صلہ اپنے پروردگار کے ہاں یہ ہے کہ وہ انہیں معاف کر دے گا اور ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“



انسان گناہ کیوں کرتا ہے؟

گناہوں کے ارتکاب کی بنیادی وجہ ایمان کی کمزوری ہے کیونکہ ایمان کی مضبوطی کا آخری درجہ یہ ہے کہ کسی قسم کا گناہ نہ کیا جائے۔ یہ درجہ تو ظاہر ہے انبیاء ہی کو حاصل ہو سکتا ہے۔ البتہ دوسرے لوگ بھی جس قدر گناہوں سے دور ہیں گے اسی قدر ان کا ایمان مضبوط ہوگا اور جس قدر ایمان کمزور ہوگا اسی قدر ان کے گناہ زیادہ ہوں گے۔ ایمان کی کمزوری کی آگے کئی صورتیں ہیں، آئندہ سطور میں ہم اس کی تفصیلات بیان کریں گے تاکہ ہمارے ایمان کی کمزوری دور ہو اور ہم اپنی زندگی سے گناہوں کا خاتمہ کریں۔

(۲/۱) اللہ کی یاد سے غافل اور اس کے عذاب اور پکڑ سے لاپرواہ ہونا:

گناہوں کے ارتکاب کی ایک وجہ یہ ہے کہ انسان گناہ کرتے وقت یہ بھول جاتا ہے کہ اس کا خالق و مالک اسے دیکھ رہا ہے اور دنیا میں اس گناہ کی سزا اسے کسی بھی وقت دے سکتا ہے یا پھر قیامت کے روز تو لازماً اس کا رب اسے وہ گناہ یاد کرائے گا اور اس کا احتساب کرے گا اور اس وقت تو انسان کے جسم کے وہ اعضاء بول کر اس کے خلاف گواہی دیں گے جن سے انسان اس دنیا میں گناہوں کا ارتکاب کرتا رہا ہوگا۔ ظاہر ہے انسان کو اپنا رب یاد رہے اور اس کا خوف اس کے دل و دماغ میں ہر وقت موجود رہے تو وہ گناہوں کے ارتکاب سے بچنے کی ہر ممکنہ کوشش کرے گا۔

ایک گنہگار انسان کو اپنے سامنے قرآن مجید کی یہ آیت رکھنی چاہیے:

﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فَرَادَىٰ تَمَا حَلْفَانَا كُمْ أُولَٰئِكَ مَرَّةً وَتَرَكْنَاكُمْ مَا غَوَّيْنَا لَكُمْ وِرَآءَ

ظُهُورِكُمْ﴾ [الانعام: ۹۴]

”تحقیق اب تم ہمارے پاس تنہا حاضر ہو گے جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ اکیلا پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دنیا میں دیا تھا وہ سب تم پیچھے چھوڑ آئے ہو گے۔“

ایک بچہ اپنے باپ کی موجودگی میں ہر ایسا کام کرنے سے ڈرتا ہے جس سے اس کا والد ناراض ہوتا ہے۔ اور اگر وہ ایسا کوئی کام کرنا چاہے تو ہمیشہ والد سے چھپ کر کرتا ہے مگر افسوس ہے اس باشعور گنہگار پر جو یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہر وقت دیکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اپنے رب کی نافرمانی کا ارتکاب کرتا ہے!

(۴۳) موت اور آخرت کی فکر نہ ہونا:

اسی طرح ایمان کی کمزوری کا ایک پہلو یہ ہے کہ انسان کو آخرت کی فکر نہیں رہتی۔ وہ زندگی کی رنگینیوں میں کھوکھو رہ جاتا ہے کہ اسے مرنا بھی ہے۔ مرنے کے بعد قبر میں بھی جانا ہے جہاں فرشتے اس سے اس کے دین کے بارے میں سوال کریں گے اور اس کی نیکی بی وہاں کام آئے گی۔ پھر اسے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے اور وہاں اس کا اعمال نامہ کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر آخرت کی فکر انسان کو پیدا ہو جائے تو وہ گناہوں سے بچنے کی سر توڑ کوشش کرتا ہے اور عملاً ایسی بے شمار مثالیں ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک شخص اپنی آخرت کو بھولا ہوتا ہے تو اس کے اعمال میں گناہوں کی آمیزش بڑھ جاتی ہے اور جب اسے اپنی آخرت یاد آتی ہے تو اس کے گناہوں میں بڑی تیزی سے کمی واقع ہوتی چلی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں فکر آخرت کے حوالے سے انسان سے یہ کہا گیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ

بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ [الحشر- ۱۸]

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ (بھال) لے کہ کل (قیامت) کے لیے اس نے (اعمال کا) کیا (ذخیرہ) بھیجا ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔“

اسی طرح صحیح حدیث میں ہے کہ

((لَا تَزُولُ قَلَمَائِهِنَّ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمْرِهِ
فِيمَا آفَنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ وَمَا ذَاعَ جِوَلُ
فِيمَا عَلِمَ))^(۱)

”قیامت کے روز اولاد آدم کے پاؤں اس وقت تک حرکت نہ کر پائیں گے جب تک کہ اس سے ان پانچ چیزوں کا سوال نہ کر لیا جائے: (۱) اس کی عمر کے بارے میں کہ کہاں اس نے عمر کھپائی؟ (۲) اس کی جوانی کے بارے میں کہ کہاں اس نے اسے استعمال کیا؟ (۳) اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے اس نے مال حاصل کیا؟ (۴) اور کہاں اسے خرچ کیا (۵) اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر اس نے کیا عمل کیا؟“

آنحضرت ﷺ کو چونکہ وحی کے ذریعے آخرت کے امور بتائے جاتے تھے اور جنت و جہنم کا آپ کو یعنی مشاہدہ بھی کروایا گیا تھا اس لیے آپ ﷺ جہاں خود سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھتے تھے وہاں آخرت کے حوالے سے اپنی امت کی نجات کے لیے بھی بہت زیادہ فکر مند بھی رہتے تھے۔ جنت و جہنم کے مشاہدہ کے بارے میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((عَسِرَتْ عَلَيَّ الْحَنَّةُ وَالنَّارُ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْعَبِيرِ وَالشَّرُّ وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا عَلِمْتُ
لَصَحِحَّتْ قَلْبًا وَلَكَيْتُمْ كَثِيرًا))^(۲)

”مجھ پر جنت اور جہنم کو پیش کیا گیا تو میں نے خیر و شر کے سلسلے میں اس جیسا منظر کبھی نہیں دیکھا۔ اور جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم لوگ جان لو تو تم ہنسو گے تھوڑا، اور روؤ گے زیادہ!“

ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) | جامع ترمذی: کتاب صفة القيامة: باب في القيامة (ج- ۱۸: ۲۴۱)

(۲) | مسلم: کتاب الفضائل: باب في قوله ﷺ وتترك اكنار سوانه (۲۳۵۹): نیز: بخاری: کتاب

الرفاق: باب قول النبي ﷺ: لو تعلمون ما أعلم... میں بھی ایک حدیث بیان ہوئی ہے |

((إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ وَاسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ أَطْبَقَ السَّمَاءَ وَحَقَّقَ لَهَا أَنْ تَطِطَّ مَعَافِيهَا مَوْضِعَ أَرْبَعِ أَصَابِعِ الْإِلَهِ وَأَضِيعَ جَبْهَتَهُ لِلَّهِ سَاجِدًا وَاللَّهُ لَوَعْلَمُونَ مَا عَظُمَ لَصْحَابِكُمْ قَلِيلًا وَلَكَيْنُمْ كَثِيرًا أَوْ مَا تَلَذُّونَ مِنَ الْمَرْثَىٰ عَلَى الْفَرْشِ وَلَعَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعْدَاتِ تَخَارُونَ إِلَى اللَّهِ لَوْ دِدْتُمْ أَنِّي شَحْرَةٌ تُعَضَّدُ))^(۱)

”میں وہ چیزیں دیکھ رہا ہوں جنہیں تم نہیں دیکھتے، اور وہ کچھ بن رہا ہوں جسے تم نہیں سنتے۔ آسمان بوجھ کی وجہ سے چرچر رہا ہے اور وہ اسی لائق ہے کہ چرچر جائے۔ اس لیے کہ آسمان میں کوئی چار انگشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کسی فرشتے نے اللہ کے حضور جین نہ جھکا رکھی ہو۔ قسم اللہ کی! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم بھی جان لو تو تم ہنسا کرو گے تھوڑا اور رویا کرو گے زیادہ، بلکہ بستر پر اپنی بیویوں سے لذت اندوز ہونا بھی چھوڑ دو گے اور ٹیلوں کی طرف نکل جاؤ گے اور اللہ کے حضور گڑگڑاؤ گے۔ میں جانتا ہوں کہ اے کاش! میں کوئی درخت ہوتا جسے کاٹ کر پھینک دیا جاتا۔“

(۵) شیطان کا غلبہ:

اللہ نے انسان کی آزمائش کے لیے شیطان کو پیدا کیا ہے۔ شیطان انسان کے دل میں برے خیالات پیدا کرتا اور اسے برائی پر اُکساتا رہتا ہے جیسا کہ درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغُرُورُ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنَ الْمُضِلِّينَ﴾ [فاطر: ۶۰-۶۵]

”لوگو! اللہ تعالیٰ کا وعدہ یقیناً سچا ہے تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے

(۱) [ترمذی: کتاب الزہد، باب قول النبی ﷺ: لو تعلمون ما علم (ح ۲۳۱۲) مستند احمد

(ح ۵ ص ۱۷۳) ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب العزیز والبعاء (ح ۴۱۹۰) حاکم

(ح ۴ ص ۵۷۹) صحیح الجامع الصغیر (ح ۲۴۴۹)

باز (شیطان) تمہیں غفلت میں ڈالے، یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تم اسے دشمن جانو۔ وہ تو اپنے گروہ (پیر و کاروں) کو صرف اس لیے بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم داخل ہو جائیں۔“

﴿يٰۤاٰدَمُ لَا يَفۡتِنَنَّكَمُ الشَّيۡطٰنُ كَمَاۤ اَخۡرَجَ اٰبَوٰیۡكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ يَتَزَوَّجُ عَنْهُمَا لِيَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوَآءِۡمَا سَوَاۡتَهُمَا اِنَّهٗ يَرَاۡكُمْ هُوَ وَقَبِيۡلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوۡنَهُمۡ اِنَّا جَعَلۡنَا الشَّيۡطٰنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ﴾ [الاعراف- ۲۷]

”اے بنی آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں فتنے میں مبتلا کر دے جیسا کہ اس نے تمہارے والدین کو (فتنہ میں مبتلا کر کے) جنت سے نکلوا دیا تھا اور ان سے ان کے (جنسی) لباس اتروا دیئے تھے تاکہ ان کی شرمگاہیں انہیں دکھلا دے۔ وہ اور اس کا قبیلہ تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔“

﴿لَعَنَہُ اللّٰہُ وَقَالَ لَا تَعۡبَدُنَّ مِنْ عِبَادِکَ نَصِیۡبًا مَّعۡرُوۡۤضًا وَلَا ضِلَّةًۢمۡ وَلَا مَنِیۡنَہُمۡ وَلَا مُرۡتَبَہُمۡ فَلَیۡتَنۡکُنَّ اِذَاۡنَ الْاَنۡعَامِ وَلَا مُرۡتَبَہُمۡ فَلَیۡغَیۡرُۡنَّ خَلۡقَ اللّٰہِ وَمَنْ یَتَّعِذِ الشَّیۡطٰنَ وِلَآءًا مِّنۡ ذُوۡنِ اللّٰہِ فَقَدِۡ حَسِرَۡ حَسِرًاۢمۡ سَیۡۡئًا یَعۡدُہُمۡ وَیُۡمِنِیۡہِمۡ وَمَا یَعۡدُہُمُ الشَّیۡطٰنُ اِلَّا عُرُوۡرًا وَاُوۡلَیۡکَ مَا وَاوٰہُمۡ جَہَنَّمَ وَلَا یَجۡلُوۡنَ عَنْہَا مَحِیۡصًا﴾ [النساء- ۱۱۷ تا ۱۲۱]

”اس (شیطان) پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس (شیطان) نے (اللہ تعالیٰ) سے کہا تھا کہ ”میں تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ حصہ لے کر رہوں گا اور میں انہیں گمراہ کر کے چھوڑوں گا، انہیں آرزو و دلاؤں گا اور انہیں حکم دوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان پھاڑ ڈالیں، اور انہیں یہ حکم بھی دوں گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ صورت میں تبدیلی کر ڈالیں۔ اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست (اور سرپرست) بنا لیا اس نے صریح نقصان اٹھایا۔ شیطان ان سے وعدہ کرتا اور امیدیں دلاتا ہے اور جو وعدے بھی شیطان انہیں دیتا ہے وہ فریب کے سوا کچھ نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے جس سے نجات کی وہ کوئی صورت نہ پائیں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لیے شیطان کو پیدا کیا ہے اسے پورا کرنے کے لیے اسے مطلوبہ حد تک پورے ہتھیار بھی عطا کر دیے ہیں تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکے کہ میرے پاس تو اسلحہ نہیں میں کیسے انسانوں کا مقابلہ کروں گا۔ شیطان کا یہ اسلحہ درج ذیل چیزوں پر مشتمل ہے:

۱۔ یہ انسانوں کو نظر نہیں آتا۔

۲۔ انسانوں کے دلوں میں برے خیال القا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

۳۔ انسان کے جسم میں داخل ہو سکتا ہے۔

۴۔ برائی کو انسان کے لیے مزین کر سکتا ہے۔

۵۔ ہر جگہ آنے جانے کی بے پناہ قوت اور سرعت رفتار بھی اسے حاصل ہے۔

دوسری طرف شیطان کا مقابلہ کرنے کے لیے انسانوں کو بھی مطلوبہ ہتھیار دیئے گئے ہیں جن کی نوعیت یہ ہے کہ

۱۔ انسان کو شیطان کی دشمنی سے متنبہ کیا گیا۔

۲۔ شیطان کے مکر و فریب اور برے وسوسے سے بچاؤ کے لیے وظائف بتائے گئے۔

۳۔ جس طرح ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان متعین ہے اسی طرح اس سے بچاؤ کے لیے ایک محافظ بھی فرشتے کی شکل میں ہر انسان کے ساتھ متعین کیا گیا ہے۔

۴۔ ہر برائی کے بارے میں صاف صاف آگاہ کر دیا گیا ہے کہ یہ برائی ہے۔

۵۔ اور اس سے بچنے کے لیے اس کے دل میں خدا کے غضب اور جہنم کے عذاب کا خوف بھی پیدا کیا گیا ہے۔

۶۔ گناہ ہو جانے کے بعد توبہ و استغفار کا راستہ بھی رکھا گیا۔

لہذا اس سلسلہ میں انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے دشمن شیطان سے ہمیشہ باخبر رہے [☆] تاکہ شیطان اسے گمراہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان بنانے میں کامیاب نہ ہو پائے۔

☆..... [انسان اور شیطان کی کشمکش اور شیطان کے مختلف حملوں سے بچاؤ کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے ہماری کتاب "انسان اور شیطان" کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ان شاء اللہ!]

(۶) بُرّی خواہشِ نفس کی پیروی:

انسان کے دل میں طبعی طور پر اچھے اور برے ہر طرح کے خیالات پیدا ہوتے ہیں، خیالات کی انہی مختلف حالتوں کی طرف قرآن مجید کی درج ذیل آیات میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

﴿وَمَا أُبْرِئُ نَفْسِي إِنْ النَّفْسُ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَآرَجِمَ رَبِّي﴾ [یوسف-۵۳]
 ”میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتی، بے شک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہے ہی مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کرے۔“

﴿لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ﴾ [القیامۃ-۲۰، ۲۱]
 ”میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور میں قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہو۔“

﴿وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا﴾ [الشمس-۷ تا ۱۰]

”قسم ہے نفس کی اور اسے درست کرنے کی۔ پھر (ہم نے) اس کو سمجھ دی برائی کی اور سچ کر چلنے کی۔ جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا۔“

﴿يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّاتٍ﴾ [الفجر-۲۷ تا ۳۰]

”اے اطمینان والے نفس (روح)! تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی (ہے اور وہ) تجھ سے خوش۔ پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں (بھی) داخل ہو جا۔“

مذکورہ بالا آیات میں نفسِ انسانی (یعنی دلِ ضمیر وغیرہ) کی تین مختلف حالتیں بیان کی گئی

ہیں یعنی کبھی دل میں اچھے خیالات آتے ہیں اور کبھی برے۔ کبھی نفس، انسان کو برائی کرنے پر ابھارتا ہے تو کبھی تقویٰ اور لئبت کی وجہ سے گناہ پر ملامت بھی کرتا ہے۔ انسان کے دل رضیمیر میں پیدا ہونے والی کشمکش انسان کے امتحان کے لیے ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں انسان کے دل میں طبعی طور پر کن چیزوں کی خواہشات پیدا ہوتی ہیں اور وہ خواہشات کب انسان کو گنہگار بناتی ہیں اور کیسے انہیں لگام دے کر انسان اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔

(۱)..... مال و دولت کی محبت

انسان کو جہاں مال و دولت سے فطرتی طور پر محبت ہے وہاں یہ اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک عظیم نعمت بھی ہے۔ اپنی دنیوی گزر بسر کے لیے اس کے حصول کے لیے نہ صرف دعا کرنی چاہیے بلکہ ہر طرح کے حلال ذریعے سے اسے حاصل کرنے کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔ عربی کا ایک مشہور مقولہ ہے:

”إد الفقران یکون کفرا..... نقر انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔“

اور یہ ایسی حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ اس لیے دنیوی بہتری اور مال و دولت کی فراوانی اور خوشحالی انسان کے ایمان کو بھی بچاتی ہے مگر یہی مال و دولت انسان کے لیے آزمائش اور گناہ کا ذریعہ بھی بن جاتے ہیں۔ اور ایسا اس وقت ہوتا ہے جب انسان مال و دولت کی انہمی محبت میں حلال و حرام کا امتیاز ختم کر بیٹھتا ہے اور مال و دولت کی فراوانی اسے قارون کی طرح خود غرض اور فرعون کی طرح منکبر بنا دیتی ہے۔ انسان کی اسی حالت کی طرف قرآن مجید میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

﴿كُلَّامَانَ الْإِنْسَانَ لِيَطْغَىٰ أَنْ رَآهُ اسْتَغْنَىٰ﴾ [العلق- ۷۰۶]

”سچ مچ انسان تو سرکشی پر اتر آتا ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو غنی (اور بے نیاز) دیکھتا ہے۔“

یعنی غنی اور مالدار ہونے کے زعم میں انسان سرکش بن جاتا ہے اور یہی سرکشی

جو مالدار اور غنی ہونے کے بعد اس میں پیدا ہوئی، اس کی بلاکت و بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں مال و دولت کے حوالے سے بطور تنبیہ یہ بات کہی گئی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آتَلْهَبْكُمْ أَمْوَالِكُمْ وَلَا تَوْلَادَكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ﴾ [المنافقون۔ ۹]

”اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے اور جو ایسا کریں (یعنی غفلت میں پڑ جائیں) تو وہ بڑا ہی نقصان اٹھانے والے لوگ ہیں۔“

مال و دولت کی فروانی کے بعد بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ صاحب مال اللہ تعالیٰ کا متقی اور فرمانبردار بندہ بن کر زندگی گزارے اور اپنے مال کو دین و دنیا کی بھلائی کے کاموں میں صرف کرے۔ ورنہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان جتنا مالدار ہوتا جاتا ہے اتنا ہی دین سے دور اور اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری سے خارج ہوتا چلا جاتا ہے۔ کیونکہ جس طرح غربت، مصیبت، تنگی اور پریشانی وغیرہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ایمان کا امتحان لیتے ہیں، اسی طرح مال و دولت، وسائل رزق اور امن و خوشحالی وغیرہ کے ذریعے بھی اپنے بندوں کا امتحان لیتے ہیں۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ تنگی اور غربت کی حالت میں انسان محتاج ہونے کی وجہ سے اپنے رب کو زیادہ یاد کرتا ہے، اور اس سے دعا و فریاد کرتا رہتا ہے، اس لیے ایسی حالت میں زیادہ تر ایمان میں پختگی اور دین پر صبر و استقامت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے مگر خوشحالی اور مالداری کی صورت میں عام طور پر انسان دنیا کی رنگینیوں اور لذتوں میں مست ہو کر خدا فراموش ہو جاتا ہے۔ اس لیے مالدار ہونے کی صورت میں اس کے گمراہ ہونے، گناہوں کی دلدل میں پھنسنے چلے جانے اور بہنہم کا مستحق بن جانے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر یہ بات ارشاد فرمائی تھی:

((قَابِسِرُواوَأَمَلُوا مَا يُبِيرُكُمْ ، فَوَاللَّهِ مَا الْفَقْرَ أَحْسَى عَلَيْكُمْ وَلَكِنْ أَحْسَى عَلَيْكُمْ أَنْ تَبْسُطَ عَلَيْكُمْ الدُّنْيَا كَمَا بَسَطَتْ عَلَيَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوا مَا كَمَا تَنَافَسُوا مَا وَتَلَّهِمْ كَمَا أَلَّهْتَهُمْ)) (وفی روایة: وَتَهْلِكُمْ كَمَا أَمَلَكْتَهُمْ) (۱)

”تم خوش رہو اور سرت بخش حالات کی امید رکھو۔ قسم اللہ کی! میں تمہارے متعلق غریبی (کے فتنے) سے نہیں ڈرتا البتہ مجھے اس بات کا خدشہ ضرور ہے کہ تمہیں بھی دنیا وافر مقدار میں ملے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کو ملی تھی، تو جس طرح وہ لوگ دنیا کی دوز میں پڑے اور (مقصد پیدائش سے) غافل ہوئے، ویسے ہی تم بھی دنیا طلبی میں بڑھو گے اور دنیا تمہیں بھی غافل کر دے گی۔“ (ایک روایت میں غافل کی جگہ ہلاکت کا ذکر ہے |

(۲)..... عورتوں کا فتنہ:

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کا نظام چلانے کے لیے مرد و زن دونوں کو ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ بنایا ہے۔ ان دونوں کے ملاپ سے ایک نیا خاندان وجود میں آتا ہے اور نسل انسانی کا سفر آگے کی طرف جاری رہتا ہے۔ اگر مرد و زن کا یہ تعلق اسلام کے بتائے ہوئے ضابطے (نکاح) کے مطابق استوار ہو تو یہ دنیوی فوائد کے علاوہ اجر و ثواب بھی ہے اور اگر اس سلسلہ میں اسلامی ہدایات کو نظر انداز کر دیا جائے تو آخری ہلاکت کے علاوہ دنیوی تباہی بھی یقینی ہے۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا تَرَكَتُ بَعْدِي فِتْنَةٌ أَضْرَعُ عَلَى الرَّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ)) (۲)

”میرے بعد عورتوں سے زیادہ نقصان دہ فتنہ اور آزمائش مردوں کے لیے کوئی نہیں۔“

ایک دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الرِّفَاق: باب ما یحذر من زهرة الدنیا والناس فیہا (ح ۶۴۲۵)]

مسلم: کتاب الزَّحَد: باب انما یأسجن للمؤمن و حنة للكافر (ح ۲۹۶۱)]

(۲) [صحیح بخاری: کتاب النکاح: باب ما یقی من شوم المرأة..... (۵۰۹۶) صحیح

مسلم: کتاب الرِّفَاق: باب اکثر اهل الجنة الفقراء (۲۷۴۰)]

((إِنَّ الدُّنْيَا حُلُومَةٌ خَصِيرَةٌ وَإِنَّ اللَّهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النَّسَاءَ فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةٍ بَنَى إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النَّسَاءِ))^(۱)

”یقیناً یہ دنیا بہت میٹھی، اور سرسبز و شاداب ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں اس دنیا میں اقتدار بخشے گا۔ پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ چنانچہ دنیا کی آلائشوں سے بچتے رہو اور بالخصوص عورتوں کی آزمائش سے دور رہو کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں ہی کی شکل میں نمودار ہوا تھا۔“

لیکن یہاں یہ غلط فہمی نہ ہو کہ شاید عورت ہونا بذات خود کوئی برائی ہے۔ ایسی بات نہیں ہے بلکہ حدیث بالا کا مفہوم یہ ہے کہ عورت کے ذریعے اگر معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنا ہو تو یہ بہت آسان ہے اور اس دور میں اس کی واضح مثال مغربی معاشروں میں دیکھی جاسکتی ہے بلکہ اب تو مسلم معاشروں میں بھی اس حربے کو پوری قوت کے ساتھ استعمال کیا جا رہا ہے لیکن عورت اگر نیک ہو تو اسے دنیا کی سب سے قیمتی دولت بھی کہا گیا ہے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ ہی کا یہ ارشاد گرامی ہے:

((الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْءُ الصَّالِحَةُ))^(۲)

”ساری دنیا فائدے کا سامان ہے اور سب سے اچھا سامان نیک عورت ہے۔“

(۳)..... اہل و عیال کی محبت:

بیوی بچوں سے محبت بھی انسان کی فطرت میں شامل ہے بلکہ یہی وہ محبت ہے جو مرد کو نئے خاندان کی تعمیر و تشکیل کے لیے آمادہ کرتی ہے۔ گویا یہ محبت انسان کی ایک بنیادی ضرورت بھی ہے مگر اس محبت کی کچھ حدود و قیود ہیں۔ اگر ان حدود و قیود کی پروا نہ کی جائے تو اہل و عیال کی یہی محبت خود انسان کی اخروی بلاکت کا ذریعہ بن جاتی ہے اور دنیوی زندگی

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الرقاق: باب اکثر اہل الحجة الفقراء و بیان الفتنۃ بالنساء (۳۷۴۲)]

(۲) [صحیح مسلم: کتاب الرضاع: باب خیر متاع الدنیا المرءۃ الصالحۃ (۱۵۶۶)]

میں انسان گناہوں کی دلدل میں بچھس جاتا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں اہل وعیال کے حوالے سے یہ بات بیان ہوئی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَّ مِنْ أَوْلَادِكُمْ وَعَدُوِّكُمْ فَأَحْذَرُواهُمْ.....
إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴿ [التغابن- ۱۵، ۱۴]

”اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض بچے تمہارے لیے دشمن ہیں پس ان سے ہوشیار رہنا..... تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو ایک آزمائش ہیں۔“

اہل وعیال کو دشمن قرار دینے کی وجہ یہی ہے کہ بسا اوقات انسان ان کی محبت میں گناہوں کا ارتکاب کر کے خود عذاب کا مستحق بن جاتا ہے مثلاً بیوی بچوں کی بے جا فرمائش پوری کرنے کے لیے انسان حرام کمائی شروع کر دیتا ہے۔ یا حلال کمائی سے حرام چیزیں خرید خرید کر گھر لانا شروع کر دیتا ہے یا بیوی بچوں کی خاطر اپنے فرائض سے نافل ہو جاتا ہے۔ جہاں بہادری کی ضرورت ہو وہاں بزدل اور جہاں سخاوت کی ضرورت ہو وہاں بخیل بن جاتا ہے۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْوَلَدَ مَبْعُودَةٌ مَحَبَّةٌ مَحَبَّةٌ مَحَبَّةٌ))^(۱)

”اولاد انسان کے بخیل اور بزدل بننے، جاہل رہنے اور پریشان ہونے کا ذریعہ بنتی ہے“

(۷) بری مجلس:

جس طرح اچھے لوگوں کی مجلس اختیار کرنے سے برا انسان بھی اچھا بن جاتا ہے اسی طرح برے لوگوں کی مجلس اختیار کرنے سے اچھا اور نیک انسان بھی برا اور گنہگار بن جاتا ہے کیونکہ برے لوگوں کی مجلس میں اسے بری باتیں سننے اور دیکھنے کا موقع ملے گا۔ چنانچہ دوسروں کو برائی اور گناہ کرتے دیکھ کر خود اسے بھی اس برائی کے ارتکاب کی جرأت ہوگی۔ اگرچہ شروع شروع میں کسی بری مجلس میں جانے سے وہی برائی اس انسان میں فوراً پیدا نہیں ہو جاتی بلکہ ہو سکتا ہے اسے اس سے نفرت ہو ابلتہ اس برائی کو بار بار دیکھنے،

(۱) [مسند احمد (ج ۴ ص ۱۷۳) صحیح الجامع الصغیر (ج ۱ ص ۱۶۹)]

(۸) مشتبہ چیزوں کی پیروی:

بعض چیزیں مشتبہ اور مشکوک ہوتی ہیں۔ انسان کانفس وہاں آ کر تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے کہ آیا وہ ایسا کوئی مشتبہ کام کرے یا نہ کرے۔ ظاہر ہے وہ مشتبہ چیز حرام تو نہیں ہوتی لیکن اس میں مبتلا ہونے کے بعد قوی اندیشہ ہوتا ہے کہ انسان اس سے مزید آگے بڑھے گا اور حرام میں بھی مبتلا ہو جائے گا۔ اسی صورت حال کو آنحضرت ﷺ نے ایک مثال کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے:

((إِنَّ الْحَلَالَ بَيْنَ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيْنَ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنْ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدْ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِي يَرعى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ آلاؤَانٌ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمَى آلاؤَانٌ حِمَى اللَّهِ مَحَارِمُهُ))^(۱)

”حلال بہت واضح ہے اور حرام بھی بہت واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ (مشکوک) چیزیں ہیں، جن کی اکثر لوگوں کو خبر ہی نہیں۔ جو آدمی ان مشتبہ چیزوں سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کا تحفظ کر لیا اور جو انسان ان مشتبہ چیزوں میں جا پڑا وہ بالآخر حرام میں پڑ جائے گا۔ (اس کی مثال ایسے ہے) جیسے کوئی چرواہا کسی (سرکاری) چراہ گاہ کے بالکل آس پاس اپنے جانور چراہا ہو تو گمان غالب ہے کہ اس کے جانور اس چراہ گاہ کے اندر جا گھسیں گے۔ یاد رکھو کہ ہر بادشاہ کی اپنی محفوظ حدود ہوتی ہیں اور اللہ کی حدود اس کے حرام کردہ کام ہیں۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشکوک اور مشتبہ چیزوں میں احتیاط نہ کرنے والا واضح گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے لہذا مشتبہ چیز سے کنارہ کشی اختیار کرنے ہی میں نجات ہے۔ یہی بات آپ ﷺ نے ایک اور موقع پر اس طرح ارشاد فرمائی:

(۱) [صحیح مسلم: کتاب المسافاة: باب اِحذ الحلال وتربك الشبهات (ج ۱۵۹۹) صحیح

بخاری: کتاب الايمان: باب فضل من استبرأ لدينه (ج ۲۰۲)]

((دَعُ مَا يُؤْتِيكَ إِلَىٰ مَا لَا يُؤْتِيكَ))^(۱)

”جو کام تمہیں شک میں مبتلا کریں انہیں چھوڑ دو، اور جو شک میں مبتلا نہ کریں وہ کرو۔“

(۱۰،۹) طبعی و مادی کمزوریاں اور صبر و برداشت کی کمی:

انسان طبعی طور پر بہت کمزور واقع ہوا ہے۔ اگر اسے کھانے کو خوراک اور پینے کو پانی نہ ملے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور اگر اسے پہننے کو لباس اور رہنے کو رہائش وغیرہ نہ ملے تو اس کے لیے زندگی گزارنا بہت مشکل ہو جائے۔ پھر ہر انسان میں طبعی طور پر لالچ، طمع، بھوک، بیماری اور اس جیسی دیگر بہت سی مادی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ ان کمزوریوں کا شکار ہو کر انسان مختلف مواقع پر گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے مثلاً راتوں رات امیر ہونے کی لالچ میں حلال و حرام کی پروا کیے بغیر ہر جائز اور ناجائز طریقے سے مال اکٹھا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کسی سخت تکلیف دہ بیماری سے شفا پانے کے لیے ہر طریقے کو اختیار کرتا ہے، خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز۔

یاد رہے کہ وہی انسان ان طبعی کمزوریوں کا شکار ہو کر گناہوں کی طرف قدم بڑھاتا ہے جس میں صبر و برداشت اور قناعت کی کمی اور تقدیر پر ایمان کی کمزوری جیسی علامات پائی جاتی ہیں حالانکہ صبر، قناعت اور رضا بالقضا (تقدیر) وغیرہ ایسی صفات ہیں جو انسان کو طبعی کمزوریوں کا شکار ہو کر گناہوں کے ارتکاب سے روکتی ہیں اور انسان کو انہی صفات سے متصف ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔



(۱) [ترمذی، کتاب صفة النبیمة: باب حدیث بعقلہا، توکل..... (۲۰۱۸) احمد

(۲۰۰۱) حاکم، کتاب البیوع: باب دع ما یریک... وصحہ الحاکم والنہی و الترمذی]

انسانی گناہوں پر ایک نظر

حقیقت تو یہ ہے کہ انسان گناہوں کا شمار ہی نہیں کر سکتا۔ چھوٹے بڑے گناہوں کی ایک طویل فہرست ہے جس کا ہر صبح و شام ارتکاب کیا جاتا ہے۔ ان میں سے خطرناک اور واضح ترین گناہوں کی یہاں ہم صرف فہرست پیش کر رہے ہیں، آگے گیا رہویں باب میں ہم ان میں سے ان خطرناک گناہوں کی تفصیلات قلمبند کریں گے جو دبا کی طرح ہمارے معاشرے میں پھیل چکے ہیں۔

اس باب میں دی گئی پہلی فہرست علامہ ذہبی کی کتاب ”الکبائر“ سے ماخوذ ہے جس میں علامہ موصوف نے قرآن و حدیث کے دلائل سے تقریباً ۷۰ (۷۰) کبیرہ گناہوں کو بیان کیا ہے اور دوسری فہرست امام ابن حجر بیہقی کی کتاب ”الزواجر“ سے ماخوذ ہے۔ یاد رہے کہ امام بیہقی نے اپنی اس کتاب میں چار سو سے زائد کبیرہ گناہوں کی تفصیل پیش کی ہے البتہ ان میں سے بعض کو کبیرہ گناہ میں شمار کرنا محل نظر ہے۔ یاد رہے کہ امام بیہقی کے بیان کردہ گناہوں میں سے ہم نے صرف پہلے ذریعہ سوغناہوں کی فہرست پیش کی ہے۔

گناہ کے کام [پہلی فہرست، از امام ذہبی]

(۱)..... اللہ کے ساتھ شرک کرنا

(۲)..... کسی شخص کو بلا وجہ قتل کرنا

(۳)..... جادو کرنا یا کرہانا

(۴)..... نماز چھوڑنا

(۵)..... زکاۃ نہ دینا

- (۶)..... بلاخذر شرعی روزہ چھوڑنا
- (۷)..... حج کی استطاعت ہونے کے باوجود حج نہ کرنا
- (۸)..... والدین کی نافرمانی کرنا
- (۹)..... قریبی رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا
- (۱۰)..... زنا کرنا
- (۱۱)..... ہم جنس سے بدکاری کرنا (لواطت)
- (۱۲)..... سو دکھانا
- (۱۳)..... یتیم کا مال کھانا اور اس پر ظلم کرنا
- (۱۴)..... اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ باندھنا
- (۱۵)..... میدان جہاد سے بغیر جنگی مقصد کے فرار ہونا
- (۱۶)..... حکمران کا اپنی عوام کے ساتھ دھوکا کرنا
- (۱۷)..... تکبر اور فخر کرنا
- (۱۸)..... جھوٹی گواہی دینا
- (۱۹)..... شراب پینا
- (۲۰)..... جوا کھیلنا
- (۲۱)..... پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا
- (۲۲)..... مالِ غنیمت میں خیانت کرنا
- (۲۳)..... چوری کرنا
- (۲۴)..... ڈاکہ ڈالنا
- (۲۵)..... جھوٹی قسم کھانا
- (۲۶)..... ظلم کرنا

- (۲۷)..... ظالمانہ طریقے سے ٹیکس وصول کرنا
- (۲۸)..... حرام مال کھانا
- (۲۹)..... خودکشی کرنا
- (۳۰)..... جھوٹ بولنا
- (۳۱)..... خلاف شرع فیصلہ کرنا
- (۳۲)..... رشوت لینا
- (۳۳)..... مردوں کا عورتوں اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا
- (۳۴)..... اپنے اہل و عیال میں برائی برقرار رکھنا اور غیرت نہ کھانا
- (۳۵)..... حلالہ کرنا یا حلالہ کروانا
- (۳۶)..... پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنا
- (۳۷)..... ریا کاری کرنا
- (۳۸)..... دنیوی مفاد کے لیے دین کا علم حاصل کرنا
- (۳۹)..... خیانت کرنا
- (۴۰)..... احسان جتلانا
- (۴۱)..... تقدیر کو جھٹلانا
- (۴۲)..... جاسوسی کرنا (لوگوں کی ٹوہ لینا)
- (۴۳)..... چغلیخوری (چغلی کھانا)
- (۴۴)..... لعن طعن کرنا
- (۴۵)..... عہد شکنی
- (۴۶)..... کاہنوں، نجومیوں، اور نام نہاد عالموں کو سچا ماننا
- (۴۷)..... عورت کا اپنے خاوند کی نافرمانی کرنا
- (۴۸)..... جاندار ایشیا کی تصویریں بنانا (بلا ضرورت)

- (۳۹)..... نوحہ (بین) کرنا
- (۵۰)..... سرکشی اور بغاوت کرنا
- (۵۱)..... کمزور، غلام، لونڈی، بیوی اور جانور (یعنی اپنے ماتحتوں) پر احسان نہ کرنا
- (۵۲)..... ہمسائے کو تکلیف دینا
- (۵۳)..... مسلمانوں کو اذیت پہنچانا اور انہیں گالیاں دینا
- (۵۴)..... اللہ کے نیک بندوں کو تکلیف دینا
- (۵۵)..... مردوں کا [ازراہ تکبر] شلوار وغیرہ کو ٹخنے سے نیچے لٹکانا
- (۵۶)..... مردوں کا ریشم اور سونا پہننا
- (۵۷)..... غلام کا بھاگ جانا
- (۵۸)..... غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرنا
- (۵۹)..... ارادۃً اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف ابوت (ولدیت) کی نسبت کرنا
- (۶۰)..... جھگڑا لوارا کھڑ بننا
- (۶۱)..... ضرورت سے زائد پانی ضرورت مند کو نہ دینا
- (۶۲)..... ماپ تول میں کمی کرنا
- (۶۳)..... اولیاء اللہ کو اذیت دینا
- (۶۴)..... اللہ تعالیٰ کی پکڑ (عذاب) سے نڈر اور بے خوف بن جانا
- (۶۵)..... بلا عذر شرعی نماز باجماعت ادا نہ کرنا
- (۶۶)..... نماز باجماعت اور نماز جمعہ چھوڑتے رہنا
- (۶۷)..... مرنے سے پہلے وصیت کرتے وقت جان بوجھ کر کسی کی حق تلفی کرنا
- (۶۸)..... دھوکا دفریب دہی کا ارتکاب کرنا
- (۶۹)..... مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کے لیے جاسوس اور آلہ کار بننا
- (۷۰)..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینا۔

گناہ کے کام

[دوسری فہرست، از ابن حجر بیہمیؒ]

باطنی گناہ

- (۱).....شُرک اکبر، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، حقوق اور اختیارات میں کسی کو شریک بنانا
- (۲).....شُرک اصغر (یعنی ریاکاری، نمود و نمائش اور محض لوگوں کو دکھانے کے لیے نیکی کرنا)
- (۳).....کینہ، حسد اور بلا وجہ دوسروں پر غصہ کرنا۔
- (۴).....فخر و تکبر کرنا
- (۵).....طاوٹ کرنا
- (۶).....منافقت اختیار کرنا
- (۷).....بغاوت و سرکشی [اسلامی حکومت یا اسلامی تعلیمات سے]
- (۸).....دوسروں کو حقیر سمجھنا
- (۹).....لا یعنی چیزوں میں غور و خوض کرنا
- (۱۰).....لا لچی بن جانا
- (۱۱).....غریب ہو جانے کا خوف سر پر سوار کر لینا
- (۱۲).....زیر دستی پر ناراضگی کا اظہار کرتے رہنا
- (۱۳).....امیروں کی امیری کی وجہ سے ان کی تعظیم کرنا
- (۱۴).....غریبوں کی غریبی کی وجہ سے ان سے طنز و استہزاء کرنا
- (۱۵).....حرص کرنا
- (۱۶).....دنیا طلبی میں رغبت اور دنیوی چیزوں کیساتھ دوسروں کے سامنے خود نمائی
- (۱۷).....لوگوں کے سامنے اس چیز کے ساتھ زیب و زینت کر کے آنا جسے حرام کیا گیا ہے

- (۱۸)..... مہانت (یعنی دین کے معاملے میں غیر مناسب کمزوری دکھانا)
- (۱۹)..... اس کام پر اپنی تعریف چاہنا جو خود کیا نہیں
- (۲۰)..... اپنے عیبوں سے آنکھیں بند کر کے دوسروں کی عیب جوئی میں لگے رہنا
- (۲۱)..... اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کو بھلا دینا
- (۲۲)..... دین کے علاوہ کسی چیز پر تعصب کا اظہار کرنا
- (۲۳)..... اللہ کا شکر نہ کرنا
- (۲۴)..... تقدیر پر راضی نہ ہونا
- (۲۵)..... انسان پر اللہ کے جو حقوق اور احکام ہیں انہیں کمتر سمجھنا
- (۲۶)..... اللہ کے بندوں کے ساتھ مزاح کرنا اور انہیں اپنے سے کمتر خیال کرنا
- (۲۷)..... حق کو چھوڑ کر خواہشات نفسانی کی پیروی کرنا
- (۲۸)..... مکر و فریب کرنا
- (۲۹)..... مستقل دنیوی زندگی کا ارادہ کرنا
- (۳۰)..... حق کے ساتھ معاندت و سرکشی کرنا
- (۳۱)..... دیگر مسلمانوں کے ساتھ بدگمانی رکھنا
- (۳۲)..... جب حق اپنی خواہش نفس کے خلاف ہو یا حق کو پیش کرنے والا ایسا شخص ہو جس سے اسے نفرت ہے، تو ایسی دونوں صورتوں میں حق کو قبول نہ کرنا
- (۳۳)..... گناہ پر خوش ہونا
- (۳۴)..... گناہ پر ڈٹے رہنا
- (۳۵)..... اپنے نیک کاموں پر لوگوں کی تعریف کو پسند کرنا (کیونکہ اس میں ریاکاری کی مشابہت ہے)
- (۳۶)..... دنیا کی زندگی پر راضی اور مطمئن ہو جانا (حالانکہ دنیا ہمیشگی کے لیے نہیں ہے)

- (۳۷)..... اللہ تعالیٰ اور آخرت کو بھلا دینا
- (۳۸)..... اپنی جان کا دشمن بن جانا اور اسے باطل کاموں کا خوگر بنانا
- (۳۹)..... اپنے گناہوں پر اللہ کی پکڑ میں تاخیر پر بے پروا ہونا اور اللہ کی رحمت پر بے جا بھروسہ کر کے گناہ کیسے چلے جانا
- (۴۰)..... اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا
- (۴۱، ۴۲)..... اللہ اور اس کی رحمت کے بارے میں بدظن ہونا
- (۴۳)..... دنیا کے حصول کے لیے (دینی) علم سیکھنا
- (۴۴)..... علم کو چھپانا
- (۴۵)..... علم کے مطابق عمل نہ کرنا
- (۴۶)..... بلا ضرورت اور محض فخر کے لیے اپنے علم یا قرآن یا اپنی کسی عبادت کا ڈھنڈورا پیٹنا
- (۴۷)..... اہل علم کے ساتھ استخفاف (مذاق) کرنا
- (۴۸)..... اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا
- (۴۹)..... اللہ کے رسول پر جھوٹ باندھنا
- (۵۰)..... برا کام جاری کرنا
- (۵۱)..... سنت رسول سے روگردانی کرنا
- (۵۲)..... قسمت کو جھٹلانا
- (۵۳)..... عہد شکنی
- (۵۴)..... ظلم اور فسق کو پسند کرنا خواہ اس کی کوئی بھی صورت ہو
- (۵۵)..... نیک لوگوں سے بغض رکھنا
- (۵۶)..... اللہ کے نیک بندوں کو تکلیف دینا اور ان سے دشمنی کرنا
- (۵۷)..... زمانے کو گالی دینا

(۵۸)..... بغیر سوچے سمجھے ایسی بات کہنا جس سے شر اور فساد کا دروازہ کھلتا ہے اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں

(۵۹)..... احسان کرنے والے کی ناشکری کرنا

(۶۰)..... آنحضرت ﷺ کا نام گرامی سن کر درود نہ پڑھنا

(۶۱)..... اتنا سخت دل ہو جانا کہ بھوک سے مرتے ہوئے شخص کو بھی کھانا نہ کھلانا

(۶۲)..... کسی بھی کبیرہ گناہ کو پسند کرنا

(۶۳)..... کسی کبیرہ گناہ پر دوسرے کی مدد کرنا

(۶۴)..... برائی اور بے حیائی کا خوگر ہو جانا کہ دوسرے لوگ اس کی برائی کی وجہ سے اس سے

دور ہٹنے لگیں

(۶۵)..... درہم و دینار (مال) کو بلاوجہ ضائع کرنا

(۶۶)..... جعلی درہم و دینار (کرنسی) بنانا

ظاہری گناہ

(۶۷)..... سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا

(۶۸)..... بلاعذر اور لاپرواہی سے یاد کیا ہوا قرآن مجید بھلا دینا یا اس کی آیت یا حرف بھلانا

(۶۹)..... قرآن مجید میں جھگڑنا (یعنی قرآن مجید کے مفاہیم کے تعین میں بے جا اپنی منوانا)

(۷۰)..... راستے کے درمیان پاخانہ کرنا

(۷۱)..... پیشاپ کی چھینٹوں سے بچاؤ نہ کرنا

(۷۲)..... وضو کے واجبات سے کسی چیز کو ترک کرنا

(۷۳)..... غسل کے واجبات میں سے کسی چیز کو ترک کرنا

(۷۴)..... بے پردگی کا مظاہرہ کرنا

(۷۵)..... دوران حیض بیوی سے جماع کرنا

- (۷۶)..... جان بوجھ کر نماز چھوڑنا
- (۷۷)..... بلا ضرورت نماز کو لیٹ کر نایا وقت سے پہلے پڑھنا
- (۷۸)..... ایسی چھت پر سونا جس کی دیواریں نہ ہوں
- (۷۹)..... نماز کے واجبات میں سے کسی چیز کو چھوڑنا
- (۸۰)..... دھوکے کے لیے نقلی بال لگانا یا لگوانا
- (۸۱)..... جسم کو گودنا یا گودوانا
- (۸۲)..... دانتوں کو رگڑ کر نوکیلا کرنا
- (۸۳)..... بھوڑوں سے بال اکھیڑنا
- (۸۴)..... نمازی کے آگے سے گزرنا
- (۸۵)..... کسی بستی یا شہر کے تمام لوگوں کا فرض نماز باجماعت کا اہتمام نہ کرنا
- (۸۶)..... ایسے لوگوں کی امامت کرنا جو اسے پسند نہیں کرتے
- (۸۷)..... صف توڑنا
- (۸۸)..... صفیں سیدھی نہ کرنا
- (۸۹)..... امام سے پہلے کرنا
- (۹۰)..... نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا
- (۹۱)..... نماز میں آگے پیچھے دیکھنا
- (۹۲)..... نماز میں پہلو (کوکھ) پر ہاتھ رکھنا
- (۹۳)..... قبروں پر سجدے کرنا
- (۹۴)..... قبروں پر چراغ جلانا
- (۹۵)..... قبر کو بت بنا کر پوجنا
- (۹۶)..... قبر کا طواف کرنا

- (۹۷).....قبر کو چومنا
- (۹۸).....قبر کی طرف منہ کرنے کے نماز پڑھنا
- (۹۹).....اکیلے (لبا) سفر کرنا
- (۱۰۰).....عورت کا اکیلے سفر کرنا
- (۱۰۱).....کسی چیز سے برا شگون لے کر سفر کا ارادہ بدل لینا
- (۱۰۲).....بلا عذر جمعہ کی نماز باجماعت سے پیچھے رہنا
- (۱۰۳).....جمعہ کے وقت لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے جانا
- (۱۰۴).....حلقہ بنی ہوئی مجلس کے درمیان جا کر بیٹھنا
- (۱۰۵).....بلا عذر مرد کا ریشمی لباس پہننا
- (۱۰۶).....مرد کا سونے کی انگٹھی یا سونے کی چیز پہننا
- (۱۰۷).....مردوں کا عورتوں کی مشابہت کرنا خواہ لباس میں ہو یا چلنے پھرنے اور گفتگو وغیرہ میں
- (۱۰۸).....عورت کا باریک یا تنگ لباس پہننا
- (۱۰۹).....تکبر کی غرض سے اپنی شلوار، تہبند یا کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا
- (۱۱۰).....اکڑا کر چلنا
- (۱۱۱).....بلا ضرورت بالوں کو سیاہ خضاب کرنا
- (۱۱۲).....بارش کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ تاروں (برجوں) کے سبب ہوئی یعنی ستاروں کے موثر ہونے کا عقیدہ رکھنا
- (۱۱۳).....اپنا چہرہ پیٹنا، گریبان پھاڑنا
- (۱۱۴).....نوحہ (بین) کرنا
- (۱۱۵).....نوحہ سننا
- (۱۱۶).....مصیبت کی وجہ سے سر منڈانا اور بال اکھیرنا

- (۱۱۷)..... ہلاکت کی بدعا کرنا
- (۱۱۸)..... مصیبت کے وقت واویلا کرنا
- (۱۱۹)..... مردے کی بلا ضرورت ہڈی توڑنا
- (۱۲۰)..... قبروں پر بیٹھنا (اور مجاور بننا)
- (۱۲۱)..... قبروں پر مسجدیں بنانا اور چراغ روشن کرنا
- (۱۲۲)..... عورتوں کا (بکثرت) قبرستان جانا
- (۱۲۳)..... عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا [بعض اہل علم کے بقول یہ گناہ نہیں ہے]
- (۱۲۴)..... شریکہ دم جھاڑ کرنا یا کروانا
- (۱۲۵)..... کفریہ و شریکہ کلمات پر مشتمل تعویذ باندھنا
- (۱۲۶)..... اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرنا
- (۱۲۷)..... زکاۃ ادا نہ کرنا
- (۱۲۸)..... زکاۃ فرض ہو جانے کے بعد بلا وجہ اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنا
- (۱۲۹)..... مقروض شخص جو تنگدستی کی وجہ سے قرض واپس کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، قرض لینے والا اسے مہلت دینے کی بجائے فوری ادائیگی یا قید (جیل) کی دھمکی دے
- (۱۳۰)..... صدقے کے مال میں خیانت کرنا
- (۱۳۱)..... ٹیکس (زکاۃ وغیرہ) اکٹھا کرنے والے کالوگوں کے مال کا بچا کھچا اپنے لیے جمع کرنا
- (۱۳۲)..... کھاتے پیتے شخص کا مال بڑھانے کے لیے لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنا
- (۱۳۳)..... کسی شخص سے شدت سے ایسا مطالبہ کرنا جس سے اسے تکلیف پہنچے
- (۱۳۴)..... کسی صاحب مال شخص کا اپنے قریبی شخص کے جائز مطالبہ کے باوجود اس کی پروا نہ کرنا
- (۱۳۵)..... صدقہ کرنے کے بعد احسان جتلانا

- (۱۳۶)..... قدرتی طور پر آنے والا پانی زائد از ضرورت ہونے کے باوجود دوسروں سے روکنا
- (۱۳۷)..... مخلوق میں سے کسی شخص کی نیکی کی ناشکری کرنا جس سے اللہ کی ناشکری ہوتی ہو
- (۱۳۸)..... یہ کہ کوئی شخص اللہ کی رضا کے نام پر جنت کے علاوہ کسی اور چیز کا سوال کرے
- (۱۳۹)..... کوئی شخص اللہ کے نام پر مانگے اور دوسرا شخص اسے کچھ نہ دے
- (۱۴۰)..... رمضان کا روزہ بلا عذر چھوڑنا
- (۱۴۱)..... روزہ رکھ کر قصد اتوڑنا
- (۱۴۲)..... رمضان کے چھوڑے ہوئے روزے کی قضا بلا وجہ لیٹ کرنا
- (۱۴۳)..... عورت کا اپنے خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا
- (۱۴۴)..... عیدین کے موقع پر روزہ رکھنا
- (۱۴۵)..... اعتکاف کی نذر مانی ہو مگر بعد میں اسے پورا نہ کرنا
- (۱۴۶)..... اعتکاف کی حالت میں بیوی سے ہمبستری کرنا
- (۱۴۸)..... مسجد میں جماع کرنا
- (۱۴۸)..... حج کی استطاعت ہونے کے باوجود مرتے دم تک حج نہ کرنا
- (۱۴۹)..... حج اور عمرہ کے دوران بیوی سے ہمبستری کرنا
- (۱۵۰)..... حج یا عمرہ کے موقع پر حالت احرام میں جان بوجھ کر شکار کرنا (حالانکہ ایسی حالت میں شکار کرنے سے منع کیا گیا ہے)



گناہوں کے دنیوی نقصانات

اپنی طبعی و فطری کمزوریوں اور شیطانی بہکاووں کی وجہ سے ہر انسان سے گناہوں کا صدور ہوتا ہے مگر ان گناہوں پر اظہارِ ندامت و شرمندگی اور سچی توبہ اگر جلد ہی کر لی جائے تو یہ انسان کی تباہی و بربادی کا باعث نہیں بنتے لیکن اگر کوئی شخص گناہوں کو معمولی خیال کرنے لگے، گناہ کر کے اللہ اس پر خوشی اور فخر کا اظہار بھی کرے اور گناہ پر گناہ کیے جانے کی روش ہی اختیار کر لے تو ایسا شخص روزِ آخرت تو سزا پائے گا ہی جب کہ دنیا میں بھی اسے ان گناہوں کی کچھ نہ کچھ سزا ضرور ملتی ہے۔ اگرچہ تمام گناہوں کی سزا اس دنیا میں نہیں دی جاتی اور جو تھوڑی بہت سزا اس دنیا میں ملتی ہے وہ بھی آخرت کی سزا کے مقابلہ میں بہت ہلکی ہوتی ہے مگر دنیا کے حساب سے وہ اتنی ضرور ہوتی ہے کہ گنہگار انسان کی زندگی کو بے مزہ بنا دے!

گناہوں کے سبب پہلی قومیں ہلاک ہوئیں!

قرآن مجید کی تعلیمات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی قوم کے اگر گناہ حد سے بڑھ چکے ہوں، انبیاء و رسل کی طرف سے وعظ و تبلیغ اور اللہ کا پیغامِ حجت کے درجہ میں پورا ہو چکا ہو لیکن پھر بھی اس قوم کے کفر و شرک، معصیتِ خداوندی اور اللہ کی نافرمانی کی روش میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی ہو تو ایسے لوگوں کو ان کی بستیوں سمیت اس دنیا ہی میں ہلاک کر دیا جاتا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں چند ایسی قوموں کی ہلاکت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَكَلَّا أَخَذْنَا بِذُنُوبِهِمْ فَنُفِثْنَا مِنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَنِ أَخَذَتْهُ الصَّبِيحَةُ
وَمِنْهُمْ مَنِ حَسَفْنَا بِهِ الْآرِضَ وَمِنْهُمْ مَنِ اعْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ

كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾ [العنكبوت- ۴۰]

”پھر ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہوں کے وبال میں گرفتار کر لیا، ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کی بارش برسائی اور ان میں سے بعض کو زور آور سخت آواز نے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے ڈبو دیا۔ اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے بلکہ یہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔“

مذکورہ بالا اقوام میں سے جس قوم پر پتھروں کی بارش ہوئی وہ حضرت ہودؑ کی قوم ’عاد‘ تھی۔ (البتہ بعض مفسرین کے بقول وہ قوم لوطؑ تھی) اور جس پر سخت آواز (کزک) کا عذاب آیا وہ حضرت صالحؑ کی قوم ’ثمود‘ تھی اور جسے زمین میں دھنسا یا گیا وہ قارون تھا، جسے غرق آب کیا گیا وہ فرعون اور اس کی قوم تھی۔ مزید تفصیل آئندہ سطور میں آرہی ہے۔ ان شاء اللہ!

قوم نوح کی ہلاکت:

حضرت آدم ﷺ کے بعد جس شخصیت کا تذکرہ جلیل القدر پیغمبر کی حیثیت سے قرآن مجید نے کیا ہے وہ حضرت نوح ﷺ ہیں۔ آپ نے ساڑھے نو سو (۹۵۰) سال اپنی قوم میں وعظ و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کی قوم جن گناہوں کی مرتکب اور جن برائیوں کا شکار تھی ان میں سرفہرست، شرک تھا۔ اس کے علاوہ تکبر، طغز اور سرکشی وغیرہ جیسے گناہ بھی اس قوم کی زندگی کا حصہ بن چکے تھے حتیٰ کہ حضرت نوح ﷺ کا اپنا بیٹا اور بیوی بھی ان گناہوں میں اپنی قوم کے برابر کے شریک تھے۔

حضرت نوح ﷺ نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال دن رات تبلیغ کی اور گناہوں سے باز آنے اور شرک سے تائب ہو جانے کی دعوت دی مگر چند ایک کے علاوہ باقی ساری قوم حتیٰ کہ آپ کا بیٹا اور بیوی بھی اپنے گناہوں پر مصر رہے۔ جب حضرت نوح ﷺ نے واقعاتی صورت حال سے یہ اندازہ کر لیا کہ اب یہ قوم راہ راست پر نہیں آئے گی تو انہوں نے اللہ

کے حضور دست دعا بلند کرتے ہوئے یہ التجا کی کہ یا اللہ! اب تو ہی ان کا مواخذہ کر۔ چنانچہ اللہ کی طرف سے اس قوم پر پانی کا عذاب آ گیا۔ آسمان سے مسلسل پانی برسنے لگا، زمین نے بھی پانی اُگلنا شروع کر دیا حتیٰ کہ تمام خشک زمین بھی سمندر میں تبدیل ہو گئی۔ بڑے بڑے پہاڑ اس پانی میں ڈوب گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اس پانی کے عذاب سے ہلاک ہو گئی اور صرف حضرت نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے چند نیک لوگ جو آپ کے ساتھ اس کشتی پر سوار تھے جسے حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے عذاب آنے سے پہلے تیار کر رکھا تھا، وہی پانی میں غرق ہونے سے محفوظ رہے۔ قرآن مجید نے قوم نوح کے گناہوں اور بد اعمالیوں کو ان کی ہلاکت کا سبب قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مِمَّا خَطِيئَتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأَذْجَلُوا أَنَا رَأَيْتُمُ يَجِدُوا لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْصَارًا﴾

[نوح- ۲۵]

”یہ لوگ اپنے گناہوں کے سبب ڈبو دیئے گئے اور جہنم میں پہنچا دیئے گئے اور اللہ کے سوا اپنا کوئی مددگار نہیں نے نہ پایا۔“

قوم ہوڈ کی ہلاکت:

قوم نوح کے بعد جس قوم کی تباہی و بربادی کا اللہ تعالیٰ نے بطور خاص تذکرہ کیا ہے، وہ حضرت ہوڈ کی قوم عاڈ ہے۔ یہ عرب کی قدیم ترین قوم تھی اور اپنے دور میں انہیں ہر طرح کی شان و شوکت، قوت و جہت اور عروج و ترقی حاصل تھی۔ قوم نوح کے بعد اسی قوم کے لوگ ان کے جانشین بنے مگر آہستہ آہستہ یہ بھی انہی گناہوں کے مرتکب ہوئے جن کا ارتکاب قوم نوح نے کیا تھا چنانچہ ان کا نتیجہ بھی تباہی و بربادی کی شکل میں ظاہر ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے جب یہ دیکھا کہ قوم عاڈ اپنی سرکشی اور نافرمانی میں حد سے تجاوز کر گئی ہے تو ان کی ہدایت کے لیے انہی میں سے ایک نیک صالح شخص حضرت ہوڈ علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی۔ حضرت ہوڈ علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ گناہوں سے تائب ہو جاؤ، اللہ سے

معافی مانگو اور اس کی بندگی و پرستش میں جن غیروں کو تم نے معبود بنا کر شریک ٹھہرا رکھا ہے ان سے منہ موڑ کر صرف ایک اللہ ہی کے سچے عبادت گزار بن کر زندگی گزارو، اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی مزید نعمتوں سے نوازے گا۔ حضرت ہود علیہ السلام کی یہ باتیں قرآن مجید میں کچھ اس طرح بیان ہوئی ہیں:

﴿وَاللّٰی عَادِیْ اٰخَاہُمْ هُوْدًا قَالَ یَقُوْمُ اعْبُدُو اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرَہٗ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ یَقُوْمُ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِیْ اِلَّا عَلٰی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ وَیَقُوْمُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِذْرَارًا وَاَوْیْذُکُمْ قُوَّةٌ اِلَیْ قُوْرُبِکُمْ وَاَلَّا تَتَّوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ﴾ [ہود۔ ۵۰ تا ۵۲]

”اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو، ہم نے بھیجا، اس نے کہا اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تم تو صرف بہتان باندھ رہے ہو۔ اے میری قوم! میں تم سے اس کی کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر اس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے، تو کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے پالنے والے سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو اور اس کی جناب میں توبہ کرو تاکہ وہ برسنے والے بادل تم پر بھیج دے اور تمہاری طاقت پر اور طاقت بڑھا دے اور تم گنہگار بن کر روگردانی نہ کرو۔“

چاہیے تو یہ تھا کہ قوم عاد حضرت ہود علیہ السلام کی ان باتوں کو تسلیم کرتی مگر انہوں نے اس کے منافی رویہ اختیار کیا اور الٹا حضرت ہود علیہ السلام پر پھبتیاں کستے ہوئے کہا:

﴿قَالُوْا یٰہُوْدٰۤیٰ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنٰتٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِکِیْ الْہِتٰنٰعِنْ قَوْلِکَ وَمَا نَحْنُ لَکَ بِمُؤْمِنِیْنَ اِنْ نَقُوْلُ اِلَّا اِعْتِرَکَ بَعْضَ الْہِتٰنِ بِسُوْءٍ قَالَ اِنِّیْ اَشْہِدُ اللّٰہَ وَاَشْہِدُوْا اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ مِنْ حُوْبِہٖ فِکِیْنُوْنِیْ جَمِیْعًا اَنْتُمْ لَا تَنْظُرُوْنَ اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلٰی اللّٰہِ رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مِّمَّنْ دَاۤیِبَةُ الْاٰہُوْا اِحْدٰی نٰصِیْتِہَا اِنْ رِئٰی عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاَقْذِیْبُکُمْ

مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا رَّبِّي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيفٌ ﴿٥٣﴾ [هود- ٥٣ تا ٥٧]

”انہوں نے کہا اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو لایا نہیں اور ہم صرف تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں۔ بلکہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تو ہمارے کسی معبود کے بُرے جھپٹے میں آ گیا ہے۔ اس (ہود) نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ بنا تا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تو اللہ تعالیٰ کے سوا ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک بنا رہے ہو۔ اچھا! تم سب مل کر میرے حق میں بدی کر لو اور مجھے بالکل مہلت بھی نہ دو۔ میرا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہے، جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے، جتنے بھی پاؤں دھرنے والے ہیں سب کی پیشانی وہی تھامے ہوئے ہے۔ یقیناً میرا رب بالکل صحیح راہ پر ہے۔ پس اگر تم روگردانی کرو تو کرو میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا چکا جو دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا۔ میرا رب تمہارے قائم مقام اور لوگوں کو کردے گا اور تم اس کا پتھ بھی بگاڑ نہ سکو گے، یقیناً میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے۔“

جب قوم عاد پر رحمت قلام ہو گئی اور وہ آخری وقت تک اپنی سرکشی اور گناہوں سے باز نہ آئی تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو اس کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر کے نمونہ عبرت بنا دیا۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَيْلٌ لَّكَ عَادًا جَحَلُوا بآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ وَاتَّبَعُوا فِئْتَانًا مِنْ دُونِ آلِ هَارَانَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَآبَاءَهُمْ وَالْأَبْعَادِ عَادِ قَوْمِ هُودٍ﴾

[هود: ٥٩ تا ٦٠]

”یہ تھی قوم عاد، جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر ایک سرکش نافرمان کے حکم کی تابعداری کی۔ دنیا میں بھی ان کے

چھپے لعنت لگادی گئی اور قیامت کے دن بھی، دیکھ لو! قوم عادی نے اپنے رب سے کفر کیا، ہوڈ کی قوم 'عاد پر دوری ہو۔'

﴿وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ مَا تَدْرُمْنَ فِئْتِي ۗ أَنْتَ عَلَيْهِ إِجْعَلْتَهُ كَالرِّيمِ﴾ [التراہات: ۴۱، ۴۲]

”اسی طرح 'عاد والوں میں بھی (ہماری طرف سے تسمیہ ہے) حب کہ ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیجی۔ وہ جس جس چیز پر گرتی تھی اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح (چوراچورا) کر دیتی تھی۔“

﴿وَأَسَاعِدًا فَأَهْلِكُوا بِرِيحِ صُرَّصٍ عَاتِيَةٍ سَحَرْنَا عَلَيْهِمْ نَسِيعَ لَيْالٍ وَنَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَنَّا الْقُومَ فِيهَا صَرْحِي كَانْتَهُم مَّخْحَاذُ نَخْلٍ خَاوِيَةٌ فَهَلْ تَرَى لَهُم مِّن بَاقِيَةٍ﴾ [الحاقة: ۸۱ تا ۸۶]

”اور عاد والے بے حد تیز و تند ہوا سے غارت کر دیئے گئے، جسے ان پر لگا تارسات رات اور آٹھ دن تک مسلط رکھا، پس تم دیکھتے کہ یہ لوگ زمین پر اس طرح گر گئے جیسے کہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں۔ کیا ان میں سے کوئی بھی تجھے باقی نظر آ رہا ہے؟“

قوم صالح کی ہلاکت

قرآن مجید نے عاد کے بعد حضرت صالحؑ کی قوم 'ثمود' کا ذکر کیا ہے۔ اس قوم کو بھی اللہ تعالیٰ نے بے پناہ وسائل سے نوازا تھا مگر انہوں نے اللہ کے شکر گزار اور فرمانبردار بننے کی بجائے کفر و معصیت کی روش اختیار کی۔ انہیں نصیحت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالحؑ کو مبعوث فرمایا اور انہیں معجزات عطا کیے۔ مگر انہوں نے بھی اپنے نبی کے ساتھ طنز و مزاح کا رویہ اختیار کیا، ان کے معجزات کو تنقیر سمجھا، ان کی تعلیمات سے منہ موڑا، چنانچہ ان کی اس سرکشی اور گناہوں پر اصرار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی ملیا میٹ کر دیا۔ ان کا واقعہ قرآن مجید میں اس طرح بیان ہوا ہے:

کہنے لگے کہ تم جس بات پر یقین لائے ہو، ہم تو اس کے منکر ہیں، پس انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ اے صالح! جس کی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اس کو منگوائیے اگر آپ پیغمبر ہیں۔ پس ان کو زلزلہ نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔ اس وقت وہ (صالح) ان سے منہ موڑ کر چلے، اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم! میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔“

اس قوم کی تباہی کا واقعہ ایک اور مقام پر کچھ اس طرح بھی مذکور ہے:

﴿وَالِی نَسُوذَاعَاهُمْ صَالِحًا قَال یَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهُ هُوَ اَنْشَا کُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَر کُمْ فِیْهَا فَاَسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْهِ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ قَالُوْا بَصْلِیْحٌ قَدْ کُنْتَ فِیْنا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَا اَتَنْهٰنَا اَنْ نُّعْبُدَ مَا یُعْبُدُ اَبَاؤُنَا وَاَنْتَ اِنْفِی سَکٌّ مَّا تَدْعُوْنَا اِلَیْهِ مُرِیْبٌ قَال یَقَوْمِ اَرَا کُمْ اِنْ کُنْتَ عَلٰی بَیْنَةٍ مِنْ رَبِّیْ وَاِنِّیْ مِنْهُ رَحْمَةٌ فَمَنْ یَنْصُرْنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصِیْتُهُ فَمَا تَزِیْلُوْنِیْ غَیْرَ تَخْصِیْبٍ وَّیَقَوْمِ هٰذِهِ نَاقَةٌ اللّٰهُ لَکُمْ اِیَّهٗ فَذَرُوْهَا تَاکُلْ فِیْ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمْسُوْهَا بِسُوْءٍ فَاِیْحَدُکُمْ عَذَابٌ قَرِیْبٌ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمْتَعُوْا فِیْ ذٰرِکُمْ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ ذٰلِکَ وَعَدَّ غَیْرُ مَکْنُوْبٍ فَلَمَّا جَاءَ اَسْرٰنَا نَحْنِیْنَا صٰلِحًا وَاَلْدِیْنِ اَمْتُوَا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَمِنْ حِزْبِیْ یُوْمِیْنِیْدٰن رَّبِّکَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ وَاَعَدَّ الدِّیْنِ ظَلَمُو الصِّیْحَةَ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جَثِیْمِیْنَ ﴿هود: ۶۱ تا ۶۸﴾

”اور قوم ثمود کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی صالح کو بھیجا، اس نے کہا کہ اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اسی نے اس زمین میں تمہیں بسایا ہے، پس تم اس سے معافی طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو۔ بیشک میرا رب قریب اور دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔ انہوں نے کہا اے صالح! اس سے پہلے تو ہم

تجھ سے بہت کچھ امیدیں لگائے ہوئے تھے، کیا تو ہمیں ان کی عبادتوں سے روک رہا ہے جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے، ہمیں تو اس دین میں حیران کن شک ہے جس کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اے میری قوم کے لوگو! ذرا ہمتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی مضبوط دلیل پر ہوا اور اس نے مجھے اپنے پاس کی رحمت عطا کی ہو، پھر اگر میں نے اس کی نافرمانی کر لی تو کون ہے جو اس کے مقابلے میں میری مدد کرے؟ تم تو میرا نقصان ہی بڑھا رہے ہو۔ اور اے میری قوم! واللہ! یہ اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی ہے جو تمہارے لیے ایک معجزہ ہے اب تم اسے اللہ کی زمین میں کھاتی ہوئی چھوڑ دو اور اسے کسی طرح کی ایذا نہ پہنچاؤ ورنہ فوری عذاب تمہیں پکڑ لے گا۔ پھر بھی ان لوگوں نے اس اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے، اس پر صالح نے کہا کہ اچھا اب تم اپنے گھروں میں تین دن تک تو رہ سہ لو، یہ وعدہ چھوٹا نہیں ہے۔ پھر جب ہمارا فرمان آ پہنچا، ہم نے صالح کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے اس سے بھی بچالیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی۔ یقیناً تیرا رب نہایت توانا اور غالب ہے اور ظالموں کو بڑے زور کی چنگھاڑنے آدبوجا، پھر تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے۔“

اس قوم ’ثمود‘ کی تباہی کے بنیادی سبب کو قرآن نے مزید وضاحت سے بتایا کہ

﴿كَذَٰبَتْ ثَمُودُ بِكُفْرانِهَا إِذْ أَبَيْتَتْ أَشْتَقَٰهَا فَقَالَ لَهُمُ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةُ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا فَكَذَّبُوْهُ فَعَقِرُوْا فَاَنْتُمْ عَلٰیہُمْ رٰهُمُ بَلٰدِہُمْ فَمَسُوْهُوا وَلَا يَنْصَافُ عُقْبٰہُمْ.....﴾ [الشمس: ۱۱ تا ۱۵]

” (قوم) ثمود نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلا دیا۔ جب ان میں ان کا سب سے بڑا بد بخت اٹھ کھڑا ہوا۔ انہیں اللہ کے رسول نے فرما دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی (حفاظت کرو) ان لوگوں نے پیغمبر کو جھوٹا سمجھ کر اس اونٹنی کی

کو چھل کاٹ دیں، پس ان کے رب نے ان کے گناہوں کے باعث ان پر ہلاکت ڈالی اور پھر ہلاکت کو عام کر دیا اور اس بستی کو برابر کر دیا۔ وہ نہیں ڈرتا اس کے تباہ کن انجام سے۔“

قوم لوط کی ہلاکت

حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوموں کی طرح حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بھی اُن گنت گناہوں کی مرتکب تھی، کفر و شرک کے علاوہ اس قوم میں لواطت جیسا کبیرہ گناہ بھی سرفہرست تھا۔ ان کی رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو بھیجا مگر انہوں نے اپنے گناہوں والی زندگی چھوڑنے سے انکار کر دیا جس کے نتیجے میں بلا آخر یہ قوم بھی اس دنیا میں تباہ و برباد کر دی گئی۔ قوم لوط کے واقعہ کی تفصیل قرآن مجید میں اس انداز سے بیان ہوئی ہے:

﴿وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ ذُرْعًا وَقَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ وَجَاءَتْهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَوْمٌ هُوَ لَنَا بِئْسَ الْيَوْمُ عَلَمٌ مَّا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ قَالَ لَوْ أَنِّي بِيَدِي قُوَّةٌ أَوْ أُوِي إِلَىٰ رُحْنٍ شَدِيدٍ قَالُوا بَلْ لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنَ بَصُلُوا إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَمْرًا تَكُ إِتَهُ مُصِيبُهَا مَا أَصَابَهُمْ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ﴾ [هود: ۷۷ تا ۸۱]

”جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے بہت غمگین ہو گئے اور دل ہی دل میں کڑھنے لگے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مصیبت کا دن ہے اور ان کی قوم ان کے پاس آ پہنچی وہ (قوم) تو پہلے ہی سے بدکاریوں میں مبتلا تھی۔ لوط نے کہا: اے قوم کے لوگو! یہ ہیں میری بیٹیاں جو تمہارے لیے بہت ہی پاکیزہ

ہیں۔ (اگر تم ان سے نکاح کرنا چاہو تو اور) اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں ایک بھی بھلا آدمی نہیں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ تو بخوبی جانتا ہے کہ ہمیں تو تیری بیٹیوں پر کوئی حق نہیں ہے اور تو ہماری اصلی چاہت سے بخوبی واقف ہے۔ لوٹنے کا شاکش! مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی زبردست کا آسرا پکڑتا۔ اب فرشتوں نے کہا: اے لوٹ! ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں، ناممکن ہے کہ یہ تجھ تک پہنچ جائیں، پس تو اپنے گھر والوں کو لے کر کچھ رات رہے نکل کھڑا ہو۔ تم میں سے کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھنا چاہیے۔ سوائے تیری بیوی کے (جو کافر تھی) اس لیے کہ اسے بھی وہی (عذاب) پہنچنے والا ہے جو ان سب کو پہنچے گا۔ یقیناً ان کے (عذاب کے) وعدے کا وقت صبح کا ہے، کیا صبح بالکل قریب نہیں؟!

اس قوم پر اللہ کے عذاب کا کوڑا قرآن مجید کے الفاظ میں اس طرح برسا یا گیا:

﴿ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَابًا مِّنْ سَحَابٍ مَّنْضُودٍ

مُسَوَّمَةٍ عِنْدَ رَبِّكَ وَمَاهِيٍّ مِنَ الظَّالِمِينَ يَبْعِدُ ﴿ [ہود: ۸۲، ۸۳]

”پھر جب ہمارا حکم آپہنچا (تو) ہم نے اس بستی کو زیروزبر کر دیا، اور اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر کنکر لیے پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے اور تیرے رب کی طرف سے (وہ) نشان دار تھے اور ان ظالموں سے کچھ بھی دور نہ تھے۔“

ان آیات کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں:

”فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپ اس وقت اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آج کی رات ہم آپ کے مہمان ہیں۔ حضرت جبرئیل کو فرمان رب ہو چکا تھا کہ جب تک حضرت لوط تین مرتبہ ان کی بدچلتی کی شہادت نہ دے لیں، ان پر عذاب نہ کیا جائے۔ آپ جب انہیں لے کر چلے تو چلنے کی خبر دی کہ یہاں

کے لوگ بڑے بد ہیں۔ یہ برائی ان میں گھسی ہوئی ہے۔ کچھ دور اور جانے کے بعد دوبارہ کہا کہ کیا تمہیں اس بستی کے لوگوں کی برائی کی خبر نہیں؟ میرے علم میں تو روئے زمین پر ان سے زیادہ برے لوگ اور کوئی نہیں، آہ! میں تمہیں کہاں لے جاؤں؟ میری قوم تو تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے فرشتوں سے کہا، دیکھو دو مرتبہ یہ گواہی دے چکے ہیں۔ جب حضرت لوطؑ انہیں لے کر اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو رنج و افسوس سے رو دیئے اور کہنے لگے: میری قوم تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ تمہیں کیا معلوم کہ یہ کس بدی میں مبتلا ہیں؟ روئے زمین پر کوئی بستی اس بستی سے بری نہیں۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے پھر فرشتوں سے کہا: دیکھو! تین مرتبہ یہ اپنی قوم کی بد چلنی کی شہادت دے چکے۔ یاد رکھنا اب عذاب ثابت ہو چکا۔

پھر آپؐ گھر میں گئے اور یہاں سے آپؐ کی بڑھیا بیوی اونچی جگہ پر چڑھ کر کپڑا ہلانے لگی جسے دیکھتے ہی بستی کے بدکار دوڑ پڑے۔ پوچھا کیا بات ہے۔ اس نے کہا: لوطؑ کے ہاں مہمان آئے ہیں، میں نے تو ان سے زیادہ خوبصورت اور ان سے زیادہ خوشبو والے لوگ کبھی دیکھے ہی نہیں۔ اب کیا تھا۔ یہ خوشی خوشی مٹھیاں بند کیے دوڑتے بھاگتے حضرت لوطؑ کے گھر گئے۔ چاروں طرف سے آپؐ کے گھر کو گھیر لیا۔ آپؐ نے انہیں قسمیں دیں، نصیحتیں کیں، فرمایا کہ عورتیں بہت ہیں۔ لیکن وہ اپنی شرارت اور اپنے بد ارادے سے باز نہ آئے۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے اللہ تعالیٰ سے ان کے عذاب کی اجازت چاہی۔ اللہ کی جانب سے اجازت مل گئی۔ آپؐ اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہو گئے۔ حضرت لوطؑ سے آپؐ نے فرمادیا کہ ہم تو تیرے پروردگار کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں، یہ لوگ تجھ تک پہنچ نہیں سکتے۔ آپؐ اس دروازے سے نکل جائیے۔ یہ کہہ کر ان (بدکاروں) کے منہ پر اپنا ہنڈ مارا جس سے وہ اندھے ہو گئے۔ راستوں تک کو نہیں پہچان سکتے تھے۔ حضرت لوطؑ اپنے اہل کو لے کر راتوں رات چل دیئے۔ یہی اللہ کا حکم بھی تھا۔ محمد بن کعبؓ، قتادہؓ، اور سدئیؓ وغیرہ کا یہی بیان ہے۔

سورج کے نکلنے کے وقت اللہ کا عذاب ان پر آ گیا۔ ان کی بستی سدوم نامی تہہ و بالا ہو گئی۔ عذاب نے اوپر تلے سے انہیں ڈھاک لیا۔ آسمان سے کچی مٹی کے پتھر ان پر برسنے لگے جو سخت، وزنی اور بہت بڑے بڑے تھے۔ ان پتھروں پر قدرتی طور سے ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ جس کے نام کا پتھر تھا، اسی پر گرتا تھا۔ وہ مثل طوق کے تھے جو سرفی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ ان شہریوں پر بھی برسے اور یہاں کے جو لوگ اور گاؤں گوٹھ میں تھے، ان پر بھی وہیں گرے، ان میں سے جو جہاں تھا، وہیں پتھر سے ہلاک کیا گیا۔ کوئی کھڑا ہو کسی جگہ کسی سے باتیں کر رہا ہے، وہیں پتھر آسمان سے آیا اور اسے ہلاک کر گیا۔ غرض ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں: حضرت جبرئیلؑ نے ان سب کو جمع کر کے ان کے مکانوں اور موشیوں سمیت انہیں اونچا اٹھایا یہاں تک کہ ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آسمان کے فرشتوں نے سن لیں۔ آپؐ اپنے داہنے پر کے کنارے پر ان کی بستی کو اٹھائے ہوئے تھے، پھر انہیں زمین پر الٹ دیا۔ ایک کو دوسرے سے ٹکرایا اور سب ایک ساتھ غارت ہو گئے۔ اِکے ڈکے جو رہ گئے تھے، ان کے بھیجے آسمانی پتھروں نے پھوڑ دیے اور وہ محض بے نام و نشان کر دیئے گئے۔^(۱)

قوم شعیبؑ کی ہلاکت

قوم شعیبؑ کے گناہوں کی تفصیلات اور ان کی ہلاکت کو قرآن مجید میں اس طرح بیان

کیا گیا ہے:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ يُرِيدُونَ مِنَ اللَّهِ الْفَتْحَ لِكُلِّ أَصْحَابِ الْمَكِئَلِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا مِنْكُمْ يُرِيدُونَ مِنَ اللَّهِ الْفَتْحَ لِكُلِّ أَصْحَابِ الْمَكِئَلِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا مِنْكُمْ يُرِيدُونَ مِنَ اللَّهِ الْفَتْحَ لِكُلِّ أَصْحَابِ الْمَكِئَلِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا مِنْكُمْ يُرِيدُونَ مِنَ اللَّهِ الْفَتْحَ لِكُلِّ أَصْحَابِ الْمَكِئَلِ﴾

(۱) [تفسیر ابن کثیر، مترجم (ج ۱۲، ص ۷۱۹، ۷۲۰) مکتبہ قدوسیہ لاہور]

وَلَا تَعْتَوِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ بَقِيَّتِ اللَّهُ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ وَمَا نَعَايَكُم بِحَفِيظٍ قَالُوا لَيْشَعِيبُ أَصْلَوْتِكَ تَأْمُرُكَ أَنْ تَتْرَكَ مَا يُعْبُدُ آبَاؤَنَا وَإِنْ نَفَعَلْ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَرَزَقْنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا مَا أَرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَكُمْ عَنْهُ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ وَيَقَوْمِ لَا تَحْمِرْ مِنْكُمْ شِقَاقِي أَنْ يُعْجِبَكُمْ مِثْلَ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ قَوْمَ ضَلْحِجٍ وَمَقَوْمَ لُوطٍ مِنْكُمْ بَيِّنَاتٍ وَأَسْتَغْفِرُ لِقَوْمِمْ إِنْ تَابُوا إِلَيْهِ إِنْ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ قَالُوا لَيْشَعِيبُ مَا نَفَعَكَ كَثِيرًا مِمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرُكَ فَيَاسًا ضَعِيفًا لَوْلَا رَهْمَتُكَ لَرَجَمْنَاكَ وَمَا نَأْتُ عَلَيْنَا بَعْزًا قَالَ يَقَوْمِ أَرَهَيْتُمُ اعْرُ عَلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَاتَّخَذْتُمُوهُ وَرَأْسَكُمْ ظُهُرِ الْبَابِ إِنْ رَبِّي بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ وَيَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَائِلٌ سَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ بَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ وَارْتَقِبُوا إِنِّي مَعَكُمْ رَقِيبٌ وَلَسَاءَ مَا أُرْسَلْنَا بِحِينَانِ شُعَيْبًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَأَخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةَ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جِثِيمِينَ كَانَ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا إِلَّا بَعْدًا لِمَدِينٍ كَمَا بَعْدَتْ نَمُودٌ ﴿٩٥﴾ [هود: ٨٤ تا ٩٥]

”اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا، اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور تم ناپ تول میں بھی کمی نہ کرو۔ میں تو تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں اور مجھے تم پر گھبرنے والے دن کے عذاب کا خوف (بھی) ہے۔ اے میری قوم! ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد اور خرابی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کا حلال کیا ہوا جو بیچ رہے تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے اگر تم ایماندار ہو، میں تم پر کچھ نگہبان (اور واروغہ) نہیں ہوں۔“

انہوں نے جواب دیا کہ اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم اپنے مالوں میں سے جو کچھ چاہیں اس کا کرنا بھی چھوڑ دیں، تو تُو بڑا باوقار اور نیک چلن آدمی ہے۔

(شعیب علیہ السلام نے) کہا: اے میری قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل لیے ہوئے ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے بہترین روزی دے رکھی ہے، میرا یہ ارادہ بالکل نہیں کہ تمہاری مخالفت کر کے خود اس چیز کی طرف جھک جاؤں جس سے تمہیں روک رہا ہوں، میرا ارادہ تو اپنی طاقت بھر اصلاح کرنے کا ہی ہے۔ میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے، اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں اور اے میری قوم (کے لوگو!) کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کو میری مخالفت ان عذابوں کا باعث (مستحق) بنا دے جو قوم نوح اور قوم ہود اور قوم صالح کو پہنچے ہیں اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں۔ تم اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف توجہ کرو، یقین مانو کہ میرا رب بڑی مہربانی والا اور بہت محبت کرنے والا ہے۔

انہوں نے کہا اے شعیب! تیری اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں اور ہم تو تجھے اپنے اندر بہت کمزور پاتے ہیں، اگر تیرے قبیلے کا خیال نہ ہوتا تو ہم تو تجھے سنگسار کر دیتے اور ہم تجھے کوئی حیثیت والی ہستی نہیں گنتے۔

اس (شعیب) نے جواب دیا کہ اے میری قوم کے لوگو! کیا تمہارے نزدیک میرے قبیلے کے لوگ اللہ سے بھی زیادہ ذی عزت ہیں کہ تم نے اسے پس پشت ڈال دیا ہے یقیناً میرا رب جو کچھ تم کر رہے ہو سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ اے میری قوم کے لوگو! اب تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ، میں بھی عمل کر رہا ہوں، تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کے پاس وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے اور کون ہے جو چھوٹا ہے۔ تم انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچتا تو ہم نے شعیب کو اور ان کے ساتھ (تمام) مومنوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات بخشی اور ظالموں کو سخت چنگھاڑ کے عذاب نے آدبوچا، جس سے وہ اوندھے پڑے ہوئے ہو گئے گویا کہ وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ آگاہ رہو! مدین کے لیے بھی دیکھی ہی دوری ہو جیسی دوری شموذ کو ہوئی۔“

آخری امت کے لیے موقع!

واضح رہے کہ جس طرح گناہوں کی پاداش میں پہلی امتیں اور قومیں اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں تباہ و برباد کر کے ان کا نام و نشان مٹا دیا اس طرح ہماری اس آخری امت کے ساتھ نہیں کیا گیا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا مانگی تھی جیسا کہ حضرت سعد بنی شیبہ اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”میں نے اللہ سے تین چیزوں کا سوال کیا تھا جن میں سے دو مجھے مل گئیں اور ایک نہ ملی۔ میں نے اللہ سے یہ سوال کیا تھا کہ میری امت کو قحط سالی سے ملیا میٹ نہ کیا جائے چنانچہ اللہ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔ دوسرا سوال میں نے یہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ میری اس امت کو غرقِ آب کر کے ہلاک نہ کرے چنانچہ میری یہ بات بھی اللہ نے قبول فرمائی۔ تیسری دعا میں نے یہ کی کہ میری امت آپس میں نہ لڑے مگر یہ قبول نہ ہوئی۔“ (۱)

مگر اس کا یہ معنی نہیں کہ ہم لوگ جو چاہیں گناہ کرتے رہیں ہمیں کچھ نہ کہا جائے گا بلکہ ہمیں بھی اس دنیا کی زندگی میں گناہوں کی جزوی سزا ملے گی اور وہ ملتی ہے۔ یہ سزا دنیوی لحاظ سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے اور تھوڑی بھی۔ جلدی بھی ہو سکتی ہے اور دیر سے بھی۔ اس کی تفصیل اگلے صفحات میں آ رہی ہے۔ البتہ بطور دلیل یہاں ہم دو آیات ذکر کرتے ہیں، جن

(۱) [مسلم: کتاب الفتن: باب هلاك هذه الامة بعضهم ببعض (ح ۲۸۹۰) جامع ترمذی

سے معلوم ہوگا کہ دنیا میں بھی اعمال کی سزا مل جاتی ہے۔

(۱)..... گنہگاروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَنُنَبِّئُكُم مِّنَ الْعَذَابِ الَّاذْنٰى فَاذْنٰى كُوْنِ الْعَذَابِ الَّاكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾

[السجدة: ۲۱]

”یقیناً ہم انہیں قریب کے چھوٹے سے بعض عذاب اس (قیامت کے) بڑے عذاب کے علاوہ چکھائیں گے، تاکہ وہ لوٹ آئیں۔“

(۲)..... اسی طرح ایک اور آیت میں ہے:

﴿وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَمَا كَسَبَتْ اَيْدِیْكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِیْرٍ﴾ [الشوریٰ- ۳۰]

”تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کرتوت کا بدلہ ہے اور وہ

(اللہ) تو بہت سی باتوں سے درگزر فرما لیتا ہے۔“

دنوی زندگی میں انسان کو جن مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کے اسباب و وجوہات

مختلف ہیں۔ ہم ان میں سے اہم پہلوؤں کا یہاں ذکر کریں گے:

دنوی مصیبتیں اور پریشانیاں کیوں آتی ہیں؟

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر جو مصیبتیں نازل ہوتی ہیں اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔ نیک انسان جب گناہ کا کوئی کام کرتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں

اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی نیک بندے سے ناراض ہو جاتے ہیں تو اس پر کوئی مصیبت

نازل کر دیتے ہیں تاکہ وہ مصیبت میں پریشان ہو کر اللہ کی طرف دوبارہ لوٹ آئے

اور جس گناہ کا وہ ارتکاب کر رہا تھا اس سے توبہ کر لے۔ گویا یہ مصیبت بھی نیک آدمی

کے لیے باعث خیر بن جاتی ہے بشرطیکہ وہ اپنی مصیبت اور پریشانی کی وجہ تلاش کرنے

میں کامیاب ہو جائے اور اپنے گناہ پر توبہ کر لے۔ اس کی مثال کے طور پر قرآن

مجید میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا واقعہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جس نے عذاب کے

آثار دیکھے تو فوراً ہی توبہ کر لی چنانچہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اس توبہ کے نتیجہ میں عذاب سے معاف کر دیا۔

۲۔ بعض اوقات نیک بندوں کے ایمان اور ثابت قدمی کا امتحان لینے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ ان پر مصائب نازل کرتے ہیں تاکہ اہل حق اور اہل نفاق کے درمیان حد امتیاز قائم ہو جائے۔ یہی بات قرآن مجید میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

﴿ أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِينَ ﴾ [العنكبوت- ۲، ۳]

”کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعوے پر کہ ”ہم ایمان لائے ہیں“ آیا ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے یوں ہی چھوڑ دیں گے؟ ان سے اگلوں کو بھی ہم نے خوب جانچا تھا، یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کر لے گا جو جھوٹے ہیں۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ عِظَمَ الْحَزَنِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَإِنَّ اللَّهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ))^(۱)

”جتنی آزمائش سخت ہوتی ہے اتنا ہی اس کا صلہ و بدلہ بھی زیادہ ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت کرتے ہیں تو انہیں آزماتے ہیں جو اس آزمائش پر اللہ سے راضی رہا اسے اللہ کی رضا مل جاتی ہے اور جو کوئی ناراض ہو گیا، اس اللہ کی ناراضگی ملتی ہے۔“

۳۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ہر طرح کی گفزش سے پاک کرنے کے لیے کسی دکھ تکلیف یا مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) [ترمذی: کتاب الزہد: باب ماجاء فی الصبر علی البلاء (ح ۲۳۹۶)]

((مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةُ فِي نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتَّى يَلْقَى اللَّهَ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ)) (۱)

”مومن مرد اور مومن عورت اپنے جسم، اولاد اور مال کے حوالے سے ہمیشہ آزمائش میں مبتلا رہتے ہیں، حتیٰ کہ وہ اللہ سے جا ملتے ہیں اور ان کے ذمہ کوئی گناہ نہیں رہتا۔“

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَدَى مِنْ مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ إِلَّا حَطَّ اللَّهُ لَهُ سَيِّئَاتِهِ كَمَا تَحُطُّ الشُّجْرَةُ وَرَقَهَا)) (۲)

”کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے، خواہ وہ بخار ہو یا اس سے بھی کم کوئی اور مرض، تو اللہ تعالیٰ اس (تکلیف) کے بدلے اس کے گناہوں کو اس طرح معاف فرماتے ہیں جس طرح (موسم خزاں میں) درخت اپنے پتے گراتا ہے۔“

اسی طرح آنحضرت ﷺ ایک مریض کی عیادت کے لیے گئے تو اس سے فرمایا:

((لَا تَأْسَ طَهْرَانِ شَاءَ اللَّهُ)) (۳)

”کوئی حرج نہیں، یہ بیماری گناہوں سے پاک کر دے گی، اگر اللہ نے چاہا۔“

۳۔ بعض اوقات اپنے بندوں کی نیکیوں میں اضافہ کرنے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ ان پر

مصیبتیں اور پریشانیاں نازل کرتے ہیں اس سلسلہ میں انبیائے کرام اور اولیائے کرام

کی بے شمار مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے

آنحضرت ﷺ سے پوچھا:

((بَارَسُوكَ اللَّهُ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟))

”اے اللہ کے رسول ﷺ! سب سے سخت آزمائش (تجلی) کس پر آتی ہے؟“

(۱) [ترمذی: ایضاً (ح-۲۳۹۹)]

(۲) [بخاری: کتاب المرضی: باب وضع اليد علی المریض (ح-۵۶۶۰)]

(۳) [بخاری: ایضاً: باب ما یقال للمریض (ح-۵۶۶۲)]

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا نَبِئْتُكُمْ أَنَّمَا تَمْلِكُ فَأَلَا تَمْلِكُ تَمْلِكُ الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ فَإِن كَانَ فِي دِينِهِ ضَلْبًا اِسْتَدَّ بَلَاءُهُ وَإِن كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ أُبْتُلِيَ عَلَى قَدْرِ دِينِهِ))

”نبیوں پر، پھر ان پر جن کا درجہ نبیوں کے بعد ہے۔ پھر ان پر جن کا درجہ ان کے بھی بعد ہے۔ آدمی کو اپنی دینی حالت کی بنیاد پر آزمایا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے دین پر پکا ہو تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اپنے دین کے معاملے میں کمزور ہو تو اس پر اسی مناسبت سے (ہلکی) آزمائش آتی ہے۔“^(۱)

نافرمانوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ؟

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سخت نافرمان ہوتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ درج

ذیل صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے:

۱۔ انہیں ایک عرصہ تک اللہ تعالیٰ مہلت دیتے ہیں۔ اگر اس عرصے میں وہ نافرمانی اور سرکشی سے تائب ہو جائیں تو ٹھیک ورنہ انہیں دنیا میں کھل طور پر تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ سے پہلے انبیاء کی قوموں کے ساتھ عام طور پر اللہ تعالیٰ کا یہی اصول کارفرما رہا ہے۔ اس کی تفصیلات پچھلے صفحات میں گزر چکی ہیں۔

۲۔ یا پھر ایسے نافرمانوں کو دنیا میں تباہ و برباد کرنے کی بجائے مزید مال و دولت اور وسائل زندگی سے نوازا جاتا ہے اور مرتے دم تک انہیں مہلت دی جاتی ہے۔ اگر سانس اکھڑنے اور روح بدن سے جدا ہونے سے پہلے وہ توبہ کر لیں تو ٹھیک ورنہ مرنے کے ساتھ ہی ان پر عذاب کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے۔ ان کی روح بھی بڑی سختی کے ساتھ نکالی جاتی ہے، قبر میں بھی انہیں مسلسل عذاب دیا جاتا ہے اور روزِ آخرت بھی انہیں جہنم کے عذاب میں پھینک دیا جائے گا۔ اَعَاذَنَا اللَّهُ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ!

(۱) [ترمذی: کتاب الزہد: باب ماجاء فی الصبر علی البلاء (ج ۲۳۹۸)]

۳۔ یا پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ گنہگاروں کو ان کے بعض گناہوں کی سزا دنیا میں دے دی جاتی ہے۔ یہ سزا انفرادی طور پر دکھ، پریشانی، تکلیف اور مصیبت وغیرہ کی شکل میں بھی ہو سکتی ہے اور اجتماعی طور پر خوف، بد امنی اور فتنہ و فساد کی شکل میں بھی۔ نیز یہ سزا قدرتی شکل میں بھی ہو سکتی ہے اور قانونی شکل میں بھی۔ روحانی و اخلاقی نوعیت کی بھی ہو سکتی ہے اور مادی و طبی بھی۔ آئندہ ابواب میں ہم گناہوں کی ان سزاؤں اور نقصانات کی کچھ تفصیل ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ!



باب ۵:

گناہوں کے انفرادی نقصانات [روحانی و مادی]

۱۔ گناہوں کی وجہ سے گنہگار انسان کا دل سیاہ اور مردہ ہو جاتا ہے:

ہر طرح کی خیر یا شر کا منبع انسان کا دل ہے۔ اسی دل میں اچھی اور بری خواہشات پیدا ہوتی ہیں جن کا اظہار انسان کے اعمال سے ہوتا ہے اگر اس دل میں خیر و بھلائی کے جذبات غالب ہوں تو انسان مجموعی طور پر اچھا ہوگا اور اگر اس دل میں شر و برائی کے جذبات کا غلبہ ہو تو انسان بھی مجموعی طور پر برا ہوگا۔ گویا دل بگڑنے سے انسان بگڑ جاتا ہے اور دل صحیح رہنے سے انسان بھی صحیح رہتا ہے یہی بات آنحضرت ﷺ نے اس طرح ارشاد فرمائی:

((أَلَا وَإِنَّ فِي الْحَسَنِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْحَسَنُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْحَسَنُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ))^(۱)

”آگاہ رہو! جسم میں ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست رہتا ہے اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ آگاہ رہو! وہ ٹکڑا دل ہے۔“

یہی وجہ ہے انسان کے تمام اعمال کی قبولیت یا عدم قبولیت کا انحصار اس کے دل کے ارادوں پر ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص خیرات کرتا ہے اس ارادے کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو جائے اور مجھے اجر و ثواب ملے تو اسے لازماً اجر و ثواب ملے گا اور اگر وہ اس ارادے کے ساتھ خیرات کرے کہ لوگ اسے ”سخی“ کہیں تو اللہ کی طرف سے اسے کوئی اجر و ثواب نہ ملے گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت کے مطابق یہ بات حضور نبی

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدينه (ح ۵۲) صحیح مسلم:

کتاب المساقاة: باب اخذ الحلال وترك الشبهات (ح ۱۵۹۹)]

اکرم ﷺ نے اس طرح ارشاد فرمائی ہے:

((أَتَمَّا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ بِمَا نَوَى))^(۱)

”تمام عملوں کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو (اپنے عمل کا بدلہ) وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔“

اسی طرح ایک حدیث میں ہے:

((كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ بُضَاعَةٌ، أَحْسَنُهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضَعْفٍ))^(۲)

”ابن آدم کی ہر نیکی کا ثواب بڑھایا جاتا ہے۔ ایک نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔“

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک نیکی کے کام کا ثواب دس گنا بھی دیا جاسکتا ہے اور مزید بڑھا کر بیس گنا یا سو گنا یا سات سو گنا بھی۔ اب یہاں سوال یہ ہے کہ نیکی تو ایک ہے پھر اس کا ثواب متعین کیوں نہیں۔ اس سوال کا جواب یہی ہے کہ نیکی جس خلوص دل سے کی جائے اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ ثواب دیتے ہیں، یعنی نیکی کرتے وقت اگر انسان کا دل پوری طرح اللہ کی اطاعت و محبت کے جذبات سے پر ہو اور دل میں دنیوی اغراض و مقاصد کا ذرا برابر بھی لالچ نہ ہو تو ایسی صورت میں اس نیکی کا ثواب سات سو گنا بڑھا کر ملتا ہے اور اگر دل میں خلوص کی کمی ہو تو ثواب میں بھی کمی آنا شروع ہو جاتی ہے۔ اس طرح اخروی نجات کے لیے بھی دل کا پاک صاف ہونا ضروری ہے جیسا کہ درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى﴾ [الاعلیٰ: ۱۴]

”بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے (اپنے آپ کو) پاک کر لیا۔“

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾ [الشعراء: ۸۸، ۸۹]

(۱) [بخاری: کتاب الایمان: باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ (حدیث ۱)]

(۲) [مسلم: کتاب الصیام: باب فضل الصیام]

”اس دن مال کوئی فائدہ دے گا اور نہ اولاد۔ سوائے اس کے کہ کوئی شخص قلبِ سلیم لیے ہوئے اللہ کے حضور پہنچے۔“

مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ انسان کے اعمال صالحہ کی قبولیت یا عدم قبولیت اور اخروی نجات یا عذاب کا دارومدار دل کی اصلاح یا بگاڑ پر ہے۔ اگر انسان کا دل صالح ہے تو وہ کامیاب اور اگر اس کے دل میں بگاڑ ہے تو وہ ناکام ہوگا۔

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو فطرتی طور پر صالح اور سلیم القلب پیدا کیا ہے مگر جب وہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل کی سلاستی اور صالحیت میں کمی اور بگاڑ پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اگر انسان گناہ پر گناہ کیے جائے تو اس کے دل کی کمی بڑھتی چلی جاتی ہے اور اس کے دل میں نیک خیالات و جذبات کی بجائے برے خیالات ہی پیدا ہوتے ہیں اور یوں انسان اپنی دنیا و آخرت کو برباد کر لیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس حقیقت کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:

((إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا ذَنْبَ ذَنْبًا كَانَتْ نُكْمَةً سَوْدَاءَ فِي قَلْبِهِ فَإِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَعْفَرَ صُفِيْلَ قَلْبُهُ فَإِنْ زَادَ زَادَتْ حَسِي تَعْلُو قَلْبُهُ ، فَذَلِكَ الرَّأْيُ الَّذِي قَالَ حَلْ نَاءَهُ : كَلَابِلُ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ)) [المطففين ۱۴] (۱)

”جب مومن شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کر لے اور اس گناہ سے باز آ جائے تو اس کا دل (پھر سے) صاف ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ گناہوں میں بڑھتا چلا جائے تو وہ سیاہ دھبہ بھی بڑھتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کا سارا دل ہی سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور یہی وہ دان (میل، کیکل، زنگ) ہے جس کی طرف سورہ مطففین میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح اشارہ کیا ہے: ”ہرگز نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر ان کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔“

(۱) [ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورة ويل للمطففين (ح ۲۳۳۴) مستد احمد (ج ۲

ص ۲۹۸) مستدرک حاکم (ج ۲ ص ۵۱۷) وصححه الترمذی والحاکم والنہی]

جب انسان کا دل بگڑ جاتا ہے تو پھر اس کے ہر کام میں بگاڑ آ جاتا ہے۔ اور یوں گناہوں کی وجہ سے انسان کو دنیوی یا اخروی لحاظ سے جتنے نقصان پہنچتے ہیں یا گناہوں کے اس کی زندگی پر جتنے اثرات پڑتے ہیں، ان سب کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ دل کے بگاڑ ہی سے ہوتا ہے۔

(۲)..... اللہ کی محبت ختم ہو جاتی ہے:

جب تک انسان کے دل میں اللہ کی محبت موجود رہتی ہے تب تک وہ گناہ سے باز رہتا ہے کیونکہ اللہ کی محبت رکھنے والا شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ کے کام سے ناراض ہوتے ہیں اس لیے وہ شخص اللہ کی ناراضگی سے بچنے کے لیے گناہ سے دور بھاگتا ہے مگر جو شخص گناہ کرتا ہے اس کے دل سے اللہ کی محبت آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی ہے اور اسے گناہ کرتے وقت اللہ کے ناراض ہونے کی کوئی پروا نہیں رہتی۔

(۳)..... اللہ کا خوف ختم ہو جاتا ہے:

اسی طرح گنہگار شخص کے دل سے اللہ کا خوف بھی ختم ہو جاتا ہے اور وہ بھول جاتا ہے کہ گناہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے کتنی سخت سزا دیں گے۔ حالانکہ اگر اللہ کا خوف دل میں موجود ہو تو انسان گناہ کی ہمت نہیں پاتا۔

(۴)..... انسان بے شرم ہو جاتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں ایک ایسا داعیہ رکھا ہے جو انسان کو اس کے گناہ پر ملامت کرتا ہے اور اس ملامت کی وجہ سے انسان شرمندہ ہو کر اللہ کے حضور اپنے گناہ کی معافی مانگ لیتا ہے مگر جب انسان گناہوں کی دلدل میں دھنسا چلا جاتا ہے تو اس کے دل کا یہ داعیہ بھی مردہ ہو جاتا ہے اور اسے اپنے گناہوں پر کوئی ندامت نہیں ہوتی بلکہ وہ اتنا بے شرم ہو جاتا ہے کہ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہونے کی بجائے النافخ کر تا ہے اور لوگوں کے سامنے نہایت بے ہودگی سے اپنے گناہوں کا ذکر کرتا ہے۔ ایسے ہی گنہگار کے بارے میں

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ أُمَّتِي مُعَانِي إِلَّا الْمُتَحَاهِرِينَ وَإِنَّ مِنَ الْمُحَاهِرَةِ أَنْ يَمْعَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا لَمْ يُصْبِحْ وَقَدْ سَتَرَهُ اللَّهُ فَيَقُولُ: يَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا)) (۱)

”میری امت کے ہر فرد کو عافیت مل جائے گی سوائے اعلانیہ گناہ کرنے والے کے، اور علی الاعلان گناہ کرنے کی ایک شکل یہ ہے کہ کوئی انسان رات کی تاریکی میں کوئی کام کرے پھر اس حالت میں صبح کرے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کی پردہ پوشی کر رکھی ہو لیکن وہ از خود یہ کہے کہ اے فلاں: آج رات میں نے فلاں فلاں گناہ کیے ہیں!“

(۵)..... گناہ سے نفرت باقی نہیں رہتی:

گناہ اور برائی کے کاموں کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ)) (۲)

”تم میں سے جو شخص برا کام دیکھے، اسے چاہیے کہ اسے مٹا دے۔ اگر وہ اسے مٹانے کی طاقت نہیں رکھتا تو پھر زبان سے اس کے خلاف آواز اٹھائے اور اگر وہ یہ بھی نہیں کر سکتا تو پھر دل میں اسے برا کہے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔“

یعنی گناہ کے کاموں کے حوالے سے ایک مومن کا رویہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ نہ صرف یہ کہ خود گناہوں سے دور رہے بلکہ دوسروں کو بھی گناہوں سے روکنے کی کوشش کرے۔ اگر ہاتھ سے ممکن ہو تو ہاتھ استعمال کرے، اگر ہاتھ سے ممکن نہ ہو تو زبان استعمال کرے اور اگر زبان سے بھی ممکن نہ ہو تو کم از کم اپنے دل میں اس گناہ کو گناہ اور برائی کو برائی سمجھے اور اسے قابل نفرت خیال کرے مگر خود ہی گناہ کرتے رہنے سے انسان کے دل سے گناہ کی نفرت کا

(۱) [بحاری: کتاب الادب: باب ستر المؤمن علی نفسه (ح ۶۰۶۹) مسلم: کتاب الزهد:

باب النهی عن هتك الانسان ستر نفسه (ح ۲۹۹۰)]

(۲) [مسلم: کتاب الایمان: باب بیان کون النهی عن المنکر من الایمان..... (ح ۴۹)]

احساس ختم ہو جاتا ہے اور وہ گناہ کو معمولی بات سمجھنا شروع کر دیتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ السُّؤْمَانَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَمَا نَهَ قَاعِدٌ تَحْتَ حَبْلِ بَعْفِ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَمَا بَابٌ مَرَّ عَلَى آتِفِهِ فَقَالَ بِهِ هَكَذَا))^(۱)

”مومن اپنے گناہوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوتا ہے کہ وہ کسی پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور اسے خطرہ ہے کہ یہ پہاڑ اس کے اوپر گرنے جائے جبکہ فاسق شخص اپنے گناہوں کو یوں دیکھتا ہے جیسے کوئی کھسی اس کی ناک پر بیٹھی اور اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اڑا دیا۔“

(۶)..... ایک گناہ سے مزید گناہوں کا دروازہ کھلتا ہے:

جب انسان ایک گناہ کرتا ہے تو اسے چھپانے کے لیے مزید کئی گناہ اسے کرنا پڑتے ہیں مثلاً ایک شخص اگر جھوٹ بولتا ہے تو اسے اپنے ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے کئی اور جھوٹ بولنا پڑتے ہیں، اسی طرح اگر ایک شخص زنا کرتا ہے تو اسے اپنے اس گناہ کو چھپانے کے لیے مزید کئی گناہ کرنے پڑتے ہیں۔ امام ابن جوزیؒ نے اس سلسلہ میں وہب بن منہبؒ کے حوالے سے ایک نصیحت آموز واقعہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

”بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا وہ اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عبادت گزار تھا۔ اس کے زمانہ میں تین بھائی تھے جن کی ایک بہن تھی۔ تینوں کو ایک جنگ میں جانے کی نوبت آگئی ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی بہن کو کس کے پاس چھوڑ کر جائیں اور کون اس کے حق میں قابل اطمینان ہوگا۔ وہب کہتے ہیں: چنانچہ انہوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اس کو بنی اسرائیل کے ایک عابد کے پاس چھوڑ کر جائیں کیونکہ وہ ان کی نظر میں قابل اعتماد شخص تھا۔ چنانچہ تینوں اس عابد کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ وہ

(۱) [بخاری: کتاب الدعوات: باب العیبة (ج-۳۰۸) ۱۰]

اپنی بہن کو اس کے پاس چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں جب تک وہ جنگ سے نہیں لوٹیں گے وہ اسی کی حفاظت میں رہے گی۔ عابد نے انکار کر دیا اور ان سے اور ان کی بہن سے اللہ کی پناہ مانگی۔ وہ لوگ اصرار کرتے رہے بالآخر وہ مان گیا، اور کہا کہ اس لڑکی کو میرے کلیسا کے سامنے والے مکان میں لاکر چھوڑ دو۔

وہب کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بہن کو اس گھر میں لاکر چھوڑ دیا اور چلے گئے۔ ایک زمانہ تک وہ لڑکی اس عابد کے پڑوس میں رہی، عابد کھانا لے کر کلیسا کے نیچے اترتا اور کلیسا کے دروازہ پر کھانا رکھ کر اوپر چڑھ جاتا اور کلیسا کا دروازہ بند کر لیتا پھر اس لڑکی کو کھانا لے جانے کے لئے کہتا وہ آتی اور اپنا کھانا اٹھا لیتی۔ وہب کہتے ہیں کہ شیطان نے اس عابد کے ساتھ فریب شروع کیا۔ چنانچہ اس کو خیر کی ترغیب دینے لگا اور کہا کہ دن کے وقت لڑکی کا گھر سے نکلنا اچھی بات نہیں، ہو سکتا ہے کہ کوئی اسے دیکھ لے اور اس سے محبت کر بیٹھے، اگر تم ہی اس کا کھانا اس کے گھر کے دروازہ تک پہنچا دیا کرو تو بڑے ثواب کی بات ہوگی۔

وہب کہتے ہیں کہ شیطان نے عابد سے اتنا اصرار کیا کہ وہ مجبور ہو گیا چنانچہ راہب کھانا لے جاتا اور لڑکی کے گھر کے دروازہ کے پاس رکھ کر چلا آتا اور اس سے بات نہ کرتا۔ وہب کہتے ہیں کہ وہ ایک زمانہ تک ایسا ہی کرتا رہا، پھر اس کے پاس ابلیس آیا اور اس کو خیر اور ثواب کی ترغیب دینے لگا اور کہا کہ اگر تم کھانا لے جا کر اس کے گھر کے اندر رکھ دو تو اور ثواب ملے گا، چنانچہ عابد جاتا اور کھانا اس کے گھر کے اندر رکھ دیتا، ایک زمانہ تک ایسا ہی کرتا رہا پھر ابلیس آیا اور اس کو خیر و ثواب کی ترغیب دینے لگا اور کہا کہ اگر تم لڑکی سے کچھ بات چیت کر کے اس کا دل بہلا دیا کرو تو کتنی اچھی بات ہوگی، بے چاری بری طرح وحشت محسوس کرتی ہے۔

ابلیس نے اس سے اتنا اصرار کیا کہ عابد مجبور ہو گیا چنانچہ وہ ایک زمانہ تک اپنے کلیسا

کے اوپر سے جھانکتا اور لڑکی سے کچھ بات کر لیتا۔ پھر اہلیس آیا اور کہا کہ اگر تم اتر کر اپنے کلیسا کے دروازہ پر بیٹھتے اور اس سے بات چیت کرتے اور وہ بھی اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھتی اور تم سے بات کرتی تو اس سے اس کا دل بہل جاتا۔

شیطان نے اس بات پر اتنا اصرار کیا کہ عابد کو اپنے کلیسا سے اتر کر دروازہ پر بیٹھنا پڑا، چنانچہ وہ اپنے دروازہ پر بیٹھتا اور لڑکی اپنے دروازے پر۔ دونوں بات چیت کرتے، ایک زمانہ تک دونوں اسی طرح بات چیت کرتے رہے۔ پھر اہلیس آیا اور اس کو اجر و ثواب کی ترغیب دینے لگا اور کہا کہ اگر تم اپنے کلیسا کے دروازے سے نکل کر اس لڑکی کے گھر کے قریب بیٹھتے اور اس سے بات کرتے تو اس کا دل اور بہل جاتا۔ شیطان نے اس بات پر اتنا اصرار کیا کہ وہ ایسا ہی کرنے لگا، ایک زمانہ تک دونوں ایسا ہی کرتے رہے، پھر اہلیس آیا اور اس عابد کو مزید ورغلا یا چنانچہ وہ اس کے گھر میں جا کر دن بھر اس کے ساتھ باتیں کرنے لگا جب دن ختم ہو جاتا تو اپنے کلیسا میں آ جاتا۔ پھر اہلیس آیا اور عابد کی نظر میں اس لڑکی کو اتنی حسین شکل میں پیش کرنے لگا کہ وہ بہک گیا چنانچہ اس نے لڑکی کی ران پر ہاتھ مارا اور اس کا بوسہ لے لیا، اہلیس عابد کی نگاہوں میں لڑکی کو حسین سے حسین تر بنا کر پیش کرنے لگا، یہاں تک کہ عابد نے اس کے ساتھ ہمستری کر لی چنانچہ وہ حاملہ ہو گئی اور ایک بچہ کو جنم دیا، پھر اہلیس آیا اور کہنے لگا: تاؤ وہ لڑکی تمہارے بچے کی ماں بن چکی ہے اگر اس کے بھائی آ جائیں تو تم کیا کرو گے؟ مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہیں ذلیل و رسوا کر دیں گے۔ اس لئے جاؤ اور اس کے لڑکے کو ذبح کر کے دفن کر دو، وہ اس راز کو اس ڈر سے راز ہی رکھے گی کہ کہیں اس کے بھائیوں کو تمہارے ناجائز تعلقات کا علم نہ ہو جائے، چنانچہ عابد نے ایسا ہی کیا۔

پھر شیطان نے عابد سے کہا: کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ اپنے بھائیوں سے تمہارے تعلقات اور اس لڑکے کو قتل کرنے کی بات کو چھپائے گی؟ جاؤ اس کو بھی قتل کر کے لڑکے کے ساتھ

دُفن کر دو، شیطان اس بات پر اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ عابد نے لڑکی کو بھی قتل کر دیا اور لڑکے کے ساتھ اس کو بھی دُفن کر دیا اور دونوں کے اوپر ایک پتھر کی بڑی سی سل رکھ کر زمین برابر کر دی پھر اپنی عبادت گاہ میں آ کر عبادت میں مصروف ہو گیا جب تک اللہ کی مشیت تھی وہ عبادت میں مصروف رہا یہاں تک کہ لڑکی کے بھائی جنگ سے واپس ہوئے۔ وہ عابد کے پاس آئے اور اپنی بہن کے متعلق دریافت کیا۔ عابد نے کہا کہ وہ مر چکی ہے اور اس پر ترس کھا کر رونے لگا اور کہا کہ وہ بہت اچھی عورت تھی، دیکھو یہ اس کی قبر ہے۔

اس کے بھائی قبر کے پاس آئے اور اس کی موت پر رونے لگے اور اظہار تعزیت کیا، ایک زمانہ تک وہ اس قبر کے پاس مقیم رہے، پھر اپنے اہل و عیال میں واپس ہو گئے۔ جب رات ہوئی اور تینوں اپنے اپنے بستر پر لیٹ گئے، تو شیطان خواب میں ان کے پاس ایک مسافر کی شکل میں آیا، سب سے پہلے بڑے بھائی کے پاس آیا اور اس سے اس کی بہن کے متعلق پوچھا، چنانچہ اس نے اس کو عابد کی بات بتائی کہ وہ مر چکی ہے اور عابد کو بھی اس کا بزار نچ ہے اور عابد نے کس طرح قبر کی جگہ بتائی تھی، وہ بھی بیان کر دیا۔ شیطان نے اسے جھٹلایا اور کہا کہ عابد نے تم سے تمہاری بہن کے بارے میں سچ نہیں کہا۔ اس نے تمہاری بہن کو حاملہ کر دیا تھا اس کو اس سے بچہ ہوا چنانچہ اس نے تمہارے ڈر سے لڑکی اور بچہ دونوں قتل کر کے جس گھر میں وہ رہتی تھی اس کے دروازہ کے پیچھے گڑھا کھود کر دُفن کر دیا۔ وہ گڑھا گھر میں داخل ہونے والے کے دائیں جانب ہے، جاؤ اور جس گھر میں وہ رہتی تھی اس دروازے کے پیچھے دیکھو، جیسا میں نے کہا دیکھو اسے ملے گا۔

پھر شیطان درمیانے بھائی کے خواب میں آیا اور اس سے بھی ایسا ہی کہا، پھر سب سے چھوٹے بھائی کے پاس آیا اور اس سے بھی ایسا ہی کہا، جب تینوں بیدار ہوئے تو ان

میں سے ہر ایک اپنے خواب کی وجہ سے حیرت و تعجب میں تھا، تینوں ایک دوسرے کے پاس آئے اور کہنے لگے میں نے رات میں عجیب و غریب چیز دیکھی ہے ہر ایک نے ایک دوسرے کو اپنا خواب بتایا۔ بڑے نے کہا: اس خواب کی کوئی حقیقت نہیں ہمیں اپنے اپنے کام سے لگنا چاہئے اور اس کو ذہن سے نکال دینا چاہئے۔ چھوٹے نے کہا: بخدا میں جب تک اس جگہ کو جا کر نہ دیکھ لوں یہاں سے نہیں ہٹ سکتا۔

وہب کہتے ہیں: چنانچہ تینوں بھائی نکلے یہاں تک کہ اس گھر میں آئے جہاں ان کی بہن رہتی تھی، دروازہ کھولا اور خواب میں جو جگہ بتائی گئی تھی اس کو کھودا، چنانچہ گڑھے میں اپنی بہن اور اس کے لڑکے کو اسی طرح پایا جس طرح ان سے کہا گیا تھا۔ انہوں نے عابد سے اپنی بہن کے متعلق پوچھا تو اس نے دونوں کے ساتھ جو کیا تھا اس کے بارے میں ابلیس کے قول کی تصدیق کی۔ چنانچہ انہوں نے عابد کے خلاف بادشاہ کے دربار میں استغاثہ دائر کیا، عابد کو کلیسا سے نیچے لایا گیا اور پھانسی کے لیے پیش کیا گیا۔ جب اس کو تختہ دار پر چڑھایا گیا تو ابلیس آیا اور کہنے لگا: تمہیں معلوم ہے کہ میں وہی ہوں جس نے تمہیں عورت کے فتنے میں مبتلا کیا تھا، تم نے اس عورت کو حاملہ کر کے اس کو اور اس کے لڑکے دونوں کو قتل کر دیا، اگر آج تم میری اطاعت کرو اور اس اللہ کے ساتھ کفر کرو جس نے تمہیں پیدا کیا تو میں تمہیں اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہوں، چنانچہ عابد نے ایسا ہی کیا اور کافر ہو گیا، جب وہ کافر ہو گیا تو شیطان نے اس کو سولی دینے والوں کے سپرد کر دیا، چنانچہ اس کو تختہ دار پر چڑھا دیا گیا۔^(۱)

(۱)..... گنہگار شخص کو شیطان اپنے پیچھے لگا لیتا ہے:

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے، اس کا مقصد ہی یہ ہے کہ انسان کو گنہگار بنا کر جہنم کے راستے پر چلا دے۔ شیطان انسان کو زبردستی تو گناہ نہیں کرواتا اور نہ ہی شیطان کے لیے

(۱) [تلبیس ابلیس، از امام ابن الجوزی (ص ۲۹)]

ایسا ممکن ہے البتہ شیطان گناہ کے کاموں کو خوبصورت بنا کر انسان کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس طرح اسے برائی پر آمادہ کر لیتا ہے۔ جب انسان ایک برائی کر لیتا ہے تو شیطان کے لیے اس سے دوسری برائی کروانا آسان ہو جاتا ہے، اس طرح جب ایک انسان برائی پر برائی اور گناہ پر گناہ کیے جاتا ہے تو بالآخر شیطان اس پر غالب آ جاتا ہے اور جب شیطان انسان پر غالب آ جاتا ہے تو وہ اسے نیکی کی راہ پر چلنے سے روکتا ہے اور یوں انسان شیطان کا پیروکار بن کر رہ جاتا ہے۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے:

﴿وَمَنْ يَعْصُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِيضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ﴾ [الزحرف: ۳۶]

”جو شخص رحمن کے ذکر سے منہ موڑ لیتا ہے اس کے لیے ہم ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جس وہ (گمراہی میں) اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔“

(۸)..... بعض گناہوں کی وجہ سے دعا قبول نہیں ہوتی:

بعض گناہوں کی وجہ سے انسان کی دعا قبول نہیں ہوتی مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ اللَّهُ طَيَّبَ لَأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ)) وَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ)) ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَعَلِيٌّ بِالْحَرَامِ فَأْتِيَ مُسْتَحَابٌ لِمَالِكَ (۱) (۱)

”اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور وہ صرف پاکیزہ چیزیں قبول کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے وہی حکم ایمان والوں کو دیا ہے، فرمایا: ”اے رسولو! پاکیزہ کھاؤ اور نیک کام کرو اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کا مجھے اچھی طرح علم ہے۔“

(۱) [مسلم: کتاب الزکاة، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب و تریبها (ح ۱۰۱۰)]

اسی طرح اہل ایمان سے فرمایا: ”اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔“ پھر آپ ﷺ نے اس آدمی کا ذکر فرمایا جو بڑا لبا سفر کرتا ہے اور گرد و غبار میں اٹا ہوا، پراگندہ حال ہے اور اسی حال میں آسمان کی طرف (دعا کے لیے) ہاتھ اٹھاتا ہے (اور کہتا ہے) اے میرے رب! اے میرے رب! لیکن اس کا کھانا حرام کا ہے، پینا حرام کا ہے، لباس حرام کا ہے، اور حرام ہی پر وہ پلا بڑھا ہے۔ تو آخر ایسے آدمی کی دعا کیوں کر قبول ہو سکتی ہے؟!“

(۹)..... بعض گناہ نیکیاں برباد کر دیتے ہیں:

بعض گناہ اتنے خطرناک ہوتے ہیں کہ ان کی وجہ سے دیگر نیکیاں بھی متاثر ہوتی ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک گناہ تو ایسا ہے جس کے ارتکاب سے زندگی بھر کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور اگر اس گناہ کے ارتکاب کے بعد انسان توبہ کیے بغیر مر جائے تو اس کے لیے جنت کے دروازے کبھی نہیں کھلتے بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں پھینک دیا جاتا ہے۔ یہ اتنا مہلک گناہ ’شُرک‘ ہے جسے آنحضرت ﷺ نے اکبر الکبائر یعنی تمام گناہوں سے بڑا گناہ قرار دیا ہے اور اس کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ [النساء-۱۱۶]

”اسے اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے، ہاں وہ (اللہ تعالیٰ) شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔“

شرک اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند ہے کہ قرآن مجید میں ایک مقام پر اٹھارہ جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [الانعام-۸۸]

”اگر بالفرض یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب ضائع ہو جاتے۔“

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ اگر کوئی نیک عمل نمود و نمائش، شہرت اور ریاکاری کی نیت سے کیا جائے تو وہ نیک عمل ضائع ہو جاتا ہے۔ اور اسے شرک اصغر کہا جاتا ہے۔

(۱۰)..... گناہوں کی وجہ سے رزق میں کمی اور بے برکتی پیدا ہو جاتی ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا فَإِنَّ صَدَقًا وَبَيْنَا بُورِكٌ لَّهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ تَخَذَا وَكَخْتَمَا مُنِحَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا))^(۱)

”خرید و فروخت کرنے والے دونوں آدمیوں کو اس وقت تک اختیار حاصل ہے جب تک کہ وہ (معاملہ طے کر کے) جدا نہ ہو جائیں۔ اگر دونوں نے بیچ بولا اور واضح بات کی تو ان کی خرید و فروخت میں برکت کر دی جائے گی اور اگر انہوں نے جھوٹ بولا اور عیب کو چھپایا تو ان کی تجارت کی برکت ختم ہو جائے گی۔“

اس کی بڑی واضح مثالیں ہم آئے دن دیکھتے ہیں۔ وہ لوگ جن کی کمائی جھوٹ، غبن، دھوکا، خیانت اور دیگر ناجائز ذرائع پر مبنی ہوتی ہے ان کے مال سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔ جس تیزی سے حرام کا مال ان کے پاس آتا ہے اس سے زیادہ تیزی سے وہ ان سے خرچ ہوتا ہے۔ گویا یہ ان لوگوں کی شامت اعمال ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ))^(۲)

(۱) [بخاری: کتاب البیوع: باب البیعان بالخیار ما لم یتفرقا] (ج ۲۱: ۱۰) صحیح مسلم.

کتاب البیوع: باب الصدق فی البیع والبیان (ج ۱۵: ۳۲)

(۲) [سنن ابن ماجہ: کتاب الفتن: باب العقم] (ج ۲: ۳۲) حسنہ الامام البوصیری

”بے شک آدمی اپنے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔“
مطلب یہ ہے کہ بعض گناہوں کی وجہ سے مومن شخص کی آزمائش کرتے ہوئے اس کے رزق میں تنگی کر دی جاتی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ سارا رزق ہی روک لیا جاتا ہے۔
اگر ایسا ہوتا تو پھر کسی گنہگار کو اس دنیا میں پانی کا گھونٹ بھی نصیب نہ ہوتا۔

(۱۱)..... گناہوں کی وجہ سے امن و سکون تباہ ہو جاتا ہے:

اس دنیوی زندگی میں امن و سکون اور اطمینان قلبی ایک بہت بڑی دولت ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس دنیا جہاں کی ساری دولتیں اور خزانے اکٹھے ہو جائیں مگر اسے زندگی میں چین اور راحت کی دولت میسر نہ آئے تو اس کی زندگی بد مزہ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ وہ خود اپنے آپ سے بھی نفرت کرنے لگتا ہے۔ یہ امن، چین، راحت اور سکون اللہ کی یاد اور اس کی فرمانبرداری سے حاصل ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ يَذْكُرُوا اللَّهَ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ [الرعد: ۲۸]

”آگاہ رہو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔“

اس کے برعکس اگر انسان اللہ کی یاد سے غافل ہو جائے، اس کی فرمانبرداری سے منہ موڑ لے، اس کے احکام کی پروا نہ کرے تو ایسے گنہگار شخص کی زندگی سے سکھ چین کی دولت ختم ہو جاتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِىٰ فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ﴾ [سورۃ

ملک: ۱۲۴]

”اور (ہاں) جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے قیامت کے روز اندھا کر کے اٹھائیں گے۔“

(۱۲)..... گنہگار شخص نہایت تکلیف سے مرتا ہے:

ملک الموت اور ان کے ساتھی فرشتے گنہگار اور کفار لوگوں کی جان کس سختی سے نکالتے

ہیں، اس کی وضاحت حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی درج ذیل طویل حدیث سے ہوتی ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:

”ایک انصاری کے جنازے میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے۔ جب ہم قبر کے پاس پہنچے تو ابھی لحد تیار نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ (قبلہ رو ہو کر) بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ارد گرد (اس طرح خاموش) بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہوں۔ آپ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے۔ آپ نے سر اٹھا کر دو یا تین مرتبہ فرمایا:

”اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر کی پناہ مانگو!“

پھر فرمایا:

”جب مومن بندہ اس دنیا سے رخصت ہو کر آخرت کو سدھار رہا ہوتا ہے تو آسمان سے اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، ایسے روشن چہرے والے گویا کہ سورج ہو۔ ان کے پاس جنت سے لایا ہوا کفن ہوتا ہے اور جنت ہی کی خوشبو۔ حدنگاہ تک وہ آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ آخر میں ملک الموت تشریف لاتے ہیں اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر فرماتے ہیں:

”اے پاکیزہ روح! (دوسری روایت میں ہے: اے مطمئن روح) اپنے پروردگار کی مغفرت و عنایت کے پاس پہنچ۔“

پھر وہ اس طرح نکلتی ہے جیسے پانی کا قطرہ مشکیزے کے منہ سے نپکتا ہے۔ چنانچہ ملک الموت علیہ السلام اسے لے لیتے ہیں اور آنکھ جھپکنے سے پہلے دوسرے فرشتے ان سے وصول کر لیتے ہیں، پھر اسے جنت سے لائے ہوئے کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں۔ اس سے دنیا کی بہترین خوشبو کے لپکے اٹھتے ہیں۔ پھر جب فرشتے اسے لے کر اوپر جاتے ہیں تو فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی وہ فرشتے گزرتے ہیں، دوسرے

فرشتے دریافت کرتے ہیں کہ یہ کس کی اتنی اچھی روح ہے؟ یہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ ”یہ صاحب، فلاں بن فلاں ہیں۔“ یعنی اس کے اس خوبصورت ترین نام سے اس کا تذکرہ کرتے ہیں جس سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا.....

اسی طرح وہ فرشتے اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر وہ اس کی خاطر دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں تو دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ پھر اگلے آسمان تک اس کے مقرب ترین فرشتے اسے الوداع کہہ کر آتے ہیں۔ یہی معاملہ ساتویں آسمان تک چلتا ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ”میرے بندے کا نامہ اعمال بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں لکھ دو اور اس کی روح کو زمین میں اس کے جسم میں واپس کر دو۔“

(پھر قبر میں) اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، وہ اسے بیٹھنے کا کہتے ہیں، پھر دونوں اس سے اس طرح سوال پوچھتے ہیں:

مَنْ رَبُّكَ؟ (تیرا رب کون ہے؟) وہ جواب دیتا ہے:

رَبِّيَ اللَّهُ (میرا رب اللہ ہے) وہ سوال کرتے ہیں:

مَا دِينُكَ؟ (تیرا دین کیا ہے؟) وہ جواب دیتا ہے:

دِينِي الْإِسْلَامُ (میرا دین اسلام ہے) وہ سوال کرتے ہیں:

جو آدمی تمہاری طرف مبعوث کیا گیا اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

وہ جواب دیتا ہے: هُوَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ (وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں)

وہ سوال کرتے ہیں: تیری معلومات کیا ہیں؟

وہ جواب دیتا ہے کہ میں اللہ کی کتاب پڑھ کر ایمان لایا، اور میں نے اس کی تصدیق

کی۔

چنانچہ ایک منادی کرنے والا آسمان سے اعلان کرتا ہے: ”میرے بندے نے سچ

کہا، اس کا ٹھکانہ جنت میں بناؤ، اسے جنت کا لباس پہناؤ، اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔“ چنانچہ جنت کی ہوائیں اور خوشبو اس کے پاس آنے لگتی ہے، اس کی قبر حدنگاہ تک کشادہ کر دی جاتی ہے۔
آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

اور اس کے پاس ایک خوش شکل آدمی آتا ہے، جس کے کپڑے بھی خوبصورت، خوشبو بھی عمدہ۔ وہ آکر کہتا ہے: تجھے خوش سُن خبر کی بشارت دیتا ہوں، اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ بھی جوابا کہے گا: اللہ تعالیٰ تمہیں بھی خوش و خرم رکھے، تم کون ہو؟ تمہارا چہرہ تو کوئی اچھی خبر ہی لاسکتا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے میں تمہارا نیک عمل ہوں۔ وہ جنت کی نعمتوں کو دیکھتا ہے تو درخواست کرتا ہے: اے رب! قیامت جلد برپا کر دے، اے رب! قیامت جلد برپا کر دے تاکہ میں اپنے اہل و عیال تک پہنچ سکوں۔

اور جب کافر اس دنیا سے رخصت ہو کر آخرت کو سدھار رہا ہوتا ہے تو آسمان سے اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، جن کے چہرے سیاہ ہوتے ہیں اور ان کے پاس جہنمی ٹاٹ ہوتے ہیں۔ حدنگاہ تک اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں۔ آخر میں ملک الموت ﷺ تشریف لاتے ہیں۔ اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتے ہیں:

اے خبیث روح! اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غصے کے پاس پہنچو! پھر اس کے جسم میں داخل ہو کر اس طرح اس کی روح نکالتے ہیں جیسے گوشت والی نوک دار سنج بھیگی اُون سے نکالی جائے۔ ملک الموت اسے نکال لیتے ہیں، آنکھ جھپکنے سے پہلے دوسرے فرشتے ان کے ہاتھ سے لے کر اسے ٹاٹ میں رکھ لیتے ہیں۔ اس ٹاٹ سے ایسی بدبو آتی ہے جیسے زمینی گلے سڑے مردار کی ہو۔ فرشتے اس روح کو لے کر اوپر جاتے ہیں۔ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کس کی خبیث روح

ہے؟ تو فرشتے اس کا بدترین قسم کا دنیاوی نام لے کر بتاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے۔ اس طرح وہ فرشتے آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں، جب اس کی خاطر (آسمان کا) دروازہ کھولنے کی درخواست کی جاتی ہے تو دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿لَا تَفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابَ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْحَمَلُ فِي سَمِّ الْعِبَاطِ﴾ [الاعراف: ۴۰]

”ان کے لیے آسمان کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے، اور ان کا جنت میں جانا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا سوئی کے تانکے سے اونٹ کا گزرتا۔“

پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اس کا نامہء اعمال قید خانے کے دفتر میں لکھ دو، جو کہ سب سے غلی زمین میں ہے۔ چنانچہ بہت بری طرح اس کی روح کو آسمان سے نیچے پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخَطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِينٍ﴾ [الحج: ۳۱]

”اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا۔ اب یا تو اسے پرندے اُچک لیں گے یا ہوا اس کو ایسی جگہ لے جا کر پھینک دے گی جہاں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔“

پھر اس کی روح واپس کر دی جاتی ہے۔ (قبر میں) اس کے پاس دو (سخت مزاج) فرشتے آتے ہیں جو اسے (جھنجھوڑ کر) بٹھادیتے ہیں اور اس سے دونوں سوال کرتے ہیں:

”مَنْ رَبُّكَ؟“ (تیرا رب کون ہے؟)

وہ جواب میں انتہائی پریشانی سے کہتا ہے:

گناہوں کی قانونی سزا

گزشتہ سطور میں گناہوں کی ان سزاؤں کے بارے میں ہم نے پڑھا ہے جو قدرتی طور پر اللہ کے حکم سے گنہگار شخص کو اس دنیا میں دی جاتی ہیں۔ اب ہم ان سزاؤں کا ذکر کرتے ہیں جو اسلامی حکومت میں قانونی طور پر ایک گنہگار مجرم کو دی جاتی ہیں۔

قتل کی سزا:

اگر انسان مندرجہ ذیل گناہوں میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کرے تو اسے اسلامی قانون کی رو سے قتل کی سزا دی جاتی ہے:

- ۱۔ کسی شخص کو عمدتاً قتل کرنا۔
- ۲۔ شادی شدہ ہو کر زنا کرنا۔
- ۳۔ اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد (کافر) ہو جانا۔
- ۴۔ جادو کرنا، یا جادو سیکھنا۔
- ۵۔ اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت اور فتنہ و فساد برپا کرنا۔

دیگر جسمانی سزائیں:

- ۱۔ اسی طرح اگر کوئی شخص شراب پیتا ہے یا دیگر نشہ آور اشیاء استعمال کرتا ہے، تو اس کی سزا یہ ہے کہ اسے اسی (80) کوڑے لگائے جائیں۔
- ۲۔ اگر کوئی غیر شادی شدہ شخص زنا کرتا ہے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اسے ایک سو (100) کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لیے جاؤٹن (یا قید) کیا جائے۔
- ۳۔ اگر کوئی شخص پاکدامن انسان پر زنا کا الزام لگاتا ہے اور چار عادل گواہ مہیا نہیں کرتا تو

اس الزام کی سزا میں اسے اسی (80) کوڑے لگائے جائیں گے۔
 مذکورہ بالا سزاؤں کو حدود کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر گناہ (جرم) کی سزا کی حد خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردی گئی ہے۔

اسی طرح بعض گناہ (جرائم) ایسے ہیں جن کی سزا حاکم وقت کی صوابدید پر چھوڑ دی گئی ہے اور کوئی حد متعین نہیں کی گئی۔ ایسی سزاؤں کو تعزیرات کہا جاتا ہے۔ یہ تعزیری سزا اس شخص کو دی جاتی ہے جو ایسا گناہ (جرم) کرے جو مذکورہ بالا حدود کے گناہوں تک نہ پہنچے۔
کفارہ (جرمانہ) اور مالی سزائیں:

ان حدود اور تعزیرات کے علاوہ بھی کچھ سزائیں اسلام میں مقرر کی گئی ہیں جن کی حیثیت جرمانے (تاوان) کی ہے اس جرمانہ کو کفارہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس قسم میں بھی کئی ایک چیزیں شامل ہیں مثلاً اگر کوئی شخص قسم کھا کر اسے توڑ دیتا ہے تو اسے بطور جرمانہ (کفارہ) یہ سزا دی گئی ہے کہ وہ یا تو ایک غلام آزاد کرے یا پھر دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا پھر دس مسکینوں کو کپڑے مہیا کرے اور اگر وہ ان تینوں میں سے کچھ بھی کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو پھر وہ تین روزے رکھے۔ [سورہ مائدہ - ۸۹]

اسی طرح اگر کوئی شخص روزے کی حالت میں بیوی سے جماع کر لے تو اس پر یہ کفارہ (جرمانہ) عائد کیا گیا ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کرے یا پھر ساٹھ روزے رکھے یا پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہی کفارہ اس شخص پر بھی ہے جو اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کرنے کے لیے اسے قصداً ماں، بہن یا بیٹی کہہ دے۔

اس طرح کفارے کی کچھ اور صورتیں بھی ہیں جن کی تفصیلات متعلقہ کتب فقہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔



گناہوں کے اجتماعی (معاشرتی) نقصانات

[اخلاقی، روحانی اور مادی اعتبار سے]

جس طرح گناہوں کی وجہ سے ہر انسان کو انفرادی طور پر بہت سے دنیوی نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسی طرح اجتماعی طور پر بھی قریب قریب اسی طرح کے نقصانات پورے معاشرہ کو بھی اٹھانا پڑتے ہیں۔ ایسا بالعموم اس وقت ہوتا ہے جب معاشرے کے بیشتر افراد گنہگار اور اللہ کے مجرم بن چکے ہوں کیونکہ اللہ کے قانون میں معاشروں کے عروج و زوال، ترقی و تنزلی اور نجات و ہلاکت کا فیصلہ غالب حصے کے طرز عمل کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح، قوم لوط، قوم شعیب وغیرہ کی ہلاکت و بربادی کے واقعات اس سلسلہ میں بطور دلیل پیش کیے جاسکتے ہیں۔ البتہ ان سابقہ قوموں اور امتوں کے مقابلہ میں ہماری آخری امت کا ایک لحاظ سے فرق ہے اور وہ فرق جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ پہلی امتوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ایسی شدید سزا دی جاتی کہ ان کا نام و نشان بھی مٹ جاتا مگر ہماری یہ امت آنحضرت ﷺ کی دعا کی برکت سے ایسے عذاب سے تو یقیناً محفوظ رہے گی جو پوری امت ہی کا نام و نشان مٹا دے لیکن اجتماعی و معاشرتی طور پر ہماری امت کو ایسی سزا اور ایسے عذاب سے ضرور دوچار کیا جائے گا جو پوری امت کو تو ہلاک نہ کرے گا مگر معاشرے کے بڑے حصے کو ضرور متاثر کرے گا۔

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ معاشرے کی اکثریت کی غلط کاریوں کی وجہ سے جب عذاب آتا ہے تو دیندار اور صالح لوگ بھی اس عذاب اور سزا سے اس دنیا میں نہیں بچتے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿هُوَ أَتَقْوُوا فِئْتَةً لَا تُصِيبُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ

العقَابِ ﴿ [الانفال - ۲۵]

”اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاس ان بنی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں (بلکہ معاشرے کے سب افراد پر آئے گا) اور یہ جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔“

اسی طرح جب کسی قوم کے لیے اجتماعی طور پر اللہ کی طرف سے سزا کا فیصلہ ہو جاتا ہے تو وہ سزا اس وقت تک نہیں ملتی جب تک کہ معاشرے کی اکثریت اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کر لیتی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا أَمَانًا أَنفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَالَهُمْ مِّنْ دُونِهِ مِن وَّالٍ ﴿ [الرعد: ۱۱]

”کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے سزا کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ بدلا نہیں کرتا اور اس (اللہ) کے علاوہ کوئی بھی ان کا کارساز نہیں۔“

آئندہ طور میں گناہوں کے چند ان بڑے بڑے نقصانات کا ذکر کیا جا رہا ہے جو پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ اللہ کرے کہ ان نقصانات کا بغور مطالعہ ہمیں اجتماعی سطح پر گناہوں سے توبہ کرنے اور اللہ کا فرمانبردار بن جانے پر آمادہ کر دے۔ آمین!

(۱).....ایمان اور ہدایت سے دوری:

جس طرح گناہوں کی وجہ سے ایک فرد کا دل سیاہ اور مردہ ہو کر ہدایت سے محروم اور ایمان سے دور ہو جاتا ہے اسی طرح اجتماعی گناہوں کی وجہ سے پورے معاشرے کا ضمیر اجتماعی طور پر مردہ ہو کر ایمان سے دور اور ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿ [الصف: ۵]

”پھر جب انہوں نے ٹیڑھ اختیار کر لی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں کو (مزید) ٹیڑھا کر دیا اور نافرمان قوم کو اللہ ہدایت نہیں دیتا۔“

یعنی جب ساری قوم ہی نافرمان اور گنہگار بن کر غلط روش پر چل نکلے تو اللہ تعالیٰ بھی پھر ہدایت سے نہیں نوازتے۔ گویا قوم کو یہ سزا ان کے گناہ اور نافرمانی کی وجہ سے ملتی ہے۔

(۲)..... وسائلِ رزق اور خوشحالی سے محرومی:

اگر معاشرے کی اکثریت نیک اور متقی ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور پورا معاشرہ خوشحالی کی مثال بن جاتا ہے۔ اور اگر معاشرے کے اکثر لوگ سیاہ کاریوں میں ملوث ہو جائیں اور شکرگزاری کی بجائے اللہ کے نافرمان اور اس کے دین سے باغی ہو جائیں تو پھر رزق میں بے برکتی واقع ہو جاتی ہے، خوشحالی تنگ حالی میں بدل جاتی ہے، وسائل ختم اور مسائل بڑھ جاتے ہیں۔ اس حقیقت کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ [الاعراف: ۹۶]

”اگر بستی والے ایمان لے آتے اور اللہ سے ڈر جاتے تو ہم ان کے لیے آسمان و زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی چنانچہ ہم نے انہیں ان کے (بد) اعمال کی وجہ سے پکڑ لیا۔“

(۳)..... زمینی اور سماوی آفتیں:

جب معاشرے میں برائیوں کا چلن عام ہو جائے اور گناہوں کا تناسب حد سے بڑھ جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمینی اور سماوی آفتوں کا نزول بطور سزا شروع ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بِمَكُونٍ فِي أُمَّتِي لَقَدْ قُدَّتْ وَمَسُخَّ وَحَسَفَتْ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَنْيَ ذَلِكَ؟ قَالَ: إِذَا ظَهَرَتِ الْمَعَازِفُ وَكَثُرَتِ الْقِيَاةُ وَشَرِبَتِ الْعُمُومُ))

”میری امت میں پتھروں کی بارش، صورتیں مسخ ہونے اور زمین میں دھنسنے کے واقعات رونما ہونگے۔ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا: یا رسول اللہ! ایسا کب ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب باجوں اور گانے والی عورتوں کا عام رواج ہو جائے گا اور کثرت سے شراب پی جائے گی۔“^(۱)

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ

((لَيَسْتَسْخُنَنَّ قَوْمٌ وَهُمْ عَلَىٰ أَرْبَابِهِمْ قِرْدَةً وَخَنَازِيرٌ لِّشُرْبِهِمُ الْخُمْرُ وَضُرْبِهِمُ بِالْبِرَاطِ وَالْقِيَانِ))^(۲)

”لوگ اپنے بستروں پر ہوں گے اور ان کے چہرے مسخ ہو جائیں گے، انہیں بندروں اور خنزیروں کی شکل میں بدل دیا جائے گا۔ اس کا سبب ان کا شراب پینا اور گانے باجے بجانا ہوگا۔“

(۳)..... بیماریوں کی کثرت اور صحت و عافیت سے محرومی:

گناہوں کی کثرت کا ایک معاشرتی نقصان یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے گنہگار معاشرے میں وبائی امراض کی کثرت ہو جاتی ہے اور ایسے ایسے مہلک امراض پیدا ہونے لگتے ہیں جن کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ یہ بیماریاں دراصل اللہ کی طرف سے ایک عذاب ہوتا ہے جو گناہوں کی پاداش میں نازل کیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت اسامہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ هَذَا الْوَجَعَ أَوْ السَّقَمَ رَجَزٌ عَذَبَ بِهِ بَعْضُ الْأَمْسِ قَبْلَكُمْ ثُمَّ بَقِيَ بَعْدَ بِالْأَرْضِ فَيَذْهَبُ الْمَرَّةَ وَيَأْتِي الْأُخْرَى))

(۱) [ترمذی: کتاب الفتن: باب ماجاء فی علامة حلول المسخ والخسف (ح ۲۲۱۲)]

صحیح الجامع الصغیر (۱۰۳/۴) اس سلسلہ میں مزید روایات اور تفصیلات کے لیے دیکھیے

ہماری کتاب: قیامت کی نشانیوں (صفحہ ۱۷۸ تا ۱۸۱)

(۲) [ذم الملاہی، تاریخ دمشق (ج ۱۲ ص ۵۸۲) بحوالہ تحریم آلات الطرب از البانی]

”یہ تکلیفیں اور بیماریاں درحقیقت وہ عذاب ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلی قوموں کو سزا دی تھی۔ (عذاب الہی کی یہ شکل) اب بھی زمین پر باقی ہے کبھی چلی جاتی ہے اور کبھی واپس آ جاتی ہے۔“ (۱)

(۵)..... فتنہ و فساد کا ظہور اور امن و سکون کی بربادی

جس طرح گناہوں کا ارتکاب انسان کی انفرادی زندگی سے امن و سکون اور کچھ چین ختم کر دیتا ہے اسی طرح گناہوں کے سبب اجتماعی طور پر پورے معاشرے سے امن و امان ختم اور فتنہ و فساد پھیل جاتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ غَمَسَ إِذَا بُلِيْتُمْ بِهِمْ وَأَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ تُدْرِكُوهُمْ لَمْ تَظْهَرِ الْفَاسِحَةَ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا إِلَّا فَسَّافِيَهُمُ الطَّاعُونَ وَالْأَوَّاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَّتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضُوا وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أُخِلُّوا بِالسِّنِينَ وَشِدَّةِ الْمَوْتِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مَنَعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ وَلَوْ لَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمَطَّرُوا وَلَمْ يَنْقُصُوا عَهْدَ اللَّهِ وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّا سَلَطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَخَذَ بَعْضُ مَائِي أَيْدِيَهُمْ وَمَالَهُمْ تَحَكُّمُ أَيْمَتِهِمْ بِكِتَابِ اللَّهِ وَتَخْيِيرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ بِأَسْهَمٍ بَيْنَهُمْ)) (۲)

”اے مہاجرین کی جماعت! پانچ خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان میں مبتلا ہو گے (تو نقصان اٹھاؤ گے)، اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان کا شکار ہو جاؤ (اور وہ یہ ہیں):

۱۔ جب کسی قوم میں زنا کاری برسرعام ہونے لگے، تو اس قوم میں طاعون اور ایسی ایسی تکلیفوں والی بیماریاں پھیل جائیں گی جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ ہوئی ہوں گی۔

(۱) [مسلم: کتاب السلام: باب الطاعون والظيرة والكهانة ونحوها (ح ۲۲۱۸)]

(۲) [ابن ماجہ: کتاب الفتن: باب العقوبات (ح ۴۰۱۹) مستدرک حاکم: کتاب الفتن: باب

ذکر خمس بلايا..... (ح ۴ ص ۵۴۰) صحیح الجامع الصغیر (ح ۷۹۷۸)]

۲۔ جس قوم نے ناپ تول میں کمی کی اسے قسط سالی، تنگ زندگی اور ظالم حکمرانوں سے واسطہ پڑے گا۔

۳۔ جس قوم نے اپنے مال کی زکاۃ روکی، اس کے لیے آسمان سے بارش کا سلسلہ روک لیا جائے گا۔ اگر جانور نہ ہوں تو بالکل بارش نہ ہو۔

۴۔ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کیے ہوئے وعدے کو توڑ دیا، اللہ ان پر باہر سے ایسا دشمن مسلط کر دے گا، جو ان کے پاس موجود وسائل پر قبضہ کر لے گا۔

۵۔ جس قوم کے حکمران، اللہ کی کتاب کو نافذ نہیں کریں گے اور اللہ کے نازل کردہ احکام پر عمل پیرا نہیں ہوں گے، اللہ تعالیٰ اس قوم کے درمیان خانہ جنگی پیدا کر دے گا۔“

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَضَى قَوْمًا الْعَهْدَ قَطًا إِلَّا كَانَ الْقَتْلُ بَيْنَهُمْ وَمَا ظَهَرَتْ فَاحِشَةٌ فِي قَوْمٍ قَطًا إِلَّا سَلَطَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِمُ الْمَوْتَ وَلَا مَنَعَ قَوْمَ الزَّكَاةِ إِلَّا حَبَسَ اللَّهُ عَنْهُمْ الْقَطْرَ)) (۱)

”جب بھی کسی قوم میں عہد شکنی کی برائی آتی ہے، ان میں قتل و غارت پھیل جاتا ہے اور جب بھی کسی قوم میں زنا کاری پھیلتی ہے، اللہ تعالیٰ ان پر موت کو مسلط کر دیتے ہیں اور جب کوئی قوم زکاۃ کو روک لے تو (سمجھو اب) اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش کو روک لیا۔“
تمام گناہوں کی سزا دنیا میں نہیں دی جاتی:

یاد رہے کہ تمام گناہوں کی سزا اللہ تعالیٰ اس دنیا میں نہیں دیتے کیونکہ یہ دنیا دار العمل ہے دارالجزا نہیں یہاں انسان کو نیک یا بد ہر طرح کے عمل کا اختیار دیا گیا ہے۔ اچھایا

(۱) [مسندك حاكم، كتاب الجهاد، باب مانقض قوم ... (ج ۲، ص ۱۲۶) السنن الكبرى

للبيهقي (ج ۱۳، ص ۳۴۶) سلسلة الاحاديث الصحيحة (ج ۱، ص ۲۱۹ ح ۱۰۷)]

براہر طرح کا راستہ اپنانے کا موقع فراہم کیا گیا ہے جبکہ روزِ حشر انسان کے ان تمام اعمال کا حساب کتاب ہوگا جو اس نے دنیا کی زندگی میں انجام دیئے۔ اگر تو اس کے اعمال نیک ہوئے اور اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہوئے تو اسے جزا اور صلہ کے طور پر جنت میں جگہ ملے گی اور اگر خدا نخواستہ اس کے اعمال بد نکلے اور اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوئے تو اسے اس کے اعمال کی سخت سزا دی جائے گی۔ گویا جزا اور سزا کا اصل مقام یہ دنیا نہیں ہے ورنہ تمام اعمال کا حساب کتاب اس دنیا میں ہی اگر اللہ تعالیٰ فرمانا شروع کر دیں تو انسانوں کے گناہ اتنے ہیں کہ یہ دنیا فوراً تباہ و برباد کر دی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ ذَاتِهِ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ

مُؤَسَّمٍ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ [النحل: 61]

”اگر لوگوں کے ظلم (گناہوں) پر اللہ تعالیٰ ان کی گرفت کرتا تو روئے زمین پر ایک بھی جاندار باقی نہ رہتا لیکن اللہ تعالیٰ تو انہیں ایک وقت مقررہ تک مہلت دیتا ہے، جب ان کا وہ وقت آجاتا ہے تو پھر وہ ایک ساعت (لمحہ) نہ پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔“

آئندہ سطور میں قرآن و حدیث کی روشنی میں ان شاء اللہ ہم یہ بتائیں گے کہ آخری زندگی میں گناہوں کے کیا کیا نقصانات ظاہر ہوتے ہیں۔



گناہوں کے طبی (جسمانی) نقصانات

اللہ تعالیٰ کے احکام کی قصداً مخالفت کرنے کا نام گناہ ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جن کاموں کا حکم دیا ہے ان پر عمل پیرا ہونے میں خود انسان ہی کا فائدہ ہے اور ان کی مخالفت کرنے سے بھی انسان اللہ تعالیٰ کا عجز نہیں بگاڑتا بلکہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ یہ نقصان دنیوی بھی ہو سکتا ہے اور اخروی بھی، انفرادی بھی ہو سکتا ہے اور اجتماعی بھی، اخلاقی و روحانی بھی ہو سکتا ہے اور مادی و جسمانی (طبی) بھی۔

گناہوں کے مختلف انفرادی و اجتماعی نقصانات کی تفصیل اب ملاحظہ کر چکے ہیں اب آئندہ سطور میں ہم گناہوں کے طبی (جسمانی) نقصانات بیان کریں گے۔ اس سلسلہ میں ہم بعض اہم چند بڑے بڑے گناہوں پر اکتفا کرتے ہوئے مختلف اطباء، اور محققین کے تجربات و بیانات کی روشنی میں ان کے طبی نقصانات پیش کریں گے۔ ممکن ہے گناہوں کے انہی طبی نقصانات کے خوف سے اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کے گناہ سے بچنے اور نیک بننے کی توفیق عطا فرمائے..... آمین!

خود لذتی (جلق رشت زنی) کے طبی نقصانات☆

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا اور اپنی بے بہا نعمتوں سے نوازا ہے۔ اس کے ساتھ اسے یہ بھی بتا دیا ہے کہ دیکھو! شیطان کے دھوکے میں نہ آنا کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، مگر انسان چونکہ طبعاً بے حد عجلت پسند اور جلد باز واقع ہوا ہے اس لیے شیطان بڑی آسانی سے انسان کو اپنے پھندے میں پھانس لیتا ہے۔ پھر انسان کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے تباہی و بربادی کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے اور فطرت سے بغاوت کے جرم میں ناخوشگوار حالات زندگی کی دہکتی آگ میں جلتا نظر آتا ہے۔

یہ سچ ہے کہ قدرت نے محبت و عشق کا مادہ انسان کی فطرت میں ودیعت کر رکھا ہے اور خواہشات نفسانی کا دباؤ اس کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ پھر موجودہ ماحول جس میں وہ اپنے شب و روز بسر کرتا ہے، بے پردگی اور بے حیائی پر مبنی انتہائی اخلاق سوز ماحول ہے۔ گھر گھر میں نی وی، ریڈیو وغیرہ موجود ہیں جن میں عورت مرد کی جنسی محبت کا صبح و شام پرچار کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ وی سی آر اور کمپیوٹر پر ہر طرح کی بے حیائی کی فلمیں دیکھی جاتی ہیں۔ پھر اس ماحول میں مخرب الاخلاق اور جنسی جذبات ابھارنے والے سستے لٹریچر نے نوجوانوں کے ذہنوں کو پراگندہ کر رکھا ہے۔ ایسے ماحول میں جذبات کی رو میں بہہ جانا بڑا آسان ہے مگر خواہشات نفس کے پیچھے بے سوچے سمجھے چل پڑنا قطعاً ناجائز اور کارگشاہ ہے۔ اور یہ گناہ آج کل مہلک و باہ کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے اور نوجوانوں کے اخلاق کو بڑی تیزی سے تباہ کر رہا ہے۔

☆..... از قلم: ڈاکٹر محمد اسلم بھٹی [بالتصرف و انتہدب] بحوالہ: "جوانی کی مضامین" کے

نقصانات ۳: از: محمد ارسلان (ص ۸۳ تا ۹۱)

پچھلے کئی سال سے میرے پاس بے شمار ایسے نوجوان مریض آتے رہے ہیں جنہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنی جوانی تباہ کر لی۔ ان میں اُن پڑھ لوگوں کے علاوہ یونیورسٹی اور کالج کے طلباء بھی شامل ہیں۔ بعض نوجوان شادی کے بعد پریشان ہو جاتے ہیں اور میرے پاس آ کر بڑی عاجزی سے کہتے ہیں:

”ڈاکٹر صاحب! اعزازت کا سوال ہے۔ پیسے کی پروا نہ کریں۔ کوئی اچھی سی دوا تجویز کر دیں۔ اتنے دن شادی کو ہوئے ابھی تک ’کام‘ نہیں ہو سکا جس سے بڑی شرمندگی ہو رہی ہے۔“

ان میں سے بیشتر کیس ایسے تھے جن میں ان مریضوں نے جوانی کی ابتداء ہی بُری عادت، بری صحبت، اور گندی فلموں سے کی۔ اور ان گندی فلموں کو دیکھ کر اپنے ہاتھوں سے اپنی جوانی گنوائی۔ بعض نے تو یہاں تک مجھ سے کہا کہ

”بیوی شریف اور نیک عورت ہے، اس نے کہا ہے کہ ’علاج‘ کروالیں۔“

جبکہ بعض نے یہ بتایا کہ

”بیوی نے کہا ہے کہ میسکے جانے سے پہلے اگر کام نہ ہو تو میں واپس نہیں آؤں گی۔“

اس مسئلے کا دار و مدار زیادہ تر ’مشت زنی‘ پر ہے اور افسوس ہے کہ آج کل یہ مرض عام ہو رہا ہے اور بے حیائی کی حد تک ہو رہا ہے۔ اس لیے اپنے کلینکل تجربے کی روشنی میں اس قبیح مرض ’مشت زنی‘ اور اس کے معز اثرات کے علاج کے حوالے سے چند اہم باتیں پیش کر رہا ہوں کیونکہ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔

مشت زنی (جلیق) اور اس کے بد نتائج

مشت زنی کو Masterbation OR Onanism (’ماسٹریشن‘ یا ’اونانزم‘) کہتے ہیں، اس بری عادت کے نتیجے میں اعصابی کمزوری، جنسی کمزوری، دماغی کمزوری اور خون کی کمی جیسے امراض پیدا ہوتے ہیں جنہیں Nervous Debility from Self Abuse کہا جاتا ہے۔

یہ بری عادت جسم میں برے اثرات پیدا کر کے خوفناک امراض کا موجب بنتی ہے۔ جسم اور دل و دماغ تباہ ہو جاتے ہیں۔ یہ عادت کسی بھی عمر کے لیے مخصوص نہیں۔ چونکہ بد قسمتی سے اس بری عادت کے عادی ہو جاتے ہیں وہ چہرے کا نور اور چمک دکھ بیٹھتے ہیں۔ ان کا رنگ زرد ہو جاتا ہے، آنکھیں اندر دب جاتی ہیں اور آنکھوں کے گرد نیلگوں حلقے پڑ جاتے ہیں، اس کے علاوہ ان کی طبیعت چڑچڑی ہو جاتی ہے اور وہ خود سرکش اور ضدی ہو جاتے ہیں۔ قوت برداشت کی کمی کی وجہ سے ذرا سا مزاج اور دل لگی برداشت نہیں کر سکتے۔ آہستہ آہستہ ان کے قوائے ہاضمہ بھی ماؤف ہو جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں ان کا جسم نحیف اور دماغی طاقتیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ اگر بد قسمتی سے کوئی اور مرض ان پر حملہ آور ہو تو وہ ان کے لیے بڑا شدید اور ان کی قوت برداشت سے باہر ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ معمولی سا بخار بھی تب محرقہ (نی بی) کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

اگر مشت زنی کی بری عادت سن بلوغت کے بعد ہی سے جاری رہے تو دل اور حافظہ بہت کمزور ہو جاتے ہیں۔ خیالات متوحش ہو جاتے ہیں، جسم تباہ ہو جاتا ہے اور اس کی نشوونما بھی رک جاتی ہے۔

مشت زنی کے مریض اکثر سردرد، معدہ پر بوجھ، کھانے کے بعد پیٹ میں مروڑ، ابکائیاں، چھاتی میں درد، طبیعت گرمی گرمی، پڑھائی میں عدم دلچسپی، ماحول سے بے پروائی، اعضاء میں سستی وغیرہ جیسی تکالیف کی شکایت کرتے ہیں۔

مشت زنی کے مریضوں کے چہروں پر خراشدار پھنسیاں نکل آتی ہیں۔ بعض مریض مشقت برداشت نہیں کر سکتے اور جوانی اپنے ہاتھوں وقتی لذت کی وجہ سے ضائع کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ پھر انہیں کھڑا ہونا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔ ایسے مریضوں کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔ مشت زنی کی وجہ سے منی تپکی ہو جاتی ہے اور نہایت خفیف تحریک ہی سے خارج ہو جاتی ہے۔

مشت زنی کے مریض احتلام اور جریان کا ہر وقت شکار بنے رہتے ہیں۔ انہیں پیشاب میں قطرے آتے رہتے ہیں اور بعض اوقات تو پیشاب بلا ارادہ بھی خارج ہونے لگتا ہے جبکہ مشت زنی کے بعض مریض اس کے برعکس ’جس ابول‘ (پیشاب رک جانے) کی بیماری میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔

مشت زنی کے مریض ان جسمانی بیماریوں کی وجہ سے شادی سے بھی باغی ہو جاتے ہیں یا پھر شادی کے بعد خوشگوار ازدواجی زندگی سے محروم ہو جاتے ہیں۔

مشت زنی کا جائز سمجھنے والے ڈاکٹروں کی بے وقوفی:

میرے پاس کراچی یونیورسٹی کے طالب علم جن کا نام الف بیگ ہے، آئے ان کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی جس کا عنوان یہ تھا:

”شادی سے پہلے، شادی کے بعد۔ نوجوانوں کے خصوصی مسائل“

اس کے مصنف تھے ڈاکٹر مبین اختر (ماہر نفسیات، کراچی)۔ اس نوجوان نے بتایا کہ اس کتاب کے مصنف نے اس کتاب کے صفحہ ۲۳۲، ۲۳۳ پر لکھا ہے کہ

”مشت زنی سے جنسی خواہشات اور قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔“

پھر انہوں نے کتاب کے وہ صفحات نکال کر مجھے پڑھائے اور اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ

”مشت زنی سے جنسی سکون کے علاوہ جنسی اور جسمانی صحت میں اضافہ ہوتا ہے۔“

اس مصنف (ڈاکٹر مبین اختر) نے حکیموں کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ

”ان کا علم آج سے ہزار سال پہلے کا ہے جو اب کارگر نہیں۔ اس لیے مشت زنی بھلق

یا خود لذتی گناہ نہیں اور نہ ہی یہ نقصان دہ ہے۔“

اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۵ پر یہ بھی لکھا ہے کہ

”امام احمد بن حنبل کے نزدیک مشت زنی بالکل حلال اور جائز ہے اور یہ کوئی گناہ

نہیں ہے۔“

میں نے اس صاحب زادے سے پوچھا کہ میں تو آپ کو بعد میں بتاؤں گا، پہلے آپ بتائیے کہ آپ کا اس بارے میں کیا تجربہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگا:

ڈاکٹر صاحب! میری حالت تباہ ہو گئی ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر میں کیا، یونیورسٹی میں میری طرح بہت سے طالب علم تباہ ہو رہے ہیں۔ میری حالت تو آپ کے سامنے ہے۔ میری یادداشت ختم ہو رہی ہے، پڑھائی میں دل نہیں لگتا، امتحان کا خوف بھی ہے پھر یونیورسٹیوں کا ماحول بھی مخلوط ہے۔ میں تو جوانی ہی میں برباد ہو گیا ہوں، اسی لیے تو آپ کے پاس علاج کے لیے آیا ہوں!

اس نے بعد میں بتایا کہ میں جمعہ کی نمازِ گلشن اقبال میں پڑھنے گیا، وہاں حضرت والا کے وعظ سے آنکھیں کھل گئیں کہ مشیت زنی کتنا بڑا گناہ ہے۔ اب میں نے اس گناہ سے توبہ کر لی ہے۔ اللہ مجھے معاف کرے۔

مردوں کی طرح بہت سی عورتیں بھی جلق، اور انگشت زنی سے خود لذتی کا شکار ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے ان میں اعصابی کمزوری تو پیدا ہو جاتی ہے اور اس اعصابی کمزوری کے باعث سردرد، دل و دماغ کی کمزوری، طبیعت و مزاج میں سرکشی، اداسی، دنیاوی خوشیوں سے بیزاری، اور اسی طرح کی کئی ایک خرابیاں اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اس بیماری میں مبتلا عورتوں کے حواسِ خمسہ بھدے پڑ جاتے ہیں، خاص کر آنکھوں کے گرد حلقے بن جاتے ہیں اور آنکھیں سرخ اور نظر دھندلی ہو جاتی ہے۔ کئی اقسام کی تشخیصی علامات مثلاً ماہواری کی خرابی، ہسٹیریا، دل کی دھڑکن، رعشہ، مرگی، سکتہ وغیرہ بھی اعصابی کمزوری کے باعث ظاہر ہو سکتے ہیں۔ چہرہ زرد اور پتلا، جلد سخت خشک اور پھٹی ہوئی، چہرے پر پھنسیاں، ہونٹ پیلے اور دانت خراب ہو جاتے ہیں۔

اس نامر اعدادت کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ رحم سخت ہو جاتا ہے، لیکوریا کی شکایت عام ہو جاتی ہے اور بانجھ پن کا خطرہ بھی لاحق ہو جاتا ہے۔

مشت زنی کے طبی (جسمانی) نقصانات ☆

ہاتھ سے سرہنمہ حیات خارج کرنے والے کو 'مخلوق' اور اس قبیح فعل کو 'جلیق' یا 'مشت زنی' یا عربی میں 'اضْمِنًا بِالْيَدِ' کہتے ہیں۔ اس بد خصلت کی ابتداء افریقہ سے ہوئی مگر موجودہ زمانے میں یہ تازیبا عادت اور فعل بد پوری دنیا میں عموماً اور ہمارے ملک میں خصوصاً جاری و ساری ہے۔ دیگر ممالک میں عورتوں اور مردوں کے اختلاط پر کوئی روک ٹوک نہیں ہے اس لیے وہاں کے مرد اور لڑکے زمانہ میں لٹوٹ ہو جاتے ہیں مگر ہماری معاشرتی اقدار کی بناء پر جو لوگ زنا سے ڈرتے ہیں وہ لوگوں سے چھپ کر خود کو ضائع کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس عادت میں اکثر طالب علم، کنوارے لوگ اور ریاضہ کار زادہ و عابد حضرات مبتلا ہوتے ہیں۔

یہ عادت جب ایک مرتبہ کسی کو لگ جائے تو آسانی سے نہیں چھوڑتی۔ ہاتھ کی سخت رگڑ کے باعث پٹھے ذِکْمِي الْحَيْسْتِ ہو جاتے ہیں اور ان میں بار بار تازہ ہوتا رہتا ہے اور اس بیماری میں مبتلا شخص بار بار اس فعل کا ارتکاب کرتا ہے۔ میں یہاں اس غلط فہمی کا ازالہ کر دوں کہ بہت سے بے وقوف لوگ اپنے احباب کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ جلیق لگاؤ اس سے تمہاری طاقت میں اضافہ ہوگا، کیونکہ پٹھوں کی حس بڑھ جاتی ہے اور جلیق کے باعث مادہ متوہ کا مکمل اخراج نہیں ہوتا۔ اس لیے آگے تامل میں بار بار اس کا سہاٹ ہوتی ہے جسے یہ مبتلا طاقت سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ حقیقتاً یہ کمزوری کی علامت ہے۔

مشت زنی سے پیدا ہونے والی خرابیاں:

۱: بعض روایات میں ہے:

((نَايِحُ الْيَدِ يَلْعَوْنَ)) (وفيه ضعف) "ہاتھ سے منی کرانے والا لطفون ہے۔"

۲: [از قلم: حکیم جلیس احمد صدیقی مہضاً (ص ۱۰۱۶۹۲)]

۲: ہاتھ کی سخت رگڑ کے باعث عضوتناسل کے باریک ریشتے مر دار ہو جاتے ہیں اور ان میں دوران خوب رک جاتا ہے جس کے باعث عضومیں ذھیلا پن آ جاتا ہے۔ نیلی نیلی رگیں ابھر آتی ہیں اور عضوتناسل میں انتشار ہونا ختم ہو جاتا ہے۔ یہ کیفیت 'نامردی' کہلاتی ہے۔

۳: بار بار اخراج کی وجہ سے خام منی نکلنے لگتی ہے اور اس کا قوام پتلا ہو جاتا ہے اور ایسی منی اولاد کے کیڑوں (حیوانات المنویہ) سے خالی و عاری ہو جاتی ہے۔ یہ کیفیت 'عقور مردانہ' یا 'مردانہ بانجھ پن' کہلاتی ہے۔

۴: بار بار کی تحریک کی وجہ سے ادعیہ منویہ بھی ذکی الحس ہو جاتا ہے اور اس کی قوت ماسکہ یا قوت اسماکیہ بالکل ختم ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے پاخانہ کے لیے زور لگاتے ہی انزال ہو جاتا ہے۔ یہ چیز ترقی کرتے کرتے اس حالت تک پہنچ جاتی ہے کہ کپڑے کی رگڑ یا محض جماع کے خیال یا عورت سے بات چیت کرنے سے ہی منی کا اخراج ہو جاتا ہے۔

۵: اس فعل کا براہ راست اثر اعضاء ریبرہ پر بھی پڑتا ہے اور وہ کمزور ہو جاتے ہیں۔ اعضاء ریبرہ چار ہوتے ہیں: ۱۔ دل، ۲۔ دماغ، ۳۔ جگر، ۴۔ خصیتین۔

بدن انسانی کی صحت اور تندرستی کا انحصار ان ہی اعضاء کی کارکردگی پر منحصر ہے، اگر ان کے افعال میں خرابی آجائے تو جسم میں بھی خرابی آ جاتی ہے۔ جلق سے ان اعضاء پر مندرجہ ذیل برے اثرات مرتب ہوتے ہیں:

(۱)..... قلب (دل) پر برے اثرات:

جلق (مشت زنی) لگانے سے جسم سے صرف مادہ منویہ کا ہی اخراج نہیں ہوتا بلکہ ایک نہایت قیمتی چیز جسے حرارت غریزی کہتے ہیں، خارج ہو جاتی ہے۔ اس حرارت کی قدر و قیمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس حرارت کے کمزور ہو جانے سے جسم میں بڑھاپے

کی علامات پیدا ہونے لگتی ہیں اور اس کے معدوم ہو جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ جلق سے حرارت غریزی قلب سے نکلنے لگتی ہے جس سے قلب کمزور ہو جاتا ہے اور مجلوق (مشت زنی کرنے والے) کو خفقان، غشی کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔

مشت زنی کرنے والے کے دل سے جرأت اور ہمت رخصت ہو جاتی ہے اور وہ بروقت ڈرا ہوا، اور مارے شرمندگی کے نظریں جھکائے رہتا ہے۔ قلب کی کمزوری کے باعث خون پوری طرح جسم میں دورہ کرانے میں ناکام رہتا ہے اس لیے آلہ تناسل کی جانب بھی دوران خون پوری طرح نہیں پہنچ پاتا جس کے باعث انتشار اور ایسا دگی کامل نہیں ہوتی ہے۔

(۲)..... دماغ پر برے اثرات:

جلق سے دماغ کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ دماغ سے نکلنے والے اعصاب ذکی الحس ہو جاتے ہیں کیونکہ جلق لگانے کے دوران مجلوق اپنی قوت متخیلہ کو استعمال کرتا ہے یعنی کسی عورت یا تصویر کا تصور جمانا ہے اور اس سے انتشار اور ایسا دگی ہوتی ہے۔ اس لیے اس کے اعصاب اتنے کمزور ہو جاتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ عورت کے پہلو میں لیٹے رہنے کے باوجود انتشار پیدا نہیں ہوتا۔

اس فعل سے یادداشت کمزور ہو جاتی ہے، اکثر سر میں درد رہتا ہے، ذرا سی مشقت کرنے یا محض چلنے پھرنے سے یا بیٹھنے سے یا کھڑے ہونے پر آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا ہے اور انزال کے وقت مرد کو لذت کا احساس ہونا بھی ختم ہو جاتا ہے۔

(۳)..... جگر پر برے اثرات:

منی چونکہ خون ہی سے بنتی ہے اور منی کے بار بار اخراج سے خون کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، اس لیے جگر کو بھی زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ اور جو خون بنتا بھی ہے تو وہ منی بنانے میں کام آجاتا ہے جس کے باعث جسم میں خون کی کم ہو جاتی ہے، چنانچہ جسم کی رنگت زرد پڑ جاتی ہے اور بھوک ختم ہو جاتی ہے۔

(۴)..... خصیتین پر برے اثرات:

چونکہ خون سے منی بنانے کی ذمہ داری خصیتین کی ہے، اس لیے منی کے زیادہ اخراج کی وجہ سے ان اعضاء کو بھی زیادہ کام سرانجام دینا پڑتا ہے، بلکہ بعض اوقات انہیں خام منی کا، بلکہ حد تو یہ ہے کہ خالص خون ہی کا اخراج کرنا پڑ جاتا ہے۔ اس لیے یہ کمزور اور ڈھیلے ہو کر لنگ جاتے ہیں اور اوران میں درور رہنے لگتا ہے۔

(۵)..... دیگر اعضاء پر برے اثرات:

اعضائے رئیسہ کے علاوہ مجلوق کی بینائی کمزور ہو جاتی ہے۔ آنکھیں اندر کو دھنس جاتی ہیں۔ آنکھوں کے گڑھلے پڑ جاتے ہیں، چہرے کی رنگت پھکی اور چلی ہو جاتی ہے اور مجلوق دور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص نہ صرف یہ کہ جلق کا عادی ہے بلکہ ضعفِ باہ اور نامردی کی جانب بھی گامزن ہے۔

جلق سے مثانہ بھی متاثر ہوتا ہے اور مجلوق کو پیشاب بار بار آنے لگتا ہے اور اسے پیشاب پر قابو نہیں رہتا۔ زور سے ہنسنے یا وزن وغیرہ اٹھانے سے ہی پیشاب نکل آتا ہے۔ جلق سے کیونکہ دل و دماغ کمزور ہو جاتے ہیں اس لیے مجلوق کو مرگی، فالج، بقوہ، ضعفِ مثانہ، ورم غدہ قدامیہ، عارضہ قلب، ہند کشاد (اس مرض میں پیشاب کی نالی کا سوراخ۔ کان کے سوراخ کے برابر تک بڑا ہو جاتا ہے اور مریض پیشاب اور منی کے انزال پر قابو نہیں رکھ سکتا ہے) ہونے کے امکانات بہت بڑھ جاتے ہیں۔

بیوی کے لیے ناکارہ:

میرے پاس اکثر مجلوق آتے ہیں جن کی شادیاں ہو چکی ہیں مگر وہ اپنی بیویوں کے لیے ناکارہ ہو چکے ہیں۔ بوقتِ خاص انہیں ناکمل ایستادگی ہوتی ہے اور وقتِ دخول یا اس سے قبل ہی ان کو انزل ہو جاتا ہے۔

فرض کریں کہ آپ صحرا میں تہیتی دھوپ میں جا رہے ہیں۔ پیاس سے جلق میں کانٹے

پڑے رہے ہیں اور کوئی شخص آپ کو ازراہ عنایت پانی پینے کے لیے پیش کرتا ہے مگر محض چند قطرے پلا کر مشکیزہ کھینچ لیتا ہے، بتائیے اس وقت آپ کے کرب کا کیا عالم ہوگا؟ کیا آپ اس شخص کی شکل دیکھنا بھی گوارا کریں گے؟ یقیناً نہیں۔ بعینہ یہی عالم مجلوق کی بیوی کا ہوتا ہے۔ اگر وہ شریف عورت ہے تو ساری زندگی وہ گھٹ گھٹ کر گزار دے گی ورنہ وہ دیگر حضرات سے منہ کالا کرے گی۔ اور نہیں تو کم از کم وہ عورت خاندان اور گھروالوں کے سامنے تو اس 'شیر مرز' کی 'مردانگی' کی پول کھول ہی دے گی۔

جلت سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر:

- ۱: تہائی سے گریز کیا جائے۔
- ۲: نیک اور اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے۔
- ۳: نماز کی پابندی کی جائے۔
- ۴: تیز مرج مصلحوں، گرم اور محرک چیزوں سے احتراز کیا جائے۔
- ۵: فحش گوئی سے پرہیز کیا جائے۔
- ۶: بد نظری سے مکمل پرہیز کیا جائے۔
- ۷: ورزش کو معمول بنایا جائے۔
- ۸: روزے رکھیں جائیں۔ [مؤلف]

’خود لذتی‘ سے بچاؤ کی نفسیاتی تدابیر اور ماہرین جنسیات ☆

وہ والدین جو اپنے بچوں کو خود لذتی کا شکار پاتے ہیں اور وہ نوجوان جو اس عادت میں مبتلا ہیں کم از کم اس بات میں ضرور کوشاں ہیں کہ کوئی ایسا طریقہ معلوم ہو جائے جس سے یہ عادت اگر یکسر چھوڑی نہ جاسکے تو کم از کم اس پر قابو ہی حاصل ہو جائے۔ ماہرین جنسیات نے اس کے چند طریقے بتائے ہیں جن پر ہم بحث کریں گے۔

۱۱۰..... (ایضاً ص ۱۰۱ تا ۱۱۲) از قلم: حکیم محمد طارق محمود دہشتالی

یہ عادت بچپن ہی سے شروع ہو جاتی ہے، اس افسوس کن حقیقت کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا۔ اپنے جسم کے حصوں کو جاننے کی کوشش میں یا جنسی اعضاء میں کسی تکلیف کے باعث بچہ بہت جلد اس لذت کو معلوم کر لیتا ہے جو ان اعضاء سے متعلق ہے۔ اس لیے جب کسی بچے کو اس عادت سے لطف اندوز ہوتے دیکھیں تو اس کی توجہ کسی دوسرے دلچسپ مشغلہ کی طرف مبذول کروادیتے۔ اسے ڈرائے دھکائے نہیں اور نہ ہی اس کو اس کی اہمیت کا احساس دلایئے۔ بعض والدین بچوں کو اس عادت سے بچانے کے لیے ڈھیلے ڈھالے پاجامے اور قمیص پہناتے ہیں اور سروں اور آستینوں کو باندھ دیتے ہیں تاکہ بچہ اپنے اعضاء سے کھیل نہ سکے۔ اس سے الٹا اثر ہوتا ہے اور بچہ اس عادت کی طرف اور زیادہ رجوع کرتا ہے۔ بالخصوص جن حالات میں بچے اپنے والدین کی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں تب وہ ان ممنوعات میں پھنس جاتے ہیں۔

بعض ممالک میں دھات کے ایسے آلات بنائے گئے جو لڑکے اور لڑکیوں کے جنسی اعضاء پر کس دیئے جاتے ہیں تاکہ بچہ ان سے کھیل نہ سکے۔ یہ مصنوعی آلات بچوں کے ذہنوں کو ہر وقت جنسی اعضاء کے متعلق ہی سوچنے کی دعوت دیتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ایسی خواہش بھی بیدار کر دیتے ہیں جن سے اعضاء میں اور بھی کھجلی پیدا ہوتی ہے۔

عرصہ دراز تک معلم اخلاق اور ڈاکٹر اس عادت سے متنفر کرنے کے لیے ڈرانے اور دھکانے کے طریقہ کو استعمال کرتے رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو بچے اس عادت میں پھنس جاتے ہیں وہ اپنے والدین سے چھپ کر اس کو انجام دیتے ہیں۔ بعض والدین تو جسمانی تکلیف پہنچا کر اس عادت کو چھرانے کی کوشش کر چکے ہیں لیکن بے سود۔ بچوں سے اس کے برے اثرات کا اظہار کرنا اور اس طرح جدید تاسف پیدا کرنے کی کوشش کرنا بھی بے نتیجہ ثابت ہوا ہے۔ کچھ بڑے تو ممکن ہے اخلاقاً اور جسمانی سزا سے بچنے کے لیے اراداً اس عادت کو ترک کر سکتے ہوں لیکن چھونے بچنے بالکل نہیں۔ ڈاکٹروں کے پاس

اکثر بچے لائے جاتے ہیں جن کے جنسی اعضاء میں کوئی تکلیف ہوتی ہے۔ یہ تکلیف بچوں کو جنسی اعضاء کی طرف زیادہ متوجہ کرتی ہے اور وہ اس عادت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جتنے بھی جلدی امراض ہیں مثلاً پھنسیاں، پھوڑے، کھجلی سب کی سب خود لذتی کی محرک بن سکتی ہیں۔ اس حالت میں بچے کی عادت کو چھڑانے سے پہلے ان امراض کا کلی علاج ضروری ہے۔

وہ بچے اور جوان جو کثرت سے اس عادت میں مبتلا ہیں ان کا بس ایک ہی نفسیاتی علاج ہے، خصوصاً نوجوان طبقہ جو جنسی تسکین کے فطری ذرائع کی غیر موجودگی سے اس عادت کو اپنائے ہوئے ہے، اخلاقی نصیحت یا سزا سے اس عادت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اسے کسی ہمدرد ڈاکٹر یا ناصح کی ضرورت ہے جو بڑی ہمدردی سے اس کی تکلیفوں کو سنے اور اگر خود مریض بھی پر خلوص طریقے سے اس عادت کو چھوڑنا چاہے تو یہ ناممکن کام ممکن ہو سکتا ہے۔ وہ تمام نوجوان جو اس عادت سے بد حال ہو چکے ہیں اور بالکل مایوس ہو گئے ہیں ان کو ہمت ہارنا نہیں چاہیے۔

اس عادت کے ہر فرد پر جداگانہ اثرات ہوتے ہیں کچھ مریض تو ایسے ہوتے ہیں جو کسی بات کی پروا نہیں کرتے اور اس عادت کو اپنائے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر کثرت خود لذتی کے حقیقی اثرات کو ظاہر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اس کی روک تھام کی کوشش کریں۔ یہ عادت ان اشخاص پر سب سے زیادہ برے اثرات ڈالتی ہے جو اپنی اس عادت کو حد سے زیادہ چھپانے کی کوشش بھی کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ شرمندہ اور پریشان بھی ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے ہیبت ناک اثرات اتنے گہرے اتر جاتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یا تو وہ پاگل ہو جائیں گے یا مفلوج ہو کر رہ جائیں گے۔ وہ اپنے آپ کو ہر بات کے لیے نااہل سمجھتے ہیں۔ مردوں اور عورتوں سے دور بھاگتے ہیں اور وہ یقیناً ذلت کی زندگی گزارتے ہیں یا کتا کر خودکشی کر لیتے ہیں۔ ایسے افراد کے لیے ضروری ہے کہ ہم ان کو خود ساختہ ذلت

و تقویت کی دنیا سے نکالیں اور اس عادت کے باعث جذبات پر مرتب ہونے والے گہرے اثرات کو ان پر واضح کر دیں اور بتائیں کہ وہ تہا اس عادت میں مبتلا نہیں اور اس وقت اس کے تباہ کن اثرات پڑتے ہیں جب کہ یہ کثرت سے کی جائے اور اس کو ترک کیا جاسکتا ہے۔ انہیں یہ بھی سمجھانے کی ضرورت ہے کہ اس عادت کے جسمانی اثرات زائل ہو جاتے ہیں۔ اگر مریض یہ سمجھ گیا تو پھر وہ بہ آسانی خود اعتمادی پیدا کر سکتا ہے جو اس کو ترک کرنے کا واحد علاج ہے۔

وہ ایک اور غلط فہمی کا شکار ہوتا ہے کہ اس کا چہرہ دیکھتے ہی لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ وہ کس مکروہ عادت کا شکار ہے۔ عام لوگ تو خیر الگ رہے خود ایک ماہر ڈاکٹر بھی چہرہ دیکھ کر اس کا [مکمل طور پر] پتہ نہیں لگا سکتا۔ ہاں اگر چہرے سے ناامیدی، تھکاوٹ برسی ہے اور انسان مر جھایا ہوا نظر آتا ہے تو اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ خود لذتی میں مبتلا ہے۔ لہذا یہ خیال ترک ہی کر دینا چاہیے کہ کوئی دیکھ کر اس کی عادت معلوم کر لے گا۔

اگر مریض میں خود اعتمادی پیدا ہوگئی تو اس کا احساس شرم ختم ہو جائے گا۔ ایسے مریضوں کو یہ بھی بتایا جائے گا کہ اس عادت سے ان کی سماجی زندگی میں کوئی فرق نہیں آیا اور ان کی ہمت اور بھی بڑھ جاتی ہے اور وہ زیادہ کامیابی سے اس عادت پر قابو حاصل کر لیتے ہیں۔ اس طرح خود اعتمادی پیدا کرنے کے بعد ایسی دواؤں کا استعمال کرایا جاسکتا ہے جو ان کی جنسی خواہشات کو وقتی طور پر کم کر دیں اور آرام کی نیند سلا سکیں۔ لیکن ان دواؤں کی عادت نہیں ڈالنا چاہیے۔ جہاں تک عضوی خرابیوں کا تعلق ہے تو ان کے لیے ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہیے۔ دواؤں کی یہ امداد اس عادت کو چھڑانے میں بہت کم حصہ لیتی ہے۔ اصل علاج تو صحیح نظریات کا قائم کرنا ہے اور ان صحیح نظریات کو اس عادت کے چھڑا دینے کے قابل سمجھنے میں ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ مریض اگر پر خلوص طریقہ سے کوشش کرے تو وہ اپنی اس عادت کو چھوڑ سکتا ہے۔ (سیکس انیڈھیلتھ بحوالہ جنسی زندگی)

عورتوں میں خود لذتی اور اس کا علاج:

مرد کی طرح عورتیں بھی جن مختلف طریقوں سے خود لذتی حاصل کرتی ہیں ان کا ذکر عمل آزیں بھی ہو چکا ہے۔ عورت اپنی انگلی کے ذریعے یا دوسرے طریقوں سے جنسی تسکین کے حصول کی جو کوشش کرے ان سب کا وہی حکم ہے جو مردوں کی خود لذتی کا ہے، جن کی تفصیل گزر چکی ہے۔ البتہ عورت کی ان حرکتوں میں چونکہ مرد کے مقابلہ میں عمل کافی بڑھ جاتا ہے، اس لیے قیاس ہے کہ اس کی حرمت اور ممانعت بھی اسی نسبت سے بڑھی ہوگی۔

ڈاکٹر فہرسٹریس مور کے مشاہدات: ڈاکٹر فہرسٹریس مور کا کہنا ہے کہ خود لذتی

میں طوط عورتوں کو:

۱: بات بات پر غصہ آ جاتا ہے۔

۲: ان کے چہرے کی رونق غائب ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر ایفل کے تجربات کے مطابق: ایسی عورتیں زود حس اور حساس ہو جاتی ہیں، ان

میں ہر چیز کی محبت غالب آ کر زندگی کو تنگ کر دیتی ہے۔ وہ اس طرح کہ یہ عورتیں ایک موذی چیز مثلاً سانپ کو دیکھتے ہی بہت زیادہ خوف زدہ ہو جائیں گی، لیکن اسے مارنے کے سلسلے

میں ان کی حس تبدیل ہو جائے گی۔ لہذا خطرہ رہے گا کہ وہ سانپ زندہ بچ گیا تو کسی کو ڈس

لے گا۔ ایسی خواتین میں ڈپریشن اور نفسیاتی امراض اتنے زیادہ ہو جاتے ہیں کہ وہ شراب

کے رسیا کی طرح روز بروز اپنے ذہنی زیادہ کو ختم کرنے کے لیے اس فعل کو بدھاتی چلی جائیں

گی حتیٰ کہ وہ ایسے رخ میں پہنچ جائیں گی جہاں سے لگتا محال ہے۔ ایسی خواتین کو اکثر حمل

نہیں ہوتا، اگر ہوتا ہے تو اسقاط ہو جاتا ہے بلکہ بعض خواتین کو رحم میں درم ہو جاتا ہے

اور مخصوص رطوبت رحم کم ہو کر مزید اس میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ (بحوالہ جنسی جوانی اور ہم)



نشہ اور غشیات کے جسمانی و طبی نقصانات ☆

امراض تنفس:

نشہ کرنے والوں کی اکثریت امراض تنفس کا شکار ہو جاتی ہے سگریٹ کے ساتھ ہیروئن کے کش لگانا سونے پر سہاگہ کا کام کرتے ہیں۔ پھیپھڑوں میں زخم اور سانس کی نالیاں تنگ ہو جاتی ہیں۔ انفون، چرس اور بھنگ کے عادی افراد کے پھیپھڑوں میں ملغم جم جاتی ہے۔ نالیاں اور پھیپھڑے خشک ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹری ادویہ بھی یہی کام انجام دیتی ہیں۔ ان سے مراد وہ ادویہ ہیں جو بطور نشہ استعمال ہوتی ہیں۔ پھیپھڑوں کی حرکات ست ہو جاتی ہیں چنانچہ بے بے سانس لینے پڑتے ہیں، جبکہ جسم کو آکسیجن کم ملتی ہے۔

ان غشیات کا استعمال کرنے والے تپ دق (ٹی بی)، دمہ، برو نکائی ٹس اور سانس لینے میں دقت کا سامنا کرتے ہیں۔ ان کے اعضاء تنفس میں زخم، ورم اور سوراخ ہو سکتے ہیں جن کی وجہ سے منہ یا ناک کے ذریعہ خون جاری ہو سکتا ہے اور موت چند قدم دور رہ جاتی ہے۔

امراض معدہ اور غشیات:

تمام منشی اشیاء معدہ کے گیسٹک جوس پر برا اثر ڈالتی ہیں اور کچھ غشیات گیسٹک جوس کی پیداوار کو کم کرتی ہیں۔ کچھ ایسی ہیں جن سے گیسٹک جوس کی پیداوار بڑھ جاتی ہے جن سے بڑھتی، سوزش معدہ، زخم معدہ، معدہ کا سرطان، بھوک میں کمی، متلی اور خون قے کی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں۔ بعض نشے قبض اور بعض پیش لگادیتے ہیں۔ ہر نشہ کرنے والا شخص معدہ کے ان امراض میں ضرور مبتلا ہوتا ہے اور وہ لوگ احتقوں کی سوچ رکھتے ہیں جو نشہ کرتے اور اس

☆..... [از قلم: حکیم محمد عباس، بحوالہ: ”معاہد کا علاج“ (ص ۲۵۶ تا ۲۷۲) از قلم: حکیم

محمد اسلم شاہیں]

خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ ہم آج اگر ان امراض کا شکار نہیں ہوئے تو کل بھی بچے رہیں گے۔ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اگر کسی درخت کے تنے پر روزانہ آری چلائی جائے تو وہ ٹوٹ کر ضرور گرے گا۔ میں نے یہاں نشہ کے ذریعے لاحق ہونے والے جو امراض بتائے ہیں وہ ہر نشہ کرنے والے کو ضرور ہوتے ہیں۔ یہ میرا تجربہ ہے اور میں نے اپنی آنکھوں سے نشہ کرنے والوں کو ان امراض کا شکار ہوتے دیکھا ہے۔

دماغی امراض اور منشیات:

سب سے زیادہ مضر اثرات دماغ پر ظاہر ہوتے ہیں بلکہ پہلی سٹیج میں نشہ کرنے والا دماغی امراض میں مبتلا ہوتا ہے۔ دماغ کی کارکردگی سب سے پہلے ست ہوتی ہے جس سے جسم کے ہر نظام کا فعل ست پڑ جاتا ہے۔ وہ دماغی امراض جو نشہ سے لاحق ہوتے ہیں ان میں نسیان، مرگی، سرچکراتا، نیند میں کمی، مالی خولیا، پاگل پن، سوچنے اور قوت فیصلہ میں کمی قابل ذکر ہیں۔

اعصابی امراض اور منشیات:

جسم میں خشکی اور زہریلے مادوں کی کثرت کی وجہ سے، رعشہ، فالج، بڑکھڑاتی چال، حرکت میں سستی اور اعصابی تناؤ پیدا ہوتا ہے۔

امراض جگر اور منشیات:

نشہ کرنے والے کا جگر خون بنانے سے قاصر ہو جاتا ہے، بہت کم خون پیدا ہوتا ہے اور خون کی کمی سے چہرہ کی زردی، یرقان، جگر کا سکڑ جانا یا متورم ہو جانا جیسے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

منشیات اور جسمانی کمزوری:

مریض دن بدن سوکھتا چلا جاتا ہے، اسے سردی گرمی برداشت نہیں ہوتی کیونکہ جس آدمی کے پھیپھڑے، دماغ، معدہ اور جگر تباہ ہو چکے ہوں وہ سوکھ کر کانا نہیں بنے گا تو اور کیا ہوگا۔

قوت مدافعت میں کمی:

جسم میں بیماریوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رہتی۔ ایسا مریض بیماریوں کا بہت جلد شکار ہوتا ہے۔ اگر کوئی دہائی مرض پھیلے تو سب سے پہلے نشہ کرنے والے اس کا شکار ہو کر لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔

امراض کا دبے رہنا:

نشہ کرنے والے کے جسم میں بعض شدید قسم کے امراض موجود ہوتے ہیں لیکن بے حسی کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتے مثلاً اگر کسی کے گردہ میں پتھری ہے تو درد محسوس نہیں ہوتا تب پتہ چلتا ہے کہ جب پتھری بڑی ہو کر پیشاب پر اثر انداز ہوتی ہے اور گردہ میں شدید درد کی لہریں پیدا ہوتی ہیں۔

نشیات اور جلدی امراض:

نشہ کرنے والے خارش، چہرے پر جھریاں، جلد کی خشکی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

گردوں پر اثر:

نشہ کرنے والے کے گردے خون سے گندے مادے صاف کرنا کم کر دیتے ہیں اور بعض اوقات گردوں کے مسام بند ہونے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ پیشاب میں خون آتا ہے۔ گردے ٹھیل ہو جاتے ہیں۔ کبھی پیشاب بہت زیادہ آتا ہے لیکن زیادہ تر پیشاب بننا بند ہو کر موت واقع ہو جاتی ہے۔

نشہ اور ناکمل اولاد:

نشہ کرنے والوں کے ہاں جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ دماغی طور پر کند ذہن یا کسی پیدائشی خرابی میں مبتلا ہوتی ہے۔ ان کے بچے کمزور اور مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔

بیضالی میں کمزوری:

نشہ کرنے سے جسم میں سوکست (خشکی) بڑھ جانے کا اثر آنکھوں پر بھی پڑتا ہے اور

نظر دن بدن کمزور ہو جاتی ہے۔ آنکھوں کی حفاظت کرنے والی ضروری رطوبات کا اخراج رک جاتا ہے اور آنکھوں کے مسلز (پٹھے) سکڑ جاتے ہیں۔

خانہ پر پادی:

نشہ کرنے والوں کی بیویاں طلاق لے لیتی ہیں، بھائی بہن ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، اولاد بھی آنکھیں پھیر لیتی ہیں۔ نشہ پر جو رقم خرچ ہوتی ہے اس سے آدی محلوں سے نکل کر در در کا محتاج ہو جاتا ہے۔ کوئی اس سے بات کرنا گوارا نہیں کرتا اس ڈر سے کہ کہیں لوگ مجھے بھی نشی نہ سمجھنے لگیں۔

نشہ اور چوری:

ہر نشہ کرنے والا عموماً چور ضرور ہوتا ہے کیونکہ کسی کے پاس قارون کا خزانہ نہیں ہوتا کہ بغیر کمائے ہاتھ پر ہاتھ دھرا بیٹھا رہے اور دولت کو نشہ میں لٹاتا جائے۔ اس نشہ کی طلب پوری کرنے کے لیے رقم نہ ملنے کی صورت میں پہلے یہ گھر میں چوری کرتا ہے اور پھر لوگوں کی دکانوں سے چوری چکاری کرنے لگ جاتا ہے۔

جوانی کی موت اور نشہ:

عام طور پر نشہ کے عادیوں کو نو جوانی ہی میں مرتے دیکھا گیا ہے۔ شاذ و نادر ہی کسی بیماری کے باعث یا حادثہ کی وجہ سے 'نو جوان' مرتے ہیں لیکن اکثریت انہی (نشہ کرنے والوں) کی ہوتی ہے۔ نشہ دل و دماغ، جگر، معدہ اور گردوں کو ناکارہ کر دیتا ہے اس لیے انسانی زندگی کی گاڑی ان کے بغیر چلنا محال ہے جس کی وجہ سے نشہ کرنے والے جوانی کی عمر میں مر جاتے ہیں۔

اب آئندہ سطور میں آپ تمام نشہ آور اشیاء کے نقصانات کا الگ الگ تفصیلی ذکر ملاحظہ فرمائیں۔

سگریٹ اور تمباکو نوشی کے بھیاک اثرات

سگریٹ اور تمباکو نوشی ایسا دروازہ ہے جو نشہ کی دنیا میں لے جاتا ہے۔ ہر نشہ کرنے والا پہلے سگریٹ پیتا ہے اور بعد میں دیگر نشہ آور چیزوں کا شکار ہو کر موت کی نیند میں چلا جاتا ہے اور ایسے لوگ بھی دیکھنے میں آتے ہیں کہ جو اسی (۸۰) تا سو (۱۰۰) سگریٹ روزانہ پیتے ہیں۔ ان کی سانس کی نالیوں میں کوئین تہہ در تہہ جمی ہوتی ہے۔ اس لئے پھپھروں میں زخم پیدا ہوتے ہیں۔ سگریٹ پینے والا کسی بھی گیس کا خاتمہ کرتا جاتا ہے۔ زیادہ نقصان انہیں پہنچتا ہے جو سگریٹ پینے والے کے پاس بیٹھتے ہیں۔ ان کا دھواں ان کے پھپھروں میں جا کر خرابیاں پیدا کرتا ہے۔ اگر ٹی بی والے سگریٹ نوش کا دھواں کسی اور کے پھپھروں میں چلا جائے تو سوچیں اس غریب کا کیا حال ہوگا۔

آج کل ریل، بس، ایئر پورٹ اور تفریحی مقامات پر سگریٹ کے دھوئیں کے مرغولے نظر آتے ہیں اور سگریٹ نوشی سے نفرت کرنے والے مجبور ہوتے ہیں کہ وہ بھی دوسروں کے منہ سے نکلا ہوا مضر صحت دھواں اپنے پھپھروں میں پہنچائیں لہذا سگریٹ کی ڈبیوں پر لکھنے کی بجائے عملی طور پر ریل، بس اور دیگر عوامی مقامات میں سگریٹ نوشی ممنوع ہونی چاہیے۔

سگریٹ نوشی کی تاریخ:

☆..... ۱۳۹۲ء میں معلوم کیا۔

☆..... ۱۵۵۶ء میں امریکی سرخ باشندوں سے سیکھا۔

☆..... ۱۵۶۵ء امریکہ سے برطانیہ پہنچا۔

☆..... ۱۷۵۰ء پہلا امریکی سگار جنوبی امریکہ میں۔

☆..... ۱۷۸۸ء کارخانہ سگار ہمبرگ

- ☆..... دوسری جنگ عظیم میں ۲۵ کروڑ سگریٹ روزانہ برطانیہ میں تیار ہوتے تھے۔
- ☆..... دل کے سومریضوں میں سے ۹۹ سگریٹ نوش ہوتے ہیں۔
- ☆..... دل کے درد اور سگریٹ نوشی کا گہرا تعلق ہے۔
- ☆..... برطانیہ میں سالانہ ۴۰ ہزار سگریٹ نوشی کی وجہ سے دل کی شریانیں سکڑ جاتیں ہیں جس کی وجہ دل کا صحیح دوران خون متاثر ہو جاتا ہے۔

سگریٹ میں دس زہر:

- ☆..... ٹکوئین: ۲۰ ملی گرام فی سگریٹ جو مہلک زہر کتے تک جانور کے لیے کافی ہے کتے کو ۱۰ فیصد لوٹن ۳، ۴ منٹ میں ہلاک کر سکتا ہے۔
- ☆..... کاربن مانو آکسائیڈ: دھوئیں میں اڑھائی فیصد (ہرکلو) خون کے سرخ مادہ میں جذب ہو کر سانس کو روکتی ہے اور زیادتی پر موت واقع ہو جاتی ہے۔
- ☆..... گار سینو جنک: کینسر پیدا کرنے والا ۱۶ کیمیائی مادہ، اس کے دھوئیں سے جانوروں پر تجربہ کرنے سے کینسر پیدا کرنا ثابت ہوا۔
- ☆..... بھاپ بن کر اڑنے والا مہلک تیزاب۔
- ☆..... کر بول: یہ بھی مہلک زہر ہے۔ (سانائیڈ)
- ☆..... سکھیا: جو سگریٹ کے دھوئیں میں پایا جاتا ہے۔ اگر کسی جانور کو کھلایا جائے تو وہ سر کے بل لوٹ لوٹ کر دم توڑتا ہے۔
- ☆..... امونیا: یہ بھی مضرت ہے۔ اس سے دم گھٹنے لگتا ہے، پھپھروں کو جلا کر دائمی تکلیف میں مبتلا کرتا ہے۔
- ☆..... کولتار: یہ بھی زہر ہے۔ ایک کلوروزانہ ایک سال تک پینے پر ایک پیالہ کولتار کے مساوی ہے جو مہروں کو جانے والی باریک نالیوں کو مفلوج کر دیتی ہیں علاوہ ازیں مہروں کی اندرونی جلد کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔

☆..... فضول اور لاکھل: یہ بھی مہلک زہر ہے۔

یہ وہ تمام زہر ہیں جو ایک عام سگریٹ نوش کے جسم میں جذب ہوتے ہیں جو اس کی شاداب اور شگفتہ زندگی کو خشک کر دیتے ہیں اور وہ خوف، دہشت، کمزوری، ذہنی الجھن، کھٹکھٹ، انتشار کا شکار ہو جاتا ہے جو زندہ رہ کر بھی زندگی کو ترستا ہے۔

ہر سگریٹ پینے والا یہی کہے گا کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں نقصان ہی نقصان ہے لیکن پھر بھی یہ پئے جا رہے ہیں۔ سگریٹ نوش کو دھواں اڑانے سے صرف وقتی طور پر نفسیاتی سکون ملتا ہے۔ سگریٹ نوشی کرنے والوں نے اس کے جواز میں کئی تادیلیں گھڑ رکھی ہیں مثلاً:

”اگر ہم سگریٹ نوشی چھوڑ دیں تو گیس پیدا ہو جاتی ہے، ہمیں کھانا ہضم نہیں ہوتا، قبض کی شکایت ہو جاتی ہے، سکون ختم ہو جاتا ہے..... وغیرہ۔“

یہ سب بہانہ بازی ہے، سگریٹ نہ چھوڑنے کی نیت ہے وگرنہ سو سگریٹ روزانہ پینے والوں نے بھی یلکھت سگریٹ بند کیے لیکن کوئی خاص رد عمل نہیں ہوا۔ اگر کچھ علامات پیدا ہو جائیں تو ان کا علاج بھی ہو سکتا ہے۔ قبض دور کی جا سکتی ہے، گیس کا خاتمہ بھی علاج معالجہ سے ہو سکتا ہے۔ سگریٹ چھوڑنے سے جو علامات پیدا ہوتی ہیں ان کا تو کامیاب علاج ہے لیکن سگریٹ نوشی جاری رکھنے سے جو بیماریاں پیدا ہوں گی کبھی آپ نے غور کیا کہ ان کا علاج کتنا مشکل ہے!

۱۷ جون ۱۹۶۸ء کو امریکی سائنس دانوں نے کتوں کو سگریٹ نوشی کا عادی بنا کر مصنوعی طور پر ان کو پھیپھڑوں کے امراض میں مبتلا کیا تاکہ ”کلوٹین“ تمباکو کے زہر کے اثرات کا مشاہدہ کیا جاسکے۔ امریکی ایسوسی ایشن کانگریس کے بموجب سائنسدانوں نے دس کتوں کا انتخاب کیا۔ کتوں کے انتخاب کی اصل وجہ یہ ہے کہ کتوں کے پھیپھڑے اور عضلات انسانی پھیپھڑوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ کتوں کو روزانہ ۱۲ سگریٹ کا باقاعدہ طریقہ سے عادی

بنایا گیا کیونکہ سگریٹ نوشی کا عادی انسان بھی روزانہ اوسطاً اتنے ہی سگریٹ پیتا ہے۔ کتوں نے ابتداءً بچوں کی طرح کھانا شروع کیا۔ ان کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور وہ بیمار ہو گئے۔ جب انہیں سگریٹ نوشی کے کمرے کی طرف لے جایا جاتا تو وہ دم ہلا کر اپنی خوشی کا اظہار کرتے۔ تجربہ کے دوران قلب و خون کے امراض میں مبتلا ہو کر ان میں سے پانچ کتے مر گئے اور بقیہ تمام کتوں کے پھیپھڑے متاثر ہو گئے۔ [ماخوذ از رہنمائے دکن جون ۱۹۶۸ء]

آکسفورڈ یونیورسٹی کے سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق جو لوگ ۳۳ برس سے کم عمر میں سگریٹ پینا چھوڑ دیتے ہیں ان کے لیے پھیپھڑوں کے کینسر کا خطرہ ۹۰ فیصد سے زیادہ کم ہو جاتا ہے اور جو لوگ پچاس برس کی عمر میں سگریٹ نوشی چھوڑتے ہیں ان میں پھیپھڑوں کے کینسر کا خطرہ پچاس فیصد سے کم ہوتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اب یہ بات بھی ثابت ہو گئی ہے کہ سگریٹ چھوڑنے کے لیے کسی عمر کی قید نہیں ہے۔ یہ تحقیق انگلینڈ میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے سائنسدانوں نے کی جس کے نتائج برطانیہ کے میڈیکل جرنل میں شائع کئے گئے ہیں۔ پھیپھڑوں کے سرطان سے سب سے زیادہ وہ لوگ ہلاک ہوتے ہیں جو سگریٹ نوشی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ۲۰ سے زائد بیماریوں کا تعلق تمباکو سے بھی ہے جن میں دل کی بیماری اور مٹانے کا کینسر شامل ہے اس تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ سگریٹ پینے سے پھیپھڑوں کو جو نقصان پہنچتا ہے اس میں کوئی بیماری ایسی ہوتی ہے جس کا کوئی علاج ہی نہیں ہے۔ [بحوالہ روزنامہ خبریں ۱۸ ستمبر ۲۰۰۰ء]

پریس ایڈیٹور انٹرنیشنل نے برازیل کے ماہرین کے حوالے سے یہ خبر دیتے ہوئے کہا ہے کہ ”سگریٹ پینے سے جسم میں ایک طرح کا زہر پھیل جاتا ہے جو جنسی لطف اٹھانے میں رکاوٹ بنتا ہے۔“ [بحوالہ ’راہنما‘ یکم مارچ ۱۹۸۲ء]

’میڈیا میڈیکا‘ میں ڈاکٹر جیلانی نے تحریر کیا ہے کہ تمباکو سے خون کا دباؤ گھٹ جاتا ہے اور اس کی زیادتی سے (قومہ اور) موت واقع ہو سکتی ہے۔ سگریٹ نوشی کرنے سے تپ

دق (ٹی بی) کا ڈر ہوتا ہے۔ سانس کی نالیاں تنگ ہو کر دمہ کا خطرہ بھی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں نیند میں کمی واقع ہو جاتی ہے، ضعف باہ ہو جاتا ہے، جسم میں وٹامنز کی شدید کمی، گلے کی سوزش اور معدہ کی نالی میں خراش واقع ہو جاتی ہے۔ امراض قلب اور ہائی بلڈ پریشر کے مریضوں کے لیے تمباکو نوشی انتہائی مضر ہے۔ اس سے دانت سیاہ ہو جاتے ہیں اور زبان پر زخم بن جاتے ہیں، منہ کے اعضاء یا پھیپھڑوں میں سرطان پیدا ہو جاتا ہے جس سے سگریٹ نوش طبعی موت مرنے سے پہلے مر جاتا ہے۔ سگریٹ پینے والے کا مزاج گرم رہتا ہے۔ گھر میں بیوی بچوں یا ماں باپ سے لڑتا جھگڑتا رہتا ہے اور دفتر میں اپنے ساتھیوں پر سختی کرتا ہے۔ ایسا آدمی معاشرے اور مذہب سے ہٹ کر رہ جاتا ہے اسی وجہ سے کسی کو طے ملانے سے کتراتا ہے کہ دوستوں میں بیٹھ کر دھواں چھوڑوں گا تو وہ نفرت کریں گے۔ رمضان المبارک کے روزے سگریٹ پینے والے کم ہی رکھتے ہیں کیونکہ سگریٹ کے دھوئیں سے طویل جدائی انہیں برداشت نہیں ہوتی۔ ایسے کم ظرف اور بد قسمت لوگ نماز، روزہ بھی چھوڑ دیتے ہیں سگریٹ نہیں چھوڑ سکتے۔ تمباکو نوشی کرنے والا بسوں میں صحیح طور پر سفر نہیں کر سکتا کہ جب بھی سگریٹ سلگائی جائے تو عورتیں ٹوک دیتی ہیں کہ ہمیں تے آتی ہے۔ سگریٹ چٹا بند کرو۔ اس نامراد سگریٹ کی وجہ سے الٹی سیدھی باتیں سننا پڑتی ہیں۔

سگریٹ چھوڑنے کا طریقہ:

سگریٹ چھوڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ یکلخت اسے چھوڑ دیں کیونکہ جو ایک ایک کم کر کے چھوڑنے کا کہتے ہیں اس طرح وہ پھر سگریٹ کی مقدار بڑھانا شروع کر دیتے ہیں لہذا اپنت نیت اور ارادہ کر کے یکلخت اسے چھوڑ دیں اور اپنے دوست احباب میں تشہیر کر دیں کہ میں نے سگریٹ چھوڑ دیتے ہیں تاکہ دوبارہ پینے کا حوصلہ نہ رہے کہ یہ کیا سوچیں گے کہ کل سگریٹ چھوڑنے کا کہا اور آج پھر پی رہا ہے۔ سگریٹ چھوڑتے ہی آپ دوسرے سگریٹ نوشوں کو سمجھائیں تاکہ آپ کے جذبات کی تسکین ہو اور سگریٹ کے خلاف مزید نفرت ذہن

میں آئے۔ سگریٹ چھوڑنے کے بعد خدا نخواستہ اس کی طلب محسوس ہو تو بھونکی مکئی چبائیں یا چوگم منہ میں ڈال لیں۔ میٹھی سونف بھی بوقت ضرورت استعمال کریں۔ میٹھی سونف چبانے کا فائدہ یہ ہوگا کہ گیس اور قبض پیدا نہیں ہوگی۔ نیز سگریٹ چھوڑنے کے بعد ذہن میں یہ خوش کن خیالات رکھیں کہ سگریٹ سے نجات پا کر میں نے فلاں فلاں بیماری سے نجات پائی۔ اب میں صحت مند ہوں اور دوسرے آدمیوں کی طرح نارمل ہوں اور اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ بہت بڑی بلا سے اتر گئی ہے۔

یاد رکھئے سگریٹ چھوڑنے کے بعد کبھی صرف ایک سگریٹ پینے کی کوشش بھی مت کیجئے کیونکہ ایک سگریٹ کے کش لینے سے دوبارہ سے آپ اس کے عادی ہو جائیں گے۔

شراب پینے کے نقصانات

حضور نبی کریم ﷺ نے شراب کے سلسلہ میں دس مہضوں پر لعنت کی:

- (۱) بنانے والا (۲) بنوانے والا (۳) پینے والا (۴) پلانے والا (۵) اٹھا کر لے جانے والا (۶) رکھنے والا (۷) بیچنے والا (۸) خریدنے والا (۹) مفت دینے والا (۱۰) قیمت کھانے والا۔ [جامع ترمذی]

امراض معدہ اور شراب

شراب کی وجہ سے معدے کی خطرناک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ خون میں موجود لائپڈ جو ایک خاص قسم کی چربی ہوتی ہے اس کے استعمال سے تحلیل ہو جاتی ہے یعنی لائپڈ ایک طرح کی حفاظتی تہہ مہیا کرتا ہے جس پر تیزابیت کا نقصان دہ اثر نہیں ہوتا اور اسی تہہ کی وجہ سے معدہ خود اپنے آپ کو ہضم نہیں کر سکتا۔ اگر چہ فی الحال پوری طرح یہ ثابت نہیں ہوا کہ جس طرح شراب گلے اور خوراک کی نالی میں کینسر کا ذریعہ بنتی ہے معدہ کے معاملے میں بھی ایسا ہی ہے لیکن اس خیال کو تقویت ہوتی جا رہی ہے کہ معدے کے سرطان میں بھی شراب کی کارستانی ہوتی ہے۔

امراض امعاء (انتڑیاں) اور شراب:

شراب کا سب سے زیادہ نقصان دہ اثر بارہ انگشتی آنت پر ہوتا ہے۔ اس جگہ نہایت نازک کیمیائی اثرات وقوع پذیر ہوتے ہیں، شراب اس کی اس خاصیت کو متاثر کرتی ہے جو مخصوص ہاضم لعاب خارج کرنے کی صلاحیت سے تعلق رکھتی ہے اور اس کی کیمیائی حساسیت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ہاضمہ کے لیے اس اہم راستے کی تباہی کے بعد شراب جگر سے پیدا ہونے والے ہاضم لعاب (Bile) کے اخراج پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ تمام شرایوں کی بارہ انگشتی آنت اور پیدہ کی جھلی ہمیشہ بیماری کا شکار ہوتی ہیں یا ان کا فعل اکثر صحیح نہیں ہوتا۔ یہ حالت ہر شرابی کو گیس اور بد ہضمی کے ذریعے مصیبت میں ڈالے رکھتی ہے۔ معدے کی یہ تکالیف آنتوں پر بھی اثر ڈالتی ہے۔

امراض جگر اور شراب:

انسانی جگر وہ حساس لیبارٹری ہے جو شراب کے ہر چھوٹے سے چھوٹے سالمے کو زہریلی طرح محسوس کرتا ہے۔ جگر پر شراب کا اثر دو طرح سے ہوتا ہے:

(۱)..... شراب خوری کی صورت میں جگر کے خلیے الکل ختم ہونے کی ذمہ داری میں پوری طرح مصروف ہوتے ہیں اس طرح وہ اپنے دوسرے کاموں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

(۲)..... جگر کے کیمیائی عمل جو ایک سے ایک بڑھ کر حساس ہوتے ہیں مثلاً شراب کے بلا روک ٹوک اثر کے تحت درہم برہم ہو جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جگر کو ایک ہی عمل بار بار دہرانا پڑتا ہے اور اس طرح بے پناہ مسلسل اور بلا ضرورت محنت اور مشقت سے جگر کی کمزوری واقع ہو جاتی ہے۔ یہ اثرات جگر کے لیے خطرناک نتائج پیدا کرتے ہیں، ان اثرات میں زیادہ مشہور جگر کا سکڑنا ہوتا ہے جو اس کا زندہ ثبوت ہوتا ہے کہ جگر کی بربادی مکمل طور پر ہو چکی ہے۔

مزید برآں جگر کی جب استطاعت جس کی وجہ سے جسمانی تحفظ کے اعضاء جیسے مختلف قسم

کے گلوبین بنتے ہیں، شریوں میں خطرناک حد تک کم ہو جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں بیماریوں کے خلاف مدافعت کم سے کم ہو جاتی ہے۔

شراب بعض اوقات جگر کے فعل کے اچانک رک جانے کی وجہ بھی بن جاتی ہے اس صورت میں ایک شرابی بے ہوشی کے عالم میں ہی مر جاتا ہے، اسے جگر کا دیوالیہ پن کہتے ہیں۔ جگر کے سلسلے میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی جس میں اس پر شراب کے نقصان وہ اثرات کا ثبوت نہ ملتا ہو۔

گردوں پر شراب کا اثر:

انسانی گردے جنہیں دوران خون کے نظام کا آخری مقام سمجھا جائے، ان کو شراب کے استعمال سے سخت نقصان پہنچتا ہے۔ اس لیے کہ گردے انتہائی حساس کیمیائی جوہر کی ملاپ Valence کے مقام پر چھلنی کا کام دیتے ہیں لیکن شراب اس نازک عمل کو بھی تہہ و بالا کر دیتی ہے۔ یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ وہ شرابیں جن میں الکحل کی مقدار کم ہوتی ہے گردوں کے لیے زیادہ نقصان دہ ہوتی ہے چنانچہ زیادہ مقدار میں شراب پینے والوں کے گردے اکثر خراب ہوتے ہیں۔

لطف والے (Lymphatic) نظام کی انسانی جسم میں بے حد اہمیت ہے۔ اس نظام کی خون والی نالیاں شراب کے ہاتھوں ناقابل علاج نقصان اٹھاتی ہیں، اس لیے کہ چربی والے نامیاتی مرکب لایپڈ کا اس نظام میں ایک بہت اہم مقام ہوتا ہے۔ شراب کا نقصان وہ اثر اس حیران کن حد تک حفاظت بہم پہنچانے والے نظام کو برباد کر دیتا ہے۔

امراض قلب اور شراب:

جسم میں دوران خون قائم رکھنے والی قلبی نالیوں اور شریانوں کے امراض میں اضافہ ہو رہا ہے، اس کے لیے شراب کے استعمال کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ بن گیا ہے۔ اب وہ بات نہیں رہی کہ بیماریاں خال خال نظر آتی تھیں۔ اس بیماری کے آغاز کی کئی وجوہات ہیں۔

انہی خطرناک امکانات میں ایک عنصر خوراک، جسم اور خون میں موجود چربی ہے۔ جسم میں زیادہ گرمی پیدا کرنے والے شراب کی اقسام مثلاً 'برانڈی' اور 'وہسکی' سے انسان کی حرکت قلب بند ہو جانے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

تازہ تحقیقات کے مطابق چربی کی جو قسمیں خون بھپکنے والی نالیوں میں شریانوں کے امراض پیدا کرتی ہیں ان میں ٹرائی گلی سیرائیڈ سب سے زیادہ اہم ہے اور یہی مادہ ہے جو شراب کے استعمال سے خون میں بڑھ جاتا ہے۔ جو الکحل (شراب) کثیر مقدار میں نوش کئے جاتے ہیں وہ گردش خون کو متاثر کرتے ہیں اور حرکت قلب بند کر دینے کا باعث بن سکتے ہیں۔ عادی اور بھاری مقدار میں شراب پینے والوں میں ایک بیماری پیدا ہوتی ہے جس کو 'الکھولک کارڈیو مائیٹھی' کہتے ہیں۔

شراب کے اثرات اعصابی نظام پر:

شراب سے دماغ پر اتنا برا اثر پڑتا ہے کہ رفتہ رفتہ تمام اعصابی نظام تباہ ہو کر رہ جاتا ہے اس سے سوچنے اور فیصلہ کرنے کی قوت کم ہو جاتی ہے شرابی کی قوت مدافعت کمزور ہو جانے سے عام دوائیں بھی اس پر اثر نہیں کرتیں اس لیے شرابی کو اگر کوئی مرض لاحق ہو جائے تو اس کا علاج نہایت مشکل سے ہوتا ہے۔

شراب عصبی خلیوں کی اس باریک جھلی میں داخل ہو جاتی ہے جو نامیاتی چربی جیسے مرکب یعنی لائیپڈ کی حفاظت میں ہوتی ہے۔ اس کا برا اثر اعصابی نظام کے مراکز پر ناقابل علاج حد تک ہوتا ہے۔ الفاظ کا بھولنا اور ہاتھوں کا رعشہ اس اعصابی نقصان کی نشانیاں ہوتی ہیں۔ شراب میں چربی پگھلانے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ یہ تخلیقی خلیوں میں داخل ہو کر ان کو بے حد نقصان پہنچاتی ہے۔ اس کی عام فہم مثال میں نئی نسل کی ذہانت میں کمی اور ناقص بالیدگی شامل ہیں۔

بہت سے مطالعہ جات اور سروے کے بعد یہ حقیقت ظاہر ہوتی جا رہی ہے کہ ذہنی طور پر

نبی (کند) بچوں کے والدین اکثر و بیشتر شدید قسم کی شراب نوشی کرتے تھے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ شراب عورت کے فم رحم اور بیضہ حیات کے خلیے کو بہت آسانی سے نقصان پہنچاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ شرابی ماؤں کے بچے اکثر موروثی طور پر دماغی یا قلبی صدمہ یا جھٹکے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ شرابی باپ کی طرف سے ایسے واقعات کی تعداد میں فیصد سے زیادہ تک ہوتی ہے۔ شراب سے شروع میں جنسی قوت بڑھ جاتی ہے لیکن بعد میں اتنی کمزوری پیدا ہوتی ہے جو باعث ندامت بنتی ہے۔ دنیا اس وقت 'ایڈز' جیسی بیماری کے خطرے سے لرزاں ہے اور اس ایڈز کے پیدا کرنے میں شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کا ہاتھ ہے۔

معاشرے پر اثرات:

۱۔ شرابی انسان ایسی ایسی عجب نازیبا اور انسانیت سوز حرکات کا ارتکاب کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ کوئی باوقار انسان انہیں دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔

۲۔ شرایوں میں زودرنخی یا غصہ کا فوری حملہ، ان کو معاشرے میں لا تعداد تنازعات میں الجھائے رکھتے ہیں۔ شراب میں بدست کبھی جوش میں آ کر گالیاں بلکہ مرنے مارنے پر اتر آتا ہے اور کبھی رونے لگتا ہے اور کبھی خوفزدہ ہو کر کانپنے لگتا ہے۔

۳۔ لا تعداد متواتر طلاقیں معاشرے کی بنیادی ڈھانچوں کو بلا کر رکھ دیتی ہیں اور نتائج میں مجرمانہ ذہنیت کے حامل بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے تمام معاشرہ خطرناک حد تک متاثر ہوتا ہے۔ جب کہ کثرت طلاق کا ایک سبب شراب بھی ہے۔

۴۔ مختلف قسم کا کام کرنے والے مزدوروں اور کارکنوں پر شراب کی وجہ سے بے دلی اور کالی کا غلبہ ہو جاتا ہے، اس طرح ان کی کارکردگی اور مہارت پر برا اثر پڑتا ہے جس کا کئی معنی نقصان معاشرے کو پہنچتا ہے۔

۵۔ شراب کی وجہ سے انسانوں میں ایک دوسرے کے ساتھ بغیر ہمدردانہ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قومی تفکر، معاشرتی اتحاد اور معاشرتی مسائل کے

خلاف جہاد کا جذبہ مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے۔

۶۔ شیطان شراب اور جوئے کے ذریعے انسانوں کے درمیان منافقت اور فساد پیدا کرتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کے بارے میں سورہ مائدہ میں فرمایا: ”یہ گندے کام شیطانی عمل ہیں پس ان سے بچتے رہو تاکہ تمہاری زندگی اچھی گزرے۔“ گویا یہ کام ہلاکت و بربادی کے موجب ہوتے ہیں۔

ہیروئن کی تباہی

پہلے لوگ افیون اور بھنگ کا نشہ کرتے تھے لیکن اب مارفیا اور ہیروئن نے تباہی مچا رکھی ہے۔ ان چیزوں کی عادت سکولوں کالجوں سے شروع ہوتی ہے، ایک بار کسی لڑکے نے کش لگوا دیا اور تمام عمر کے لیے تباہی آگئی۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ پہلے لڑکے ان اشیاء کو استعمال کرتے تھے اب لڑکیوں نے بھی ان کے شانہ بشانہ چلنا شروع کر دیا ہے۔

جدید نشہ آور اشیاء کے استعمال سے بڑی تیزی کے ساتھ بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ آج کل ہیروئن میں میرم سلفائیڈ کی ملاوٹ کی جاتی ہے اور یہ کیمیکل اتنا زہریلا اور خراش ڈالنے والا ہے کہ جہاں جہاں اس کا اثر ہوتا ہے یہ خراش ڈالتا چلا جاتا ہے۔ یہ باؤں تک کو صاف کر دیتا ہے۔ ہیروئن کے عادی افراد کے پھیپھڑوں میں زخم ہو جاتے ہیں جو کسی وقت بھی پھٹ سکتے ہیں۔ معدہ کی جلد گھٹتی ہے، خون کی تالیاں پھٹنے سے بعض اوقات نسیب پھوٹنے لگتی ہے، تھوک کے ساتھ خون آنے لگ جاتا ہے، دل دن بدن کمزور ہونے لگتا ہے، جو کسی وقت بھی اپنی دھڑکن بند کر سکتا ہے، حرام مغز متاثر ہوتا ہے، اعصابی بیماریاں، بچوں کا کھپاؤ یا دماغ میں خون جم جانے سے فالج ہو سکتا ہے، ضمنی کمزوری لاحق ہو جاتی ہے۔ بلڈ پریشر بھی نارمل نہیں رہتا، جسم ٹوٹا رہتا ہے، بروقت تھکاوٹ سی رہتی ہے، بہت سی بیماریاں جسم کے اندر موجود ہوتی ہیں لیکن بے حسی کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوتیں۔ ہیروئن کی

مقدار میں زیادتی کی وجہ سے بعض لوگوں کے سپرم ڈیڈ یا ست رو ہو جاتے ہیں اور یہ لوگ اولاد کے قابل نہیں رہتے۔ جسم کی چربی دن بدن پتھل کر ہڈیاں رہ جاتی ہیں، جو خون پیدا ہوتا ہے وہ متعفن ہو جاتا ہے، گردے پوری طرح خون صاف نہیں کرتے، گردوں کی چھنیاں دن بدن سکڑنے لگتی ہیں، آخر کار گردے فیمل ہو جاتے ہیں اور پیشاب بننا بند ہو کر موت واقع ہو جاتی ہے۔ معدہ میں زخم ہو جانے کی وجہ سے جلن محسوس ہوتی ہے، ہنم کا عمل ٹھیک طور سے نہیں ہوتا، پیٹ میں درد رہنے لگتا ہے، کھانے پینے کی رغبت کم ہو جاتی ہے، پھپھروں کے زخموں کی وجہ سے پھپھروں میں پیپ پڑ جاتی ہے اور سخت کام کرنے یا چیخنے چلانے سے پھپھر دے پھٹ سکتے ہیں۔ وہ ہاتھ جو ایک من چیز اٹھاتے تھے دس کلو بوجھ اٹھانے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ [امراض عامہ]

افیون کے خوفناک اثرات

افیون کھانے کے عادی لوگوں کے اعصاب ڈھیلے اور کمزور ہو جاتے ہیں، درد سہلے ہو ش کی سی کیفیت، پتلیوں کا سکڑنا، اور خزانے دار سانس آنے لگتا ہے۔ منہ خشک اور قبض شدید ہوتی ہے۔ سستی، کابلی، جلد زرد اور خشک رہتی ہے۔ جسم کمزور اور رعشہ ہو جاتا ہے۔ اگر عضلات تنفس مفلوج ہو جائیں تو موت واقع ہو سکتی ہے۔ تشنج اور فالج تو اکثر ہوا کرتے ہیں۔ ایونی کا بیان قابل اعتماد نہیں ہوتا کیونکہ قوائے عقلیہ میں ضعف آ جانے کی وجہ سے اسے نیک و بد کی تمیز نہیں رہتی۔ اس کے علاوہ بھوک زائل ہو جاتی ہے اور منہ خشک رہتا ہے۔

چنانچہ اس کے استعمال سے آدمی ادبانی خیالات کے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے۔ اکثر اپنی دنیا کو بھول کر محض خیالات کی وادیوں میں بھٹکنے لگتا ہے۔ پست ہمتی، اخلاقی گراؤ، بے شعوری بڑھتی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کا عادی، معاشرے کے لیے ناسور بن جاتا ہے۔ ان تمام عقل و صحت کی بربادیوں کے علاوہ نقصان مایہ و ثبات ہمایہ کا سبب بن جاتا ہے۔ مالی

حالت دن بدن تباہ ہوتی جاتی ہے۔ عادت کی تسکین کے لیے بیوی بچوں کے حقوق مارتا ہے، مقرض ہو جاتا ہے حتیٰ کہ چوری، ڈکیتی اور قتل و غارت گری کا مرتکب بن جاتا ہے۔ اسلام کا یہ اصول کہ اس نے تمام مصفرت رساں اور برباد کن اشیا کو جو نہ صرف صحت کے نقطہ نظر سے بلکہ اور بے شمار اعتبارات مثلاً نفسیاتی، اخلاقی، اجتماعی اور اقتصادی لحاظ سے بھی سخت مصفرت رساں ہیں ان کو حرام قرار دیا ہے، یہ تمام بنی نوع انسانوں پر احسان عظیم ہے۔

حشیش کے نقصانات

حشیش بھگ کو کہتے ہیں، اس پودے کی پتیاں شہنیاں گھوٹ کر پینے سے نشے کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، سر چکراتا ہے اور ہر وقت غفلت سی چھائی رہتی ہے۔ گانجا اور جس بھی اسی پودے سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ وہ بھی اسی قسم کے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ البتہ اس کو تمباکو میں ملا کر بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس طرح یہ اور بھی مصفرت ہو جاتا ہے اس کے استعمال سے خون کی کمی، بے ہمتی اور ذہنی انتشار لاحق ہو جاتے ہیں جو بحیثیت مجموعی صحت پر انتہائی برا اثر ڈالتے ہیں اور انسان کی صحیح سوچ اور فکر جاتی رہتی ہے۔ ایسے لوگ بعض اوقات یادہ گوئی پر اتر آتے ہیں۔ زیادہ مقدار میں اسے استعمال کرنے سے آدی بے قابو ہو جاتا ہے، آخر میں قوما ہو کر موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔

بعض نشہ آور ادویات کے نقصانات

ہماری ہیلتھ پالیسی میں کمزوری کے باعث بہت سی ڈاکٹری ادویہ کا استعمال عام ہاتھوں میں چلا گیا ہے۔ وہ دوائیں جو ڈاکٹری نسخہ کے بغیر ممنوع ہونا چاہیے تھیں سرعام مل رہی ہیں۔ یہ ادویہ نفسیاتی مسائل سے پیدا ہونے والے ڈیپریشن کو دور کرنے کے لیے تجویز کی جاتی ہیں لیکن ان کا بطور نشہ استعمال زیادہ ہوتا ہے اور یہ لوگ اتنی مقدار میں ان کا استعمال کرتے ہیں کہ اپنے لیے ہولناک گڑھا تیار کر لیتے ہیں۔

ان ادویہ کا نشہ کرنے سے سر میں دائمی درد پیدا ہو جاتا ہے اور بھولنے کی بیماری (نسیان) پیدا ہو جاتی ہے۔ پیشاب میں غیر طبعی اجزاء خارج ہوتے ہیں، ہر وقت وحشت طاری رہتی ہے، بعض ادویہ اتنی زہریلی ہیں جو خون کے خلیات کو تباہ کر دیتی ہیں اور زندگی کے لیے خطرہ بن جاتی ہیں۔ بعض دوائیوں کے استعمال سے شدید قبض، پیشاب کی زیادتی، سینہ کی جلن اور خفقان قلب کے عارضے لاحق ہوتے ہیں۔ خون کے سفید جراثیم کم ہو جاتے ہیں اور یرقان کا خطرہ رہتا ہے۔ دمہ کے مریضوں کے لیے ان ادویہ کا استعمال خطرناک ہے۔ اگر کسی معالج نے اپنی دوکان پر اس قسم کا اشتہار لگا رکھا ہو کہ میرے پاس ایسی دوائی ہے جو رعشہ، قبض، جگر کی خرابی، معدہ کی خرابی، پاگل پن، سردرد، سانس کی تنگی اور نظر میں کمزوری پیدا کرتی ہے، اپنی جیبوں کو خالی کرانے اور رموزی بیماریوں کے جال میں پھنسنے کے لیے میری دوائی خریدو۔ تو ہر کوئی جو تامل اٹھا کر اس کے پیچھے پڑ جائے گا لیکن حیرت ہے نشہ کے عادی افراد پر کہ جانتے ہوئے بھی ایسی ادویہ کا استعمال بکثرت کرتے ہیں اور اپنی صحت جوانی اور دولت کا ستیاناس کرتے ہیں۔

کسی بھی ڈاکٹر اور طبیب کو ان ادویہ کا نام اپنی کتاب میں درج نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جو چیز عوام کے فائدے کے لیے درج کی جاتی ہے یا جس چیز کا نام بتا کر لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے بعض نا عاقبت اندیش لوگ اس کا غلط استعمال کرنے لگ جاتے ہیں۔ جس طرح شروع میں ہیروئن کے نام سے صرف چند افراد واقف تھے لیکن اخبارات ریڈیو اور ٹی وی پر اس کے نام کا اتنی کثرت سے تذکرہ کیا گیا کہ آج ہر بچہ ہیروئن کے نام سے واقف ہے اور ہر کسی کے ذہن میں تجسس پیدا ہوتا ہے کہ ہیروئن کس قسم کی ہوتی ہے دیکھنا تو چاہیے اور دیکھنے کے چکر میں لوگ ہیروئن کے عادی ہو رہے ہیں۔



ہم جنسی و بدکاری کے طبی نقصانات ☆

فطرت کی خلاف ورزی سے کیسے سنگین نتائج برآمد ہوتے ہیں اس کی ایک تازہ مثال وہ بیماری ہے جس کو 'ایڈز' کہا جاتا ہے۔ ایڈز فطرت کی خلاف ورزی کی سزا ہے۔ چنانچہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ مرض غلط عادتوں، خاص طور پر ہم جنسی کے فعل کے سبب سے پیدا ہوتا ہے۔ ایڈز (Aids) ایک اشاراتی نام ہے۔ یہ لفظ حسب ذیل انگریزی فقرہ کا مخفف ہے:

Acquired Immune Deficiency Syndrome

اس کا مطلب ہے: جسم کے مدافعتی نظام کی تباہی کی ملامت۔ یہ ایک عجیب و غریب قسم کا متعدی مرض ہے جو صرف لمبیا کے بعد نمبر ۲ پر سمجھا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ساری انسانی تاریخ میں مجموعی طور پر جو موتیں ظاہر ہوئی ہیں ان میں سے نصف موتیں صرف لمبیا کے ذریعہ ہوئی ہیں۔ اب موجودہ زمانہ میں ایڈز کی بیماری ظاہر ہوئی ہے جو بعض اعتبار سے غالباً لمبیا سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

اس مرض کے جراثیم (Virus) آدمی کے اندر خاموشی سے داخل ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ ابتداءً آدمی کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ کسی مہلک مرض کا شکار ہو گیا ہے۔ یہ مرض آدمی کے جسم کے فطری دفاعی نظام کو بالکل تباہ کر دیتا ہے۔ ایڈز کے بعد تباہ شدہ مدافعتی نظام کا اب

ہم... | بدکاری کے نتیجے میں مختلف قسم کی خطرناک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جن میں سے ایک انتہائی خطرناک بیماری ایسڈز بھی ہے۔ مندرجہ بالا سطور میں مولانا وحید الدین خان صاحب کی کتاب: "حسوت اسلام" (ص ۴۰ تا ۴۱) سے اس خطرناک بیماری کی تفصیلات ذکر کی جارہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کی بدکاری و بے حیائی سے محفوظ فرمائے۔ آمین! |

تک کوئی علاج دریافت نہ ہو سکا کیوں کہ یہ بیماری پورے خون میں شامل ہو جاتی ہے اور آدمی کے پورے جسم کو متاثر کر کے رکھ دیتی ہے۔

ایڈز کے مریض کا یہ حال ہوتا ہے کہ اس کا جسمانی نظام اندر سے بالکل کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ اس کو چوٹ لگ جائے تو وہ کسی طرح اچھی نہیں ہوتی۔ بخار ہو تو کوئی دوا کام نہیں کرتی۔ انجکشن لگایا جائے تو وہ بے اثر ثابت ہوتا ہے۔ اس کا خون بھی دوا یا غذا کو قبول نہیں کرتا۔ بیمار کا وزن دن بدن گھٹتا رہتا ہے۔ وہ بے حد کمزور ہو جاتا ہے۔ وہ کوئی کھانے کی چیز کھا نہیں سکتا۔ اس کے جوڑ جوڑ میں درد ہونے لگتا ہے۔ وہ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اس کے اوپر ہر وقت بدلی اور اُداسی چھائی رہتی ہے وغیرہ۔

ایڈز کے مریض ایک قسم کے عالمی اچھوت بن کر رہ گئے ہیں، وہ کسی کو تحفہ دیں تو ان کا تحفہ قبول نہیں کیا جاتا کیونکہ سخت اندیشہ ہوتا ہے کہ اس میں اس مہلک مرض کے جراثیم موجود ہوں گے۔ وہ سیاحت کے لیے جائیں تو کال گرلز اور ہوٹلوں کے ملازم ان کے قریب آتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے دوست لڑکے اور لڑکیاں ان سے دور بھاگتے ہیں۔

امریکہ کے محکمہ صحت نے ڈاکٹروں کے نام سخت ہدایات جاری کی ہیں کہ وہ بلڈ بینک سے خون کی بوتل منگوائیں تو اس کو باضابطہ ٹیسٹ کیے بغیر کسی مریض کو نہ دیں کیوں کہ یہ معلوم ہوا ہے کہ ہزاروں امریکی صرف اس لیے ایڈز نے مریض بن گئے کہ آپریشن یا خون کی کمی کے وقت ان کے جسم میں بلڈ بینک کا خون داخل کیا گیا تھا۔ ۱۹۸۵/۸۶ء کے درمیان صرف ایک سال میں امریکہ میں ایسے ایڈز کے مریضوں کی تعداد تقریباً ۵۰ ہزار تھی جو خود اس مرض کا شکار نہیں ہوئے تھے مگر کسی مریض کے رلہ کے نتیجے میں ان کو یہ مرض لگ گیا۔

۱۹۸۶ء کے اعداد و شمار کے مطابق ایڈز کی مہلک بیماری اور اس سے تعلق رکھنے والی بیماریاں امریکہ میں اس سے بہت زیادہ ہیں جتنا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ یہ بات امریکہ کے وال اسٹریٹ جرنل میں بتائی گئی ہے۔ جرنل نے بتایا کہ جو امریکی ایڈز کا شکار ہیں

ان کی تعداد ۲۱ ہزار ہے اور ان میں سے نصف کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ وہ مرجائیں گے۔ ایک لاکھ سے دو لاکھ تک ایسے لوگ ہیں جو ایڈز سے تعلق رکھنے والی مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔

جولائی ۱۹۸۶ء کے پہلے ہفتہ میں پیرس میں ماہرین طب کی ایک کانفرنس ہوئی اس کا مقصد ایڈز کے مسائل پر غور کرنا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ اگر ایڈز کے جراثیم امریکہ کی طرح بقیہ دنیا میں پھیلتے ہیں تو ۱۹۹۱ء میں تین لاکھ مزید ایڈز کے مریض پیدا ہو چکے ہوں گے۔ ماہرین کی پیشین گوئی کے مطابق اس وقت تک امریکہ میں ۴۷ ہزار نئے افراد ایڈز کے مرض میں مبتلا ہوں گے۔ اندازہ ہے کہ ۱۹۹۱ء تک ایک چوتھائی ملین سے زیادہ امریکی باشندوں کو یہ بیماری لگ چکی ہوگی اور ۷۹ ہزار افراد مرجائیں گے۔ امریکی ہسپتالوں کا ایڈز کا بل اس وقت تک آٹھ بلین ڈالر ہو چکا ہوگا۔ اس وقت یورپی ملکوں میں فرانس سب سے زیادہ اس مرض سے متاثر ہوا ہے۔ دوسرے نمبر پر مغربی جرمنی ہے۔ تیسرے نمبر پر برطانیہ اور چوتھے نمبر پر اٹلی ہے۔

ایڈز کا مرض کیسے لگتا ہے؟ اس سلسلہ میں معلوم کیا گیا ہے کہ اس کی وجہ جنسی اتار کی، خاص طور پر ہم جنسی کا فعل ہے۔ موجودہ زمانے میں مغرب کے آزاد لڑکوں اور لڑکیوں میں اس کا رواج بہت بڑھ گیا تھا حتیٰ کہ وہ کھلا کھلم ہم جنسی کا فعل کرنے لگے۔ مگر اس غیر فطری فعل کی سزا انہیں ایک ایسے مہلک مرض کی صورت میں ملی کہ وہ خود ایک دوسرے سے اب بھاگنے لگے ہیں۔

تحقیقات کے دوران مزید معلوم ہوا ہے کہ افریقی جنگلوں میں بندروں کی ایک نسل پائی جاتی ہے جس کو عام طور پر ہرا بندر کہتے ہیں۔ ان بندروں میں بھی ایڈز کی قسم کا مرض پایا جاتا ہے۔ یہ بندر تمام معلوم جانوروں میں ایک استثنائی مثال ہیں جو عین وہی ہم جنسی کا فعل کرتے ہیں جس میں آج مغرب کی نوجوان نسل مبتلا ہے اور اس فعل کے نتیجے میں وہ اسی

مرض کا شکار رہتے ہیں جس کو موجودہ زمانہ میں ڈاکٹروں نے ایڈز کا نام دیا ہے۔ ہرے بندروں کو شاید اللہ تعالیٰ نے عبرت کے طور پر دنیا میں رکھا تھا تاکہ انسان ان کو دیکھ کر سبق لے اور ہم جنسی کا مہلک فعل نہ کرے مگر انسان کی بڑھی ہوئی آزادی نے اس کو یہ سبق نہ لینے دیا۔

سان فرانسکو کو ہم جنسوں کی عالمی راہدہانی کہا جاتا تھا۔ اس امر کی شہر کے بارہ میں ایک طبی رپورٹ بتاتی ہے کہ یہاں بہت تیزی سے ایڈز کی بیماری پھیل رہی ہے۔ ۱۹۸۶ء کے ابتدائی چھ مہینوں میں ایڈز کے ۵۲۰ نئے کیس معلوم کیے گئے ہیں، ان میں ہر تین میں سے دو کیس سخت مہلک ہیں یعنی کل تعداد کا ۶۷ فی صد۔ پچھلے سال مہلک مریضوں کی تعداد ۵۸ فی صد تھی۔

جب سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ایڈز کی بیماری کا ابتدائی سبب ہم جنسی کا فعل ہے ہم جنسی کے دل دادہ لڑکے اور لڑکیاں اس فعل سے اس طرح دور بھاگ رہے ہیں جیسے کوئی شخص طاغون کے مریض کو دیکھ کر اس سے دور بھاگے۔ بعض علاقے جو اس سے پہلے ہم جنسی کا فعل کرنے والے ”زندوں“ سے معمور رہتے تھے، اب وہ سنسان ہوتے جا رہے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (۱۹۸۳ء) کے مقالہ ”ہم جنسی“ میں بتایا گیا ہے کہ ہم جنسی کا فعل اگرچہ مغربی ملکوں میں پہلے سے موجود رہا ہے تاہم اس فعل کا سائنسی مطالعہ دوسری جنگ عظیم کے بعد ہی کیا جاسکا۔ پروفیسر کنسے (Kinscy) نے ۱۹۵۳-۱۹۴۸ کے درمیان امریکہ میں باقاعدہ اعداد و شمار جمع کیے۔ ان کی تحقیق کے مطابق اس وقت امریکی مردوں کی ۳۰ فیصد اور امریکی عورتوں کی ۱۳ فیصد تعداد ہم جنسی کا تجربہ کر چکی تھی۔ دوسرے مغربی ملکوں میں بھی کم و بیش یہ رواج پایا گیا ہے۔ (ایڈز کی طبی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو تاہم ۳ نومبر ۱۹۸۶ء)

مغربی ملکوں میں عام طور پر ہم جنسی کے خلاف قانون موجود نہیں ہیں البتہ اگر مفعول کی

عمر کم ہو یا فاعل نے اس کے ساتھ جبراً یہ فعل کیا ہو تو وہ غیر قانونی قرار پائے گا۔ اس سے پہلے مغرب میں ہم جنسی کے مرتکب کو تحقیری طور پر 'لوطی' کہا جاتا تھا مگر اب اس کے لیے ایک بے ضرر لفظ رائج ہو گیا ہے اور وہ گے (Gay) ہے۔ اس انگریزی لفظ کا مفہوم تقریباً وہی ہے جس کو اردو زبان میں رند یا رند منٹس کہتے ہیں۔ جو چیز پہلے عمل قوم لوط تھی وہ اب محض خوش طبعی کے ہم معنی بن گئی!

برطانیہ میں ۱۹۶۷ء میں ہم جنسی کو از روئے قانون جائز قرار دیا گیا تھا۔ اب مزید ترقی ہوئی ہے اور عام طور پر اس کو نکاح کی طرح ایک جائز ادارہ سمجھا جانے لگا ہے۔ ڈنمارک میں ہم جنسی کا فعل کرنے والے جوڑوں کے لیے وراثت کا وہی قانون منظور کیا گیا ہے جو شادی شدہ جوڑوں کے لیے ساری دنیا میں پایا جاتا ہے۔ ڈنمارک کی پارلیمنٹ میں اس موضوع پر رائے شماری ہوئی تو ممبران کی اکثریت نے اس کے حق میں رائے دی کہ جو ہم جنس جوڑے اس کا ثبوت دیدیں کہ وہ ایک ساتھ رہتے ہیں، وہ ایک دوسرے کی وراثت میں میاں بیوی کی طرح حصہ دار قرار پائیں گے۔

موجودہ زمانہ میں آزادی کے لائحہ دو تصور نے جو خرابیاں پیدا کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہم جنسی ہے۔ قدیم زمانہ سے یہ طریقہ چلا آ رہا تھا کہ ایک مرد اور ایک عورت نکاح کے رشتہ میں بندھ کر باہم ازدواجی تعلق قائم کرتے تھے۔ موجودہ زمانہ میں پہلے نکاح کے رشتہ کو غیر ضروری قرار دیا گیا، اس کے بعد لوگوں کی آزاد مزاجی یہاں تک بڑھی کہ انہوں نے کہا کہ ازدواجی تعلق کے لیے مخالف جنس کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ مرد مرد اور عورت عورت بھی ایک دوسرے سے جنسی تعلق قائم کر سکتے ہیں۔ اس کو موجودہ زمانہ میں خوبصورت طور پر 'جنسی اختیار' کا نام دیا گیا۔ مگر نتائج نے بہت جلد بتایا کہ فطرت کے نظام سے انحراف ہمیشہ فساد پیدا کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں آدمی کے لیے ایک ہی صحیح راستہ ہے، یہ کہ وہ پیغمبروں کے بتائے ہوئے نظام فطرت پر عمل کرے۔ اگر اس نے اس سے انحراف کیا تو

وہ کسی حال میں اس کے برے انجام سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا۔
مغرب کو فطرت سے انحراف کی بیک وقت دو قیمت دینی پڑی ایک یہ کہ اس نے صنف نازک کو صنف قوی کے میدان میں کھڑا کر کے یہ کیا کہ صنف نازک کو مستقل طور پر کم تر حیثیت میں پہنچا دیا۔ امریکہ میں قانون کے اعتبار سے عورت کو مکمل مساوات کا درجہ حاصل ہے۔ مگر قانونی مساوات ابھی تک عملی مساوات کی صورت اختیار نہ کر سکی۔ 'ایلن گڈمین' کے الفاظ (بحوالہ: ٹائم ۶ جولائی ۱۹۸۷ء) میں امریکی خواتین ابھی تک مساوی درجہ پانے کا انتظار کر رہی ہیں۔

امریکہ کی خاتون پروفیسر ڈاکٹر 'مانٹ گومری' نے جو بات امریکی صحافت میں عورت کے درجہ کے بارہ میں کہی وہی بات امریکی زندگی کے تمام شعبوں میں عورت کے درجہ کے بارہ میں صحیح ہے۔ انہوں نے کہا:

”امریکہ کی اخباری دنیا میں عورتیں اب بھی نچلے درجہ سے تعلق رکھتی ہیں حتیٰ کہ ٹی وی خبروں کے پروگرام میں جو لوگ لیڈر ہیں اور امریکنوں پر اثر انداز ہوتے ہیں وہ مرد ہی ہیں۔“

عورت کے معاملہ میں فطرت سے انحراف کا دوسرا نقصان جدید ترقی یافتہ ملکوں کو یہ ملا کہ ان کا پورا معاشرہ جنسی آوارگی کا شکار ہو گیا اور اس کے نتیجے میں اتنے بے شمار مسائل پیدا ہو گئے جن کا شمار بھی آسان کام نہیں۔

یہ ہیں بدکاری جیسے کبیرہ گناہوں کے طبی نقصانات!

یا اللہ ہمیں ہر طرح کے گناہ سے محفوظ فرما۔ آمین!



زنا کاری کے طبی نقصانات

’ناٹم‘ (نیویارک) انگریزی زبان کا ایک مشہور ہفتہ وار میگزین ہے۔ یہ دنیا کے تقریباً ۹۵ ملکوں میں پڑھا جاتا ہے۔ مجموعی طور پر اس کی اشاعت ۶ ملین ہے۔ اس میگزین کی ہر اشاعت میں ایک تحقیقی مضمون ہوتا ہے جسے اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کی ٹیم خصوصی ریسرچ سے تیار کرتی ہے۔ اس مضمون کو سرورق کا مضمون (Title Story) کہا جاتا ہے۔ اسی قسم کا ایک مضمون اس کے شمارہ ۱۶ فروری ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا۔ اس کا عنوان ہے: ’عظیم پڑمردگی‘ (The Big Chill)۔ اس مضمون میں مختلف پہلوؤں سے اس نئی بیماری کی تحقیق کی گئی ہے جس کو ایڈز کہا جاتا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ یہ مرض آزادانہ جنسی تعلقات کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے چند نکات پیش کیے جائیں گے۔☆

ایڈز کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ ایک متعدی مرض ہے۔ چنانچہ یہ مرض اب نئے قسم کے اچھوت پیدا کرنے کا سبب بن رہا ہے۔ جو مرد یا عورت ایک بار ایڈز میں مبتلا ہو جائیں، لوگ ان سے دور بھاگنے لگتے ہیں کیونکہ انہیں اندیشہ ہوتا ہے کہ انہیں بھی یہ مرض لگ جائے گا۔

بعض مغربی ممالک میں باربرشاپ پر اس قسم کے نشانات نظر آنے لگے ہیں جن کے اوپر لکھا ہوا ہوتا ہے کہ ’شیو کے لیے یہاں نہ آئیں‘: (No shaves here.) حکومتی ذمہ داروں نے اس کو ایڈز ہسٹریا کہا ہے۔ تاہم باربرحضرات کا کہنا ہے کہ مریض کے چہرے کا پسینہ یا شیو کرتے ہوئے معمولی سا خون نکل آنا بھی بیماری کے پھیلنے

☆..... [بحوالہ: محاتون اسلام، از: مولانا وحید الدین خان (ص ۶ تا ۱۰۹)]

کا سبب بن سکتا ہے اس لیے احتیاطی طور پر ایسے مریضوں سے بچنا ضروری ہے (ٹائٹنر آف انڈیا ۱۹ فروری ۱۹۸۷)

ٹائم کے محققین کی جماعت نے تفصیلات پیش کرتے ہوئے اعتراف کیا ہے کہ اس مہلک مرض کا سب سے بڑا سبب آزادانہ جنسی تعلق ہے۔ اسی بنا پر اس مرض کو رندی کا مرض کہا جاتا ہے۔ یہ مرض بہت تیزی سے پھیلتا ہے چنانچہ اس نے جدید دنیا میں جیومیٹرک انتشار کی صورت اختیار کر لی ہے۔ ایڈز کی ہلاکت خیزی کو دیکھ کر ایک بتلائے مرض نے کہا: ”آہ! اس دنیا کا کیا ہوگا اگر ہمارا حال یہ ہو جائے کہ ہم کو محبت کرنے کے لیے مرجانا پڑے۔ ایڈز اس صدی کی آفت ہے۔“

آزادانہ جنسی تعلق، جس کو مغرب میں خوبصورت طور پر آزادانہ محبت کہا جاتا ہے، وہ اب لوگوں کے لیے عذاب بنتا جا رہا ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ۱۹۹۱ تک امریکہ میں ۲۷۰،۰۰۰ افراد اس مرض میں مبتلا ہو چکے ہوں گے جن کا علاج کرنا امریکی ڈاکٹروں کے قابو سے باہر ہو جائے گا۔ چنانچہ حکومت کی طرف سے جو مخالف ایڈز مہم چلائی جا رہی ہے اس کا خاص نعرہ ہے: ”احتیاط کے ساتھ محبت کیجئے!“ (Love Carefully)

”احتیاط کے ساتھ محبت کیجئے“ کی نصیحت کو اگر ہم لفظ بدل کر کہیں تو وہ یہ ہوگی کہ نکاح کے ساتھ محبت کیجئے، بے نکاح محبت کا طریقہ چھوڑ دیجئے!

ڈی ایچ لارنس کا ناول ”لیڈی شیرلی کا محبوب“ پہلی بار ۱۹۲۸ میں چھپا۔ اس میں آزادانہ جنسی تعلق کی وکالت کی گئی تھی، اس وقت اس ناول کو قسح سمجھا گیا اور جلد ہی اس کو بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد حالات بدلے اور ۱۹۵۹ میں دوبارہ اس ناول کو چھاپنے اور فروخت کرنے کی قانونی اجازت دے دی گئی۔ اس ناول نے امریکی نوجوانوں پر گہرا اثر ڈالا ان کے اندر آزادانہ جنسی تعلقات عام ہو گئے مگر اب دوبارہ آواز اٹھ رہی ہے کہ اس ناول پر پابندی لگائی جائے۔

یہ ایڈز کا کرشمہ ہے۔ آزادانہ جنسی تعلقات نے ایڈز کی پراسرار مگر حد درجہ مہلک بیماری پیدا کی ہے اور اب مغرب کے لوگ مجبور ہو رہے ہیں کہ آزادانہ جنسی تعلق کے بارے میں اپنے خیالات پر نظر ثانی کریں۔

ٹائم کے الفاظ میں: ”ہر جنسی ترغیب پر دوڑنے والے لوگ، جلد یا بدیر، جنسی احتیاط اور پابندی کے ایک نئے دور کی حقیقت سے دوچار ہوں گے۔“ (ایضاً، ص ۲۴)

مذکورہ تبصرہ کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ فطرت کے حقائق انسان کو مجبور کر رہے ہیں کہ وہ آزادانہ جنسی تعلق کے طریقہ کو چھوڑ دے اور پابند جنسی تعلق کے طریقہ کو اختیار کرے۔

شریعت خداوندی میں عورت اور مرد کے درمیان جنسی تعلق کو نکاح کی قید کے ساتھ وابستہ کیا گیا تھا مگر موجودہ زمانہ کے آزادی پسند لوگوں نے کہا کہ یہ انسان کے اوپر غیر ضروری قسم کی پابندی ہے۔ اس سلسلہ میں بے شمار لٹریچر شائع کیا گیا یہاں تک کہ مغربی ممالک میں آزادانہ جنسی تعلق ایک عمومی رواج کی صورت اختیار کر گیا۔

لوگ خوش تھے کہ انہوں نے شریعت اور مذہب کی پابندی سے آزاد ہو کر لامحدود عیش کا راز دریافت کر لیا ہے مگر بیسیویں صدی کے ربع آخر میں پہنچ کر آزادانہ جنسی تعلق نے نئے نئے امراض پیدا کر دیئے اور بالآخر ایڈز کی مہلک بیماری نے لوگوں کو یہ ماننے پر مجبور کر دیا کہ شریعت خداوندی کا طریقہ ہی فطری طریقہ ہے اس کے مقابلہ میں آزادانہ جنسی تعلق انسانی صحت کے لیے قاتل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ٹائم میگزین کے مذکورہ شمارہ (ص ۲۴) میں ایک مرد اور ایک عورت کو اس حال میں دکھایا گیا کہ ان کو ایک خوفناک سانپ نے چاروں طرف سے لپیٹ لیا ہے۔

قرآن میں ہدایت کی گئی تھی کہ ”عورتوں کے ساتھ جنسی تعلق قید نکاح میں لا کر کرو نہ کہ بدکاری کے طور پر کرنے لگو۔“ (مُحْصِنِينَ غَيْرِ مُسَافِحِينَ..... الْمَانِدَةِ: آیت ۵)

مفسرین نے قرآن کی اس آیت کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے کہ ”عورتوں کے ساتھ نکاح کے ذریعہ تعلق قائم کرو نہ کہ زانی بن کر“ (یعنی مُتَزَوِّجِينَ عَيَّوْرَاتٍ) تجربات نے بتایا کہ یہی طریقہ صحیح فطری طریقہ ہے۔ مناکحت (شادی) اور مسافحت (زنا کاری) میں اتنا زیادہ فرق ہے کہ ایک اگر زندگی ہے تو دوسرا موت۔ ایک طریقہ انسانی سماج کے لیے رحمت ہے تو دوسرا طریقہ انسانی سماج کے لیے عذاب۔

ناکمر آف انڈیا (۱۹ مارچ ۱۹۸۷) نے ’ایڈز روک‘ کے عنوان کے تحت ایک امریکی رپورٹ شائع کی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ امریکہ کی حکومت نے اپنے شہریوں کو بعض تدبیریں اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے جس کے ذریعہ وہ ایڈز کی مہلک بیماری سے بچ سکتے ہیں۔ ان تدبیروں میں سب سے زیادہ خاص تدبیر ’جنسی پرہیز‘ ہے۔

یہ واقعہ انسانی قانون پر خدائی شریعت کی برتری کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ خدائی شریعت کو ماننے والا ایک شخص اگر خدا نخواستہ مسافحت (زنا) کا طریقہ اختیار کرے اور اس کو ایڈز کی بیماری لگ جائے تو اس کو اصول شریعت سے انحراف کا نتیجہ کہا جائے گا۔ اس کے برعکس مغربی تہذیب کا ایک انسان مسافحت کر کے ایڈز میں مبتلا ہو تو وہ عین اس کے اصول کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ پہلے واقعہ کی صورت میں ایک انسان کی غلطی ثابت ہوتی ہے جب کہ دوسرے واقعہ کی صورت میں خود تہذیب جدید کے اصول کی غلطی۔



آخری زندگی میں گناہوں کے نقصانات

دنیا کی زندگی عارضی اور وقتی ہے اور یہاں کی نعمتیں بھی بہت جلد ختم ہو جانے والی ہیں حتیٰ کہ اگر کسی کے پاس بہت سی نعمتیں اور دولتیں اٹھیں ہو جائیں تو وہ خود چند سالہ زندگی پوری کر کے انہیں یہیں چھوڑ کر اگلے جہاں کا مسافر بن جاتا ہے۔ اور بعض اوقات تو یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان بیماری، کمزوری اور بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے اپنی دولت سے استفادہ ہی نہیں کر پاتا، لاکھوں روپیہ موجود ہوتا ہے، دنیا جہاں کی ہر چھٹی خوراک کھانے کی استطاعت ہوتی ہے مگر کوئی بیماری ایسی لگ جاتی ہے کہ ڈاکٹر پر تکلف اور مرغن غذاؤں کے استعمال سے روک دیتے ہیں اور نتیجہً کر وڑتی صاحب اُبلے ہوئے کدو کھانے پر گزارا کرتے ہیں!

جس طرح یہ دنیوی زندگی عارضی اور وقتی ہے، اسی طرح اس دنیا میں انسان پر آنے والی مصیبتیں اور تکلیفیں بھی عارضی اور وقتی ہوتی ہیں یعنی یا تو مصیبتیں آ کر کچھ عرصہ بعد دور ہو جاتی ہیں یا ایک لمبے وقت کے بعد دور ہوتی ہیں یا پھر زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ انسان مر کر ان مصیبتوں سے چھٹکارا پا جاتا ہے مگر آخرت کا معاملہ یہ نہیں ہے کیونکہ آخرت کی زندگی نہ تو عارضی اور وقتی ہے اور نہ وہاں کی نعمتیں عارضی ہیں اور نہ ہی آخری زندگی کا عذاب عارضی ہے بلکہ آخری زندگی ہمیشگی کی زندگی ہے، اس کے ختم ہونے کا کوئی تصور نہیں۔

آخری زندگی میں اہل جنت کو ملنے والے انعامات بھی دائمی ہیں جبکہ اہل جہنم کو ملنے والی سزا بھی کبھی ختم نہ ہونے والی ہے۔ دنیا اور آخرت کی زندگی کا آپس میں موازنہ کریں تو صاف طور پر یہ نتیجہ معلوم ہو جائے گا کہ اصل زندگی تو مرنے کے بعد کی زندگی ہے

اور پائیدار نعمتیں اور دواوی خوشیاں تو اخروی زندگی ہی میں حاصل ہوں گی اور خدا نخواستہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے ناراض ہوئے تو اس کی سزا اور عذاب بھی اتنا سخت ہوگا کہ دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں دی جاسکتی۔

اخروی زندگی کے پانچ مراحل ہیں یعنی قبر، میدانِ محشر، میزان، پلِ صراط اور جنت یا جہنم۔ ان مراحل سے انسان کو گزرنا پڑے گا۔ اگر وہ نیکیوں کے پہاڑ لے کر مرے تو اس کے لیے ان تمام مراحل پر آسانی ہوگی اور اس کی نیکیاں ہی ان مراحل پر اس کے کام آئیں گی اور اگر وہ گناہوں کے سمندر بھر کے فوت ہوا، تو اس کے یہ گناہ ان تمام مراحل پر اس کے لیے ہلاکت کا ذریعہ ثابت ہوں گے اور یہی گناہ اسے جہنم کی آگ میں پہنچا دیں گے۔ نہ مال و دولت فائدہ پہنچائیں گے نہ دوست احباب، رشتہ دار، بہن بھائی وغیرہ کچھ کر سکیں گے بلکہ اگر کوئی چیز وہاں کام آئے گی تو وہ صرف نیکی ہے جو انسان نے خود اس دنیا میں کی ہوگی۔ اور اس وقت نیکی (نیک اعمال) کی اتنی قدر و قیمت ہوگی کہ کوئی شخص اپنی ایک نیکی بھی دوسرے شخص کو دینے کے لیے تیار نہ ہوگا، خواہ وہ اس کا سگا باپ اور ماں ہی کیوں نہ ہو!

قبر اور گنہگار شخص:

مرنے کے بعد سب سے پہلی منزل اور پہلا مرحلہ قبر کا گزرنا ہے۔ اس تاریک گڑھے میں نیک شخص کی نیکیاں اس کے کام آئیں گی جب کہ گنہگار شخص کو اس کے گناہوں کی وجہ سے قبر میں اس وقت تک عذاب دیا جاتا رہے گا جب تک کہ قیامت قائم نہ ہو جائے گی۔ آنحضرت ﷺ نے قبر میں نیک اور گنہگار شخص کے ساتھ ہونے والے اچھے اور برے سلوک کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

((أَذْقَبْرَ الْمَيِّتِ مَا وَقَالَ: أَحَدُكُمْ مَا تَأَهُ مَلَكَانِ اسْوَدَ انِ اَزْرَقَانِ يُعَالِ لِأَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَالْأَعْرُ الْبِكْبِيرُ.....))^(۱)

(۱) [ترمذی: کتاب الجنائز: باب ماجاء فی عذاب القبر (ح ۱۰۷۱)]

”جب میت (قبر میں) دفنائی جاتی ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ کے، نیلی آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ پوچھتے ہیں: تم اس آدمی (یعنی رسول اللہ ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ وہ جواب میں وہی کہے گا جو دنیا میں کہتا تھا کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں: [یعنی: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ] ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں“]

فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں یقین تھا کہ تم یہی جواب دو گے۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ لمبی چوڑی کر دی جاتی ہے اور اسے منور بھی کر دیا جاتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تم سو جاؤ۔ وہ کہتا ہے کہ میں واپس جا کر اپنے گھر والوں کو اطلاع کر دوں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ (نہیں بلکہ تم) نئی نویلی دہن کی طرح سو جاؤ جسے وہی اٹھا سکتا ہے جو اس کا سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ اسے اسی مقام (قبر) سے اٹھائیں گے۔

اگر قبر والا منافق ہو تو (فرشتوں کے سوالوں کے مقابلے میں) اس کا جواب یہ ہوتا ہے کہ ”جیسا کہ میں نے لوگوں کو کہتے ہوئے سنا، میں نے بھی ویسا ہی کہہ دیا (اس کے علاوہ اصل) حقیقت کا مجھے کچھ علم نہیں“۔ وہ فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ ”ہمیں معلوم تھا کہ تو یہی جواب دے گا“۔ چنانچہ پھر زمین کو حکم دیا جاتا ہے کہ اسے واپس بھینچ دے، تو زمین اسے اس قدر بھینچتی ہے کہ اس کی پسلیاں آپس میں دھنس جاتی ہیں۔ پھر اسے قبر میں مستقل عذاب ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ اس جگہ (قبر) سے اپنے پاس (حساب و کتاب کے لیے) اٹھالیں گے۔“

ایک روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جب انسان کو قبر میں دفنانے کے بعد اس کے اہل و عیال واپس پلٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اس شخص (یعنی اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ) کے بارے میں تم کیا کہتے تھے؟ وہ اگر مومن ہوگا تو کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں.... اور اگر وہ کافر یا منافق ہوگا تو پھر اس سے جب یہ سوال کیا جائے گا کہ تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ تو وہ کہے گا کہ میں تو جانتا نہیں (بس) میں تو ویسے ہی کہتا رہتا تھا جیسے لوگ کہتے تھے۔

فرشتے کہیں گے کہ نہ تو نے جاننے کی کوشش کی اور نہ سمجھنے والوں کی رائے پر چلا۔ پھر لوہے کے ہتھوڑوں سے اس کی پٹائی کی جائے گی اور وہ جینیں مارے گا جو انسانوں اور جنات کے علاوہ گرد و نواح کی ساری مخلوق سنتی ہے۔“ (۱)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ثُمَّ يُقَيِّضُ لَهُ أَعْسَىٰ أَبْغَمَ مَعَهُ مِرْزَانَةٌ مِنْ حَدِيدٍ لَوْ ضَرَبَ بِهَا جَبَلٌ لَصَارَ تَرَابًا قَالَ: فَيَضْرِبُ بِهَا ضَرْبَةً تَسْمَعُهَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ فَيَصِيرُ تَرَابًا ثُمَّ تَعَادُ فِيهِ الرُّوحُ)) (۲)

”پھر اس پر ایک اندھا بہرا (سزا دینے والا فرشتہ) مقرر کر دیا جاتا ہے جس کے پاس لوہے کا ایسا گرز ہوتا ہے کہ اگر وہ پہاڑ کو مارا جائے تو وہ پہاڑ مٹی ہو جائے۔ وہ فرشتہ اس گرز سے اس (گنہگار) کو ایسی مار مارتا ہے کہ جن و انس کے علاوہ مشرق و مغرب میں موجود ہر مخلوق اسے سنتی ہے۔ گرز پڑنے سے وہ مٹی کا ڈھیر ہو جاتا ہے اور اس کے بعد پھر اس میں روح پٹائی جاتی ہے۔“

(۱) [بحاری: کتاب الجنائز: باب ما جاء في عذاب القبر (ح ۱۳۷۴) مسلم: کتاب

الجنة: باب عرض مقعدا لميت من الجنة..... (ح ۲۸۷۰)]

(۲) [ابو داؤد: کتاب السنة: باب في المسئلة في القبر (ح ۴۷۴۰)]

ایک روایت میں ہے کہ

((..... فَيَضْرِبُهُ بِمِطْرَاقٍ مِنْ حَدِيدٍ بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصْبِحُ صَبِيحَةً يَسْمَعُهَا الْخَلْقُ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ))^(۱)

”وہ فرشتہ لوہے کے گرز کے ساتھ اسے مارتا ہے اور وہ چیختا چلاتا ہے، جن و انس کے علاوہ باقی ساری مخلوق اس کی چیخ و پکار سنتی ہے۔“

اس کے علاوہ اور بھی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گنہگار شخص کو قبر میں بڑی سخت سزائیں دی جاتی ہیں لیکن زندہ لوگوں سے اس چیز کو پردہ غیب میں رکھا جاتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہوں گی تاہم ایک حکمت کی طرف اشارہ آنحضرت ﷺ کی اس حدیث سے بھی ہوتا ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْلَا اَنْ لَا تَدْفَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُسْمِعَكُمْ عَذَابَ الْقَبْرِ))^(۲)

”اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں قبر کا عذاب سنوادے۔“

روزِ حشر اور گنہگار انسان:

قبر کے بعد اخروی زندگی کا اگلا مرحلہ میدانِ محشر میں حاضری ہے۔ یہ وہ دن ہوگا جب قیامت قائم ہونے کے بعد پھر صور پھونکا جائے گا اور تمام لوگ اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک بہت بڑے میدان میں جمع ہونا شروع ہو جائیں گے۔ قبروں والے بھی اپنی قبروں سے اٹھ کر اس میدان کی طرف رخ کریں گے۔ یہ نہایت خوفناک مرحلہ ہوگا اور ہر شخص پر گھبراہٹ طاری ہوگی مگر نیک لوگوں کی نیکی یہاں بھی کام آئے گی اور ان کا خوف ان کی نیکیوں کے بقدر جاتا رہے گا اور وہ نہایت امن سے اللہ کے حضور جمع ہوں گے اور آسانی سے اس

(۱) [سنن ابوداؤد: ایضاً (ح-۴۷۳۸)]

(۲) [صحیح مسلم: کتاب صفة الجنة: باب عرض من بعد الميت من الجنة والنار (ح-۲۸۶۸)]

مرحلے کو طے کر لیں گے مگر گنہگار لوگوں کے گناہ اس مرحلے پر بھی ان کے لیے باعث عذاب ثابت ہوں گے۔ قرآن مجید نے اس مرحلے پر گناہ گاروں اور نیک کاروں کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

﴿يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَى شَيْءٍ نَّكِرٍ خَشَعُوا أَبْصَارَهُمْ وَخَرُّوا مِنَ الْأَحْذَاتِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّسْتَشْرِقٌ مُّهِطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَذَا بَوْمٌ غَيْرٌ﴾ [القمر: ۸۶]

”جس روز پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا، لوگ ابھی ہوئی نگاہوں کے ساتھ اپنی قبروں سے اس طرح نکلیں گے گویا کہ وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں (اور وہ) پکارنے والے کی طرف دوڑے جارہے ہوں گے اور وہی مکرین (جو دنیا میں قیامت اور حشر و نشر کا انکار کرتے تھے) اس وقت کہیں گے کہ یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔“

﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا﴾ [سورۃ بنی اسرائیل: ۹۷]

”ان لوگوں کو ہم قیامت کے روز اوندھے منہ کھینچ لائیں گے، اور وہ اندھے، گونگے اور بہرے (ہو جائیں گے)۔“

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

((أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ كَيْفَ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلَىٰ وَجْهِهِ؟ [يَوْمَ الْقِيَامَةِ] قَالَ الْبَيْسُ الْبَيْسُ أَمْشَاهُ عَلَى الرَّجُلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلَىٰ أَنْ يُمَشِّيَهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟)) (۱)

”ایک آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے نبی ﷺ! کافر قیامت کے روز کس طرح منہ کے بل چلایا جائے گا؟

(۱) [بہاری: کتاب الرقاق: باب الحشر (ح ۶۵۲۳) مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب

سبحشر الکافر علی وجہہ (ح ۲۸۰۶)]

آپ ﷺ نے فرمایا: جس ذات نے اسے دنیا میں ننگوں پر چلایا تھا، کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ اسے قیامت کے روز منہ کے بل چلا دے؟!“

میدان حشر میں گنہگار لوگ پسینے میں ڈوبے ہوں گے:

گنہگار لوگ میدان حشر میں اپنے اپنے گناہوں کے اعتبار سے پسینے میں شرابور ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((قَبْحُوكُمُ النَّاسُ عَلَى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَتَكُونُ اِلَى كَعْبَتِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَكُونُ اِلَى رُكْبَتِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَكُونُ اِلَى حَقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْحِمُهُ الْعَرَقُ الْعَمَامًا۔ قَالَ۔ وَاَشَارَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهِ اِلَى فِيهِ))^(۱)

”چنانچہ لوگ اپنے اپنے اعمال کے بقدر پسینے میں ہوں گے، ان میں سے کسی کا پسینہ ٹخنوں تک ہوگا اور کسی کا گھٹنوں تک اور کوئی کمر کر پسینے میں ہوگا (اور کسی کا پسینہ جڑ سے تک ہوگا) اور اسے پسینے کی لگام لگی ہوگی۔ [راوی کا کہنا ہے کہ یہ بات کہتے ہوئے آپ ﷺ نے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔“

گنہگاروں کا حساب کتاب اور نامہ اعمال:

میدان حشر میں لوگ نفساً نفسی کے عالم میں ادھر ادھر بھاگ رہے ہوں گے تاکہ کسی طرح امن و سکون حاصل ہو سکے۔ چنانچہ لوگ مختلف انبیاء کے پاس جائیں گے تاکہ وہ اللہ سے سفارش کریں اور حساب کتاب کا عمل شروع ہو۔ لیکن اس موقع پر انبیاء کو بھی اللہ کے حضور بات کرنے کی جرأت نہ ہوگی، بالآخر حضرت محمد ﷺ کی خصوصی شفاعت سے حساب کتاب کا عمل شروع ہو جائے گا۔ میدان حشر میں تمام لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) [صحیح مسلم: کتاب صفة الجنة: باب صفة يوم القيامة..... (ح ۲۸۶۴) جامع ترمذی: کتاب صفة القيامة (باب ۳- ح ۲۴۲۳) صحیح الجامع الصغیر (ح ۲۸۳۳)]

﴿وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ﴾
[الواقعه: ۱ تا ۷]

”تم لوگ اس وقت تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے، دائیں بازو والے؛ آہا! دائیں بازو والوں (کی خوش قسمتی) کا کیا کہنا۔ اور بائیں بازو والے؛ ہائے! بائیں بازو والوں (کی بد نصیبی) کا کیا کہنا اور آگے والے تو پھر آگے والے ہی ہیں وہ تو مقرب لوگ ہیں۔“

ان آیات میں پہلے گروہ کو أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ، دوسرے گروہ کو أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ اور تیسرے گروہ کو السَّابِقُونَ الْأَوْلُونَ کہا گیا ہے۔ ان آیات کی تفسیر میں مفسرین نے بہت تفصیلات بیان کی ہیں؛ خلاصہ یہ ہے کہ

☆..... قیامت کے روز لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک گروہ عرش الہی کے دائیں طرف ہوگا۔ یہ گروہ دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ وصول کرنے والا ہوگا اور اہل جنت کی اکثریت اسی پر مشتمل ہوگی اور اسے ہی أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ کہا گیا ہے۔ اس گروہ میں شامل لوگوں کا حساب کتاب بہت آسان ہوگا اور جلد ہی انہیں ان کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دے کر جنت میں داخلے کی اجازت دے دی جائے گی۔ انہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَمَا مِنْ لَوْيْسَىٰ كَيْبَةٍ يَجِيئُهُ فَمَسُوفٌ يُحْسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا﴾ [الانشقاق: ۹ تا ۱۷]

”پھر جس کا لویسی کبچہ پہنچتا ہے فمَسُوفٌ (مستحق حساب) حساباً یسیراً (آسان) اور لوٹتا ہے مسروراً (خوش) اور اپنے لوگوں کی طرف خوش خوش لوٹے گا۔“

☆..... دوسرا گروہ عرش الہی کے بائیں طرف ہوگا، اس گروہ میں شامل لوگوں کو ان

کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں پکڑا یا جائے گا، اسے ہی قرآن میں اصحاب المُنْتَمَةِ کہا گیا ہے اور جہنم کی اکثریت اسی گروہ پر مشتمل ہوگی۔ اس گروہ میں کافروں مشرکوں کے علاوہ اللہ کے وہ باغی اور نافرمان بھی شامل ہوں گے جن کی نیکیاں تھوڑی اور گناہ زیادہ ہوں گے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرْكُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَ كُمْ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءَ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنتُمْ تَزْعُمُونَ﴾ [الانعام: ۹۴]

”اور تم ہمارے پاس تن تنہا آ گئے جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ اکیلا پیدا کیا تھا۔ جو کچھ ہم نے تم کو دنیا میں دیا تھا وہ سب تم پیچھے چھوڑ آئے ہو اور اب ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تم سمجھتے تھے کہ تمہارے کام بنانے میں ان کا بھی کچھ حصہ ہے، واقعی تمہارے آپس کے سب رابطے ٹوٹ گئے اور تمہارا دعویٰ تم سے گیا گزرا ہو گیا۔“

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَامِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَبَّكَلْمُهُ رَبَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ قَرُوبَانٌ فَيَنْظُرُ آمِنًا مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِهِ وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ تَلْقَاءَ وَجْهِهِ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ))^(۱)

”اللہ تعالیٰ ہر ایک کے ساتھ براہ راست گفتگو فرمائیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا۔ بندہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اپنا ہی کیا اُدھر نظر آئے گا اور اپنے بائیں طرف دیکھے گا تو ادھر بھی اپنے ہی کرتوت نظر آئیں گے، سامنے کی

(۱) [صحیح بخاری: کتاب التوحید: کلام الرب یوم القیامۃ مع الانبیاء وغیرہم (ح ۷۵۱۲)]

صحیح مسلم: کتاب الزکاة: باب البحت عن الصدقة (ح ۱۰۱۶)]

طرف دیکھے گا تو چہرے کی سیدھ میں آگ ہی آگ نظر آئے گی۔ لہذا اس آگ سے بچنے کی کوشش کرو خواہ کھجور کا آدھا کلا ہی صدقہ کر کے بچ سکو!

اور ایسے لوگوں کا جب اعمال نامہ کھول کر ان کے سامنے کر دیا جائے گا تو وہ حیران و ششدر رہ جائیں گے کیونکہ ان کے اعمال نامہ میں پائی پائی کا حساب درج ہوگا۔ اس وقت گنہگار انسان پر جو کیفیت طاری ہوگی قرآن کریم نے اس کا یہ نقشہ کھینچا ہے:

﴿وَوَضِعَ الْكِتَابَ فَتَرَى الْمُحْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَلُّوا مَاعْمَلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا﴾ [الكهف: ٤٩]

”اور نامہ اعمال سامنے رکھ دیے جائیں گے، پس تو دیکھے گا کہ گنہگار لوگ اس (میں) درج تحریر سے خوفزدہ ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کیسی کتاب ہے کہ جس نے ہماری کوئی بھی چھوٹی بڑی حرکت اس میں درج کرنے سے نہیں چھوڑی۔ اور جو کچھ انہوں نے (زندگی میں) کیا تھا وہاں سب اپنے سامنے حاضر پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔“

اسی طرح اس گروہ کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ بِأَلَيْسَ لِي أُوتِيَ كِتَابِي وَلَمْ أَدْرِمَاجِسَابِيَةَ يَلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ مَا أَعْنَى عَنِّي مَالِيَةَ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَةُ خُلُوهُ قَعْلُوهُ ثُمَّ أُلْحِيحِيمَ صَلْوَهُ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ﴾ [الحاقة: ٣٢٦-٣٣٠]

”اور جس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا: کاش! میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا گیا ہوتا اور میں یہ نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش! میری وہی موت (جو دنیا میں آئی تھی) فیصلہ کن ہوتی، آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا سارا اقتدار (یادلیل و حجت) ختم ہو گیا (اللہ کی طرف سے حکم ہوگا) پکڑو! اسے اور اس کی

گردن میں طوق ڈال دو، پھر اسے جہنم میں جھونک دو، پھر اسے ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو!“

☆..... تیسرا گروہ وہ ہے جسے السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ کہا گیا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس ہوں گے اور یہ پہلے گروہ سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے مقرب و محبوب ہوں گے، تاہم تعداد کے لحاظ سے یہ لوگ پہلے گروہ یعنی (أَصْحَابُ الْعِمِّيْنَةِ) سے کم ہوں گے۔ اس گروہ میں نبیوں اور رسولوں کے علاوہ ان کی امتوں کے صدیق اور شہدا بھی شامل ہوں گے، امت محمدیہ ﷺ میں سے ستر ہزار ایسے افراد بھی اس میں شامل ہوں گے جن سے کسی قسم کا حساب و کتاب اور باز پرس نہ ہوگی۔ میدان حشر میں ہی انہیں حوض کوثر کے جام طہور سے نوازا جائے گا۔ اور عرش الہی کا سایہ انہیں نصیب ہوگا۔ یا اللہ! ہمیں بھی اس گروہ کی رفاقت عطا فرما۔ آمین!

گنہگار پل صراط پر:

اعمال نامے تقسیم کرنے کے بعد لوگوں کو ایک پل، جسے عرف عام میں پل صراط کہا جاتا ہے، سے گزارا جائے گا، اس پل کے نیچے جہنم کی آگ بھڑک رہی ہوگی۔ لوگ اپنے اپنے عملوں کے مطابق اس پل صراط سے گزریں گے۔

انبیاء و رسل تو آ نکھ جھپکنے یا بجلی کی سی تیزی سے گزر جائیں گے، اہل اللہ اور متقی حضرات ہوا کی مانند یا تیز رفتار گھوڑے کی سی پھرتی کے ساتھ گزریں گے، البتہ بحرین اور گناہوں کے عادی افراد کے لیے معاملہ خاصہ پریشان کن ہوگا۔ ان میں سے کچھ تو گرتے پڑتے زخمی ہوتے اور لڑکھڑاتے لڑکھڑاتے بلا آخر گزر رہی جائیں گے۔ اور باقی لوگ اپنے گناہوں کی پاداش میں داخل جہنم ہو جائیں گے۔ اس پل صراط کے بارے میں آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((لَمْ يُولَىٰ بِالْحَسْرِ فَيَحْمَلُ بَيْنَ ظَهْرِي جَهَنَّمَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْحَسْرُ؟ قَالَ:

مَدْحَضَةٌ مَزَلَّةٌ عَلَيْهِ عَطَاطِيفٌ وَكَلَالِبُ وَحَسَكَةٌ مُفْلَطَلْحَةٌ لَهَا شَوْكَةٌ غَفِيَاءٌ
تَحْمُونَ بِسُحُبٍ يُقَالُ لَهَا السُّعْدَانُ الْمُؤْمِنُونَ عَلَيْهَا كَالطَّرْفِ وَكَالْبُرْقِ وَكَالرَّيْحِ
وَكَأَحْوَيْدِ السَّيْلِ وَالرَّكَابِ فَنَاجٍ مُسَلَّمٌ وَنَاجٍ مَخْلُوشٌ وَمَكْنُوسٌ فِي نَارِ
جَهَنَّمَ حَتَّى يَمُرَّ بِحُرْمِهِمْ يَسْحَبُ سَحْبًا^(۱)

”اس کے بعد ہل کو لاکر دوزخ کے عین اوپر درمیان میں رکھ دیا جائے گا (صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ) ہم نے دریافت کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! وہ ہل کس طرح کا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ پھسلنے والا ہل ہے اور اس میں الٹی سیدھی لوہے کی سلاخیں لگی ہوں گی۔ علاوہ ازیں اس پر تیز نوک دار اور آنکڑوں کی شکل میں مڑی ہوئی لوہے کی دھاری دار پٹیاں لگی ہوں گی۔ اور تیز نوک دار کانٹے ہوں گے جن کے سرے مڑے ہوں گے۔ اور اس پر اس طرح کے چوڑے کانٹے ہوں گے جیسے کانٹے نجد میں پائے جاتے ہیں اور نجد میں انہیں ’سعدان‘ کہا جاتا ہے۔ اہل ایمان اس پر سے مختلف انداز سے گزریں گے، کوئی آنکھ چھپکتے ہی گزر جائے گا تو کوئی بجلی کی طرح، کوئی ہوا کی طرح تو کوئی تیز رفتار گھوڑے کی طرح یا تیز رفتار سواری کی طرح۔ اچھا بچہ اہل ایمان میں سے بعض اہل ایمان تو عافیت اور سلامتی کے ساتھ گزر جائیں گے اور بعض کو خراشیں آئیں گی لیکن بچاؤ ہو جائے گا اور بعض (گناہوں کی زیادتی کی وجہ سے) جہنم کی آگ میں جا گریں گے حتیٰ کہ آخری آدمی گھسٹتے گھسٹتے اس ہل کو پار کرے گا۔“

ایک دوسری حدیث میں ہل صراط کی تفصیل آپ ﷺ نے اس طرح بیان فرمائی ہے:

((وَيَضْرَبُ جَسْرُ جَهَنَّمَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: فَاكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُحْمِلُ دُعَاءَ الرَّسُولِ
يَوْمَئِذٍ اللَّهُمَّ سَلِّمْ، وَسَلِّمْ وَبِهِ كَلَالِبُ مِثْلُ شَوْكِ السُّعْدَانِ أَمَا رَأَيْتُمْ شَوْكَ السُّعْدَانِ

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الشوحید: باب وجوہ یومئذ ناضرة (ج ۷۴۳۹) صحیح

مسلم: کتاب الایمان: باب معرفة طریق الرؤیة (ج ۱۸۲)]

قَالُوا بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّمْعَدِ انْ غَيْرَ أَنَّهَا لَا تَعْلَمُ قَدْرَ عَظِيمِهَا إِلَّا اللَّهُ فَتَحْطِفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ مِنْهُمْ الْمُؤَبَّقُ بِعَمَلِهِ وَمِنْهُمْ الْمُعْرَدُلُ - ثُمَّ يَنْحُو» (۱)

”اس موقع پر جہنم پر پل (پل صراط) رکھ دیا جائے گا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے اس پل کو میں پار کروں گا۔ اس دن ہر رسول پکار پکار کر کہہ رہا ہوگا: اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ (اے پروردگار! مجھے بچائیے، مجھے بچائیے) اس پل سعدان کے کانٹوں کی طرح ٹیڑھے سردالے اور نوک دار کانٹے ہوں گے۔

کیا تم نے ’سعدان‘ کے کانٹے نہیں دیکھے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: ہاں اللہ کے رسول! پھر آپؐ نے فرمایا: پل صراط کے کانٹے بالکل سعدان کے کانٹوں جیسے ہوں گے۔ البتہ وہ کتنے بڑے ہوں گے اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ یہ کانٹے لوگوں کو ان کے اعمال کے اعتبار سے دو بچیں گے کچھ لوگ اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے تباہ ہو جائیں گے۔ (جہنم میں جا گریں گے) کچھ کو خراشیں آئیں گی لیکن بچ جائیں گے۔“

۱۸۱۱۰۸۲۰

جنت یا جہنم:

اس کے بعد آخری مرحلہ آئے گا یعنی پل صراط سے گرنے والے گنہگار لوگ تو جہنم میں جا گریں گے جب کہ اس سے بچ جانے والے نیک لوگ یا وہ لوگ جن کے گناہ کم ہوں گے وہ جنت میں پہنچ جائیں گے۔ جہنم میں گنہگار لوگوں کے کیا حالات ہوں گے، اس کی تفصیلات سے پہلے یہاں ایک تفصیلی حدیث کا ترجمہ ملاحظہ کر لینا مفید ہے:

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو (با آسانی) دیکھ

(۱) [صحيح بخارى: كتاب الرقاق: باب الصراط حمر جهنم (ح ۶۵۷۳) صحيح مسلم:

كتاب الايمان؛ باب مروفة طريق الجنة (ح ۱۸۲)]

سکیں گے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر بادل نہ ہوں تو کیا سورج یا چاند دیکھنے میں تمہیں کوئی مشکل ہوتی ہے؟“

ہم نے عرض کیا: ”نہیں“۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس طرح تمہیں چاند یا سورج دیکھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی اسی طرح اس روز تمہیں اپنے رب کو دیکھنے میں کوئی مشکل نہ ہوگی۔“ پھر آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

”ایک آواز لگانے والا، آواز لگائے گا کہ ”تمام لوگ اپنے اپنے معبود کے پاس پہنچ جائیں۔“ چنانچہ صلیب کی پوجا کرنے والے صلیب کے پاس پہنچ جائیں گے، بتوں کے پرستار بتوں کے پاس اور دیگر خداؤں کی پرستش کرنے والے اپنے اپنے خداؤں کے پاس پہنچ جائیں گے۔ آخر میں صرف اللہ کو ماننے والے رہ جائیں گے خواہ نیک ہوں یا بد، ان کے علاوہ چند باقی ماندہ اہل کتاب (یہودی، اور عیسائی) بھی وہیں کھڑے رہیں گے۔ پھر جہنم کو ایک سراب کی شکل میں حاضر کیا جائے گا۔ (یاد رہے کہ ریت کے چمیل صحرا پر جب تیز دھوپ پڑے تو دور سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے پانی بہ رہا ہے، اسے سراب کہتے ہیں)

یہودیوں سے پوچھا جائے گا: ”تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ”ہم اللہ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے تھے۔“ (معاذ اللہ!) جواب ملے گا: ”تم جھوٹ بول رہے ہو، نہ اللہ کی بیوی ہے اور نہ بیٹا۔ اب تم چاہتے کیا ہو؟“ وہ پانی کا سوال کریں گے، جواب ملے گا: پانی پی لو (یعنی اس جہنم سے جو سراب کی شکل میں ہے) چنانچہ وہ اوپر تلے جہنم میں گرتے چلے جائیں گے۔

اس کے بعد عیسائیوں سے پوچھا جائے گا: ”تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ”ہم اللہ کے بیٹے عیسیٰ مسیح کی عبادت کرتے تھے۔“ (معاذ اللہ!) جواب ملے گا: ”تم جھوٹ بول رہے ہو، نہ اللہ کی بیوی ہے اور نہ بیٹا۔ اب تم چاہتے کیا ہو؟“

وہ پانی کا سوال کریں گے۔ جواب ملے گا: ”جاؤ پانی پی لو۔“ (وہ بھی اس سراب سے پانی پینے کے لیے جائیں گے اور) پے در پے جہنم میں گرتے جائیں گے۔ آخر کار وہ لوگ بچ جائیں گے جو صرف اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے، ان میں نیک اور بد سبھی لوگ شامل ہوں گے۔ ان سے سوال ہوگا: ”دوسرے لوگ تو جا چکے ہیں تم کیوں نہیں جا رہے؟“ وہ جواب دیں گے: ”جب ہمیں ان (کافروں، مشرکوں کی دنیا میں) سخت ضرورت تھی اس وقت ہم نے ان کا ساتھ نہ دیا تو آج ہم ان کے ساتھ کیوں جائیں؟ اور ہم نے یہ آواز سنی ہے کہ ہر گروہ اپنے اپنے محبوب کے پاس پہنچ جائے، لہذا ہم اپنے رب کے انتظار میں ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ایسی صورت میں تشریف لائیں گے جو ان لوگوں نے پہلے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ”میں تمہارا رب ہوں!“

یہ لوگ سوال کریں گے: ”کیا واقعی آپ ہمارے رب ہیں؟“ (ایک دوسری روایت میں ہے: ”وہ کہیں گے، ہم تو اپنی اسی جگہ پر رہیں گے جب تک کہ ہمارا رب نہ آجائے، جب ہمارا رب آجائے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے“) اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایسی صورت میں تشریف لائیں گے جسے وہ لوگ پہچانتے ہوں گے۔ اس وقت صرف انبیاء کرام کو گفتگو کی اجازت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ دریافت کریں گے:

”کیا تمہارے پاس کوئی ایسی نشانی ہے جس سے تم اپنے رب کو پہچان سکو؟“
وہ کہیں گے: ”ہاں پنڈلی کی نشانی ہے۔“

تب اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی ظاہر فرمادیں گے، اسی وقت تمام اہل ایمان سجدے میں گر جائیں گے۔ البتہ جو لوگ دکھلاوے اور شہرت کے لیے نماز پڑھتے تھے، وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔ وہ سجدہ کرنے کی انتہائی کوشش کریں گے لیکن ان کی کمر تختے کی طرح

سیدھی کی سیدھی رہے گی۔ (جھکے گی نہیں) اس کے بعد پل صراط کو لا کر دوزخ کے عین اوپر درمیان میں رکھ دیا جائے گا۔

ہم نے دریافت کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! وہ پل کیسا ہوگا؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس پر پھسلن ہوگی، اس میں الٹی سیدھی لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی ہوں گی، تیز نوک دار کانٹے لگے ہوں گے، یہ کانٹے سر سے مڑے ہوئے ہوں گے جیسے نجد کے وہ کانٹے ہیں جنہیں ’سہدان‘ کہا جاتا ہے۔“

اہل ایمان پل صراط پر سے مختلف انداز سے گزریں گے، کوئی آکھ جھکتے ہی، کوئی بجلی کی طرح، کوئی ہوا کی طرح، کوئی تیز رفتار گھوڑے کی طرح، بچھڑے کچھ مسلمان سلامتی سے گزر جائیں گے، کچھ کو خراشیں آئیں گی لیکن بچاؤ ہو جائے گا اور کچھ جہنم کی آگ میں جاگریں گے حتیٰ کہ آخری آدمی گھسٹتے گھسٹتے اس پل صراط کو پار کر لے گا۔

آج تم میرے ساتھ اپنا حق مانگنے میں اس قدر اصرار نہیں کرتے جس قدر ایک مومن اپنے مومن بھائی کی خاطر اللہ تعالیٰ سے اصرار کرے گا جب اہل ایمان کو یقین ہو جائے گا کہ ان کی درخواست اپنے مومن بھائیوں کے حق میں قبول ہو جائے گی تو وہ عرض کریں گے: ”اے پروردگار! ہمارے بھائی ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ روزے رکھتے اور ہمارے ساتھ مل کر نیک کام کرتے تھے۔“ تب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ”جاؤ جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی ایمان ہے، اسے جہنم سے نکال لاؤ۔“

(گنہگار مسلمانوں کو پہچاننے کی صورت یہ ہوگی کہ) اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کے چہروں کو آگ سے محفوظ رکھیں گے۔ بعض گنہگار مسلمانوں کے لختوں تک آگ ہوگی اور بعض کی آدمی پنڈلی تک، چنانچہ سفارشی حضرات جس جس گنہگار کو پہچان لیں گے ان کی سفارش کر کے انہیں ساتھ لے جائیں گے۔

نیک لوگ دوبارہ اہل ایمان کے حق میں سفارش کریں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جاؤ اور جس کے دل میں آدھے دینار کے برابر بھی ایمان ہے، اسے بھی نکال لاؤ۔“ چنانچہ سفارشی حضرات جس جس گنہگار کو پہچان لیں گے اسے نکال لائیں گے۔“

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جسے میری بات پر یقین نہ آئے وہ یہ آیت پڑھ کر دیکھ لے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً بَضَاعِفَهَا.....﴾

”اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اگر کوئی نیکی کرے تو اللہ اسے دوگنا کر دیتا ہے۔“

اس موقع پر جب انبیاء کرام، فرشتے اور اہل ایمان (اپنے اپنے حصہ کی) سفارش کر چکیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ”ابھی میری اپنی کرم نوازی باقی ہے۔“ چنانچہ اللہ تعالیٰ مٹھی بھر کے لوگوں کو آگ سے نکالیں گے، اور جنت کے دروازے کے قریب سے گزرنے والی تہر’ آب حیات’ میں انہیں ڈال دیا جائے گا۔ پس وہ لوگ اس کے دونوں کناروں پر اس طرح بڑھیں گے جیسے کسی درخت یا پتھر کے پاس پڑی سیلاب کی نمدار مٹی میں دانہ اُگتا ہے۔ اس کا جو حصہ دھوپ کی طرف ہو وہ سبز ہوتا ہے اور جو سائے کی طرف ہو وہ سفید ہوتا ہے۔

یہ لوگ (آب حیات سے) موتیوں کی طرح نکل آئیں گے، ان کی گردنوں میں مہریں لٹک رہی ہوں گی، اس کے بعد یہ جنت میں داخل ہوں گے۔ اہل جنت کہیں گے: ”یہ رحمان کی کرم نوازی سے آزاد ہونے والے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بغیر کسی نیکی اور بغیر کسی عمل کے جنت میں داخل کر دیا ہے۔“ پھر انہیں کہا جائے گا: ”تمہارے لیے وہ سب کچھ ہے جو تم نے دیکھ لیا، اتنا ہی اور بھی ہے!“ (۱)

(۱) [بخاری و مسلم، ایضاً]

داعی جہنمی گنہگاروں کی حسرتیں!

جہنم میں جانے والے گنہگاروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَسْرُوا السَّامَةَ لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْيُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ يُحْزَنُونَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [سبا: ۳۳]

”اور جب یہ لوگ اس عذاب کو دیکھ لیں گے تو دل ہی دل میں پچھتائیں گے اور ہم منکروں کے گلوں میں طوق ڈال دیں گے۔ لوگ جیسے اعمال کرتے ہیں، ویسی ہی وہ سزا پائیں گے؟“

قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہوا:

﴿وَيَوْمَ نَحْضُ الضَّلِيمَ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا بَنِيَّ إِنِّي كُنْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا يَا بَنِيَّ لَيْسَ لِي لِمَ اتَّبَعْتُكُمْ فَلَانَا خَلِيلًا لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَلِيلًا﴾ [الفرقان: ۲۷ تا ۲۹]

”اس دن ظالم انسان اپنے ہاتھ چبائے گا اور کہے گا: کاش! میں نے رسول کا ساتھ دیا ہوتا۔ ہائے میری کم بختی! کاش، میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے مجھے اس نصیحت (کو قبول کرنے) سے بہکاوے میں رکھا جو نصیحت میرے پاس آئی تھی۔ اور شیطان انسان کے حق میں بڑا ہی بے وفا ہے۔“

اس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ أَحَدٌ الْحَنَّةَ إِلَّا أَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ لَوْ أَسَاءَ، لِيَزِدَاكَ شُكْرًا وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ إِلَّا أَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْحَنَّةِ لَوْ أَحْسَنَ، لِيَكُونَ عَلَيْهِ حَسْرَةٌ))^(۱)

”جو شخص جنت میں جائے گا، اسے اس کا دوزخ کا ٹھکانہ بھی دکھایا جائے گا

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب صفة الحنة والنار..... (ح ۶۵۶۹) مسند احمد (ج

(اور کہا جائے گا) کہ اگر وہ برائی کرتا تو اسے یہ مقام ملتا۔ تاکہ وہ اور زیادہ شکر ادا کرے اور جو شخص دوزخ میں داخل ہوگا اسے اس کا جنت والا مقام بھی دکھایا جائے گا (اور کہا جائے گا) کہ اگر وہ اچھے کردار کا مالک ہوتا تو یہ مقام نصیب ہوتا۔ یہ اس لیے کیا جائے گا تاکہ اسے اپنے اس انجام پر اور زیادہ حسرت ہو۔“

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا صَارَ أَهْلُ الْحَنَةِ إِلَى الْحَنَةِ وَالْأَهْلُ النَّارِ إِلَى النَّارِ جِئَ بِالْمَوْتِ حَتَّى يُحْمَلَ بَيْنَ الْحَنَةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يُدْبَعُ ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ: يَا أَهْلَ الْحَنَةِ لَا مَوْتَ وَيَا أَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ فَيَزِدَادُ أَهْلَ الْحَنَةِ فَرَحًا إِلَى فَرَحِهِمْ وَيَزِدَادُ أَهْلَ النَّارِ حُزْنَ إِلَى حُزْنِهِمْ))^(۱)

”جب جنت کے حقدار جنت میں پہنچ جائیں گے اور دوزخ کے حقدار دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو موت کو لا کر جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا۔ اس موقع پر آواز لگانے والا بلند آواز سے پکارے گا: ”اے جنت والو! اب موت نہیں آئے گی، اے دوزخ والو! اب موت نہیں آئے گی۔“ چنانچہ یہ اعلان سن کر جنت والوں کی خوشیوں میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ اسی طرح دوزخ والوں کے رنج اور افسوس میں بھی اور اضافہ ہو جائے گا۔“

ایک روایت ہے کہ اس کے بعد آنحضرتؐ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ.....﴾^(۲)

”اے نبی! انہیں اس حسرت والے دن سے ڈراؤ جب فیصلہ کر دیا جائے گا، جب کہ یہ لوگ غافل ہیں اور ایمان نہیں لارہے۔“

(۱) [صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب صفة الحنة والنار (ج ۶۵، ۴۸) صحیح مسلم: کتاب

’الحنة: باب النار يدخلها الجبارون..... (ح ۲۸۵۰)]

(۲) [صحیح مسلم: ایضاً (ج ۲۸، ۴۹)]

داعیٰ جنمی گنہگاروں کا عذاب!

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الْمُسْحَرِمِينَ فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَلِيلُونَ لَا يَمْتَرُونَ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ وَمَا ظَلَمْتَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ وَنَادُوا بِمَلِكٍ لِيَقْضِيَ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ مَكِيدُونَ لَقَدْ جَفْنَاكُمْ بِالْحَقِّ وَلَكِنْ أَكْثَرْتُمْ لِسَحَقِ كَرِهُونَ﴾
[الزحرف: ۷۴ تا ۷۸]

”رہے مجرم لوگ، تو وہ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ کبھی ان کے عذاب میں کمی نہ ہوگی اور وہ اس میں مایوس پڑے رہیں گے، ان پر ہم نے ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے رہے۔ اور وہ پکاریں گے: اے مالک! (یہ دوزخ کے داروغے کا نام ہے) تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کر دے (یعنی ہمیں موت دے دے) تو اچھا ہے۔“ وہ جواب دے گا: ”تم یونہی پڑے رہو گے۔ ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے مگر تم میں سے اکثر کو حق ہی ناگوار تھا۔“

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا كَذَلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ وَهُمْ يَصْطَرِحُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلْ أُولَئِكَ نُعَذِّبُكُمْ مَا يُعَذِّبُكُمْ فَأَنْتُمْ تَدَّكُرُونَ وَجَاءَكُمْ مِنَ النَّبِيِّزَاتُ فَنُوقُوا فَسَالِلِ الظَّالِمِينَ مِنْ نَعِيمٍ﴾ [فاطر: ۳۶-۳۷]

”اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان کا قصہ پاک کر دیا جائے گا کہ مرجائیں اور نہ ہی ان کے لیے جہنم کے عذاب میں کوئی کمی کی جائے گی۔ اس طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ہر اس شخص کو جو کفر کرنے والا ہو۔ وہاں چیخ چیخ کر کہیں گے کہ ”اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال لے تاکہ ہم نیک عمل کریں،

ان (برے) اعمال سے مختلف جو ہم پہلے کرتے رہے تھے۔“ (انہیں جواب دیا جائے گا) ”کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس میں کوئی سبق لینا چاہتا تو سبق لے سکتا تھا اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا بھی آچکا تھا۔ اب مزہ چکھو! ظالموں کا یہاں کوئی مددگار نہیں ہے۔“

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ أَهْلَ النَّارِ لَيَكُونُونَ حَتَّىٰ لَوْ أُخْرِجَتِ السُّفُنُ فِي ذُمُوعِهِمْ لَحَرَّتْ وَأَنَّهُمْ لَيَكُونُونَ الدَّمَ)) یعنی مکان الدم^(۱)

”دوزخ والے اس قدر روئیں گے کہ اگر ان کے آنسوؤں میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی چل پڑیں اور ان کے آنسو بھی خون کے ہوں گے۔“

گنہگاروں کے لیے جہنم کی زنجیریں اور تار کول!

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ تَصْحَبْ فَصَحْبٌ قَوْلُهُمْ إِذَا كُنَّا ثَرِيَاءَ إِنَّا لَفِي خَلْقٍ حَلِيدٍ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ الْأَغْلَلُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ [الرعد: ۵]

”اور اگر تم تجب کرتے ہو تو پھر تجب کے قابل تو ان لوگوں کا یہ قول ہے کہ ”جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے؟“ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب سے کفر کیا ہے، اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق پڑے ہوں گے، یہ جہنمی ہیں اور جہنم میں یہ ہمیشہ رہیں گے۔“

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) [مستدرک حاکم (ج ۴ ص ۶۰۵) امام حاکم اور امام ذہبی نے اس روایت کو صحیح اور شیخ البانی نے حسن قرار دیا ہے۔ صحیح الجامع الصغیر (ج ۲۰۳۲)]

﴿وَتَرَى الْمُسْحِرِينَ يَوْمَئِذٍ مَفْرَقِينَ فِي الْأَصْفَادِ سَرَابُهُمْ مِنْ طَيْرٍ اَنْ وَنَعْسٍ
وَجُوعِهِمْ النَّارُ﴾ [ابراہیم: ۵۰، ۴۹]

”اس روز تم مجرموں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں (ان کے ہاتھ پاؤں) جکڑے ہوئے ہوں گے۔ تارکول کا لباس پہنے ہوئے ہوں گے اور آگ کے شعلے ان کے چہروں کو ڈھانپ رہے ہوں گے۔“

گنہگاروں کی خوراک کے لیے زقوم (تھوہڑ) کا درخت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنْ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامَ الْاٰیْمِیْنَ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُوْنِ كَغَلِي الْحَمِيْمِ عَلُوْهُ
فَاغْلُوْهُ اِلٰی سَوَاۤءِ الْحَمِيْمِ ثُمَّ صَبُّوا۟ فَوْقَ رَاسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ذٰلِكَ اِنَّكَ اَنْتَ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اِنْ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ﴾ [الدخان: ۴۳ تا ۵۰]

”بے شک زقوم (تھوہڑ) کا درخت گنہگار کا کھانا ہوگا جو تھپٹ جیسا ہے، اور پیٹ میں وہ اس طرح جوش کھائے گا جیسے کھولنا ہوا پانی جوش کھاتا ہے۔ (کہا جائے گا) ”پکڑو اسے اور زکیدتے ہوئے لے جاؤ اس کو جنم کے پتھوں بیچ اور اٹریل دو اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب۔ (پھر کہا جائے گا کہ) چکھ اس کا مزہ، تو بڑا زبردست اور عزت دار آدمی بنا تھا! یہ وہی چیز ہے جس کے آنے میں تم لوگ شک رکھتے تھے۔“

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اٰذٰلِكَ عَمْرٌ نَزَلَا۟ اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ اِنَّا حَطَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظٰلِمِيْنَ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِی
اَسْفَلِ الْحَمِيْمِ طَلْعُهَا كَاَنَّهُ رَءُۤىُّ الشَّیْطٰنِ فَاَنْهَمُ لَا يَكُلُوْنَ مِنْهَا فَمَا لَیُّوْنَ مِنْهَا
الْبٰطِلُوْنَ ثُمَّ اِنْ لَّهُمْ عَلَیْهَا لَمَثُوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ثُمَّ اِنْ مَرَجَعْتُمْ اِلٰی الْحَمِيْمِ اِنَّهُمْ لَفُؤَا
اِیَّاءِ هُمْ ضٰلِّیْنَ فَمَنْ عَلٰی اَرۡبَعٍ یُّهْرَعُوْنَ﴾ [الصفت: ۶۲-۷۰]

”بتاؤ! یہ ضیافت اچھی ہے یا زقوم کا درخت؟ ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لیے

قند بنا دیا ہے۔ وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی تہ سے نکلتا ہے۔ اس کے ٹھونے ایسے ہیں جیسے شیطانوں کے سر۔ جہنم کے لوگ اسے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے۔ پھر اس پر پینے کے لیے ان کو کھولتا ہوا پیپ اور خون نمایانی طے گا اور اس کے بعد ان کی واپسی اسی آتش دوزخ کی طرف ہوگی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا اور انہی کے نقش قدم پر (بلا سوچے سمجھے) دوڑ چلے۔“

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ [آل عمران]

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اللہ سے ڈرنے کا حق ہے، اور تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔“ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَوْ أَنَّ قَطْرَةً مِّنَ الزَّقْوَمِ قَطِرَتْ فِي دَارِ الدُّنْيَا لَأَفْسَدَتْ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا مَعَايِشَهُمْ، فَكَيْفَ بِمَنْ يَكُونُ طَعَامَهُ))^(۱)

”اگر زقوم کے درخت کا ایک قطرہ دنیا میں پکا دیا جائے تو دنیا والوں کی زندگی اجیرن ہو جائے۔ پھر بتاؤ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کی خوراک ہی یہ درخت ہوگا۔“

گنہگاروں کے لیے جہنم کی پیپ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَسَابٌ كُلٌّ حَبَابٍ عَيْنِيدٌ مِّنْ وَّرَاءِ ۖ جَهَنَّمَ وَيُسْقَىٰ مِنْ مَّاءٍ صَدِيدٍ يَتَحَرَّغُهُ وَلَا يَكْفَاهُ يُبَسِّغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَمِنْ وَّرَاءِ ۖ عَذَابٌ غَلِيظٌ﴾ [ابراہیم: ۱۵ تا ۱۷]

(۱) [جامع ترمذی: کتاب صفة جہنم: باب ماجاء فی صفة شراب اهل النار (ج ۲۵۸۵) سنن

ابن ماجہ: کتاب الزہد: باب صفة النار (ج ۴۳۲۵) مسند احمد (ج ۱ ص ۳۰۰)]

”تمام سرکش اور ضدی لوگ ناکام ہو گئے۔ پھر اس کے بعد آگے اس کے جہنم ہے، وہاں اسے پیپ کا پانی پینے کو دیا جائے گا جسے وہ زبردستی طلق سے اتارنے کی کوشش کرے گا اور مشکل ہی سے اتار سکے گا۔ موت ہر طرف سے اس پر چھائی رہے گی، مگر وہ مرنے نہ پائے گا اور پھر آگے ایک اور سخت عذاب ہوگا۔“

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ هَلْذَانِ حَصِّنُوا فِى رَبِّهِمْ فَاَلَّذِينَ كَفَرُوا قَطَعَ لَّهُمْ نَبَاتٌ مِّنْ نَّارٍ يُنْصَبُ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ يُصْهَرُ بِهِ مَا فِى بُطُونِهِمْ وَالْحَلُودُ وَلَهُمْ مَقَامِعٌ مِّنْ حَدِيدٍ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴾ [الحج: ۱۹-۲۲]

”یہ دو فریق ہیں جن کے درمیان اپنے رب کے بارے میں جھگڑا ہے۔ ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے لباس کاٹے جا چکے ہیں۔ ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا جس سے ان کی کھالیں ہی نہیں پیٹ کے اندر کے حصے تک گل جائیں گے اور ان کی خیر لینے کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے۔ جب کبھی وہ گھبرا کر جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے، پکھو! اب جلنے کی سزا کا مزہ۔“

گنہگاروں کے لیے دوزخ کی تپش کا عالم

گنہگاروں کو جس دہشتناک ہوائی آگ میں ڈالا جائے گا اس کی تپش کا عالم قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿ كَلَّا إِنَّهَا لَأَطْلَىٰ نَزَاةً لِّلنَّسْوَىٰ تَذْعُرْنَ عَنْ أَدْبَرٍ وَتَوَلَّىٰ وَحَمَعَ فَاوْطَىٰ ﴾

[المعارج- ۱۸ تا ۱۵]

”ہرگز نہیں وہ تو بھڑکتی ہوئی آگ کی ایٹھ ہوگی جو گوشت پوست کو چاٹ جائے گی۔“

پکار پکار کر اپنی طرف بلائے گی، ہر اس شخص کو جس نے حق سے منہ موڑا اور پیٹھ پھیری، مال جمع کیا اور سنبھال سنبھال کر رکھا۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءٍ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ)) (يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ كَانَتْ لِكَافِيَةٍ قَالَ: ((فَضَلْتُ عَلَيْهِنَّ بِسَعَةِ وَسِتِّينَ جُزْءًا أَكْثَلَهُنَّ مِثْلَ حَرِّهَا)) (۱)

”تمہاری یہ دنیا والی آگ جہنم کی آگ کا سترواں (۱/۷۰) حصہ ہے۔“ کسی نے کہا: یا رسول اللہ! یہی (دنیا والی) آگ سزا دینے کے لیے بہت کافی تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے اہتر (۶۹) درجے زیادہ ہے اور ہر ہر درجہ دنیا والی آگ کے برابر گرم ہے۔“

جہنم کی اکثریت عورتوں پر مشتمل ہوگی:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((قُمْتُ عَلَى بَابِ الْحَنَّةِ فَكَانَ عَامَةً مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِينُ وَأَصْحَابُ الْحَدِّ مَحْبُوسُونَ غَيْرَ أَنْ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلَى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَةٌ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ)) (۲)

”میں نے جنت کے دروازے پر کھڑے ہو کر دیکھا تو وہاں کی اکثریت غریب لوگوں پر مشتمل تھی۔ امیر لوگ باہر ہی رکے ہوئے تھے۔ البتہ جہنم کے مستحق لوگوں کو جہنم میں جانے کا حکم دیا گیا۔ اس کے بعد میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا۔ کیا دیکھا ہوں کہ وہاں کی اکثریت عورتوں کی تھی۔“

(۱) [صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب صفة النار وانها مخلوقة (ح ۳۲۶۵) صحیح

مسلم: کتاب صفة الجنة: باب في شدة حر نار جهنم (ح ۲۸۴۳)]

(۲) [صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب صفة الجنة والنار (ح ۶۱۸۱) صحیح مسلم: کتاب

الرقاق: باب اکثر اهل الجنة الفقراء واکثر..... (ح ۲۷۳۲)]

گناہ چھوڑنے کے انعامات

انفرادی یا اجتماعی طور پر جس طرح گناہوں کی کچھ نہ کچھ سزا آخرت کے علاوہ اس دنیا میں بھی ملتی ہے اسی طرح گناہ چھوڑنے اور نیکی و تقویٰ کی راہ اختیار کرنے کا بھی کوئی نہ کوئی انعام آخرت کے علاوہ اس دنیا میں بھی ضرور ملتا ہے .

اس باب میں اسی مناسبت سے بعض ایسے مبنی بر حقیقت واقعات پیش کیے گئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی خاطر جس نے گناہ چھوڑا، اسے اللہ تعالیٰ نے کسی بڑی نعمت سے ضرور نوازا، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی رضا کی خاطر گناہ چھوڑنے اور نیکی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! [مصنف]

حسد و کینہ چھوڑنے کا انعام!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”ابھی ہمارے سامنے ایک ایسا آدمی آنے والا ہے جو ضعیف ہے۔“

آپ کی اس بات کے بعد ایک انصاری آدمی نمودار ہوا، جو وضو کے پانی کو داڑھی سے صاف کر رہا تھا، اور اس نے اپنے بائیں ہاتھ میں جوتے اٹھا رکھے تھے۔ جب دوسرا دن ہوا تو تب بھی آپ ﷺ نے اسی طرح فرمایا، اور اس مرتبہ بھی وہی انصاری شخص نمودار ہوا۔ جب تیسرا دن ہوا تو نبی کریم ﷺ نے پھر وہی بشارت دی اور اس مرتبہ بھی اس بشارت کے بعد وہی انصاری شخص نمودار ہوا۔ گویا تینوں مرتبہ بشارت کا مستحق وہی قرار پایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اس آدمی کے پیچھے ہوئے جس کے متعلق آپ ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی، اور اس سے کہنے لگے

”میرا اپنے والد صاحب سے کچھ اختلاف ہو گیا ہے اور میں نے قسم کھالی ہے کہ میں تین روز تک ان کے گھر نہیں جاؤں گا، اگر آپ اجازت دیں تو کیا میں آپ کے ہاں یہ تین روز گزار سکتا ہوں۔“

اس انصاری نے کہا: ”ضرور، ایسی کون سی بات ہے؟“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کے ہاں تین راتیں گزاریں، میں نے دیکھا کہ وہ رات کو قیام بھی کوئی خاص نہیں کرتا اور بھی کوئی خاص عبادت نہیں کرتا۔ البتہ ایک بات تھی کہ جب رات کو نیند اچاٹ ہو جاتی تو وہ اپنے بستر پر پہلو بدلتے اللہ تعالیٰ کا ذکر ضرور کرتا یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت ہو جاتا۔ اس کے علاوہ میں نے جب بھی انہیں گفتگو کرتے سنا تو دیکھا کہ وہ ہمیشہ بھلائی ہی کی بات کرتے تھے۔ اسی طرح

تین راتیں گزر گئیں۔ میرے خیال میں ان کے عمل معمولی تھے، چنانچہ میں نے ازراہ حیرت ان سے کہا:

”اللہ کے بندے! غصہ نہ کرنا، حقیقت یہ ہے کہ میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی غصہ اور ناراضگی نہ تھی، بات دراصل یہ تھی کہ میں نے آپ کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کی زبان مبارک سے سنا کہ آنحضرت ﷺ نے آپ کے لیے کہا تھا کہ ”ابھی تمہارے سامنے ایک آدمی آئے گا جو جنتی ہے“، تین دن حضور نے یہ بات کہی اور تینوں مرتبہ آپ ہی آتے رہے۔ اس لیے میری خواہش تھی کہ میں آپ کے ہاں رہ کر آپ کا وہ عمل تلاش کرنے کی کوشش کرتا جس نے آپ کو اس مقام تک پہنچایا ہے تاکہ میں بھی اس عمل کو اختیار کر کے یہ رتبہ پالیتا لیکن میں نے تین دن آپ کے ہاں رہ کر یہ دیکھا ہے کہ آپ تو کوئی ایسا خاص عمل نہیں کرتے! آپ بتائیے، وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو اس بلند تر رتبہ تک پہنچا دیا ہے؟“

وہ صاحب کہنے لگے: ”عمل تو وہی ہے جو آپ نے دیکھ لیا۔“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے اس جواب کو سن کر میں نے واپسی کی راہ

لی، اب میں مڑا تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا:

”میرا نسل تو آپ ملاحظہ فرما چکے مگر میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے کسی مسلمان کے خلاف دل میں دھوکہ فریب کو کبھی جگہ نہیں دی، اور اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو جو خیر و بھلائی عطا فرمائی ہے اس پر میں نے اس سے کبھی حسد نہیں کیا۔“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”پھر یہی وہ چیز ہے جس نے آپ کو اس بلندی پہ فائز کیا ہے اور یہی وہ خصلت ہے جس پر ہم آپ کی طرح عمل کرنے سے قاصر ہیں!“^(۱)

حدیث میں مذکور اس واقعہ میں جہاں یہ معلوم ہوا کہ حسد و کینہ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا بہت بڑا کام ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ نیکی کے کاموں میں خصوصی شوق فرمایا کرتے تھے۔

چوری، ڈاکہ چھوڑنے کا انعام!

تبع تابعین میں جن بزرگوں کا زہد و اتقاء ضرب المثل تھا، ان میں شیخ فضیل بن عیاض بھی شامل تھے۔ آپ اگرچہ اپنے علم و فضل کے لحاظ سے اپنے معاصرین میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، جب کہ عام لوگوں کے دلوں میں آپ کی فضیلت و عظمت آپ کے زہد و تقویٰ ہی کی وجہ سے تھی۔

مؤرخ ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ شیخ فضیل کا خاندان صوبہ خراسان کی ایک بستی طالقان سے تعلق رکھتا تھا، جو بعد میں 'فندین' میں آباد ہو گیا تھا۔ اس علاقے کے قریب ایک بستی ایبورو تھی، وہیں ان کی ولادت ہوئی۔^(۱)

فضیل اگرچہ ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے مگر ان کو زیادہ سازگار ماحول نہ مل سکا جس کی وجہ سے ان کی عادتیں بگڑ گئیں اور انہوں نے راہزنی کا پیشہ اختیار کر لیا چنانچہ جوانی ہی میں وہ ایک خطرناک ڈاکو کی حیثیت سے مشہور ہو گئے۔ ان کی ڈاکہ زنی کا اتنا چرچہ تھا کہ خراسان کے آس پاس کے قافلے وہاں سے گزرتے ہوئے ان سے ڈرتے تھے۔

ان کی زندگی کے شب و روز اسی طرح گزر رہے تھے کہ اچانک اللہ کی خاص کرم نوازی سے انہیں توبہ کی توفیق نصیب ہو گئی۔ ان کی توبہ کی داستان میں بے شمار مجرموں اور ڈاکوؤں کے لیے سامان نصیحت ہے۔

ہوا یہ کہ فضیل کو کسی لڑکی سے عشق ہو گیا، مگر خواہش نفس کی تکمیل کی کوئی سہیل پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ ایک دن موقع پا کر وہ اس لڑکی کے گھر کی دیوار پر چڑھ گئے تاکہ موقع پا کر اندر داخل ہو سکیں۔ وہ دیوار پھاندا کر اندر داخل ہونا ہی چاہتے تھے کہ کوئی اللہ کا بندہ قرآن کی

(۱) [تاریخ ابن خلکان (ج ۲ ص ۱۰۸)]

تلاوت کر رہا تھا، فضیل وہیں دیوار پر رک کر اس کی تلاوت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جب اس نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَحْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِيَذُكَّرَ اللَّهُ﴾

”کیا ابھی اہل ایمان کے لیے وقت نہیں آیا ہے، کہ ان دل اللہ کی یاد سے دہل جائیں؟“

نجانے یہ قبولیت کی کوئی خاص گھڑی تھی کہ تلاوت قرآن مجید کی یہ دل گداز آواز ان کے کانوں میں جب پہنچی تو کانوں کے ذریعے سیدھا دل میں جا تری۔ ان کے دل میں ایمان کی دہلی ہوئی چنگاریاں بھڑک اٹھیں اور وہ بے اختیار بول اٹھے: ہاں میرے پروردگار! وہ وقت آ گیا ہے کہ میں گناہوں کی دلدل سے نکل کر تیری رحمت کے دامن میں پناہ لے لوں۔“

وہ اسی وقت وہاں سے واپس ہوئے، رات کا وقت تھا اس لیے ایک جنگل میں ٹھہر گئے، وہیں کوئی قافلہ پڑاؤ ڈالے پڑا تھا، اہل قافلہ آپس میں مشورہ کر رہے تھے کہ کب رخت سفر باندھا جائے، بعض کا خیال تھا کہ اسی وقت چلنا چاہیے۔ مگر بعض سمجھدار لوگوں نے یہ رائے دی کہ صبح سے پہلے سفر کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے کیونکہ یہی وہ راستہ ہے جس میں فضیل قافلوں پر ڈاکے ڈالتا ہے۔

فضیل کا بیان ہے کہ میں نے دل میں سوچا کہ میں رات بھر گناہوں میں غرق رہتا ہوں اور بندگان خدا مجھ سے ڈرتے ہیں حالانکہ اللہ نے ان کے درمیان مجھے اس لیے نہیں بھیجا، پھر انہوں نے صدق دل سے توبہ کی اور یہ دعا مانگی:

﴿اللَّهُمَّ إِنِّي نُبْتُ إِلَيْكَ وَجَعَلْتُ تَوْبَتِي مُحَاوَرَةَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ﴾

”اے پروردگار! میں تیری طرف پلٹا ہوں اور اس توبہ کے بعد اپنی زندگی کو تیرے گھر (بیت اللہ) کی خدمت کے لیے وقف کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔“

بعض تاریخی روایات کے مطابق فضیل نے اس قافلے والوں کی دعوت کی اور انہیں کہا کہ آئندہ اس علاقے سے بے خوف ہو کر گزرا کرو، اب فضیل وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ اس سچی توبہ کے بعد ان کو علم دین کی تحصیل کا شوق دامن گیر ہوا، اور اسی شوق میں وہ ترک وطن کر کے کوفہ آئے، یہاں امام اعمش، شیخ منصور اور بعض دوسرے ائمہ حدیث سے علم حاصل کیا۔ توبہ کے بعد گوان کی عمر کافی ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے تحصیل علم کے لیے رخت سفر باندھا اور اپنے دور کے معروف و مشہور شیوخ حدیث و فقہ سے استفادہ کیا جن میں امام ابو حنیفہ اور امام اعمش کے علاوہ سلیمان التیمی، منصور بن معتمر، حمید الطویل، یحییٰ بن سعید الانصاری، محمد بن اسحاق، جعفر بن محمد الصادق، اسماعیل بن خالد، سفیان ثوری رحمہم اللہ اجمعین وغیرہ شامل ہیں۔

پھر حسب وعدہ جو ارحم کو اپنا مسکن بنایا اور پھر اسی کے سایہ میں پوری زندگی بسر کر دی۔ شاید یہ ان کی پچھلی زندگی کا ان پر رد عمل تھا کہ وہ گوشہ گیر ہو کر یک گوشہ دنیا سے بے تعلق ہو گئے تھے۔ عام طور پر محدثین ایسے زاہدوں اور گوشہ گیروں کو کوئی علمی مقام نہیں دیتے تھے اور نہ ان کی روایتوں کو قبول کرتے تھے، مگر فضیل بن عیاض کی ذات اس سے مستثنیٰ تھی، ان کی روایتوں کو عام محدثین نے قبول کیا ہے، اور ان سے روایت کی ہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ فضیل بن عیاض کی زہد پسندی نے انہیں حصول علم دین سے بے نیاز نہیں کیا تھا۔ اور دوسری بات یہ کہ یہ ان پر اللہ کا خصوصی انعام تھا، کیونکہ انہوں نے ڈاکہ زنی وغیرہ کے گناہوں کو محض اللہ کے خوف اور اس کی رضا کی خاطر چھوڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے خوف اور رضا کی خاطر گناہ چھوڑنے اور نیک بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (۱)



(۱) [تفصیلات کے لیے دیکھیے: البدایہ والنہایہ، الزاہن کثیر (ج ۱ ص ۱۹۸) تہذیب الأسماء،

ازنونی (ج ۲ ص ۵۱) تہذیب التہذیب، الزاہن حجاز (ج ۸ ص ۲۹۴)]

رقص و موسیقی چھوڑنے کا انعام!

یہاں آپ ایک ایسے آدمی کا واقعہ پڑھیے جس نے رقص و موسیقی، شراب و کباب، بے حیائی اور گناہوں والی زندگی سے جب کچی تو بہ کر لی تو اس کا دل نور ایمان سے منور ہو جاتا ہے۔ اس کی زندگی خوشگوار ہو جاتی ہے اور وہ راحت اور سکون محسوس کرتا ہے۔ یہ برطانیہ کے ایک معروف و مشہور گلوکار کا واقعہ ہے۔ 'کیٹ اسٹیونز' اس کا نام تھا، بعد میں یہ 'یوسف اسلام' کے نام سے منظر عام پر آیا۔ وہ اپنی آپ بیتی خود یوں بیان کرتے ہیں۔

”میں مغربی دنیا کے قلب لندن میں پیدا ہوا، جس زمانہ میں میری ولادت ہوئی، وہ ٹیکنالوجی میں پیش رفت اور فضاؤں کی تسخیر کا زمانہ تھا۔ میں نے برطانیہ کے ایک معروف ثقافتی شہر میں اس وقت آنکھیں کھولیں جب وہاں کی ٹیکنالوجی عروج کی بلندیوں کو چھو رہی تھی۔ میں اسی مغربی معاشرے ہی میں پروان چڑھا اور عیسائیوں کے کیتھولک مکتب فکر سے مسیحی عقائد کی تعلیم حاصل کی۔

اس مادی دنیا میں مجھے بھی سکھایا گیا کہ امیری ہی حقیقی دولت ہے، انسان کے پاس مال و دولت کا ذخیر ہونا چاہیے اور امریکہ کا باسی حقیقت میں وہی ہے جو معاشرے میں مثالی طور پر مالدار اور دولت مند ہو۔ ان حالات میں اس کے بغیر چارہ نہ تھا کہ میں مالدار کی راستہ اختیار کرتا اور اسی شاہراہ پہ گامزن ہوتا، تاکہ میں سعادت بھری کامیاب زندگی گزار سکوں۔

مغربی فلسفہ حیات نے میرے سامنے یہ بات رکھی کہ اس دنیوی زندگی کے ساتھ دین کا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں اور میں بھی اسی فلسفہ کو اختیار کر چکا تھا تاکہ میں خود کو کامیاب بنا سکوں۔ میں نے ابتدائی طور پر اپنی خود ساختہ کامرانی کے وسائل پر غور کرنا شروع کیا، اس کا سب سے آسان طریقہ یہ تھا کہ میں موسیقی کی راہ اختیار کر لوں، گانے لکھوں بھی اور انہیں ریکارڈ کر کے بیچوں بھی۔ چنانچہ میں نے یہی کیا۔

موسیقی کی اس راہ میں مجھے بڑی کامیابی ملی، میری عمر کے اٹھارہ سال اس میدان میں بیت گئے، اس دوران میرے گانوں کی بے شمار کیسٹیں تیار ہو چکی تھیں اور خوب مقبول بھی ہوئیں۔ اب یہ حال ہو چکا تھا کہ مجھے بڑی بڑی آفریں ہونے لگیں اور میں نے بہت زیادہ دولت جمع کر لی یہاں تک کہ میں چوٹی کے مالداروں میں شمار ہونے لگا۔ جب میں نے موسیقی کی اس دنیا کو اچانک خیر باد کہہ کر اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا تو اس وقت بھی میرے گانوں پر مشتمل لائگ پلے ریکارڈز کی فروخت مجموعی طور پر ڈیڑھ کروڑ تک جا پہنچی تھی۔

جیسے جیسے میں: نیوی شہرت کی بلندیوں کو چھو رہا تھا ویسے ویسے مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میری زندگی بے سکون اور بدمزہ ہوتی جا رہی ہے۔ مجھے ایک قلق اور اضطراب لاحق ہو چکا تھا۔ میں امن و سکون کی تلاش میں شراب نوشی کرنے لگا یہاں تک کہ میں روزانہ ایک بوتل شراب پی جاتا۔ میرے ارد گرد تمام لوگوں نے برائی کے نقاب اوڑھ رکھے تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ نفاق ہے، جھوٹ ہے، برائی ہے، جوں جوں میں ان چیزوں پر غور کرتا گیا، توں توں مجھے اپنی اس زندگی سے نفرت ہوتی گئی۔ میں لوگوں سے تنہا بننے لگا حتیٰ کہ انہی سوچوں میں، میں بیمار ہو گیا اور اتنا بیمار ہوا کہ ہسپتال منتقل ہو گیا، ہسپتال میں غور و فکر کا معمولی وقفہ جو مجھے میسر آیا وہ میرے لیے باعث خیر ثابت ہوا۔

کنیہ (گر جاگھر) نے مجھے حقیقی معبود سے نا آشنا ہی رکھا تھا، کیونکہ جس معبود کے بارے میں عیسائی پادری مجھے بتاتے تھے میں اس معبود کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنے سے قاصر تھا۔ میں نے نئی زندگی کی راہوں پر سوچنا شروع کیا۔ میں نے مختلف مذاہب کے بنیادی عقائد کی کتابوں کو جمع کیا تا کہ ان کا مطالعہ کر کے حق کو تلاش کر سکوں۔ میرا شعور گردش کرتا تھا کہ میں کسی ایک سمت کی غایت متعین کر لوں، لیکن مجھے اس بحر امواج میں حقیقت کا کنارہ نہیں مل رہا تھا۔ نہ ہی ان الفاظ کا مفہوم مل رہا تھا اور نہ ہی میں اس بات پر قناعت کر سکتا تھا کہ خالی ذہن ہو کر بیٹھ جاؤں۔ میں سعادت کی جستجو میں غلطیاں و پچھان تھا جو میں

نے مالداروں میں نہ پائی تھی اور نہ شہرت کی بلندیاں مجھے دے سکی تھیں اور نہ ہی کنینا (گر جاگھر) مہیا کرے گا۔

میں نے چینی فلسفہ (بودیہ) کے در پہ بھی دستک دی، اسے پڑھا اور خیال پیدا ہوا کہ جو کل پیش آنے والے واقعات ہیں ہمیں پہلے ہی ان سے خبردار ہونا چاہیے تاکہ ہم کل آمدہ بد انجامیوں سے محفوظ رہ سکیں۔ سب سے بڑی یہی سعادت ہے۔ اس طرح میں تقدیر کا منکر (قدری) بن گیا، اور میرا علم نجوم پر بھی یقین بڑھنے لگا اور میں ستاروں سے قسمت معلوم کرنے کا دعویٰ کرنے لگا۔

اس کے بعد میں اشتراکی نظام کی جانب متوجہ ہوا یہ خیال تھا کہ بہتر یہی ہے کہ ہم اس دنیا کی دولت تمام لوگوں پر تقسیم کریں گے۔ لیکن میں نے سمجھا کہ یہ اشتراکیت فطرت سے نکراتی ہے۔ عدل و انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ محنت کا فائدہ دوسرے شخص کی جیب میں نہیں جانا چاہیے۔ اس کشمکش اور فکر و حیرت کے سلسلہ کو ختم کرنے کے لیے میں نے سکون آور دواؤں کا استعمال شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد مجھے معلوم ہوا کہ یہاں کوئی عقیدہ و نظریہ میرے ذہن میں اٹھنے والے سوالات کے جوابات نہیں دے سکتا۔ اور نہ ہی جس حقیقت کی جستجو میں میں سرگرداں ہوں اس کی وضاحت کر سکتا ہے۔ آخر کار میں مایوس ہو کر اپنے پہلے نظریات و مفہومات پر ہی باقی رہا، کیونکہ اس وقت اسلام کے متعلق مجھے بالکل معلومات نہ تھیں۔ جو کچھ میں نے کنینہ (گر جا) سے سیکھا تھا بہر صورت ان کے متعلق مجھے یقین تھا کہ یہ نظریات فضول ہیں لیکن گر جا دوسرے نظریات کی بہ نسبت قدرے بہتر ہے۔ اس لیے میں دوبارہ وہیں لوٹ گیا۔

اس طرح میں پھر سے گانے بجانے کی دنیا میں لوٹ آیا بلکہ اب تو میں نے یہ تہیا کر لیا تھا کہ یہی میرا دین ہے اور اس کے علاوہ میرا کوئی دین نہیں اور اسی میں، میں نے اخلاص و دلجمعی کے ساتھ کام کرنے کی مکمل کوشش کی۔ میں نے نہایت عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ میں چرچ کی ان تعلیمات پر خلوص کے ساتھ عمل پیرا ہو چکا تھا جو مغربی فکر نے چرچ سے

حاصل کی تھیں کہ جب انسان کسی فن میں کامل ہو جاتا ہے یا عملی چنگی اس میں پیدا ہو جاتی ہے یا اپنے کام سے مخلص ہو اور اس سے محبت کرے تو اس کا معبود یہی ہے۔

۱۹۷۵ء میں ایک واقعہ رونما ہوا جو ایک کرامت سے کم نہ تھا۔ وہ یہ تھا کہ میرا بڑا بھائی ہدیہ کے طور پر میرے پاس ایک قرآن پاک کا نسخہ لے کر آیا۔ یہ قرآنی نسخہ میں نے اس وقت بھی اپنے پاس رکھا جب میں نے بیت المقدس کی زیارت کے لیے فلسطین کا سفر کیا تھا۔ اس مبارک سفر میں میں نے اس کتاب کے مطالعہ کا اہتمام کیا جو میرے بھائی نے مجھے تحفہ دی تھی، اس سے پہلے تو نہ میں نے یہ دیکھا کہ اس کے اندر کیا ہے اور نہ ہی میں یہ جانتا تھا کہ یہ کیا بیان کرتا ہے؟

پھر زیارت بیت المقدس کے بعد میں نے قرآن پاک کے ترجمہ کی جستجو کی۔ پہلی بات جس کے بارے میں، میں سوچ و بچار کر رہا تھا، وہ یہ تھی کہ اسلام کیا ہے؟ یورپ کی نظر میں اسلام ایک پیچیدہ مذہب ہے۔ اور مسلمان خواہ ترکی ہوں یا مغربی، ان کے نزدیک سب پر دیسی اور اجنبی ہیں جب کہ میرے والدین اصل میں یونانی تھے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تقریباً ہر یونانی شخص، ترکی مسلمان کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ ظاہر ہے اسی وجہ سے میں بھی موروثی طور پر اس قرآن سے نفرت رکھتا تھا کہ جس کے ماننے والے ترکی لوگ تھے لیکن پھر بھی میں نے یہی مناسب خیال کیا کہ اس کتاب کے بارے میں ضرور آگاہی حاصل کروں اور اس کا ترجمہ پڑھوں تاکہ اس کے مندرجات سے آگاہ ہونے میں میرے لیے کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے سب سے پہلی بات جو میں نے سمجھی وہ یہ تھی کہ قرآن پاک کا آغاز ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ سے ہوتا ہے اور اس میں غیر اللہ کا نام تک نہیں۔ چنانچہ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ کی عبارت میرے دل میں گھر گئی پھر سورہ فاتحہ میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا مثلاً ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾ کہ تمام تعریفیں جہانوں کے رب کے لیے ہیں۔ اگرچہ اس وقت میری سوچ اللہ اور معبود کے بارے میں ناقص تھی۔

کیونکہ کلیسا والوں نے مجھ سے کہہ رکھا تھا کہ ”اللہ ہے تو ایک لیکن تین اجزا میں تقسیم ہے۔“ یہ نظریہ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا جبکہ اس کے برعکس قرآن کریم نے اس واحد رب کی عبادت سے آغاز کیا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اس میں خالق کی وحدانیت اس طرح مستحکم انداز سے بیان ہوئی ہے کہ اس کا کوئی ایسا شریک نہیں مانا گیا جو اس کی قوت کو تقسیم کرے۔ قرآن کا بیان کردہ یہ مفہوم بھی میرے لیے بالکل نیا اور اجنبی تھا۔

قرآن مجید کے مطالعہ کے دوران میں نے دیکھا کہ عقیدہ توحید کے ساتھ ہی آخرت کے دن پر ایمان لانے کا عقیدہ بھی بیان ہوا ہے جس کے مطابق یہ دنیوی زندگی ختم ہو جانے والی اور اخروی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ انسان ایک گوشت کا ڈھیر ہی نہیں کہ ایک دن بس یہ ریت کے ذروں کی مانند بکھر جائے گا اور خاک میں بدل جائے گا جیسا کہ بہت سارے ملحد سائنسدانوں کا نظریہ ہے، بلکہ قرآنی تعلیمات کے مطابق ہم جو کچھ اس دنیوی زندگی میں کرتے ہیں، آخرت میں اس کے مطابق ہی ہمارے ساتھ سلوک کیا جائے گا۔

یہ ساری باتیں بڑی معقول تھیں، لہذا میں کہہ سکتا ہوں کہ قرآن مجید ہی وہ مقدس کتاب ہے جس نے مجھے اسلام کی طرف دعوت دی اور میں نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا، جبکہ کلیسا نے مجھے تفکرات کے سمندر میں ڈبو دیا تھا اور میرے لیے ذہنی تھکاوٹ کھینچ لایا تھا کیونکہ یہ میرے نفس اور روح سے اٹھنے والے سوالات کے جوابات دینے سے بے بس ہو گیا تھا۔ اس لحاظ سے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ کلیسا کے ان سوالات نے مجھے قرآن پاک جیسی سچی آسمانی کتاب تک پہنچنے میں مدد دی!

قرآن مجید کے مطالعہ کے دوران میں نے اس میں بہت سے عجائبات بھی ملاحظہ کیے ہیں جس کی وجہ سے یہ دوسری ہر کتاب سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ ایک تو اس میں کوئی بناوٹی وضع قطع نہیں جو دوسری مذہبی کتابوں میں وافر مقدار میں پائی جاتی ہے۔ پھر اس قرآن مجید کے سرورق پر کسی مولف و مصنف کا نام نہیں، کیونکہ یہ اللہ کا کام ہے۔ اس سے میں نے یقین کر لیا کہ یہ وہی مفہوم ہے جو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے آخری نبی پر نازل کیا ہے۔ اس

سے میرے لیے قرآن مجید اور بائبل کے درمیان جو فرق ہے وہ بھی واضح ہو گیا کیونکہ بائبل میں مختلف لوگوں کے تحریر کردہ قصے اور روایات ہیں۔

یاد رہے کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے میں نے اپنی عمل کوشش کی تھی کہ قرآن مجید کی غلطیاں تلاش کروں لیکن عجیب بات ہے کہ بسا کوشش کے باوجود میں اس میں ایک بھی غلطی تلاش نہ کر پایا!

قرآن مجید محض ایک پیغام ہی نہیں بلکہ اس میں بہت سے انبیائے کرام کے اسمائے گرامی اور واقعات مذکور ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف و عزت سے نوازا۔ پھر ان پر ایمان لانے کے سلسلہ میں کوئی تفریق نہیں کی۔ یہ ایک منطقی بات ہے کہ اگر آپ ایک نبی پر تو ایمان لائیں مگر دوسرے پر ایمان نہ لائیں تو اس طرح گویا آپ نے تصور رسالت کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔ اس سے مجھے یہ بات بھی سمجھ آ گئی کہ مخلوق کے آغاز سے آنحضرتؐ تک رسالت کا تسلسل کس طرح قائم رہا ہے۔ پھر قرآن مجید کے مطالعہ سے مجھ پر یہ حقیقت بھی منکشف ہوئی کہ جب سے انسانی تاریخ کا آغاز ہوا ہے تب سے آج تک لوگ ہمیشہ دو گروہوں میں بٹے رہتے ہیں: ایک مؤمن اور دوسرا کافر۔

مذہب اور کائنات وغیرہ کے حوالے سے میرے ذہن میں جو سوالات پیدا ہوتے رہے، قرآن پاک ہی نے میرے ان تمام سوالات کے ثنائی جواب دیئے۔ اس سے ہی میں نے سعادت کا مفہوم سمجھا اور حقیقی سعادت (کامیابی) سے آگاہی حاصل کی۔

میں تقریباً ایک سال تک قرآن مجید کے مطالعہ میں مشغول رہا۔ سارے قرآن مجید کو ایک مرتبہ پڑھ لینے کے بعد میں نے اس کے بیان کردہ احکام پر عمل پیرا ہونے کی کوشش شروع کر دی۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ اس دنیا میں میں ہی اکیلا مسلمان ہوں۔ پھر میں نے مزید غور کیا کہ میں حقیقی مسلمان کس طرح بن سکتا ہوں۔ ۲۳ دسمبر ۱۹۷۷ء کو میں لندن کی ایک مسجد میں گیا اور میں نے وہاں اپنے اسلام لانے کا برسراعام اعلان کر دیا۔

جب میں نے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا تو اس وقت مجھے یقین ہوا وہ اسلام جسے میں

نے اپنے گلے لگایا ہے یہ کوئی آسان کام نہیں جو زبان سے کلمہ شہادت پکار دینے سے پورا ہو جائے بلکہ یہ ایک بہت بھاری پیغام ہے۔ اس دن میں نے محسوس کیا کہ آج ہی گویا میں نے نیا جنم لیا ہے اور اس دن مجھے یہ معلوم ہوا کہ میں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ کہاں تک چل سکتا ہوں۔ اس سے پہلے میں کبھی کسی مسلمان کے سامنے نہیں آیا تھا بلکہ اگر کسی مسلمان سے میرا سامنا ہو جاتا اور وہ مجھے اسلام کی دعوت دیتا تو میں اس کی دعوت کو ٹھکرا دیتا کیونکہ مسلمانوں کے عملی حالات بہت ہی معیوب ہو چکے ہیں اور کچھ اس وجہ سے بھی کہ مغربی میڈیا نے مسلمانوں کا چہرہ مسخ کر دیا ہے۔ بلکہ مسلم میڈیا بھی زیادہ تر اسلامی حقائق کو مسخ کر کے پیش کر رہا ہے۔

قرآن مجید کے مطالعہ کے بعد میں مسلمان ہوا تھا۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ شروع کیا تا کہ یہ معلوم کر سکوں کہ آپ ﷺ کا طریقہ سلیقہ اور طرز عمل کیسا تھا۔ اور کس طرح سے آپ نے اسلام کی تعلیم دی۔ اللہ کے رسول ﷺ کی حیات طیبہ اور سنت مطہرہ سے میں نے اپنے لیے بہت سامان حاصل کیا۔ پھر میں نے موسیقی کا دل سے خیال ہی نکال دیا ہے۔ اس سلسلہ میں میں نے مسلمان علماء سے بھی استفسار کیا اور انہوں نے بھی مجھے یہی نصیحت کی کہ اب گانے بجانے کے اس کاروبار کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ذکرائلی سے مشغول کر دینے والا ایک بہت ہی خطرناک شیطانی حربہ ہے۔

موسیقی کی دنیا میں نے یہ بھی دیکھا کہ لوگ اپنے گھر والوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور گانے بجانے کی فضا میں زندگی گزارنے کو پسند کرتے ہیں جبکہ اسلام اسے سخت ناپسند کرتا ہے۔ چنانچہ میں نے وہ موسیقی چھوڑ دی جس کی خاطر لوگ گھریا چھوڑ دیتے ہیں!

محترم بھائیو! یہ تھا برطانیہ کے اس مشہور و معروف گلوکار کا واقعہ جو پہلے 'کیٹ اسٹیونز' تھا اور پھر وہ 'یوسف اسلام' بن گیا..... جس نے دنیوی شہرت، مملکتی بلند یوں اور مال و دولت کے ڈھیر چھوڑ کر دین و ایمان کی دولت کو ترجیح دی۔ کیونکہ اللہ کی توفیق سے اس نے وہ گوہر مقصود پالیا جس کی وہ بڑی ہیر سے جستجو کر رہا تھا، اور وہ تھا دین حق اور راہ ہدایت جو ہر انسان کے

لیے ابدی سعادتوں کا سبب ہے۔ اللہ کی قسم! دنیا کی کوئی چیز اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔ ایمان کے بغیر یہ زندگی دوزخ میں لے جانے والی زندگی ہے۔ وہ دوزخ جس میں رہنے کی کسی کو طاقت نہیں۔ جب کہ ایمان کی راہ اختیار کرنے کے عوض اللہ تعالیٰ خود ایسے شخص سے محبت کرتے ہیں۔

محترم قارئین! جب 'کیٹ اسٹیونز' نے اسلام قبول کیا تو وہی یورپی دنیا جو اس کی مداح اور دیوانی تھی اس کی دشمن بن گئی اور اس کے خلاف زہرا لگنے لگی لیکن چونکہ اس نے صرف اللہ کے لیے اسلام قبول کیا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی قدر دانی کی اور اس کی کھوئی ہوئی جھوٹی عزت و وقار کی جگہ حقیقی عزت، نیک نامی اور شہرت عطا کر دی اور پورا عالم اسلام اس سے محبت کرنے لگا۔ وہ مسلمانوں کی آنکھوں کا تارا بن گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دسمبر ۱۹۷۹ء کو فوزیہ بنت مبارک علی نامی مسلمان خاتون انہیں بیوی کی شکل میں عطا کر دی اور پھر مزید رحمت کرتے ہوئے پانچ بچے بھی عطا کر دیئے جن کے نام محمد، حسن، عاصمہ، مینہ اور امینہ ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں برطانیہ میں اسلامک اکیڈمی کیمبرج، مدینہ ہاؤس اور اسلامیہ سکول ٹرسٹ کا ٹرسٹی بھی بنا دیا۔ اس کے علاوہ اسلامیہ پرائمری سکول اور مسلم ایڈ کے بورڈ آف گورنرز کا چیئرمین بنا دیا اور اسی طرح اسلامک ایسوسی ایشن آف نارٹھ لندن کا صدر بنا دیا۔ اس کے علاوہ تین اور کمپنیوں کا بھی ڈائریکٹر بنا دیا جن کے نام سلامہ لمینٹڈ، القميص لمینٹڈ، اور باستیون لمینٹڈ ہیں۔ اس کے علاوہ لندن اور اس کے گرد نواح کے مضافات کے مسلم سکولوں کا نظم و نسق بھی ان کی نگرانی میں دے دیا۔ مختصر یہ کہ یہ سب وہ انعامات ہیں جو کفر و فسق کی دنیا چھوڑنے کے صلہ میں اس سے بہتر صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیے۔



فلمی دنیا [اداکاری] چھوڑنے کا انعام!

مصرکی مشہور و معروف اداکارہ جو مصرکی فلمی صنعت پر چھاپچی تھی اچانک جب وہ ایک موذی اور خطرناک بیماری کا شکار ہوئی تو اس موقع پر اس نے اللہ تعالیٰ سے رابطہ کیا اور وعدہ کیا کہ وہ اب اس گناہ بھری زندگی کو چھوڑ کر شرعی پردہ کرے گی اور نیکیوں بھری زندگی گزارے گی۔ اللہ تعالیٰ نے موت و حیات کی کٹکٹش میں جتلا اس بندی کو جان لیوا بیماریوں سے نجات دے دی۔ وہ کہتی ہیں کہ..... ”میں سوچتی ہوں کہ میں اپنے رب اور دین کے حق میں بڑی نافرمانی کی مرتکب ہوئی ہوں، اس بنیاد پر میں تمنا کرتی ہوں کہ اللہ مجھے نیکی کی توفیق بخشے اور مجھ سے درگزر فرمائے۔“

یہ وہ باتیں ہیں جو سابقہ اداکارہ ہالہ فواز نے گناہوں سے توبہ، فنکاری سے علیحدگی اور حجاب اوڑھ لینے کے بعد کہیں اور اس نے یہ اعلان کر دیا کہ وہ فلمی دنیا کو چھوڑ کر اپنے خاوند، بچوں اور گھر کے لیے فارغ رہا کرے گی۔ وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں:

”میرے بچپن ہی سے میرے اندر ایک قوی شعور مجھے دینی تعلیمات اور اسلامی اخلاق و کردار اپنانے پر ابھارتا تھا۔ میں فلمی دنیا میں بے حجاب لوگوں کے سامنے آنا کبھی پسند نہ کرتی تھی۔ میری سب سے بڑی خوش نصیبی یہ تھی کہ میں سارا دن اپنے گھر کے اندر ہی رہتی تھی لیکن برائی پر ابھارنے والے نفس، دوسروں کی نقالی اور شیطانی حملوں کی وجہ سے بالآخر میں اس راہ گناہ پر چل نکلی۔ میں اس راہ میں کہاں تک گئی یہ بتانے کی شاید ضرورت نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ایسی مصیبت میں ڈالنے کا ارادہ کیا جس نے مجھے اپنی فطرت کی طرف لوٹا دیا اور اسی مصیبت کے دوران میرے لیے گمراہی سے ہدایت واضح ہو گئی۔

یہ میرے آخری بچے کی ولادت کا موقع تھا اور یہ وہ لمحہ تھا جب میں موت کے منہ میں

تھی۔ بچے کی ولادت سے پہلے ڈاکٹروں نے مجھے تین دن تک مصنوعی سانس لگائے رکھا۔ آپریشن کے دوران اتنی تیزی سے میرا خون بہتا رہا کہ میری زندگی کے لیے اس نے خطرے کی گھنٹی بجادی، میرا بڑا آپریشن کر دیا گیا۔ آپریشن کے بعد میرے سارے جسم سے دردیں اٹھنے لگیں۔ انہی حالات میں ایک دن میری دائیں ٹانگ میں اچانک شدید درد اٹھی اور ساری ٹانگ سوجھ گئی، ٹانگ کا رنگ بھی بدل گیا۔ ڈاکٹروں نے کہہ دیا تھا کہ میرے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے!

انہی مشکل ترین حالات میں، میں نے محسوس کیا کہ میرا اندر کا شعور مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اللہ ہرگز تجھ سے راضی نہ ہوگا اور نہ تجھے شفاء دے گا جب تک کہ تو اداکاری نہ چھوڑ دے کیونکہ میں یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اداکاری کا پیشہ حرام ہے لیکن پھر بھی میں اسے اپنے نفس کے لیے پسند کرتی تھی جبکہ نفس تو برائی کا بہت زیادہ حکم دینے والا ہے۔ مجھے اس شعور اور سوچ نے گھبراہٹ میں ڈال دیا کیونکہ میں فلمی دنیا میں آنے کے بعد اداکاری کو بہت پسند کرنے لگی تھی حتیٰ کہ میں یہ سمجھتی تھی کہ اس کے بغیر زندہ نہ رہ سکوں گی۔ اسی دوران مجھے یہ اندیشہ بھی تھا کہ اگر میں تائب ہو کر فلمی دنیا سے علیحدگی کی راہ اختیار کر لوں اور پھر کچھ عرصہ بعد دوبارہ اس طرف لوٹ آؤں تو یہ میرے لیے سخت عذاب کی بات ہوگی۔

قصہ مختصر یہ کہ ڈاکٹروں کے جواب کے بعد میں بالآخر اپنے گھر واپس آ گئی اور دو کا استعمال مسلسل جاری رکھا۔ میں آہستہ آہستہ شفاء پانے لگی الحمد للہ! میری دائیں ٹانگ آہستہ آہستہ بہت حد تک ٹھیک ہو گئی۔ پھر اچانک بغیر کسی ظاہری وجہ کے یہ دردیں میری بائیں ٹانگ کی طرف منتقل ہو گئیں۔ اس سے قبل مجھے اپنی کمر میں بھی دردیں محسوس ہوتی تھیں۔ ڈاکٹروں نے مجھے قدرتی اور غیر مصنوعی علاج کی تجویز دی کیونکہ چارپائی پر لیٹے رہنے کے نتیجے میں میرے اعصاب ڈھیلے ہو گئے تھے۔ اس کے ساتھ ڈاکٹروں نے میرے لیے کچھ احتیاطی دوائیں بھی لکھ دیں۔ اس طریقہ علاج کے دوران میں نے پھر اپنے جسم میں بہت شدید قسم کی دردیں محسوس کیں۔ میری شریانوں میں خون جمع ہو گیا تھا۔ اس بیماری کے علاج

کے لیے میں بڑے مہتے اور تیز انجکشن بھی لگوا رہی تھی لیکن مجھے ٹھیک ہونے کی کوئی امید نظر نہ آ رہی تھی بلکہ میری حالت اور زیادہ بگڑ گئی حتیٰ کہ ایک دن میں نے محسوس کیا کہ مجھے چکر آ رہے ہیں، میری سانس اکھڑ رہی ہے، میں اپنے ارد گرد کی چیزوں کو پہچان کھو رہی ہوں..... پھر اچانک میں نے سنا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا تھا کہ تو لا الہ الا اللہ پڑھ لے کیونکہ اب تو اپنی آخری سانسیں لے رہی ہے!

میں نے نونے لفظوں سے اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمدا عبده ورسوله پڑھا۔ اسی لمحہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو جلد ہی قبر میں جانے والی ہے۔ تو اللہ کا سامنا کیسے کرے گی جبکہ تو نے اس کے حکموں پر عمل نہیں کیا۔ تو نے اپنی ساری زندگی فلمی دنیا کی رونق بڑھانے اور اداکاری کے مراحل میں بے حیائی کے پارٹ ادا کرنے میں گزاری ہے، تو بوقت حساب اللہ کو کیا جواب دے گی!؟

بلاشبہ میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ میں نے موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا لیکن مقام افسوس ہے کہ ہم سب لمحہ موت کو جان بوجھ کر بھلائے ہوئے ہیں۔ اگر انسان اس لمحہ کو یاد رکھے تو یقیناً وہ روز قیامت کے لیے نیک عمل ضرور کرے۔ مختصر یہ کہ ان لمحات میں، میں نے اپنے نفس کا فورا محاسبہ کیا، رو رو کر اللہ کے حضور سچی توبہ کی، اور فنکاری و اداکاری کا گناہ ہمیشہ کے لیے ترک کر دینے کا وعدہ کر لیا۔

جب میں توبہ سے فارغ ہوئی تو اچانک میں نے محسوس کیا کہ میری سانسیں لوٹ آئی ہیں۔ میں اپنے ارد گرد کھڑے ہر فرد کو واضح شکل میں پہچاننے لگی، میرے خاوند کا چہرہ رو رو کر بہت سرخ ہو گیا تھا، میرے باپ کی حالت قابل رحم ہو گئی تھی، جب کہ میری والدہ تو کئی روز سے بس نماز، دعا اور اللہ کے حضور مناجات ہی میں مصروف تھی۔

ہوش و حواس بحال ہونے پر میں نے ڈاکٹروں سے پوچھا: ”میرے ساتھ کیا ہوا؟“

انہوں نے کہا: ”بس اللہ کا شکر کرو تمہیں تو نئی زندگی مل گئی ہے!“

ار، طرح میں آہستہ آہستہ مکمل طور پر ٹھیک ہو گئی۔ بعد میں، میں اپنے اس واقعے پر جب

غور کیا کرتی تو سوچتی کہ یہ زندگی کتنی ہے؟ تھوڑی سی! ہاں بس تھوڑی سی!... لیکن یہ بھی ہم سے اپنا پورا حق نہیں لے پاتی۔ میں نے چونکہ پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ میں اداکاری چھوڑ کر پردہ اوڑھ لوں گی، اپنے گھر میں رہوں گی اور خاوند اور بچوں کی خدمت کروں گی، بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دوں گی، اس لیے اس کے بعد میں اپنی انہی حقیقی ذمہ داریوں میں مصروف ہوں اور اسی میں خوشی محسوس کرتی ہوں۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ ایک مسلمان عورت کے لیے یہی سب سے عظیم فریضہ ہے۔

اس طرح 'ہالہ' اپنے رب کی طرف لوٹ آئی۔ اس نے اپنے آخری فیصلے کا اعلان کر دیا کہ وہ اداکاری کے پٹیے سے الگ ہو گئی ہے۔ یہ ایک ذلیل پیشہ ہے جس نے اسے عورت کے عظیم مقام سے گرا کر شیخ محفل اور تفریح کا ایسا ستا اکلونا بنا دیا جس سے شہوت پرست مزے اٹھاتے ہیں۔ لیکن ہالہ کا یہ فیصلہ فلمی تاجروں اور خواہش پرستوں کو اچھا نہ لگا۔ انہوں نے اس کو پاگل پن کا طعنہ دیا اور کہنے لگے کہ اس نے بیماری کی وجہ سے اداکاری چھوڑی ہے کیونکہ اب یہ اس قابل ہی نہیں تھی کہ اس فن کو جاری رکھ سکتی۔ ان کے جواب میں ہالہ کا موقف یہ ہے کہ

اس فن میں مجھ سے زیادہ عزت اور شہرت والے لوگ موجود ہیں، جو تکلیف مجھے پہنچی ہے اس سے کہیں سخت تکلیفیں ان کو بھی پہنچتی ہیں لیکن انہوں نے تو ان تکلیفوں میں ایسا فیصلہ نہیں کیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ فلمی دنیا میرے اس فیصلے کی وجہ سے دو حصوں میں بٹ گئی۔ بعض نے مجھے مبارک باد پیش کی جبکہ بعض نے مجھے پاگل ہونے کا طعنہ دیا۔ لیکن میرا فیصلہ یہ ہے کہ اگر اللہ کے احکام کی فرمانبرداری کا نام پاگل پن ہے تو میں سرعام یہ اقرار کرتی ہوں کہ ہاں ہاں! میں پاگل ہی اچھی ہوں... اور ہاں! میں باقی سب دنیا کو بھی اسی پاگل پن کی دعوت دیتی ہوں جسے میں نے اپنایا ہے! (۱)

(۱) {العائفون الی اللہ (ص ۲۷۷-۲۷۸)}

شراب اور حرام چھوڑنے کا انعام

ایک نوجوان نے ایک عالم دین کا خطبہ سن کر شراب نوشی اور حرام کمائی سے توبہ کر لی۔ یوں وہ اپنے سارے خاندان سے کنارہ کش ہو گیا مگر اس نوجوان کے پائے استقلال میں جنبش نہ آئی اور وہ راہ حق پر ڈنار ہا..... اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اسے یوں انعام بخشا کہ اس کے سارے خاندان کو بھی بالآخر ایمان و ہدایت کی دولت سے مالا مال کر کے اس کے ساتھ ملا دیا۔ عرب کا ایک ایسا خاندان جس کی گزر بسر ہی حرام پر تھی، اللہ نے ان کے ایک فرزند کو ہدایت سے نوازا اور پھر وہ اپنے پورے خاندان کی ہدایت کا سبب بن گیا۔ وہ اپنا واقعہ یوں بیان کرتا ہے:

”میں ایک باشعور اور سمجھ دار نوجوان ہوں، میں اپنے باپ کے ساتھ قاہرہ کے ایک محلہ میں پر آسائش زندگی گزار رہا تھا۔ شراب پینا ہمارے لیے معمول کی بات تھی اور مجھے مکمل طور پر معلوم تھا کہ میرے باپ کی کمائی کے تمام ذرائع حرام اور ناجائز ہیں۔ سو، رشوت وغیرہ کو تو میرا باپ گناہ سمجھتا ہی نہیں ہے۔

ہمارے گھر کے بڑوں میں ایک بڑی مسجد تھی جس میں ابراہیم نامی ایک عالم دین وعظ کیا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے اپنے گھر کے بالا خانے میں بیٹھا اس عالم دین کی گفتگو سنی تو مجھے اس کی باتیں اچھی لگیں۔ میں بالا خانے سے اتر اور سیدھا اس مسجد میں چلا گیا۔ اس عالم دین کی باتیں سنتے ہوئے میں نے محسوس کیا کہ جیسے میری تمام کھال کھینچ لی گئی ہے اور میں وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

”جو کوئی جسم حرام سے پلا ہوگا، آگ ہی اس کے استقبال کی زیادہ مقدار ہوگی۔“

چنانچہ میں نے اپنے دل میں ارادہ کر لیا کہ اب میں اپنے والد کے اس گھر میں سے کچھ نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ اس کے بعد میں اپنے گھر والوں سے دور بیٹھنے لگا۔ میں نے اپنے آگے پنیر کا ایک ٹکڑا، کچھ مرچیں رکھ لیں، میرے اہل خانہ کے آگے ہر وہ چیز تھی جس کی دل چاہت کرتا ہو لیکن میں نے ان تمام چیزوں کو اپنے لیے حرام قرار دے لیا تھا۔ میری ماں

میرے اس رویہ پر بہت پریشان تھی، وہ چاہتی تھی کہ میں ان کے ساتھ کھاؤں، ان کے ساتھ بیٹھوں، لیکن میں نے انکار کر دیا اور میں نے انہیں سمجھایا کہ میرے باپ کا مال حرام ہے، اور ہم سب حرام کھاتے اور حرام پیتے ہیں جبکہ حرام کھانے پینے والا شخص جہنم میں جائے گا اور اس کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی۔

میری ان باتوں کا میری ماں نے سخت نوس لیا، مجھے قائل کرنے کی پوری کوشش کی۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ میں کسی طرح ان کی بات نہیں مانتا تو مجھے گھر سے نکال دینے اور جائیداد سے عاق کر دینے کی دھمکی دی، لیکن میں اپنے موقف پر ڈٹا رہا اور حکمت اور نرمی کے ساتھ انہیں تبلیغ بھی کرتا رہا۔ بالآخر میری ماں پر بھی میری باتوں کا اثر ہو گیا اور اس مسئلہ میں وہ بھی میرے ساتھ مل گئی۔ اس نے بھی نماز کی پابندی شروع کر دی۔ پھر اس کے بعد میری بہن بھی میرے ساتھ مل گئی۔

رہا میرا باپ تو وہ اپنا یہ گناہ چھوڑنے پر کسی طرح بھی تیار نہ تھا، بلکہ وہ اپنے اس حرام فعل پر ڈھٹائی اور تکبر سے مصر رہا۔ میں اپنے باپ کے ساتھ ادب و احترام کے ساتھ پیش آتا تھا، میں، میری ماں اور میری بہن ہم سب اپنے باپ کے لیے باقاعدگی سے دعا بھی کرنے لگے۔ میں رات کو اٹھتا تو دیکھتا کہ میری ماں اور بہن رورہ کر اللہ کے حضور دعائیں کر رہے ہیں کہ وہ میرے باپ کو ہدایت دے دے۔ ایک دن صبح کو جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے باپ نے گھر میں موجود شراب کی بوتلوں کو ضائع کر دیا ہے۔ پھر وہ زار و قطار رونے لگے اور مجھے اپنے سینے سے لگا کر کہنے لگے:

بیٹا! جلد ہی میں ان تمام چیزوں سے چھٹکارا پاؤں گا جو اللہ کو غضب دلاتی ہیں۔

پھر جب نماز کا وقت آیا تو میں نے اپنے والد کو ساتھ لیا اور ہم مسجد چلے گئے اور اللہ کے حضور نماز ادا کی۔ پھر میرا باپ بھی علماء کے وعظ سننے لگا اور الحمد للہ یوں اس نے سود، رشوت، شراب اور دیگر ناجائز اور حرام کاموں سے چھٹکارا پایا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارا وہی گھر جو برائیوں کی آماج گاہ تھا، اب نیکیوں کا گہوارہ بن گیا ہے۔^(۱)

(۱) العائذون باللہ (ص ۶۹-۷۰)

برائی کا کام چھوڑنے کا انعام

س۔ ع۔ ایک اردنی نوجوان ہے وہ اس ملک میں کام کی تلاش میں آیا تھا، اسے کام تو مل ہی گیا لیکن اسے ایک اور چیز بھی مل گئی جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ یعنی اسے بدیت مل گئی، وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

”میں ایک اردنی نوجوان ہوں، میں سعودیہ میں کام کی تلاش میں گیا، اس وقت میں حقیقی مسلمان نہ تھا بلکہ ایک رواجی مسلمان تھا جیسا کہ اس پر آشوب دور میں بہت سے مسلمانوں کی حالت ہے۔ شروع میں میں ایک ہوٹل میں کام کرتا تھا پھر ہوٹل والے نے مجھے کہا کہ تم ویڈیوں کیسٹ بیچنے کی دوکان پر کام کرو۔ ظاہر ہے یہ ایک بے حیائی والا کام تھا۔ میں نے تقریباً پانچ سال یہ کام کیا۔

یہ چوتھے سال کی بات ہے کہ ایک رات کو ایک خوش شکل اور روشن چہرے والا نوجوان دوکان میں داخل ہوا جو بظاہر صوم و صلاۃ کا پابند معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ تعجب ہے! یہ مذہبی نوجوان یہاں کیا لینے آیا ہے۔ اس نوجوان نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور مجھ سے کرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ اس کے متین اور سنجیدہ چہرے پر عمدہ رونق تھی جو دل کے ان پردوں کو چیرتی تھی جو ہمیشہ سے میرے لیے رکاوٹ بنے کھڑے تھے اور خیر و بھلائی کو میرے دل تک پہنچنے سے روکتے تھے۔ اس نے مجھے نصیحت کی اور خلاف اسلام کاموں کے انجام سے ڈرایا اور بتایا کہ اس سے معاشرے میں برائیاں پھیلتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ روز قیامت اس پر تم سے حساب لیں گے۔

اپنی بات سے فارغ ہونے کے بعد اس نے مجھے شیخ تمیم مدنی کی ایک کیسٹ بطور تحفہ دے دی۔ میں اکیلا رہتا تھا، کانے سن سن کر اور فلمیں دیکھ دیکھ کر بھی میں اکتا چکا تھا، مجھے

فرصت نے اس کیسٹ کے سنسنے پر مجبور کر دیا جس میں 'کرامات مجاہدین' پر گفتگو کی گئی تھی۔ میں اس کو سن کر فارغ ہوا تو مجھ پر خوف اور ندامت طاری ہو گئی۔ مجھ پر اپنی حقیقت حال، اللہ سے غفلت اور اپنے پروردگار کی نافرمانیاں واضح ہو گئیں۔ میں مسلسل روتا رہا کہ میں کتنا گنہگار ہوں، لوگ تو اپنی جانیں اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے وقف کر رہے ہیں اور میں اللہ کا نافرمان بن کر اس کے دین کی دھجیاں بکھیر رہا ہوں!

اس تقریر میں شیخ عدنانی نے گفتگو کی اور مجاہدین کی بہادری کے واقعات سنانے اور کہا کہ ان لوگوں نے اپنی ذات کو اللہ کے لیے بیچ دیا ہے۔ میں ان لوگوں کے درمیان جو برائی اور گندگی پھیلا رہے ہیں اور ان کے درمیان جو اسلام کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر چکے ہیں، موازنہ کرنے لگا۔ میرے لیے پریشان کن بات یہ تھی کہ بارہ برس سے میری عمر برائی اور گناہ کے کاموں میں گزر رہی تھی اور میں نے اس دوران اللہ سے لیے ایک سجدہ بھی نہ کیا تھا!

اس رات میں نے اللہ کے حضور توبہ کی اور رورود کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہا، مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں دوبارہ پیدا ہوا ہوں، میں ایک نئی مخلوق بن گیا ہوں جس کا پچھلی مخلوق سے کوئی تعلق نہ ہو۔ سب سے پہلی چیز جس پر میں نے سوچا یہ تھی کہ اس ویڈیو کیسٹس کی خرید و فروخت کے کام سے چھٹکارا کیسے حاصل کروں؟ اور کوئی ایسا شرافت والا کام کیسے ڈھونڈوں جو اللہ عزوجل کو راضی کر دے؟ لیکن کیا میں اپنی جان بچاؤں اور لوگوں کو گمراہی اور تباہی میں چھوڑ دوں؟ نہیں! ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ سوچ کر میں نے ارادہ کیا کہ ویڈیوں کی دوکان پر مزید ایک سال کام کروں گا لیکن یہ گزشتہ سالوں کی طرح نہیں ہوگا، بلکہ اب میں لوگوں کو دینی تعلیمات پر عمل کی دعوت دوں گا۔

میں اس سال دوکان پر آنے والے ہر شخص کو ان فلموں کے نقصانات کی بات سمجھاتا اور ان کو اللہ کا حکم واضح کر کے بتاتا رہا، اس امید سے کہ اللہ میرے پچھلے گناہ بخش دے اور میری توبہ قبول فرمائے۔ چند دن نہ گزرے تھے کہ رمضان کا مہینا آ گیا۔ آپ کو کیا معلوم ماہ

رمضان کیا ہے؟ یہ رحمت و مغفران کا مہینا ہے۔ اس مہینے کی مٹھاس اور روحانیت کا مجھے اس سال ہی شعور ہوا جس میں اللہ نے مجھ پر ہدایت کا احسان فرمایا تھا۔ میں خوب شوق سے تلاوت قرآن اور دین کی باتوں پر مشتمل کیسٹس سنتا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے دو ایسی کیسٹیں سنی ہیں کہ ان دونوں کا جتنا مجھ پر اثر ہوا اتنا مجھے کسی اور سے نہ ہوا تھا، ان میں سے ایک کا موضوع تھا: 'لذتوں کو توڑ دینے والی' [یعنی موت] اور دوسری کا موضوع تھا: 'تذکرہ جنت اور جہنم'۔

جس دوکان میں میں کام کرتا تھا اس کے ساتھ ہی اسلامی کیسٹوں کی فروخت و ریکارڈنگ کی ایک اور دوکان بھی تھی، میری آرزو تھی کہ میں اس دوکان پر کام کروں۔ جب پانچواں سال گزر گیا تو میں نے اللہ کے غضب کے ڈر سے ویڈیو کی دوکان چھوڑ دی۔ میں دو مہینے تک بغیر کام کے رہا تا آنکہ اللہ نے میری آرزو پوری کر دی اور میرے لیے اسلامی ریکارڈنگ کی اس دوکان پر کام کرنا ممکن کر دیا۔ خود غور کر لیں کہ ان دونوں کاموں کے مابین کتنی دوری ہے؟

رہا اس ویڈیو کیسٹس والی دوکان کا مالک تو ہم اسے بھی سمجھانے اور اللہ کے نام سے نصیحت کرنے لگے۔ ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اسے بھی ہدایت نصیب ہوئی اور اس نے وہ فحاشی پھیلانے والی دوکان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے چھوڑ دیا اور ویڈیو کے کام کو ہمیشہ ہمیش کے لیے خیر باد کہہ دیا۔ میں سوچتا ہوں کہ میں تبدیلی کے مرحلے میں ہوں یعنی فساد کے آنگن سے ایمان کے آنگن کی طرف۔ ان سب عوامل نے میرے ایمان اور حق پر میری ثابت قدمی میں اضافہ کر دیا۔ میں آخر میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور آپ سب کو اپنے سچے دین اسلام پر ثابت قدم رکھے۔ نیز میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا اسے وہ ہر غافل کے لیے عبرت و نصیحت بنا دے۔ خوش نصیب سعادت مند وہ ہے جو دوسرے سے عبرت پکڑے۔" (۱)

(۱) ایضاً (ص ۸۹ تا ۸۸)

چوری چھوڑنے کا انعام

دمشق میں ایک بہت بڑی مسجد تھی، جس کا نام تھا: ”جامع مسجد توبہ“۔ یہ بڑی خوبصورت اور بارونق مسجد تھی۔ اس میں سلیم نامی ایک صاحب علم کئی سالوں سے تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ شیخ موصوف ایک عالم باعمل تھے۔ ان کے کئی ایک شاگرد تھے جن میں سے ایک لائق فائق شاگرد کی رہائش اسی مسجد کے ایک کمرہ میں تھی۔

اس کے ساتھ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دو دن گزر گئے اور اسے کچھ کھانے کو نہ ملا اور نہ ہی اس کے پاس کوئی رقم تھی کہ جس سے وہ کوئی چیز خرید کر کھا سکتا۔ جب تیسرا دن ہوا تو اسے احساس ہوا کہ اب مزید صبر نہیں ہو سکتا۔ اب وہ سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ کیا کیا جائے، اسے یہ یقین ہو گیا تھا کہ وہ اضطراب کی اس حالت تک پہنچ چکا ہے جس میں اس کے لیے بقدر ضرورت مردار کھانا، یا چوری کرنا جائز ہو جاتا ہے، چنانچہ اس نے اس بات کو ترجیح دی کہ وہ اپنی کمر سیدھی کرنے کے لیے کھانے کی کوئی چیز چوری کر لے۔ چنانچہ اس نے مسجد کے ساتھ متصل گھر میں چوری کا پروگرام بنایا کیونکہ مسجد کی چھت سے گزر کر ساتھ والے گھر میں نقب لگایا جا سکتا تھا۔

وہ نوجوان طالب علم مسجد کی چھت پر چڑھا اور ساتھ والے گھر پھلانگ گیا، ارد گرد نظر دوڑائی تو دیکھا ایک کمرہ خالی پڑا ہے اور وہاں سے کسی چیز کے پکنے کی خوشبو فضا میں اٹھ رہی ہے۔ بھوک کی وجہ سے جو اس نے سونگھا تھا وہ چیز گویا مقناطیس بن کر کشش پیدا کر رہی تھی۔ اس نے جست لگائی اور اس گھر کے ایک کنگرے سے لٹکتے ہوئے نیچے جا اترا۔ یہ باورچی خانہ تھا، وہ اندر پہنچا اور ہنڈیا کا ڈھکنا کھولا، دیکھا تو اس میں بیکن بھرے ہوئے تھے۔ اس

نے ایک بیٹن لیا، بھوک کی وجہ سے اس افراتفری کے عالم میں اس نے یہ بھی پروا نہ کی کہ یہ گرم ہے۔ اسے کانا اور کھانے کے لیے منہ میں ڈالا مگر اس کا حلق سے نیچے اتنا مشکل ہو گیا، اچانک اس کے نفس نے اسے ملامت کرنا شروع کر دیا اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا:

اللہ کی پناہ! میں ایک طالب علم ہوں، مسجد میں مقیم ہوں، پھر میں اس طرح کی نازیبا حرکتیں کرتے ہوئے لوگوں کے گھروں کو پھلانگتا ہوں اور چوری کا ارتکاب کرتا پھر تاہوں۔ یہ فعل اس پر بہت گراں گزرا، وہ نادم ہوا، استغفار کرنے لگا اور بیٹن اسی جگہ رکھ کر واپس مسجد میں چلا آیا اور حلقہ شیخ میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہ بھوک سے اس قدر نڈھال تھا کہ جو وہ سبق سن رہا تھا، اسے سمجھ نہ پا رہا تھا۔ جب سلسلہ درس ختم ہوا، لوگ واپس چلے گئے تو ایک پردہ میں لپٹی ہوئی عورت آئی کیونکہ اس زمانہ میں عورتیں بے حجاب نہ ہوا کرتی تھیں۔ اس نے شیخ سے آہستہ بات چیت کی جسے یہ بیٹن چورسن نہ سکا۔ شیخ نے ارد گرد مڑ کر دیکھا تو مسجد میں اس کے سوا کوئی اور نظر نہ آیا۔ شیخ نے اسے بلایا اور کہا: ”کیا آپ شادی شدہ ہیں؟“

طالب علم نے کہا: ”نہیں“۔ شیخ نے کہا: شادی کرنا چاہتے ہو؟ طالب علم خاموش رہا۔ شیخ نے یہی سوال دوبارہ دہرایا۔ طالب علم نے کہا: ”شیخ صاحب! میرے پاس تو ایک روٹی کی بھی گنجائش نہیں۔ میں کس طرح شادی کر سکتا ہوں؟“

شیخ نے کہا: ”یہ عورت مجھے بتا رہی ہے کہ اس کا خاندان فوت ہو چکا ہے اور یہ اس شہر میں اجنبی ہے، اس کا اس دنیا میں کوئی نہیں، صرف ایک بوڑھا چچا ہے، وہ اسے ساتھ لے کر آئی ہے، شیخ نے اس کی طرف اشارہ بھی کیا، اور وہ دور حلقہ کے ایک ستون کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ پھر شیخ نے کہا کہ یہ عورت اپنے خاندان کے گھر، اور کاروبار کی اکیلی وارث ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ کوئی ایسا آدمی ہو جو اس سے شادی کر لے تاکہ یہ تنہا اور غیر محفوظ نہ رہ جائے۔ کیا آپ کا ارادہ ہے کہ اس سے شادی کریں؟“

طالب علم نے کہا: اُر آپ کا حکم ہے تو میں راضی ہوں۔“
 شیخ نے اس عورت سے پوچھا: ”کیا آپ اسے بطور خاوند قبول کر لیں گی؟“
 اس نے بھی کہا: ”ہاں جی“ تو شیخ نے اس کے چچا کو بلایا اور دو گواہ منگوائے اور اس سے
 اس کا عقد نکاح باندھ دیا۔ شاگرد کی جانب سے حق مہر خود استاد نے ادا کر دیا۔ اور کہا: ”اپنی
 بیوی کا ہاتھ تھام لو۔“ اس نے اس عورت کا ہاتھ تھام لیا، وہ اسے اپنے گھر تک لے گئی جب
 وہ گھر میں داخل ہوا تو اس عورت نے اپنے چہرے سے نقاب الٹا تو طالب علم کے سامنے
 شباب و جمال کی پری پیکر تصور تھی۔ اور پھر لطف کی بات یہ کہ جس گھر میں وہ خاتون اسے
 لے کر گئی وہ گھر وہی تھا جس میں یہ چوری کی نیت سے گھسا تھا۔

بیوی نے سوال کیا: کچھ کھائیں گے؟ اس نے کہا: ہاں اس عورت نے جب بندیا ہا
 ؛ کھانا اٹھایا تو، دیکھا کہ بیٹنگن کسی نے کاٹ کر چھوڑ دیا ہے۔ وہ بہت حیران ہوئی اور کہنے لگی:
 اس شخص پر بہت تعجب ہو رہا ہے جو گھر میں گھس آیا تھا اور بیٹنگن کو کاٹ کر پھر چھوڑ گیا!
 وہ آدمی آبدیدہ ہو گیا اور اپنی اس بیوی کو اس نے اپنی پوری داستان کہہ سنائی۔ بیوی
 کہنے لگی:

یہ امانت داری ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ نے گناہ کے خیال سے ایک بے قدر و قیمت بیٹنگن
 چھوڑا اور اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو سارا گھر ہی دے دیا اور حلال بیوی بھی
 عطا کر دی۔“
 یقیناً جو کوئی اللہ کی رضا کی خاطر حرام چیز کو چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر بدلہ
 دیتے ہیں۔“ (۱)



(۱) [ایضاً، علامہ طنطاوی]

معاشرے میں مروج خطرناک گناہ [جنہیں معمولی سمجھ لیا گیا!]

مقام صدا فیسوس ہے کہ ہمارے مسلم معاشرے میں گناہوں کا ارتکاب دن بدن بڑھتا جا رہا ہے، اس پر طرہ یہ کہ جہالت یا تکبر کی وجہ سے بہت سے گناہوں کو گناہ ہی نہیں سمجھا جا رہا ہے، جبکہ بعض خطرناک گناہوں کو معمولی سمجھ کر ان کا خوب ارتکاب کیا جا رہا ہے، اس تکلیف دہ صورت حال سے متنبہ کرنے اور لوگوں کو ان خطرناک گناہوں سے بچانے کے لیے اس باب میں سعودی عرب کے مشہور عالم دین: محمد بن صالح المنجد، حفظہ اللہ کی معروف کتاب: **مُحَرَّمَاتُ اسْتِغْفَانَ بِهَا النَّاسُ**... اے اہم مباحث کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں رہنمائی فطری عدالت شرعیہ کے قاضی: احمد بن حنبل بن ہولامی البنعلی کی مایہ ناز کتاب: **تطهير المجتمعات من ارجاس المعاصی والموبقات** سے استفادہ کیا گیا ہے، اللہ ہم سب کو گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!... [مؤلف]

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا

اللہ تعالیٰ کی بندگی میں اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا سب سے بڑا گناہ اور سب سے بڑا حرام کام ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكِبَايِرِ (ثَلَاثًا)؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ.....)) [صحیح بخاری (ح ۲۵۱۱) صحیح مسلم]

”کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ کے متعلق نہ بتاؤں؟ یہ جملہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ دہرایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں ضرور بتلائیے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑا گناہ یہ ہے: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا.....“

واضح رہے کہ شرک کے سوا باقی ہر گناہ کے متعلق یہ امید رکھی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیں گے لیکن شرک کی معافی کے لیے جب تک اللہ کے حضور توبہ نہ کی جائے تب تک معافی و بخشش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ [النساء: ۴۸]

”یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ کیے جانے والے شرک کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔“

شرک کی بعض قسمیں ایسی ہیں جن کے ارتکاب سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اور اگر وہ اسی حالت میں مر گیا تو آخرت میں ہمیشہ کے لیے اسے جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ شرک کی بہت سی صورتیں آج اکثر مسلم ممالک میں وبائی امراض کی

طرح پھیل چکی ہیں، آئندہ سطور میں ان میں سے بعض صورتوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱).....قبر پرستی:

قبروں کی پوجا کرنا اور قبروں میں مدفون نیک لوگوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ہماری ضرورتوں کو پورا کر سکتے ہیں اور ہماری مصیبتوں کو ہم سے دور کر سکتے ہیں، اور اسی عقیدے کے ساتھ ان سے مدد مانگنا اور مشکلات میں انہیں پکارنا، یہ سب شرک اکبر کی صورتیں ہیں کیونکہ یہ غیر اللہ کی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ.....﴾ [الاسراء: ۲۳]

”تبار ارب صاف صاف (تمہیں یہ) علم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔“

اسی طرح مشکلات سے نجات طلب کرنے کے لیے انبیاء کرام یا دیگر فوت شدہ نیک بندوں کو پکارنا بھی شرک ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَمِّنْ بِحَبِيبِ الْمُضْطَرِّ إِذَا دَعَاهُ وَبِكَشِيفِ السُّوءِ وَبِحَقْلِكُمْ حُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۗ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ.....﴾ [النمل: ۶۲]

”لاچار اور مجبور شخص جب بے قراری میں اللہ کو پکارے، تو بھلا کون ہے جو (اس کی پکار سن کر) اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور کون ہے جو تم کو زمین میں (ایک دوسرے کا) جاننشین بناتا ہے؟ کیا اب بھی تم یہی کہو گے کہ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے (جو یہ سارے کام کرتا ہے؟)“

کئی لوگ اپنے کسی پیر و مرشد یا بزرگ اور ولی کے نام کو اپنا تکیہ کلام ہی بنا لیتے ہیں اور اچھے بیٹھے، سوتے جاگتے ٹھوکر کھاتے، پاؤں پھیلتے..... غرضیکہ ہر وقت اسی کو پکارتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ جب بھی کسی مصیبت، جنگی، پریشانی اور دشواری میں گرفتار ہوتے ہیں تو ان میں سے کوئی ”یا محمد“ کہہ کر پکارتا ہے، کوئی ”یا علی“ کا نعرہ لگاتا ہے۔ کوئی ”یا حسین“ کہہ کر مدد مانگتا ہے، کوئی ”یا بدوی“ کا نام لیتا ہے۔ کوئی ”یا عبدالقادر جیلانی“ کا نام پکارتا ہے۔

کوئی ”یا شاذلی“ کہہ کر رو دکرتا ہے۔ کوئی ”یار فاعی“ کا نام لاپتا ہے، کوئی ”یا عبدروس“ کا دم بھرتا ہے، کوئی بی بی زینب اور ابن طلوان کو با آواز بلند پکارتا ہے جبکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان تو اس بارے میں بڑا واضح ہے کہ

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادًا أَمْثَلُكُمْ.....﴾ [سورة الاعراف: ۱۹۴]

”بے شک تم اللہ کے سوا جن لوگوں کو پکارتے ہو وہ بھی تمہاری ہی طرح بندے ہیں۔“ ان میں سے بعض لوگ تو قبروں کا طواف کرتے ہیں، عقیدت کے ساتھ قبر کے ہر کونے کو ہاتھ لگاتے ہیں، برکت کے لیے انہیں چھوتے ہیں۔ درباروں اور مزاروں کی چوکھٹ کو بوسہ دیتے، اپنی پیشانی کو قبر کی مٹی سے خاک آلود کرتے اور ان قبروں کے لیے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ اور بڑی عاجزی و انکساری، اور انتہائی ذلت کے ساتھ قبروں کے سامنے کھڑے ہو کر گزر گزرتے ہوئے ان قبروں والوں سے اپنی ضروریات طلب کرتے ہیں، بیماری سے شفا پانے، اولاد حاصل کرنے، اور دیگر مشکلات حل کروانے کے لیے انہیں پکارتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات تو کوئی قبر پرست صاحب قبر سے مخاطب ہو کر یوں بھی کہتا ہے:

”اے شان و کمال والی ہستی! میں بہت دور دراز کے ملک سے آیا ہوں، لہذا مجھے نامراد واپس نہ لو ناؤ۔“

یہ بات ایک قبر پرست ’مسلمان‘ کہتا ہے جب کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا بڑا واضح ارشاد ہے کہ

﴿وَمَنْ أَسْأَلْ مِنْهُمْ فَيَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنِ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ﴾ [الاحقاف: ۵]

”اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے سوا ایسی ہستیوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کو جواب نہ دے سکیں (بلکہ جواب دینا تو دور کی بات) وہ تو ان کی پکار ہی سے بے خبر ہیں!“

اور یہی بات حضور نبی کریم ﷺ نے اس وعید کے ساتھ بیان فرمائی:

((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يُدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ نَدَا دَخَلَ النَّارَ)) [صحیح بخاری مع فتح الباری

(ج ۸ ص ۱۷۶)]

”جو شخص اللہ کے سوا دوسرے شریکوں کو پکارتے ہوئے مر گیا وہ جہنم کی آگ میں داخل ہوا۔“ (الایہ کہ وہ مرنے سے پہلے توبہ کر لے)

قبر پرستی کی ایک صورت یہ ہے کہ بعض لوگ قبروں کے پاس جا کر اپنا سر منڈاتے ہیں۔ اسی طرح بعض قبر پرستوں کے پاس تو ایسی کتابیں بھی ہوتی ہیں جن کا موضوع ہی ان کے سرورق پر یہ لکھا ہوتا ہے: ”مزارات کے حج کرنے کا طریقہ“ [نعوذ باللہ من ذلک!] اور بعض لوگ تو یہ شریک عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ اولیاء کرام اس کائنات کا نظام چلانے کا مکمل اختیار رکھتے ہیں اور وہ ہر طرح کے نفع و نقصان کے بھی مالک ہیں حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اس بات کی صاف طور پر نفی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَإِنْ يَسْأَلُكَ اللَّهُ بَصُرًا فَلَا تَكْشِفْ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ﴾

[سورۃ یونس: ۱۰۷]

”اور اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کو اللہ کے سوا کوئی اور دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تم کو کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔“

(۲)..... غیر اللہ کے نام کی منت اور نذر و نیاز:

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے نذر و نیاز بھی شرک اکبر ہی کی ایک صورت ہے۔ بعض لوگ مرنے والوں کے نام پر مختلف قسم کی نذریں اور منتیں مانتے ہیں حتیٰ کہ بعض تو قبروں پر چڑھاؤں کرنے اور موم بتیاں جلانے کی بھی نذر مانتے ہیں۔ یاد رہے کہ غیر اللہ کے نام پر مانی جانے والی ہر نذر، نیاز اور منت شرک میں شامل ہے۔^{۶۱}

۶۱... اس سلسلہ میں مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب: ”شیخ عبدالغادر حیلانی

اور موجودہ مسلمان“ کامطالعہ مفید رہے گا۔ مایلف

۳)..... غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا:

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے نام پر جانور ذبح کرنا بھی شرک اکبر ہی کی ایک شکل ہے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَنْحَرْ﴾ [الکوثر: ۲]

”(اے محمد!) اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔“

اس آیت میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ جس طرح نماز اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خالص ہونی چاہیے اسی طرح قربانی بھی خالصتاً اللہ ہی کے لیے ہونی چاہیے اور اللہ ہی کا نام لے کر جانور کو ذبح کرنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«لَعَنَ اللَّهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ» (صحیح مسلم (حدیث: ۱۹۷۸))

”جس شخص نے اللہ کے سوا دوسروں کے نام پر جانور ذبح کیا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔“

عام طور پر غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے گئے جانور میں دو حرام چیزوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے: ایک یہ کہ جانور کو اللہ کے علاوہ کسی اور کی خوشنودی کے لیے ذبح کیا جاتا ہے اور دوسرا یہ کہ غیر اللہ کا نام لے کر جانور کی شاہ رگ پر چھری چلائی جاتی ہے۔ ان دونوں صورتوں میں ذبح کیا ہوا جانور حرام ہو جاتا ہے۔

دور جاہلیت کی ایلمگر اہانہ رسم یہ تھی کہ لوگ جنات کو راضی کرنے کے لیے جانوروں کی قربانی پیش کیا کرتے تھے۔ یہ شرکانہ رسم آج ہمارے دور میں بھی بہت رواج پا چکی ہے مثلاً بعض لوگ جب گھر خریدتے یا خود نیا گھر تعمیر کرتے یا کنویں کی کھدائی کرتے ہیں تو اس گھر کے درازے یا اس کنویں کی منڈھیر پر جنوں کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں تاکہ اس طرح جنوں کو راضی کر کے جنوں کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ حالانکہ یہ بھی شرک کی ایک قسم ہے۔



جادو، کہانت، دست شناسی، علم نجوم اور بدشگونی

جادو، کہانت، علم نجوم، اور انکل پچوں کا کرشمی خبروں کا دعویٰ کرنا..... یہ سب کفریہ و شرکیہ چیزیں ہیں اور سوئے اتفاق سے یہ ساری چیزیں دور جاہلیت کی طرح ہمارے اس زمانے میں بھی بہت عام ہو چکی ہیں۔ آئندہ طور میں ان کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

(۱)..... جادو:

اسلامی تعلیمات کی رو سے جادو کرنا یا سکھنا کفر ہے اور ان سات کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے کہ جو انسان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ بعض لوگ، نبوی مفادات کے لیے جادو کے پیچھے لگتے ہیں حالانکہ جادو ہمیشہ نقصان ہی پہنچاتا ہے، اس سے دنیوی فائدہ کبھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس حقیقت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَيَتَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ﴾ [البقرة - ۱۰۲]

”اور یہ لوگ ایسی چیز (یعنی جادو) سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچاتی ہے اور نفع نہیں پہنچاتی۔“

جادو ازیں جادو گروں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اتَىٰ﴾ [طہ - ۶۹]

”اور جادوگر جہاں بھی جائے (یا جہاں سے بھی آئے) وہ برتر کامیاب نہیں ہو سکتا۔“

واضح رہے کہ جادو کا عمل کرنے والا پکا عاقر ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿هُوَ مَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ

عَلَى الْمَلَائِكَةِ إِنَّا بِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا عَلَّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ

فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرُ﴾ [البقرة: ۱۰۲]

”حضرت سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا بلکہ یہ شیطانوں کا کفر تھا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے اور بابل شہر میں حاروت و ماروت دو فرشتوں پر جو (جادو) اتارا گیا تھا وہ بھی کسی شخص کو اس وقت تک (جادو) نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو اللہ کی طرف سے ایک آزمائش بن کر آئے ہیں لہذا (تم جادو سیکھ کر کفر نہ کرو۔“

جادو گر کی سزا:

اسلامی تعلیمات کی رو سے جادو گر کے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ اسی طرح جادو گر کی کمائی حرام اور ناپاک ہے۔

آج کل کے مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ ان میں سے بعض سرکش اور بعض جاہل اور کمزور ایمان کے لوگ اگر کسی شخص پر ظلم کرنا چاہیں یا کسی سے انتقام لینا چاہیں تو اس مقصد کے لیے یہ جادو گردوں کے پاس آتے ہیں تاکہ اپنے مخالفین پر جادو کروا کر انہیں تکلیف پہنچا سکیں۔ اسی طرح بعض وہ لوگ جن پر جادو کا اثر ہو جائے، وہ بھی جادو کو ختم کروانے کے لیے ان نام نہاد عاتلوں اور جادو گردوں کی طرف رجوع کرتے ہیں حالانکہ جادو کے اثر کو جادو کے ذریعے ختم کرنا بھی حرام ہے۔ جادو ہو جانے کی صورت میں ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرے، اسی سے پناہ طلب کرے اور اسی کے کلام (قرآن) کے ذریعے شفاء پانے کی کوشش کرے۔ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس وغیرہ پڑھ کر اگر مسلسل دم کیا جائے تو اس سے جادو دور ہو جاتا ہے۔

جادو گر جھوٹے ہیں اور ان کے پاس جانے والا.....!

نام نہاد عاتل، کاہن اور نجومی وغیرہ بھی اگر غیب کی خبریں جاننے کا دعویٰ کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر عظیم کے مرتکب ہوں گے کیونکہ غیب کی باتیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ دراصل یہ شعبہ بازی کے ذریعے سادہ لوح عوام کی بے وقوفی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کا مال لوٹتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے نئے نئے حربے

دریافت کر رکھے ہیں مثلاً زمین پر فطوط کھینچ کر یا کسی پیالے وغیرہ میں منتر پڑھ کر یا پتھر لوگوں کے ہاتھوں کی لکیریں دیکھ کر ان کی قسمت بتاتے ہیں۔ اگر سو میں سے ایک مرتبہ ان میں سے کسی کی کوئی بات سچ ثابت ہو جائے تو وہ محض اتفاق ہوتا ہے حقیقت نہیں جبکہ نانوے مرتبہ یہ جھوٹ ہی بولتے ہیں لیکن جاہل و غافل عوام کو ان کا بتایا ہوا ایک سچ تو یاد رہتا ہے مگر ان کے نانوے (۹۹) جھوٹوں کی طرف وہ توجہ ہی نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے باوجود یہ جاہل لوگ اپنی گمشدہ چیزوں کا پتہ چلانے، شادی اور تجارت میں کامیابی یا ناکامی معلوم کرنے اور مستقبل کی غیبی خبریں وغیرہ جاننے کے لیے ان نجومیوں کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں حالانکہ اسلام یہ تقاضا کرتا ہے کہ جو شخص ان کا بنوں، عالموں اور نجومیوں کے پاس جا کر ان کی باتوں کی تصدیق کرتا اور انہیں سچا سمجھتا ہے وہ پکا کافر ہے اور دین اسلام سے خارج ہے۔ اس فتوے کی دلیل حضور نبی کریم ﷺ کا درج ذیل فرمان ہے:

((مَنْ آتَى كَاهِنًا أَوْ عَرَافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أَنْزَلَ عَلَيَّ مُحَمَّدًا)) [مسند

احمد (ج ۲ ص ۴۲۹)]

”جو شخص کسی کا بن اور نجومی وغیرہ کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو

اس نے گویا حضرت محمد ﷺ پر اتاری گئی چیز (یعنی دین اسلام) کا انکار کر دیا۔“

جو شخص یہ بات تو تسلیم کرتا ہے کہ یہ نجومی وغیرہ غیب کی خبریں نہیں جانتے لیکن پھر بھی محض شوقیہ طور پر انہیں آزمانے کے لیے ان کے پاس جاتا ہے تو ایسا شخص اگرچہ کافر تو نہیں ہوتا مگر اس کو یہ گناہ ضرور ملتا ہے کہ اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے:

((مَنْ آتَى عَرَافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً)) [صحیح مسلم

(ج ۴ ص ۱۷۵۱۔ حدیث ۲۲۳۰)]

”جو شخص کسی کا بن اور نجومی وغیرہ کے پاس جا کر کسی چیز کی خبر دریافت کرتا ہے، اس کی

چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی۔“

(۲)..... حادثاتِ زمانہ میں ستاروں کے عمل و دخل کا عقیدہ:

حادثاتِ زمانہ میں ستاروں کے عمل و دخل کا عقیدہ رکھنا بھی شرکیہ کام ہے جیسا کہ حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ مقام پر ہمیں صبح کی نماز پڑھائی جب کہ اس رات خوب بارش برسی تھی۔ آپ ﷺ نماز فجر سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

”معلوم ہے تمہارے رب نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ لوگ بولے: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پروردگار فرماتا ہے آج میرے دو طرح کے بندوں نے صبح کی۔ ایک مومن اور ایک کافر۔ جس نے کہا اللہ کے فضل و کرم سے بارش ہوئی وہ تو مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کا منکر ہوا اور جس نے کہا فلاں تارے کے فلاں جگہ آنے سے بارش ہوئی تو اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور وہ تاروں پر ایمان لایا۔“ [بخاری: کتاب الاذان: باب يستقبل الامام الناس اذا سلم

(ج ۶: ۸۴۶-۱۰۳۸) مسلم: کتاب الایمان (ج ۷۱) احمد (ج ۴ ص ۱۱۷) مؤطا (ج ۱ ص ۱۹۲) |

اس حدیث کے پیش نظر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اخبارہ جرائد اور رسائل و میگزین وغیرہ میں شائع ہونے والے وہ کالم جن میں ستاروں کے مخصوص ناموں اور برجوں کے ذریعے قسمت کا حال معلوم کرنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے ان پر یقین رکھنا بھی حرام ہے مثلاً اگر کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ اگر فلاں ستارہ فلاں برج میں داخل ہوگا تو میرے ساتھ ایسے ایسے حالات پیش آئیں گے تو ایسا شخص مشرک ہے کیونکہ قسمت کی تبدیلی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اس کام میں اس کا کوئی شریک نہیں!

یاد رہے کہ اگر کوئی شخص ان کالموں کو محض دل بہلانے کے لیے پڑھے تب بھی وہ گنہگار اور نافرمان ثار ہوگا کیونکہ شکیہ و نفریہ باتوں کو پڑھ کر دل بہلانا کسی صورت بھی جائز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ایسے شخص کے بارے میں یہ خطرہ بھی ہے کہ شیطان اس کے دل

میں ستاروں کے متعلق کوئی شرکیہ عقیدہ پیدا کر دے گا۔ اسی لیے اسلام نے شرک کا مکمل سد باب کرنے کے لیے اس تک پہنچانے والے تمام ذرائع کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

۳..... کسی چیز میں نفع و نقصان پہنچانے کا عقیدہ رکھنا؟

شرک کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان کسی بھی ایسی چیز میں نفع و نقصان پہنچانے کا عقیدہ رکھے جس میں نفع و نقصان پہنچانے کی اللہ تعالیٰ نے قدرت ہی نہیں رکھی مثلاً جس طرح بعض لوگ عالموں، نجومیوں اور جادوگروں کے کہنے پر، یا خاندان میں چلے آنے والے کسی شرکاءہ عقیدے کی بناء پر کفریہ و شرکیہ تعویذ گنڈوں، مختلف قسم کے پتھروں، منلوں، اور گینوں، یا مختلف قسم کی دھات سے بنے ہوئے کڑوں اور چھلوں وغیرہ میں نفع و نقصان پہنچانے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اپنے اسی عقیدہ و گمان کی بنیاد پر جادو، جنات اور نظر بد وغیرہ سے بچنے کے لیے ان چیزوں کو اپنے گلے اور بازو یا پاؤں میں ڈالتے ہیں یا ان پتھروں اور گینوں کی بنی ہوئی انگوٹھیاں اس عقیدے سے پہنتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ان پتھروں اور گینوں میں مخصوص اثرات پائے جاتے ہیں جن سے مصیبتیں ملتیں، پریشانیاں دور ہوتیں اور مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔

یاد رہے کہ یہ ساری چیزیں تو کل علی اللہ کے منافی ہیں اور انسان کو مزید ست، کمزور اور ناقص الایمان بناتی ہیں۔ ان چیزوں کو علاج کی نیت سے پہننا کسی صوت بھی درست نہیں کیونکہ حرام چیزوں کے ذریعے علاج کرنے کی شریعت قطعاً اجازت نہیں دیتی۔ اسی طرح اگر ان تعویذ گنڈوں کو کھول کر پڑھا جائے تو ان میں سے اکثر تعویذوں پر واضح طور پر شرکیہ عبارتیں درج ہوتی ہیں۔ بعض تعویذوں میں جنوں اور شیطانوں سے مدد طلب کی گئی ہوتی ہے، بعض میں انتہائی پیچیدہ اور مبہم قسم کے خطوط اور نقشے بنے ہوتے ہیں اور بعض میں ایسی عبارتیں لکھی ہوتی ہیں جن کا مفہوم ہی سمجھ میں نہیں آتا۔ بلکہ بعض نام نہاد عامل حضرات تو قرآنی آیات کو دیگر شرکیہ عبارتوں کے ساتھ ملا کر تعویذ لکھتے ہیں اور بعض ظالم تو شیطانوں کے کہنے پر اپنے تعویذوں میں قرآنی آیات کو پیشاب، پاخانہ اور حیض وغیرہ کے

خون کی گندگی سے لکھتے ہیں معاذ اللہ!

گزشتہ سطور میں بیان کی گئی چیزوں مثلاً: منکوں، گینوں، پتھروں، کڑوں، چھلوں اور تعویذ گنڈوں وغیرہ کو اپنی گردن میں لٹکانا یا اپنے جسم کے کسی بھی حصے پر باندھنا سخت گناہ ہے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

((مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ)) [مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۶] سلسلۃ الاحادیث

الصحيحة، از علامہ البانیؒ (حدیث ۴۹۲)

”جس نے (شرکیہ) تعویذ وغیرہ لٹکایا، اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا۔“

تعویذ باندھنے والا اگر یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے علاوہ یہ چیزیں بذات خود نفع و نقصان کی مالک ہیں تو ایسا شخص مشرک ہے، کیونکہ اس نے شرک اکبر کا ارتکاب کیا ہے۔ اور اگر وہ یہ عقیدہ رکھے کہ یہ چیزیں نفع و نقصان پہنچانے کا سبب اور ذریعہ ہیں تو ایسا شخص بھی شرک کا مرتکب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سبب بھی نہیں بنایا۔

(۳)..... بدشگونی اور بدفالی لینا:

کسی چیز کو منحوس سمجھنا اور اسے دیکھ کر اس سے برا شگون لینا حرام ہے۔ اس کی حرمت و مذمت کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا جَاءَتْهُمْ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَئِن لَّآلِهَةٌ آتَتْهُم بِمِثْلِ حَسَنَتِهِمْ لَآئِن لَّمْ يَكُنِ اللَّهُ آتِيًا لِلنَّاسِ بِخَيْرٍ لَّخَسِرُوا بِهِ يَسْرِى الْوَسْوَاسُ الْخَفِيُّ عَلَيْهِمْ سَبْعًا يَوْتُونَ وَهُمْ كَالْعِجَابِ مُخْتَلِفِينَ أَلْوَانًا فَسَوْفَ عَذَابُهُمْ شَدِيدٌ﴾ [الاعراف: ۱۳۱] .

”پس جب ان (یعنی آل فرعون) پر کوئی خوشحالی آتی ہے تو وہ کہتے ہیں یہ تو ہمارا حق ہے، اور ہمارے لیے ایسا ہی ہونا چاہیے (یعنی اللہ کے شکر کی بجائے یہ کہتے ہیں کہ یہ خوشحالی تو ہمارے حُسنِ عمل اور محنت کا نتیجہ ہے) اور اگر ان پر کوئی آفت آتی ہے تو وہ موٹی اور ان کے ساتھیوں کو منحوس بتاتے ہیں۔“

یعنی ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ساری آفتیں اس نبی موٹی اور اس کے ساتھیوں ہی کی وجہ سے آئی ہیں۔ اور جاہلیت میں عربوں میں بھی یہ جابانہ عقیدہ پایا جاتا تھا حتیٰ کہ

جب وہ کسی کام کے لیے سفر کا ارادہ کرتے تو ایک پرندہ پکڑ کر ہوا میں اچھوڑتے۔ اگر وہ دائیں جانب اڑتا تو وہ اس سے نیک شگون لیتے اور اپنا کام کر گزرتے اور اگر وہ بائیں جانب اڑتا تو اس سے برا شگون لیتے اور اپنے اس کام کا ارادہ ترک کر دیتے۔

بدشگونی کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں یوں ارشاد فرمایا:

((الطَّيْرَةُ شُرُكٌ)) (مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۹) صحیح الجامع الصغیر (ح ۳۹۵۵)

”بدشگونی شرک ہے۔“

علاوہ ازیں مخصوص دنوں، مہینوں، نمبروں، یا ناموں وغیرہ سے بدشگونی لینا بھی حرام اور عقیدہ توحید کے منافی ہے مثلاً براشگون لیتے ہوئے ماہ صفر میں شادی نہ کرنا۔ یا ہرمینے کی آخری بدھ کو ہمیشہ منحوس سمجھنا، یا ۱۳ کا ہندسہ منحوس سمجھنا، یا مصیبت میں بتلا کسی شخص کو دیکھ کر اپنے لیے براشگون لینا مثلاً ایک شخص گھر سے دوکان کی طرف نکلتا ہے اور راستے میں کسی کانے یا بھیگے شخص پر اس کی نگاہ پڑ گئی تو اس کو منحوس سمجھتے ہوئے یہ سوچ کر واپس پلٹ آتا ہے کہ کہیں آج دوکانداری میں نقصان نہ ہو جائے۔ اس قسم کے اعتقادات باطل اور حرام ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ایسے اعتقادات رکھنے والوں سے برأت اور لافسقی کا اعلان فرمایا ہے جیسا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ مِنْ مَنْ تَطْبِرَ أَوْ تُطْبِرَ لَهُ أَوْ تُكْهَنَ أَوْ تُكْهَنُ لَهُ (وَاطْنَهُ قَالَ) أَوْ سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ)) [المعجم الكبير للطبرانی (ج ۱۸ ص ۱۶۲) صحیح الجامع الصغیر

(ح ۵۴۳۰) مسند بزار (ح ۳۵۴۳)]

”جس نے بدشگونی لی یا جس کے لیے بدشگونی لی گئی اور جس نے کہانت کا عمل کیا (مثلاً عامل، نجوی بن کر مستقبل کی غیبی خبریں بتانے کا دعویٰ کیا) یا جس کے لیے کہانت کا عمل کیا گیا (راوی حدیث فرماتے ہیں: میرا گمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا تھا کہ) یا جس نے جادو کیا یا جس کے لیے جادو کیا گیا ایسے تمام لوگوں کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔“

البتہ جو شخص مذکورہ بالا چیزوں میں سے کسی چیز کا ارتکاب کر بیٹھے، اور پھر توبہ کرنا چاہے تو اس کا طریقہ ایک حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے:

((مَنْ رَدَّتْهُ الطَّيْرَةُ مِنْ حَاجَةٍ فَقَدْ أَشْرَكَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا كَفَّارَةُ ذَلِكَ؟ قَالَ: أَنْ يَقُولَ أَحَدُهُمْ: اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ وَلَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ)) [مسند احمد

(ج ۲ ص ۲۲۰) سلسلہ الاحادیث الصحیحہ (ح ۱۰۶۵)]

”جس شخص کو اس کی بدشگونی نے کسی کام سے روک دیا تو اس نے شرک کیا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جو بدشگونی میں واقع ہو جائے اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ یوں کہے: ”اے اللہ! بھلائی صرف تیری طرف سے ہے اور انسان کو وہی آفت و نحوست پہنچتی ہے جو تو نے مقدر میں لکھی ہو اور تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔“

واضح رہنا چاہیے کہ بعض لوگوں کو نہ چاہتے ہوئے بھی بدشگونی کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کو مضبوط کیا جائے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((وَمَامِنَا إِلَّا بِاللَّهِ لَكِنَّ اللَّهَ يُدْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ)) [ابوداؤد: کتاب الکھانہ (ح ۳۹۱۰) سلسلہ

الاحادیث الصحیحہ (ح ۴۳۰)]

”ہم میں سے ہر شخص کے دل میں بدشگونی کا کچھ نہ کچھ خیال ضرور پیدا ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسے توکل کے ذریعے ختم کر دیتے ہیں۔“

یعنی اگر کسی کے دل میں غیر ارادی طور پر بدشگونی کا خیال پیدا ہو جائے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس بدشگونی پر کوئی توجہ نہ دے بلکہ اپنا کام کر گزرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے دل سے بدشگونی کا اثر مٹا دیتے ہیں اور دل میں غیر ارادی طور پر آنے والے خیال پر اس کی گرفت نہیں کرتے۔

دکھلاوے اور شہرت کے لیے عبادت کرنا

کسی بھی نیک عمل کی قبولیت کی ایک لازمی شرط یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی ریاکاری، نمود و نمائش، شہرت اور دکھلاوے وغیرہ سے پاک ہو اور حضور ﷺ کی سنت کے مطابق ہو۔ لہذا جس شخص نے لوگوں کے دکھلاوے (ریا کاری) کے لیے کوئی عبادت کی مثلاً لوگوں میں نمود و نمائش اور شہرت کے لیے نماز پڑھی تو اس نے شرکِ اصغر کا ارتکاب کیا اور اس کا وہ عمل برباد ہو گیا جس میں شرکِ اصغر کی آمیزش ہو گئی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُتْمًا أُولَئِكَ هُمُ الَّذِينَ يَرْتَابُونَ إِنَّهُمْ لَبُغْيَاءٌ مِنَ النَّاسِ وَلَا يُدْخِرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [النساء: ۱۴۲]

”بے شک منافق یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے چالبازیاں کر رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سے چالبازی کرنے والا ہے اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی سستی کے ساتھ اور صرف لوگوں کو دکھاتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں اور ذکرائی ہو جاتے ہیں۔“

جو شخص اس لیے عمل کرتا ہے کہ لوگوں میں اس کا شہرہ ہو اور دُور دراز تک اس کی خبر پھیل جائے تو وہ بھی اس شرکِ اصغر میں مبتلا ہو گیا۔ شرکِ اصغر کے متعلق بھی بڑی سخت سزا سنائی گئی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَمِعَ سَمِعَ اللَّهُ بِهِ وَمَنْ رَأَى رَأَى اللَّهُ بِهِ)) (صحیح مسلم (ح ۲۲۸۹))

”جس شخص نے اپنے عمل کی شہرت چاہی اللہ تعالیٰ اسے مشہور کر دیتے ہیں اور جس نے اپنے عمل کا دکھلاوا چاہا تو اللہ تعالیٰ بھی اسے یہ دکھلاوا کر دیتے ہیں۔“

مگر قیامت کے روز اسے اس عمل کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ اسی طرح جس شخص نے اپنا کسی عبادت میں اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق دونوں کی رضا کو مد نظر رکھا تو اس کی وہ عبادت بھی ضائع ہو جاتی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((أَنَا أَعْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشُّرْكَ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِيَ غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكُهُ)) [صحیح مسلم (ح ۲۹۸۵)]

”میں شرک کے معاملے میں ہر طرح کے شریکوں سے بے نیاز ہوں لہذا جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ میرے علاوہ کسی اور کو بھی شریک کیا، تو میں اس کو اور اس کے شریکے عمل کو چھوڑ دیتا ہوں۔“

علاوہ ازیں ایسا شخص جس کی نیت ابتدائے عمل میں تو بالکل خالص اللہ کے لیے تھی مگر بعد میں اچانک اس میں ریاکاری پیدا ہو گئی اور وہ اس ریاکاری کو ناپسندیدہ سمجھتے ہوئے پوری محنت اور تنگ دود کے ساتھ اسے دور کرنے کی کوشش کرے تو اس کا وہ عمل صحیح اور درست ہے اور اگر وہ اس ریاکاری پر خوش اور دلی طور پر مطمئن ہو تو پھر اکثر علماء کی رائے یہی ہے کہ اس کا وہ عمل باطل ہو گیا۔



غیر اللہ کی قسم کھانا

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھائے، اس کو پورا حق حاصل ہے لیکن مخلوق کے لیے اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا جائز نہیں۔ مقام صد افسوس کہ غیر اللہ کی قسم کھانا بہت سے لوگوں کا تکیہ کلام بن چکا ہے۔ حالانکہ کسی بھی چیز کی قسم دراصل اس کی عظمت و بڑائی کی وجہ سے کھائی جاتی ہے اور حقیقی عظمت و بڑائی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی شان کے لائق ہے لہذا قسم بھی اسی کے نام کی کھانی چاہیے۔ اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا إِنَّ اللَّهَ بِنَهَائِكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيَصُمْتُ)) [صحیح بخاری مع فتح الباری (ج ۱۱ ص ۵۳۰) مسلم (ح ۱۶۶۶)]

”آگاہ رہو! اللہ تعالیٰ تمہیں باپ دادا کی قسمیں کھانے سے منع کرتا ہے جس شخص نے قسم کھانی ہو وہ صرف اللہ ہی کی قسم کھائے یا پھر خاموش رہے۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ)) [احمد (ج ۲ ص ۱۲۵) صحیح الجامع (ح ۶۲۰۴)]

”جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔“

ایک حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ بِالْأَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا)) [ابو داؤد (ح ۳۲۵۳) سلسلہ الاحادیث الصحیحة

(ح ۹۴)]

”جس نے امانت کی قسم کھائی اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔“

لہذا کعبۃ اللہ، امانت، بزرگی، مدد، فلاں کی برکت، فلاں کی زندگی، نبی کے رتبہ، ولی کے مقام، باپ، دادا، ماں، اور اولاد کے سرو غیرہ کی قسم کھانا حرام اور ممنوع ہے اور جو کوئی ان میں سے کسی کی قسم کھا بیٹھے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ لا الہ الا اللہ پڑھے کیونکہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلْفِهِ بِاللَّاتِ وَالْعُزَّىٰ فَلْيَقُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) [صحیح بخاری

مع فتح الباری (ج ۱۱ ص ۵۳۶)]

”جس نے لات اور عزی (بتوں) کی قسم کھائی وہ (بطور کفارہ) لا الہ الا اللہ پڑھے“

واضح رہے کہ مذکورہ بالا دلائل کی بنیاد پر ہر ایسا جملہ اور کلمہ بولنا حرام ہے جس میں شرک کی آمیزش ہو۔ آج کل بعض مسلمانوں کی زبان پر اس طرح کے بے شمار جملے سننے میں آ رہے ہیں مثلاً..... میں اللہ کی اور تیری پناہ میں آتا ہوں..... میرا بھروسہ اللہ اور تجھ پر ہے..... یہ اللہ کی طرف سے اور تیری طرف سے ہے..... میرا اللہ کے سوا اور تیرے سوا کوئی سہارا نہیں..... آسمان میں اللہ میرا سہارا ہے، زمین میں تو میرا سہارا ہے..... اے اللہ اور فلاں شخص نہ ہوتا تو یوں اور یوں ہو جاتا..... میں اسلام سے دستبردار ہوں..... فطرت نے ایسا ہی چاہا تھا..... واے زمانے کی ناکامی۔

اس طرح کے جملے استعمال کرنے سے بچیں، اسی طرح ہر وہ جملہ کہنا بھی حرام ہے جس میں زمانے کو برا بھلا کہا گیا ہو مثلاً یہ کہنا کہ..... یہ زمانہ بہت برا ہے، یہ وقت بڑا منحوس ہے، زمانہ بڑا بے وفا ہے..... وغیرہ۔ کیونکہ زمانے کو گالی دینا اللہ تعالیٰ پر پلٹ آتی ہے جو زمانے کا خالق ہے۔ اسی طرح ہر وہ کام جس میں غیر اللہ کی بندگی کا مفہوم پایا جائے مثلاً عبدالمسح (مسح کا بندہ) عبدالرسول (رسول کا بندہ) عبدالحسین (حسین کا بندہ) یہ سب نام بھی شرکیہ ہیں اور ان سے بچنا عقیدہ توحید کے لیے ضروری ہے۔

اسی طرح ”اسلامی سوشلزم“، ”اسلامی جمہوریت“، ”عوام کا ارادہ اللہ کے ارادے سے

ہے، ”دین اللہ کے لیے اور ملک سب کے لیے“، ”عرب قوم کے نام پر“..... یعنی انقلاب کے نام پر استعمال کی جانے والی یہ ساری جدید اصطلاحات بھی اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے عقیدہ توحید کے منافی ہیں۔ اسی طرح درج ذیل جملوں کا استعمال بھی درست نہیں ہے:

کسی انسان کو ”شہنشاہوں کا شہنشاہ“ یا اس سے ملتا جلتا کوئی لفظ مثلاً ”قاضی القضاہ“ (حاکموں کا حاکم) ”کہنا۔ کافر اور منافق کے لیے سید، سردار، SIR، محترم یا اس کے ہم معنی کوئی دوسرا لفظ استعمال کرنا، چاہے کسی بھی زبان میں کہا جائے (اسی طرح لفظ لُو (بمعنی اگر) کا استعمال کرنا بھی درست نہیں مثلاً اس طرح کہنا ”اگر میں یوں کرتا تو یوں نہ ہوتا“ یا ”اگر میں اس طرح نہ کرتا تو اس کا نتیجہ یوں ہوتا“ کیونکہ حدیث نبویؐ کے مطابق یہ لفظ ”اگر“ شیطان کا دروازہ کھولتا ہے اور مقدر میں لکھی ہوئی بات پر ناراضگی، افسوس، ندامت اور حسرت کو ظاہر کرتا ہے جس سے تقدیر پر ایمان کمزور ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ جملہ کہ ”اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے“ بھی درست نہیں، کیونکہ بخشش اور دعا میں پورے عزم و وثوق سے اللہ سے مطالبہ کرنا چاہیے۔



منافقوں اور فاسقوں کی محفل میں بیٹھنا

بعض لوگ ایسے فاسقوں اور فاجروں کی محفلوں کو رونق بخشنے اور ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور کھاتے پیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شریعت پر طنز و تشنیع کرتے ہیں اور دینداروں کا کھلے عام مذاق اڑاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا نہایت قبیح گناہ ہے جو انسان کے عقیدے کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

ایسی محفل جہاں اللہ کے دین کا مذاق اڑایا جا رہا ہو اس میں شرکت کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اپنے آخری نبی جناب محمد ﷺ سے فرماتے ہیں:

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي خَلِيلِهِمْ
غَيْرِهِ وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾

[الانعام- 68]

”(اے پیغمبر!) جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی اور نکتہ چینی کر رہے ہوں تو آپ ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ اس بات کو چھوڑ کر کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر کبھی شیطان آپ کو یہ نصیحت بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔“

جب حضور نبی کریم ﷺ کے لیے فاسقوں فاجروں کی مجلس میں بیٹھنا جائز نہ تھا تو پھر کسی اور کے لیے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے!



حالت نماز میں جلد بازی

حدیث نبویؐ کے مطابق سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز کی چوری کرے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((أَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَةً الَّذِي يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهِ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَكَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهِ؟ قَالَ: لَا يَتِمُّ رُكُوعَهَا وَلَا سَجُودَهَا)) [مسند احمد (ج ۵ ص ۳۱۰) صحیح الجامع الصغير (ح ۹۹۷)]

”سب سے بدتر چور وہ ہے جو نماز کی چوری کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کوئی شخص نماز کی چوری کیسے کرتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ نماز کے رکوع اور سجدوں کو مکمل اطمینان سے ادا نہیں کرتا۔“

دوران نماز جلد بازی، عدم اطمینان کا مظاہرہ، رکوع اور سجدے میں پشت کو برابر نہ کرنا، رکوع سے اٹھنے کے بعد پیچھے سیدھی نہ کرنا، دو سجدوں کے درمیان مطمئن ہو کر سیدھا نہ بیٹھنا یہ ساری باتیں آج اکثر نمازیوں میں دیکھی جاسکتی ہیں اور شاید ہی آپ کو کوئی ایسی مسجد ملے جہاں نماز پورے اطمینان اور خشوع و خضوع سے ادا کی جاتی ہو، ورنہ اکثر مسجدوں میں آپ کو اطمینان اور خشوع و خضوع سے خالی نمازیوں کے بے شمار نمونے ملیں گے، حالانکہ نماز میں پوری توجہ، مکمل اطمینان، کامل سکون اور وقار کو اختیار کرنا نماز کا حصہ ہے اور اس کے بغیر نماز درست ہی نہیں ہوتی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((لَا تُحْزِي صَلَاةَ الرَّجُلِ حَتَّى يُقِيمَ ظَهْرَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ)) [سنن ابو داؤد

(ج ۱ ص ۵۳۳) صحیح الجامع الصغير (ح ۷۲۲۴)]

”جب تک آدمی رکوع اور سجدے میں اپنی پشت کو (اطمینان سے) سیدھا نہ کرے اس کی نماز ہی درست نہیں ہوتی۔“

معلوم ہوا کہ نماز میں عدم اطمینان اور رکوع و سجدے میں پشت کو سیدھا نہ کرنا سخت ناپسندیدہ فعل ہے۔ حضرت ابو عبد اللہ اشعری رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھانی پھر چند صحابہ کے درمیان آپ ﷺ بیٹھ گئے۔ اسی اثنا تک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھنے لگا۔ دوران نماز جب وہ (رکوع اور سجدے کے لیے) جھکتا تو کوئے کی طرح ٹھونکے مارتا (یعنی اس طرح جلدی جلدی سجدے کرتا جس طرح کو اٹھانے والی چیز میں جلدی جلدی چونچ مارتا ہے) اسے دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا:

((اتَرَوْنَ هَذَا مَنْ مَاتَ عَلَى هَذَا مَاتَ عَلَى غَيْرِ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ يَنْقُرُ صَلَاتَهُ كَمَا يَنْقُرُ الْفَرَابُ الدَّمَ إِنَّمَا نَلُّ الذِّي يَرُكَعُ وَيَنْقُرُ فِي سُجُودِهِ كَالْحَائِجِ لَا يَأْكُلُ إِلَّا التَّمْرَةَ وَالتَّمْرَتَيْنِ فَمَاذَا تُغْنِيَانِ عَنْهُ)) [صحیح ابن خزیمہ (ج ۱ ص ۳۲۲) نیز دیکھئے: صفة

صلاة النبي، از علامہ البانی (ص ۱۳۱)]

”اسے دیکھ رہے ہو؟ جو شخص اس طریقے پر (نماز پڑھتا) مر گیا وہ میں محمد کے طریقے کو چھوڑ کر کسی اور طریقے پر مرا۔ یہ نماز میں اس طرح چونچ مارتا ہے جس طرح کو اٹھانے میں چونچ مارتا ہے۔ جو شخص رکوع اور سجدے میں جلدی جلدی کوئے کی طرح ٹھونکے مارتا ہے اس کی مثال اس بھوکے کی مانند ہے جو صرف ایک یادو کھجوریں ہی کھائے، بھلا یہ اس کا پیٹ کیسے بھریں گی؟“

حضرت زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو نماز میں رکوع اور سجدہ جلد بازی سے کر رہا تھا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا:

((مَا صَلَّيْتَ وَكَلِمَتٌ مُتَّ عَلَى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِي فَطَرَ اللَّهُ مُحَمَّدًا ﷺ)) [صحیح

بخاری مع فتح الباری (ج ۲ ص ۲۷۴)]

”تو نے نماز پڑھی ہی نہیں اور اگر تو اسی حالت میں مر گیا تو تیری موت محمدی فطرت (یعنی دین اسلام) پر نہ ہوگی۔“

لہذا نماز میں اطمینان و سکون کا لحاظ رکھنے کی بجائے جلد بازی کرنے والے شخص کو چاہیے کہ جو نبی اسے اس مسئلے کا علم ہو جائے تو جس نماز کا وقت ابھی باقی ہو اس نماز کو وہ دہرا لے البتہ جلد بازی میں پڑھی جانے والی گزشتہ فرض نمازوں کو دہرانے کی ضرورت نہیں، تاہم اسے چاہیے کہ ان نمازوں کے سلسلہ میں اللہ سے معافی مانگے اور سچی توبہ کرے۔

دوران نماز مقتدی کا امام سے سبقت کرنا

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جلد بازی انسان کی فطرتی خصلت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا﴾ [بنی اسرائیل: ۱۱]

”اور انسان بڑا جلد باز ہے۔“

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿الْإِنْسَانُ مِنَ اللَّوِّ وَالْعَجَلَةِ مِنَ الشَّيْطَانِ﴾ [السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۱۰ ص ۱۰۴)]

السلسلۃ الصحیحہ (ح ۱۷۹۵)

”سلیقے اور آرام سے کام انجام دینا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔“

آپ نے نماز باجماعت کے دوران اکثر یہ مشاہدہ کیا ہوگا کہ آپ کے دائیں بائیں کھڑے نمازی رکوع و سجود، تکبیرات حتیٰ کہ سلام پھیرنے میں بھی امام سے پہل کر جاتے ہیں، بلکہ بعض اوقات تو خود آپ اپنے بارے میں بھی خیال کرتے ہوں گے کہ آپ نے

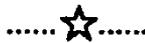
امام سے پہلے کی ہے۔ اکثر و بیشتر نمازی حضرات امام سے سہت کو نہایت معمولی عمل خیال کرتے ہیں حالانکہ احادیث میں نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق بہت ہی سخت وعید منقول ہے مثلاً آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((أَمَّا مَخْشَى الَّذِي يَرْفَعُ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يُحَوَّلَ اللَّهُ رَأْسَهُ رَأْسَ جَحَايٍ))

[صحیح مسلم (ج ۱ ص ۳۲۰، ۳۲۱)]

”جو شخص اپنے سر کو (رکوع اور سجدے میں) امام سے پہلے اٹھالیتا ہے کیا وہ ڈرتا نہیں کہ کہیں اللہ اس کے سر کو گدھے کے سر جیسا نہ بنا دیں۔“

جب ایک نمازی سے اسلام یہ مطالبہ کرتا ہے کہ جب وہ نماز پڑھنے کے لیے آئے تو نہایت سکون اور وقار سے چل کر آئے، بھاگ دوڑ کر نماز میں شریک نہ ہو۔ اس سے آپ خود اندازہ کر لیں کہ پھر ایک نمازی سے دوران نماز کس قدر سکون اور وقار کا مطالبہ کیا گیا ہوگا۔ لہذا نماز باجماعت میں ہر نمازی کو اپنے امام کی پوری اقتدا کرنی چاہیے اور اس سے پہلے نہیں کرنی چاہیے۔ امام کی اقتداء کے سلسلہ میں فقہاء نے بڑا اہم قاعدہ بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ مقتدی کو اس وقت حرکت کرنی چاہیے جب امام کی زبان سے نکلنے والی تکبیر مکمل ہو جائے اور جب تک امام کی تکبیر ختم نہ ہو تب تک وہ اپنی پہلی حالت میں رک کر انتظار کرتا رہے۔



بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنا

قرآن مجید میں ہے:

﴿يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ.....﴾ [سورة الاعراف: ۳۱]

”اے اولادِ آدم! تم ہر مسجد میں حاضری کے وقت اپنی زینت اختیار کر لیا کرو۔“

حضرت جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْ لَنَا أَوْ قَالَ: فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِي

بَيْتِهِ)) [صحیح بخاری مع فتح الباری (ج ۲ ص ۳۳۹)]

”جس نے (کچا) پیاز یا لہسن کھایا وہ ہم سے علیحدہ رہے۔“ یا آپ ﷺ نے یوں فرمایا

کہ ”وہ ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر میں ہی بیٹھا رہے۔“

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں اس طرح ہے:

((مَنْ أَكَلَ الْبَصَلَ وَالثُّومَ وَالْكُرَاتَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ السَّلَامَةَ تَنَادَى

بِمَا تَنَادَى مِنْهُ بَنُو آدَمَ)) [صحیح مسلم (ج ۱ ص ۳۹۵)]

”جس شخص نے پیاز، لہسن، گندنا کھایا ہو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ چلے کیونکہ جن

(بدبودار) چیزوں سے انسان تکلیف محسوس کرتا ہے انہی چیزوں سے فرشتوں کو بھی

تکلیف ہوتی ہے۔“

اسی طرح حضرت عمر بن الخطاب نے ایک مرتبہ جمعہ المبارک کا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

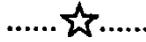
((لَمْ يَنْكُرْ أَنْهَا النَّاسُ تَأْكُلُونَ شَحَرَتَيْنِ لَا آرَاهُمَا إِلَّا عَيْبَتَيْنِ هَذَا الْبَصَلُ وَالثُّومَ

لَقَدْ رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا وَجَدَ رِيحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِي الْمَسْجِدِ أَمَرَهُ فَأَخْرَجَ

إِلَى الْبَيْعِ فَمَنْ أَكَلَهَا فَلْيَبْتِئْهَا طَبْعًا)) [صحیح مسلم (ج ۱ ص ۳۹۶)]

”اے لوگو! تم دو بدبودار درخت! پیاز اور لہسن کھاتے ہو جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اگر آپ مسجد میں کسی آدمی سے پیاز اور لہسن کی بدبو پاتے تو اسے مسجد سے نکل کر (مسجد نبوی سے کچھ فاصلے پر واقع) بقیع نامی جگہ کی طرف چلے جانے کا حکم دیتے لہذا تم میں سے جو شخص پیاز اور لہسن کھانا چاہے تو اسے پکا کر بدبو ختم کر کے کھائے۔“

اسی سے ملتا جلتا ایک مکروہ عمل یہ بھی ہے کہ بعض لوگ اپنے کام کاج، ڈیوٹی وغیرہ سے فارغ ہونے کے فوراً بعد مسجد میں داخل ہو جاتے ہیں جبکہ ان کی بگلوں اور جرابوں وغیرہ سے بدبو کے بھبھوکے اڑ رہے ہوتے ہیں اور اس سے بھی بدتر اور تکلیف دہ صورت یہ ہے کہ بعض سگریٹ نوش سگریٹ پینے کے فوراً بعد مسجد آ جاتے ہیں اور اس طرح وہ دیگر تمام نمازیوں اور فرشتوں کے لیے تکلیف کا سبب بنتے ہیں۔



زنا و بدکاری

عزت اور نسل کی حفاظت چونکہ اسلامی شریعت کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے، اس لیے اسلام میں زنا کو حرام اور کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجِيَّ اِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيْلًا﴾ [ہنی اسرائیل: ۳۲]

”زنا کے قریب بھی مت جاؤ یقیناً زنا بے حیائی ہے اور بہت بری راہ ہے۔“

اسلام نے نگاہ نیچی رکھنے، عورتوں کو پردہ کرنے اور اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے کو حرام قرار دے کر ناسک پہنچانے والے تمام اسباب و ذرائع کو بند کر دیا ہے۔ اسی طرح اسلام میں شادی شدہ زانی کو سب سزاؤں سے سخت عبرت ناک سزا سنائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ اسے پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے تاکہ وہ اپنے کیے ہوئے گناہ کا برا انجام چکھے اور اس کے جسم کا ہر حصہ جس طرح حرام سے لطف اندوز ہوا تھا اسی طرح سزا بھی برداشت کرے۔

جب کہ غیر شادی شدہ زانی کے لیے سو کوڑے مارنے کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ اسلامی سزاؤں میں کوڑوں کی یہ سب سے زیادہ سزا ہے جو زانی کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں مومنوں کی ایک بھاری جماعت کا اس سزا کے وقت موجود ہونا اور پھر اس زانی کو مکمل ایک سال تک اپنے ملک سے جلا وطن کرنا، یہ اس کے لیے مزید ذلت و رسوائی، شرمندگی اور عار کا سبب بنتا ہے۔

زانی مردوں اور عورتوں کے لیے مرنے کے بعد سے لے کر قیامت تک برزخی زندگی میں یہ سزاتیار کی گئی ہے کہ انہیں نکا کر کے ایک ایسے تندور میں ڈالا جائے گا جو اوپر سے تنگ اور نیچے سے کشادہ ہوگا۔ جب اس تندور میں آگ بھڑکائی جائے گی تو وہ جیٹھیں گے اور آگ کے شعلے انہیں بلند کر کے تندور کے اوپر والے سرے تک پہنچادیں گے اور قریب ہوگا

کہ وہ تندور سے باہر جا گریں لیکن جو نبی آگ بلکی ہوگی وہ دوبارہ تندور کے نچلے حصے میں آ پہنچیں گے اور انہیں قیامت تک یہی عذاب ہوتا رہے گا۔

اگر کوئی ایسا عمر رسیدہ شخص جو قبر کے منہ تک جا پہنچا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی لمبی زندگی کی مہلت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے وہ بڑھاپے کی عمر میں بھی زنا کاری و بدکاری سے باز نہ آیا تو اس کا معاملہ اللہ کے نزدیک نہایت بدتر اور حد درجہ قابل مذمت ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يَكْفُلُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَا يُنْظِرُ إِلَيْهِمْ وَأَنْهُمْ عَذَابُ أَلِيمٍ:

سَبِيحُ زَانَ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ)) [صحیح مسلم (۱۰۲۱-۱۰۲۳)]

”تین قسم کے آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز (سخت عیب اور ناراضگی کی وجہ سے) نہ تو گنتلو کرے گا، نہ نہیں پاک کرے گا، اور نہ ہی ان کی طرف رحمت سے دیکھے گا بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا اور وہ تین آدمی یہ ہیں:

(۱) بوزحازانی (۲) جھوٹا بادشاہ (۳) فخر و غریت کے باوجود تکبر کرنے والا۔“

اسی طرح زانیہ عورت کی وہ کمائی جسے وہ زنا کے ذریعے حاصل کرے سب سے بدتر کمائی ہے جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ

”اپنی شرمگاہ کی کمائی کھانے والی زانیہ عورت اس اہم ترین وقت میں دعا کی قبولیت سے محروم کر دی جاتی ہے جب آدمی رات کو آسمان کے دروازے و عماما گٹنے والوں کے

لیے کھول دیئے جاتے ہیں۔“ [صحیح الجامع صغیر (ج ۲۶۷)]

آج کل کی بعض عورتیں غریت کو بہانا بنا کر بدکاری کی راہ اختیار کر لیتی ہیں حالانکہ تنگ دہتی اور غریت کو نذر بنا کر اسلامی حدود کو پامال کرنا ہرگز کوئی قابل قبول نذر نہیں ہے۔ پانے وقتوں میں کسی نے سچ کہا تھا کہ

”شریف عورت بھوکے توراہ سکتی ہے مگر وہ اپنے پستانوں کی کمائی نہیں کھاتی چہ جائیکہ وہ اپنی شرمگاہ کی کمائی کھائے!“

جبکہ موجودہ دور میں سب حیاتیاتی کام دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ شیطان نے مکر و فریب اور

اپنے چیلوں چانٹوں کے ذریعے زنا کا راستہ نہایت آسان اور ہموار کر دیا ہے۔ گنہگار اور فاسق و فاجر لوگوں کی ایک بڑی تعداد تو مکمل طور پر شیطان کے پیچھے چل پڑی ہے جس کے نتیجے میں بے پردگی، مردوزن کا کھلے عام اختلاط، بے حیائی کو فروغ دینے والے اخبار و جرائد اور رسائل و میگزین کی بہتات، فحش و بیہودہ فلموں کی کثرت اور ان ملکوں کی سیر و تفریح وغیرہ عام ہو گئی ہے جو فحاشی و بدکاری کے اڈے سمجھے جاتے ہیں، فحاشی و بدکاری کی تمہارت کرنے والے تمام بازار خوب گرم ہو گئے ہیں۔ عزتوں کی پامالی، حرامی بچوں کی کثرت، ایڈز کی بیماری اور اسقاط حمل وغیرہ کی شرح خطرناک حد تک بڑھ گئی ہے۔

اے اللہ! ہم تجھ سے تیرے رحم و کرم، پروردہ پوشی، عفت و عصمت اور ایسی پاک دامنی کا سوال کرتے ہیں جس کے ذریعے تو ہمیں بے حیائی کے سیلاب میں بہہ جانے سے بچالے، ہمارے دلوں کو پاک کر دے، ہماری شرمگاہوں کو محفوظ فرما دے۔ ہمارے اور گناہ کے کاموں کے درمیان رکاوٹیں کھڑی فرما دے۔ آمین!

زنا کی خرابیاں:

شیخ احمد بن حنبل (آل بوطائی) زنا کی خرابیاں بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

۱۔ اس کی ایک خرابی یہ ہے کہ اس سے دشمنی اور بغض پیدا ہوتا ہے اور انجام کار اس کی وجہ سے قتل اور خون ریزی کے واقعات وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اسی لیے اکثر آسمانی مذاہب اور بیشتر انسانی دستور اس کو حرام اور ننگ و عار کا باعث ٹھہراتے ہیں۔ علاوہ ازیں لوگوں کو اس کے نتیجے میں ایسی غیرت پیدا ہوتی ہے کہ اگر ان کی بیٹی، ان کی بہن یا ان کی بیوی نے زنا کیا تو یہ اسے یا زانی کو مار ڈالتے ہیں اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ قتل کے نتیجے میں قتل ہی ہوتا ہے!

۲۔ زنا کی وجہ سے نسب ضائع ہو جاتا ہے کیونکہ جو بچہ حرامی پیدا ہوتا ہے، شرعی اعتبار سے اس کا باپ، بھائی، چچا یا چچا زاد بھائی کوئی بھی نہیں ہوتا۔ اس طرح نسب ضائع ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں کنبہ و قبیلہ اور خاندان قائم نہیں ہوتا اور باہم تعارف کا وہ مقصد حاصل

نہیں ہوتا جو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ [المحمرات: ۱۳]

”اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک ہی عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تم سب لوگوں کو مختلف قومیں اور قبائل اس لیے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے۔ اللہ جانتا ہے اور خبردار ہے۔“

۳۔ تیسری خرابی یہ ہے کہ زنا کے عادی لوگ شادی سے کتراتے ہیں اور بدکاری ہی سے اپنا کام چلاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی اولاد نہیں ہوتی جس سے ان کا نام ان کے بعد بھی باقی رہے۔ اس طرح نسل کے تحفظ کا یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔

۴۔ زنا کے سبب آدمی تنگ دستی اور فاقہ مستی کے بندھن میں گرفتار ہو جاتا ہے کیونکہ زانی کو بس ایک ہی فکر ہوتی ہے کہ کسی طرح اس کی معشوقہ خوش رہے اور اس کو خوش رکھنے کے لیے وہ اپنا مال پانی کی طرح بہا دیتا ہے اور پھر ایسا وقت آتا ہے جب اس کے دامِ محبت میں گرفتار ہو کر دولت، محنت، مشقت اور ہر قسم کے روزگار سے دست کش ہو جاتا ہے۔

۵۔ زنا کی بدولت زنا کار مرد اور عورت کئی قسم کے خطرناک امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان میں بعض امراض پوشیدہ اور حد درجہ اذیت ناک ہوتے ہیں جیسے ایڈز، زہری، سیلان، پھوڑا، سستی، لاغری اور ولادت کے وقت دشواری۔ نسل اور خاندان کے لیے یہ امراض بے حد خطرناک ہوتے ہیں اور نسلی افزائش، تندرستی اور قوموں کے فطری ارتقاء کی راہ میں ان کی وجہ سے بڑی رکاوٹیں اور زبردست مصیبتیں آتی ہیں۔ اگر زنا کاری میں دوسری کوئی خرابی نہ ہو تو یہی اس کی ایک خرابی کیا کم ہے کہ اس کی وجہ سے ایسی چھپی ہوئی مہلک ترین بیماریاں پھیلتی رہتی ہیں جن سے دنیا کے ہسپتال بھرے پڑے ہیں اور ان کی بدولت بے شمار بچے موت کے گھاٹ اترتے ہیں۔

اغلام بازی..... [لواطت] ☆

آپ جانتے ہیں کہ قوم لوط پر کیوں آسمانی عذاب آیا تھا؟ اس لیے کہ ان کا جرم یہ تھا کہ وہ ہم جنس لڑکوں کے ساتھ اپنی جنسی خواہش پوری کرتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَاللُّوطَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَأنتؤنَّ الفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِن أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ
إِنَّكُم لَأنتؤنَّ الرِّجَالَ وَتَقَاطِعُونَ السَّبِيلَ وَتَأْتؤنَّ فِي نَادِيكُمُ الْمُنكَرَ﴾

[العنكبوت: ۲۸-۲۹]

”حضرت لوطؑ کا بھی ذکر کرو جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم تو اس بدکاری پر اتر آئے ہو جسے تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہیں کیا۔ کیا تم مردوں کے پاس بدکاری کے لیے آتے ہو اور سیدھے راستے بند کرتے ہو اور اپنی عام مجلسوں میں بھی بے حیائی کے کام کرتے ہو؟“

اس خطرناک جرم کی پاداش میں قوم لوط کو اللہ تعالیٰ نے چار مختلف قسم کی سزائیں دیں:

(۱) ان کی بیٹائی ختم کر دی (۲) ان کی بستی کو الٹا دیا

(۳) ان پر سنگریلے پتھروں کی بارش کی (۴) اور ان پر چیخ اور کڑک کا عذاب بھیجا۔

یہ چاروں عذاب قوم لوط کے علاوہ کسی اور قوم پر اللہ تعالیٰ نے اکٹھے نازل نہیں فرمائے۔

اس سے بھی اس جرم کی قہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔

..... اس لیے ہم جنسوں سے بدکاری اور لواطت کی عذاب ہے۔ حضرت لوطؑ کی قوم میں یہ بدکاری پائی جاتی تھی اس لیے انہی کی مناسبت سے اسے لواطت کہا جاتا ہے۔ مگر حضرت لوطؑ جیسے نبی کے نام پر یہ اصطلاح بنانا منسب معلوم نہیں ہوتا۔ اس لیے اس لفظ کے استعمال سے گریز کرنا بہتر ہے۔ مؤلف !

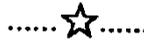
اسلامی تعلیمات کے مطابق لواطت کا ارتکاب کرنے اور کروانے والے کا حکم یہ ہے کہ ان دونوں کو قتل کر دیا جائے بشرطیکہ مفعول اپنی خوشی سے یہ کام کروانے پر راضی ہو، اس بات کی دلیل یہ ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ وَحَدَّثُمُوهُ بِمَعْمَلِ قَوْمٍ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْقَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ)) [مسند

احمد ج ۱ ص ۳۰۰ صحیح الجامع الصغیر (ح ۶۵۶۵)]

”جیسے تم قوم لوط کی طرح بدکاری کرتے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔“

واضح رہے کہ زنا اور لواطت جیسی بدکاریوں کی وجہ سے آج ہمارے معاشروں میں مختلف قسم کے طاعون، ایڈز اور ایسی ایسی بیماریاں پیدا ہو چکی ہیں جو ہم سے پہلے لوگوں میں موجود نہیں تھیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت نے بدکاری کی اس قدر سخت ترین سزا جو مقرر کی ہے اس میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ تھیں۔



عورت کا بغیر عذر کے طلاق طلب کرنا

بعض عورتیں اپنے شوہروں سے معمولی اختلاف یا حسبِ خواہش مال نہ ملنے کی وجہ سے فوراً طلاق کا مطالبہ کر دیتی ہیں۔ بعض اوقات کینہ پرور رشتہ داروں یا گھروں کو اجاڑنے والی سہیلیوں اور چغل خور پڑوسیوں کے اُکسانے پر عورت اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے۔ بعض بے وقوف عورتیں جذباتی باتوں کے ذریعے اپنے خاوندوں کو طلاق کا چیلنج کرتی ہیں مثلاً یہ کہ..... ”اگر تم واقعی مرد ہو تو مجھے طلاق دے دو!“

حالانکہ ہر شخص یہ بات جانتا ہے کہ طلاق کی وجہ سے خاندان تباہ اور اولاد آوارہ ہو جاتی ہے۔ پھر طلاق لینے کے بعد عورت ہی عام طور پر پچھتاتی ہے حالانکہ اس وقت پچھتاوا بالکل بے سود ہوتا ہے، بعض اوقات تو ایسی عورتوں سے دوبارہ کوئی نکاح کے لیے تیار نہیں ہوتا اور ماں باپ اور بھائی بھی انہیں اپنے لیے بوجھ سمجھتے ہیں۔ انہی وجوہات کی بناء پر اسلام نے بغیر کسی انتہائی معقول عذر کے طلاق طلب کرنے کو حرام قرار دیا ہے اور اسلام کے اس حکم سے اس کی حکمت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَمْسَا امْرَأَةٌ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَّمَ عَلَيْهَا رَائِحَةَ الْحَنَةِ))

[مسند احمد (ج ۵ ص ۲۷۷) صحیح الجامع الصغیر (ج ۳ ص ۲۷۰۳)]

”جس عورت نے بغیر کسی سبب اور معقول وجہ کے اپنے خاوند سے طلاق طلب کی اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔“

اسی طرح حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْمُتَعَلِّمَاتِ وَالْمُنْتَزِعَاتِ هُنَّ الْمُنَافِقَاتِ)) [المعجم الكبير، للطبرانی (ج

۱۷، ص ۳۳۹) صحیح الجامع الصغیر (ح ۱۹۳۴)

”(بغیر عذر کے) خلع لینے والی اور اپنے خاوندوں سے چھٹکارا حاصل کر کے گھروں کو اجاڑنے والی عورتیں منافق ہیں۔“

البتہ اگر کوئی انتہائی معقول شرعی عذر موجود ہو مثلاً کسی عورت کا خاوند نمازی نہیں پڑھتا، یا نشہ آور چیزوں کا استعمال کرتا ہے، یا اپنی بیوی کو کسی حرام کام پر مجبور کرتا ہے یا اس پر ظلم کرتا اور اس کے شرعی حقوق روک کر زیادتی کرتا ہے اور نصیحت کرنے کے باوجود بھی نہیں سمجھتا اور اس کے لیے اصلاح کی ساری کوششیں بھی ناکام ہو جاتی ہیں تو ان حالات میں ایک عورت اگر اپنے دین اور جان کو بچانے کے لیے طلاق مانگ لے تب اس میں کوئی گناہ نہیں۔

غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں ملنا

شیطان لعین لوگوں کو آزمائش میں ڈالنے اور حرام کاموں میں مبتلا کرنے کا بڑا احرص ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے محتاط رہنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفُحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [النور: ۲۱]

”اے ایمان والو! شیطان کی قدموں کی پیروی نہ کرو، جو شخص شیطان کے قدموں کی پیروی کرے گا، وہ (سن لے کہ شیطان) بے حیائی اور برے کاموں کا ہی حکم دے گا۔“

شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے اور غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں ملنا شیطان کا وہ بہترین چکنڈا ہے جس کے ذریعے وہ لوگوں کو زنا میں مبتلا کرتا ہے اسی لیے اسلام نے اس چور دروازے کو بھی بند کر دیا جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

((لَا يَتَعَلَّقُونَ رَجُلًا بِأَمْرٍ أَوْ إِلَّا كَانَ نَائِبُهُمَا الشَّيْطَانُ)) [جامع ترمذی (ج ۳ ص ۴۷۴)]
 ”جب بھی کوئی آدمی کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تہائی میں ملتا ہے تو ان کے درمیان
 تیسرا شیطان ہوتا ہے۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
 ((لَا يَتَعَلَّقَنَّ رَجُلٌ بَعْدَ نَوْمِهِ هَذَا عَلَى مُغِيْبَةٍ إِلَّا وَمَعَهُ رَجُلٌ أَوْ إِنْسَانٌ)) [صحیح
 مسلم (۱۷۱۱/۴)]

”آج کے بعد خاوند کی عدم موجودگی میں اس کی عورت کے پاس کوئی آدمی تہانا نہ جائے
 بلکہ اس کے ساتھ ایک یا دو (متعلقہ) آدمی ضرور ہونے چاہئیں۔“
 ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کے لیے یہ برگز جاہل نہیں کہ وہ اپنے
 گھر، دفتر یا گاڑی میں کسی غیر محرم عورت مثلاً اپنی بھابھی یا نوکرانی، یا سیکٹری وغیرہ کے ساتھ
 تہائی میں بیٹھے۔ اسی طرح ڈاکٹر کا بیمار عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنا بھی درست نہیں۔
 بہت سے لوگ اپنے آپ پر یاد دہانی پر حد سے زیادہ بھروسہ کرتے ہوئے اس معاملے
 میں غفلت سے کام لیتے ہیں جس کے نتیجے میں زنا اور زنا کے لوازمات وجود میں آتے ہیں
 اور اختلاط نسب کے علاوہ ناجائز اولاد کی شرمناک داستانوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

عورت سے ہاتھ ملانا

ہمارے معاشروں میں بعض خلاف شرع عادات اور جاہلانہ طور طریقے اسلامی تعلیمات
 پر اس حد تک غالب آچکے ہیں کہ اگر آپ ان سے متعلق کسی کو شریعت کا حکم بتائیں اور اس
 کی واضح دلیل بھی اس کے سامنے پیش کر دیں تو پھر بھی وہ آپ پر رجعت پسند، شریعت پسند، قطع
 رحم، اور شکی مزاج ہونے کا الزام لگائے گا۔ غیر محرم عورت سے مصافحہ کرنا بھی انہی بری
 عادات اور جاہل معاشروں کی تقلید کی ایک مثال ہے۔

چچا کی بیٹی، پھوپھی کی بیٹی، ماموں کی بیٹی، خالہ کی بیٹی، بھابھی، چچی، ممانی وغیرہ سے

مصافحہ کرنا ہمارے معاشرے میں پائی کی طرح عام ہو گیا ہے حالانکہ یہ مسئلہ شرعی طور پر اتنا حساس اور خطرناک ہے کہ اگر لوگ گہری بصیرت سے کام لیں اور اس کے نتائج کو دیکھیں تو وہ بھی اس حرکت کو پسند نہ کریں۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَنْجِلْ لَهٗ)) [صحیح الجامع الصغیر (ح ۴۹۲۱) المعجم الکبیر للطبرانی (ج ۲۰ ص ۲۱۲)]

”تم میں سے کسی کے سر میں نشانہ بنا کر سوئی ماری جائے تو یہ کسی غیر محرم عورت کو چھونے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔“

کسی غیر محرم اجنبی عورت کو چھونا ہاتھ کا زنا ہے جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((الْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَالْيَدَانِ تَزْنِيَانِ وَالرِّجْلَانِ تَزْنِيَانِ وَالْفَرْجُ يَزْنِي)) [صحیح الجامع

الصغیر (ح ۴۱۲۶) مسند احمد (ج ۱ ص ۴۱۲)]

” (غیر محرم کو دیکھ کر) دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں، (غیر محرم کو چھو کر) دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں، (بدکاری کی طرف چل کر) دونوں پاؤں زنا کرتے ہیں، اور شرمگاہ بھی زنا کرتی ہے۔“

محترم بھائیو! ذرا سوچو، کیا آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر بھی کوئی پاک ہو سکتا ہے؟ لیکن

اس کے باوجود آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((إِنِّي لَا أَصَافِحُ النِّسَاءَ)) [احمد (ج ۶ ص ۳۵۷) صحیح الجامع الصغیر (ح ۲۵۰۹)]

” (یعنی) میں غیر محرم عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا۔“ نیز آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے:

((إِنِّي لَا أَمْسُ الْيَدِي النِّسَاءَ)) [صحیح الجامع الصغیر (ح ۷۰۵۴) طبرانی (۳۴۲/۲۴)]

”میں اجنبی عورتوں کے ہاتھ نہیں چھوتا۔“

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((وَلَا وَاللَّهِ مَا مَسَّتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ غَيْرَ أَنَّهُ يُبَايِعُهُنَّ بِالْكَلَامِ))

”اللہ کی قسم! (عورتوں سے بیعت لیتے وقت بھی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کسی غیر محرم عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا بلکہ آپ ﷺ صرف زبانی کلامی ہی عورتوں سے بیعت لیا کرتے تھے۔“ [مسند احمد (ج ۳ ص ۱۴۸۹)]

بعض بد بخت شوہر ایسے بھی ہیں کہ ان کی پاکباز بیویاں ان کے بھائیوں یعنی اپنے دیوروں، جیٹھوں سے ہاتھ نہ ملائیں تو وہ انہیں طلاق کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ ایسے شوہروں کو اللہ سے ڈر جانا چاہیے۔ یہاں اس بات کی وضاحت کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ پر کپڑا وغیرہ رکھ کر بھی عورت سے مصافحہ کرنا جائز نہیں۔

عورت کا خوشبو لگا کر مردوں کے پاس سے گزرنا

کسی عورت کا خوشبو لگا کر گھر سے نکلنا اور اسی حالت میں مردوں کے پاس سے گزرنا حرام ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس فعل سے جس قدر سختی کے ساتھ ہمیں روکا اور منع کیا ہے اسی قدر یہ چیز آج ہمارے زمانے میں عام ہو چکی ہے۔ حدیث نبویؐ ہے:

((أَمْسَا امْرَأَةً اسْتَعْطَرَتْ ثُمَّ مَرَّتْ عَلَى الْقَوْمِ لِيَحْدُوا رِيْحَهَا فَيُؤَيِّمُوا رَائِبَةً)) [احمد (ج ۴ ص ۴۱۸) صحيح الجامع الصغير (ج ۱۰ ص ۱۰۵)]

”جو عورت خوشبو لگا کر کسی قوم کے پاس سے گزری تاکہ لوگ اس کی خوشبو محسوس کریں، ایسی عورت بدکارہ اور زانیہ ہے۔“

اس مسئلہ میں بعض عورتیں اس قدر غفلت سے کام لیتی ہیں کہ خوشبو لگا کر اپنی گاڑی کے ڈرائیور، وکاندار، یا سکول کے گیٹ کیپر کے پاس سے گزرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتیں جبکہ اسلام نے اس مسئلہ میں اس قدر سختی برتی ہے کہ خوشبو استعمال کرنے والی عورت اگر کسی کام کے لیے گھر سے باہر جانا چاہے خواہ مسجد میں جانے کا ہی ارادہ کیوں نہ ہو، مگر جب تک وہ غسل جنابت کی طرح مکمل غسل نہ کر لے تب تک گھر سے باہر قدم نہیں رکھ

کتی۔ اس سلسلہ میں آنحضرت کا ارشاد ہے:

((أَيُّهَا امْرَأَةٌ تَطَيَّبَتْ ثُمَّ خَرَعَتْ إِلَى الْمَسْجِدِ لِيُؤَخِّدَ رِيْحَهَا لَمْ يُقْبَلْ مِنْهَا صَلَاةٌ حَتَّى تَغْتَسِلَ اغْتِسَالَهَا مِنَ الْحَنَابَةِ)) [احمد (ج ۲ ص ۴۴۴) صحیح الجامع (۲۷۰۳)]

”جو عورت خوشبو لگا کر مسجد کی طرف اس نیت سے گئی کہ لوگ اس کی خوشبو محسوس کریں جب تک وہ غسل جنابت کی طرح پوری طرح غسل نہ کر لے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔“

ہم اللہ کے حضور ہی اس بات کا شکوہ کرتے ہیں کہ دور حاضر میں شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں عورتیں مردوں کی موجودگی میں کس قدر تیز خوشبو کا استعمال کرتی ہیں اور کس طرح پرکشش تیز خوشبو والے عطریات لگا کر وہ بازاروں، گاڑیوں، جہازوں، اور مرد و عورت کے اختلاط والی جگہوں پر، حتیٰ کہ رمضان المبارک کے دنوں میں مسجدوں میں بھی کسی طرح آزادانہ گھومتی پھرتی ہیں جبکہ اسلامی تعلیمات کا تقاضا یہ ہے کہ گھر سے باہر نکلنے کے لیے عورت کو ایسی خوشبو استعمال کرنی چاہیے جس کا رنگ ظاہر اور خوشبو دہلی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے غضب سے محفوظ رکھے اور نا سمجھ مردوزن کے گناہوں کے سبب ہم میں سے نیک مردوں اور عورتوں کی گرفت نہ کرے اور تمام مسلمانوں کو سیدھا راستہ دکھلائے۔

بغیر محرم عورت کا سفر کرنا

بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا:

((لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ))

”کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔“

یہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے ہر قسم کے سفر حج کے سفر حج کو بھی شامل ہے۔ کسی عورت کا محرم رشتہ دار کے بغیر جہا سفر کرنا، فاسق و فاجر لوگوں کو اس کے متعلق غلط سوچ میں مبتلا کر سکتا ہے۔ ٹیپنچہ وہ اس کی عزت کے درپے ہو سکتے ہیں اور عورت اپنی فطری کمزوری کے سبب مردوں کے دھوکے میں آ کر مکمل طور پر اپنی عزت سے ہاتھ دھو سکتی ہے یا کم از کم اس کی شرافت اور پاکدامنی پر داغ آ سکتا ہے۔

اسی طرح ہماری رائے میں عورت کا بغیر محرم کے جہاز میں سفر کرنا بھی درست نہیں، چاہے ایئر پورٹ پر روانہ کرنے والا اور اگلے ایئر پورٹ پر وصول کرنے والا کوئی محرم موجود ہی کیوں نہ ہو۔ دراصل مسئلہ یہ ہے کہ دوران سفر عورت کے ساتھ والی سیٹ پر کون بیٹھے گا؟ اور اگر جہاز کو کسی فٹی خرابی کی وجہ سے کسی دوسرے ایئر پورٹ پر اترنا پڑ جائے یا پرواز میں تاخیر ہو جائے اور جہاز مقررہ وقت پر پرواز اور لینڈ نہ کر پائے تب ایسی صورت میں اس عورت کا پرسان حال کون ہوگا جبکہ اس قسم کے واقعات اکثر رونما ہوتے رہتے ہیں!

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ صرف وہ شخص عورت کا محرم بن سکتا ہے جس میں چار شرطیں پائی جائیں: (۱) وہ مسلمان ہو (۲) بالغ ہو (۳) عاقل ہو (۴) مرد ہو۔

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((أَبُوهُمَا أَوْ زَوْجُهَا أَوْ أَخُوهَا أَوْ قَوْمٌ مَحْرَمٌ مِنْهَا)) (صحیح مسلم ۱۸/۹۷۷)

”عورت کا محرم اس کا باپ، بیٹا، یا شوہر یا بھائی اور ہر وہ شخص بن سکتا ہے جس کا اس عورت کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہو۔“



عورتوں کا چھوٹے، باریک اور تنگ کپڑے پہننا

موجودہ زمانے میں ہمارے دشمنوں نے ہم پر ایک یلغار اس طرح بھی کی ہے کہ طرح طرح کے فیشن ایبل ملبوسات تیار کر کے ان کے ذرائع مسلمانوں میں رائج کر دیے ہیں، حالانکہ یہ چھوٹے، اور تنگ و باریک ہونے کی وجہ سے انسانی ستر کو بھی نہیں ڈھانپتے۔ بلکہ بعض فیشن ایبل لباس تو ایسے بھی ہیں کہ ایک حیادار عورت انہیں اپنے محرم رشتہ داروں یا دیگر عورتوں کے سامنے بھی نہیں پہن سکتی۔ آنحضرت ﷺ نے ہمارے لیے یہ پیشین گوئی کر دی تھی کہ قیامت کے قریب عورتیں غیر ساتر لباس پہنیں گی جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنَ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا: قَوْمٌ مَعَهُمْ سَبَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَعْرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَمَسِيَّاتٍ عَارِيَّاتٍ مُمِيلَاتٍ مَا بَلَغَتْ رُؤُسُهُنَّ كَمَا سَمِعَةَ الْبُئْتِ الْمَسَالِقَةَ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَخْرُجْنَ رِيحُهَا وَإِنْ رِيحُهَا لَيُوجِدُ مِنْ مَسِيرَةٍ كَذَا وَكَذَلِكَ)) [صحیح مسلم (ج ۱۳ ص ۱۶۸۰)]

”جہنمیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جن کو میں نے (ابھی) نہیں دیکھا۔ ایک وہ لوگ ہیں جن کے پاس گائے کی دموں جیسے کوڑے ہوں گے اور ان سے وہ ظلمتا لوگوں کو ماریں گے۔ دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جو کپڑے پہننے کے باوجود تنگی ہوں گی، سیدھی راہ سے بھٹکنے والی اور دوسروں کو بہکانے والی ہوں گی، ان کے سر سختی اونٹ کی کوہان کی طرح ہوں گے، ایسی عورتیں جنت میں داخل نہ ہوں گی بلکہ جنت کی خوشبو بھی ان کو نصیب نہ ہوگی حالانکہ جنت کی خوشبو تو بہت دور سے آتی ہوگی۔“

آج کل بعض مسلمان عورتیں ایسا لباس بھی پہنتی ہیں جس میں بطور ڈیزائن متعدد سوراخ ہوتے ہیں یا وہ نیچے سے لے کر اوپر تک لمبے کٹ کی صورت میں اتنا کھلا ہوتا ہے کہ عورت

جب بیٹھتی ہے تو اس کا سترنگا ہو جاتا ہے۔ ایسا لباس حرام بھی ہے اور اس میں کافروں کے ساتھ مشابہت بھی ہے اور ان کے ایجاد کردہ حیا سوز فیٹینی ڈیزائنوں میں ان کی اندھی تقلید کا بلو بھی اس میں نمایاں ہے جو بذات خود ایک گناہ ہے۔ اللہ ہماری مسلمان ماؤں بہنوں کو اس بے حیائی سے محفوظ رکھے۔ آمین!

ملبوسات کے سلسلہ میں ایک قبیح ترین صورت یہ بھی ہے کہ بعض کپڑوں پر اداکاروں، گلوکاروں، موسیقاروں، شراب کی بوتلوں، صلیبوں، گمراہ تحریکوں کے مونوگراموں پر مبنی بیجوں اور بعض جاندار چیزوں کی تصویریں بنی ہوتی ہیں حالانکہ یہ ساری صورتیں شرعاً حرام اور ناجائز ہیں۔ اسی طرح بعض ملبوسات پر حیا باختہ جملے پرنٹ ہوتے ہیں، ایسے تمام ملبوسات سے بچنا چاہیے۔

غیر محرم عورت کی طرف قصد دیکھنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِينَ بَعْضُوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَّهُمْ إِنَّ اللَّهَ عَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾ [النور: ۳۰]

”(اے محمدؐ) مسلمان مردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں (یعنی کسی غیر محرم کی طرف نہ دیکھیں) اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں (یعنی اس کا ناجائز استعمال نہ کریں) یہی ان کے لیے بہتر اور پاکیزہ ہے اور لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے باخبر ہے۔“

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فَرِنَا الْعَيْنَ النَّظْرُ)) [صحیح بخاری مع فتح الباری (ج ۱۱ ص ۲۶)]

”غیر محرم کی طرف (منظر شہوت) دیکھنا آکھ کا زنا ہے۔“

لیکن کسی شرعی ضرورت کے پیش نظر غیر محرم عورت کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں جیسے نکاح کرنے کی نیت سے کسی عورت کو دیکھنا یا ڈاکٹر کا کسی بیمار عورت کو علاج کی خاطر دیکھنا وغیرہ۔ اسی طرح عورت کا غیر محرم مرد کو شہوت کی نگاہ سے دیکھنا بھی حرام ہے۔ ارشاد الہی ہے:

﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ﴾ [النور ۳۱]

”(اے پیغمبر!) آپ مسلمان عورتوں سے فرمادیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔“

اسی طرح کسی بے ریش اور خوبصورت لڑکے کی طرف شہوت کی نگاہ سے دیکھنا بھی حرام ہے اور مرد کا کسی مرد کی شرمگاہ کو اور عورت کا کسی عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی حرام ہے۔ اسی طرح ہر وہ شرمگاہ جس کو دیکھنا ناجائز ہے اس کو چھونا بھی ناجائز ہے چاہے وہ کپڑے کی آڑ میں ہی کیوں نہ ہو۔ بعض لوگ اخبار، بیگزین، ڈائجسٹ اور فلموں میں غیر محرموں کی تصویروں کی طرف دیکھنا اس دلیل کی بنیاد پر جائز سمجھتے ہیں کہ یہ تو محض تصویریں ہیں حقیقی مرد یا عورت تو نہیں۔ حالانکہ اس طرح شیطان ان کی آنکھوں میں دھول جھونکتا ہے اور ان پر اپنا وار کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے کیونکہ ان فٹش تصویروں اور بے حیائی پر مبنی فلموں کو دیکھ کر انسان کی جنسی خواہشات بھڑک اُٹتی ہیں اور فساد کے دروازے کھلتے ہیں۔



اپنے گھر میں فحاشی برداشت کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كَلَامَةُ حَرَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْحَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْعَاقِي وَالذَّيُّوْتُ الَّذِي يُعْرِفُنِي أَهْلَهُ

الْحَبْتِ)) [مسند احمد (ج ۲ ص ۶۹) صحيح الجامع الصغير (ح ۳۰۷۴)]

”تین آدمیوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے (۱) ہمیشہ شراب پینے والا (۲)

ماں باپ کا نافرمان (۳) بے غیرت جو اپنے اہل خانہ میں فحاشی کو برداشت کرتا ہے۔“

گناہ کی یہ صورت مختلف شکلوں میں آج ہمارے زمانے میں بکثرت موجود ہے مثلاً گھر میں بیٹی یا بیوی کو کسی اجنبی مرد کے ساتھ ملنے جلتے یا عشقیہ گفتگو کرتے دیکھ کر چشم پوشی کرنا یا اپنے گھر کی کسی عورت کو اجنبی مرد کے ساتھ تنہائی اور خلوت میں دیکھ کر خاموش رہنا، یا اسے کسی اجنبی مرد مثلاً ڈرائیور وغیرہ کے ساتھ اکیلے گاڑی میں سفر کرنے کی اجازت دینا یا اپنے گھر کی عورتوں کو بغیر شرعی پردے کے گھر سے باہر جانے کی اجازت دینا جس کے نتیجے میں ہر آنے جانے والا، انہیں نظریں گاڑ کر دیکھتا ہو۔ یا درہے کہ فحاشی و بے حیائی اور فساد پھیلانے والے میگزین اور فلمیں لا کر گھر میں رکھنا بھی اسی گناہ کے حکم میں ہے۔

نسب تہدیل کرنا

کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے آپ کو حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرے یا اپنا نسب نامہ کسی ایسی قوم سے ملائے جن میں سے وہ نہیں ہے۔ بعض لوگ اپنی مادی ضروریات کے حصول کے لیے سرکاری کاغذات میں اپنا جھوٹا نسب ظاہر کرتے ہیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ باپ اپنے بچوں کو ان کی چھوٹی عمر ہی میں چھوڑ دیتا ہے اور بچے بڑے ہو کر باپ سے ناراضگی کی وجہ سے بطور انتقام اپنا نسب نامہ کسی دوسرے شخص سے منسوب کر لیتے ہیں۔ اپنے حقیقی نسب نامہ میں رد و بدل کرنے کی یہ ساری

صورتیں گناہ میں شمار ہوتی ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابو بکرؓ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

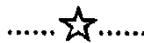
((مَنْ اِذْطَى اِلَى غَيْرِ اَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ فَاَلْحَنَهُ عَلَيْهِ حَرَامٌ)) [بخاری مع الفتح ۴۵۱۸]
 ”جس نے جانتے بوجھتے اپنا نسب تبدیل کیا اس پر جنت حرام ہے۔“

اسلام ہر اس کام کو حرام قرار دیتا ہے جس میں انسان کا نسب نامہ تبدیل کیا جائے یا نسب نامے میں جھوٹ کی آمیزش کی گئی ہو۔ بعض لوگ اگر کسی معاملہ میں اپنی بیوی سے جھگڑا پریں تو ان پر بدکاری کا الزام لگا کر اپنے بچے سے دستبردار ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ بچہ اسی کے بستر پر اسی کی بیوی سے پیدا ہوا ہے، اور اسی کا ہے۔ اسی طرح بسا اوقات بعض عورتیں بھی امانت میں خیانت کرتے ہوئے زنا سے حاملہ ہوتی ہیں اور پھر اپنے خاوند کے نسب میں ایسے بچے کو شامل کر دیتی ہیں جو اس کا حقیقی بچہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ اسلام اس کے متعلق بہت سخت وعید بیان کرتا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت ماعندہ نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

((اٰهْمَا اِمْرَاَةٌ اَذْحَلَتْ عَلٰى قَوْمٍ مِّنْ كَيْسٍ مِنْهُمْ فَلَيْسَتْ مِنَ اللّٰهِ فِى شَيْءٍ وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُهَا اللّٰهُ جَنَّتَهُ وَاَيَّمَا رَجُلٍ جَحَدَ وَاذَهُ وَهُوَ يَنْظُرُ اِلَيْهِ اِخْتَصَبَ اللّٰهُ مِنْهُ وَفَضَّحَهُ عَلٰى

رُءُوسِ الْاَوْلِيَيْنِ وَالْآخِرِيْنَ)) [سنن ابوداؤد (ج ۲ ص ۶۹۰)]

”جس عورت نے کسی خاندان میں ایسے بچے کو شامل کیا جو اس خاندان کا نہیں (یعنی زنا کے بچے کو خاوند سے منسوب کیا) ایسی عورت کا اللہ کی نگاہ میں کوئی مقام نہیں اور نہ ہی اللہ اسے اپنی جنت میں داخل فرمائیں گے اور جس شخص نے دانستہ طور پر اپنے بیٹے کا انکار کیا ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ پردہ فرمائیں گے (یعنی نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے) اور حشر کے میدان میں اگلی پچھلی تمام امتوں کے رو بروا سے رسوا کر دیں گے۔“



سود کھانا

سودی لین دین اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سود خوروں کے خلاف اعلان جنگ کیا ہے حالانکہ سود کے علاوہ کسی اور گناہ پر اللہ تعالیٰ نے اعلان جنگ نہیں کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ [البقرة: ۲۷۸-۲۷۹]

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے (اب) اس کو چھوڑ دو، اگر تم واقعی ایماندار ہو۔ اور اگر تم ایسا نہیں کرتے (یعنی سود نہیں چھوڑتے) تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں سود کتنا بڑا جرم ہے کہ اس گناہ پر اللہ تعالیٰ نے سود خوروں سے اعلان جنگ کیا ہے۔ سیاست اور عمرانیات سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ سودی لین دین نے دنیا میں کس خطرناک حد تک خرابی اور تباہی و بربادی پیدا کی ہے۔ ملکوں کا معاشی طور پر دیوالیہ ہونا، تجارتی منڈیوں کا مندا ہونا، معیشت و اقتصاد میں جمود آنا، قرضوں کی ادائیگی سے عاجز آنا، معاشی ترقی میں قفل پیدا ہونا، بے روزگاری کی شرح میں اضافہ ہونا، تجارتی کمپنیوں اور فیکٹریوں کا بند ہونا، خون پینے کی کمائی کا لمبے چوڑے سودی قرضوں کی ادائیگی میں صرف ہونا اور دولت کا بڑا حصہ صرف چند جاگیر داروں اور سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں محصور ہو جانے سے معاشرے میں طبقاتی نظام پیدا ہونا..... یہ سب سودی لین دین کی کارستانیوں ہیں اور شاید یہ اسی جنگ کی مختلف شکلیں ہیں جس کی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سودی لین دین کرنے والوں کو دھمکی دی ہے۔

سودی لین دین میں بالواسطہ یا بلاواسطہ شرکت کرنے والے فریقین، دلال اور معاون وغیرہ یہ تمام لوگ آنحضرت ﷺ کی زبان مقدس سے ملعون قرار دیئے گئے ہیں، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

((لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اِكْلَ الرِّبَا وَمُوكَلَّهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَهُ يُو وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ))

[صحیح مسلم (۱۲۱۹/۳)]

”اللہ کے رسول ﷺ نے سو دکھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے، اور اس پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ گناہ میں یہ سب برابر کے شریک ہیں۔“

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ سودی کاروبار میں بطور ملازم کام کرنا یا سودی لین دین، اور اس کا حساب کتاب اور اندراج، سودی اداروں کی چوکیداری، حتیٰ کہ سودی بینکوں میں رقم جمع کروانا یہ سب اس گناہ میں تعاون کی وجہ سے ناجائز ہے۔ خلاصہ یہ کہ سودی کاروبار میں کسی بھی طریقے سے شرکت حرام ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے سودی گناہ کی قباحت کو واضح کرنے میں کسی بخل سے کام نہیں لیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الرِّبَا ثَلَاثَةٌ وَسَبْعُونَ بَابًا أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ وَإِنَّ أَرَبِيَّ الرِّبَا عَرُضٌ

الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ)) [مسندك حاکم (ج ۲ ص ۳۷) صحیح الجامع الصغیر (ح ۳۰۳۳)]

”سود کے تہتر (۴۳) دروازے ہیں، ان میں سے سب سے پہلے درجے کے سود کا بھی اتنا گناہ ہے جتنا کہ ماں کے ساتھ زنا کرنے کا ہے اور سود کا سب سے بڑا گناہ اتنا ہے جتنا کسی مسلمان کی بے عزتی کرنے کا ہے۔“

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عطلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يُرْهَمُ رِبَا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ زِينَةً)) [مسند احمد

(ج ۵ ص ۲۲۰) صحیح الجامع (ح ۳۳۷۰) f

”کوئی آدمی جانتے بوجھتے سود کا ایک درہم کھالے تو یہ چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی بدتر ہے۔“

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر سودی لین دین امیر اور فقیر کے درمیان ہو تب منع ہے اور اگر دو غریبوں کے درمیان ہو تو پھر جائز ہے حالانکہ سود کو علی العموم حرام قرار دیا گیا ہے، ہر شخص اور ہر حالت کے لیے سود حرام ہے۔ ہمارا معاشرہ اس بات کی واضح مثالیں پیش کرتا ہے کہ سود کی وجہ سے بے شمار مالدار اور بڑے بڑے تاجر کوڑی کوڑی کے محتاج بن گئے۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ سودی کاروبار کی وجہ سے بظاہر دولت چاہے کتنی ہی بڑھ جائے، اس میں برکت نہیں رہتی چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((الْكِرْمَا وَإِنْ كَثُرَ فَإِنَّ عَاقِبَتَهُ تَصْيِيرٌ إِلَى قُلٍّ)) [حاکم (ج ۲ ص ۳۷) صحیح الجامع

الصغیر (ح ۳۵۴۲)]

”سود خواہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ملے، اس کا انجام کاربالا خر خسارہ ہے۔“

یہ بات بھی یاد رہے کہ سود کی حرمت کا تعلق اس کی شرح کے ساتھ منحصر نہیں کہ اگر سود کی شرح فیصد زیادہ ہو تو پھر یہ حرام اور کم ہو تو پھر جائز ہے، نہیں بلکہ شرح سود تھوڑی ہو یا زیادہ، بہر صورت یہ حرام ہے اور سودی شخص جب قیامت کے دن اپنی قبر سے اٹھایا جائے گا تو اس کی حالت اس شخص جیسی ہوگی جسے کسی جن، شیطان نے چھو کر پاگل اور دیوانہ کر دیا ہو اور وہ دورہ پڑنے کی وجہ سے کبھی دائیں اور کبھی بائیں گزرتا پڑتا ہو۔ سود کے قبیح ترین جرم ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس سے توبہ کرنے کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور توبہ کا طریقہ بھی بتلادیا ہے، چنانچہ سو خوروں سے مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَإِنْ تَبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ﴾ [البقرة: ۲۷۹]

”اگر تم توبہ کرنا چاہتے ہو تو اس المال (یعنی اپنا اصل مال بغیر سودی منافع کے) تمہاری ہوگا۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔“

یعنی اگر تم اصل زر سے زیادہ وصول کرو گے تو یہ تمہاری طرف سے دوسرے پر ظلم ہوگا اور اگر تمہیں اصل زر بھی نہ دیا جائے تو پھر یہ تم پر ظلم ہوگا۔

ایک مسلمان شخص کو چاہیے کہ ہر حال میں سود جیسے کبیرہ گناہ سے دور بھاگے اور اس کی قباحت و شناعیت کا پورا احساس دل میں پیدا کرے۔ جو لوگ چوری ہو جانے کے ذر سے مجبوراً اپنی رقم سودی بینکوں میں رکھواتے ہیں، انہیں بھی چاہیے کہ وہ یہ سمجھیں کہ ہم نے اس اضطراری حالت جس میں مردار کھانا جائز ہو جاتا ہے، کی بنیاد پر اپنے آپ کو لاچار اور مجبور سمجھتے ہوئے اپنا پیسہ بینک میں رکھوایا ہے اور دلی طور پر ہم اس سے خوش نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے علاوہ سودی بینکوں کا متبادل کوئی دوسرا حل ایجاد کرنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے۔

کسی مسلمان کے لیے قرض وغیرہ کی بنیاد پر ان بینکوں سے سود کا مطالبہ کرنا کسی صورت بھی جائز نہیں بلکہ اگر بینکوں کی طرف سے ان کے کھاتے میں از خود سود رکھ بھی دیا جائے تو وہ اس سودی رقم سے چھٹکارا حاصل کرنے کی نیت سے اسے کسی جائز کام میں خرچ کر دے۔ البتہ صدقہ کی نیت سے اسے صرف نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ صدقہ بھی پاک چیزوں ہی کا قبول کرتا ہے۔ اور اسے معلوم ہونا چاہیے کہ سودی پیسے سے کسی قسم کا ذاتی استفادہ جائز نہیں مثلاً کھانے پینے، کپڑے، رہائش، سواری، بیوی بچوں اور والدین کے اخراجات کے لیے، یا زکوٰۃ اور ٹیکس ادا کرنے، یا اپنے آپ کو کسی ظلم سے بچانے کے لیے اس سودی روپے پیسے کو استعمال میں نہیں لانا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے ہر ممکنہ کوشش سے سود سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

سودی معاشرتی خرابیاں

علامہ احمد بن حنبلہ نے سودی خرابیاں بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

☆..... پہلی خرابی تو یہ ہے کہ سودی کاروبار انسانی سماج کے لیے زبردست خطرہ

اور انتہائی کٹھن آزمائش ہے۔ اس کے مضراثرات ایمان و اخلاق اور زندگی کے نہ صرف تصورات پر مرتب ہوتے ہیں بلکہ یہ ناسور پوری معاشرتی زندگی اور اقتصادی و عملی سرگرمیوں میں بھی فاسد مواد پیدا کرتا ہے۔ سود خوری وہ بدترین عمل ہے جس سے آدمیت، انسانی شرافت اور اس کے اخلاقیات سب کچھ پامال ہو جاتے ہیں۔ اور پر طمع ساچڑھا ہوا ضرور نظر آتا ہے لیکن اندر سے انسانی قدریں اور ان کی ساخت و پرداخت سب کچھ سوخت ہو جاتی ہے اور نہیں کہا جاسکتا کہ ریت کے تودوں پر قائم ہونے والا اور ظاہری چمک دکھ رکھنے والا یہ سودی نظام کب اور کہاں جا کر زمین بوس ہو جائے۔

☆..... دوسری خرابی یہ ہے کہ سودی لین دین سے فرد اور جماعت کا ضمیر اور اس کی روش سب کچھ مردہ ہو جاتا ہے۔ اخلاق الگ بگڑتے ہیں اور معاشرے میں بھائی سے بھائی کٹ کر رہ جاتا ہے۔ باہمی تعاون اور حمایت کا جذبہ پامال ہو جاتا ہے، حرص، لالچ اور خود غرضی اس پر غالب آ جاتی ہے جس سے معاشرے کی دیواریں بل جاتی ہیں۔ موجودہ ترقی یافتہ زمانے میں سرمایہ کاری کا پہلا زور دار داعیہ مالی نشوونما اور ترقی کے بدترین روپ میں سامنے آتا ہے کیونکہ سود کی شرح پر لیے گئے قرض سے ترقی اور بڑھوتری کی امیدیں باندھی جاتی ہیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ قرض لینے والے کو کچھ معمولی سا نفع حاصل ہوتا ہے پھر سود کی شرح میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ پھر ان سودی قرضوں اور ان سے حاصل ہونے والے منافع کی راہیں گندی قلموں، عریاں صحافت، رقص گاہوں، لہو و لعب کے اڈوں، اور بھانت بھانت کے پیشوں اور اُن گندی راہوں سے ہو کر گزرتی ہیں جہاں حاصل کچھ نہیں ہوتا لیکن اعلیٰ قدریں اور عظیم اخلاق سب کچھ پاش پاش ہو کر رہ جاتے ہیں۔

☆..... سودی شرح پر حاصل کیے گئے قرضوں سے بنیادی مقصود انسانی فلاح اور بہبود کے منصوبوں کی بحالی یا ان کی بجآوری ہرگز نہیں ہوتی۔ ان قرضوں کا مقصد صرف ایک ہوتا ہے اور وہ یہ کہ خواہ کسی طرح ہو، نفع ملتا رہے، چاہے اس کی خاطر کوئی گھٹیا یا ناجائز پیشہ ہی

کیوں نہ اپنانا پڑے۔ آپ کہیں بھی چل پھر کر دیکھ لیں اس کا مشاہدہ آپ کو ہر جگہ ہوگا۔

☆..... سو کے سلسلہ میں ایک بڑی حقیقت جو اسلامی تعلیمات پر یقین رکھنے والے ہر شخص کے لیے نہایت اہم ہے، وہ یہ ہے کہ اس مسئلے کا ایک امکانی تصور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز حرام قرار دی ہے جس سے انسانی زندگی کو نہ کوئی سہارا ملتا ہے، نہ وہ کوئی پیش قدمی کرتی ہے جس سے یہ تصور بھی پیدا ہوتا ہے کہ یہاں کوئی بری چیز ہوگی مگر زندگی کی استواری اور اس کی ترقی کے لیے سردست اس کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پوری کائنات کا پروردگار ہے اور انسان کو اس نے اختیار دے کر دنیا میں بھیجا اور اس کی نشوونما اور ترقی کا اس کو حکم دیا ہے، وہی اس کا فیصلہ کرتا ہے اور وہی اس کی توفیق دیتا ہے، لہذا ممکن ہے ایک مسلمان کے خیال میں یہ بات ہو کہ اللہ نے جس کو حرام قرار دیا ہے، اس سے انسانی زندگی کو کوئی سہارا نہیں ملتا، نہ اس سے کوئی ترقی حاصل ہو سکتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی بری چیز ہو لیکن زندگی کی بقا اور اس کی ترقی کے لیے وہ ناگزیر ہو، تو اگر ایسا کوئی تصور ذہنوں میں پیدا ہوتا ہو تو اس میں شک نہیں کہ وہ بدترین تصور ہوگا اور نہایت مذموم، گمراہ کن اور غلط تصور ہوگا جس نے کئی نسلوں کو تباہ کیا اور وہ بدترین تصور یہی ہے کہ سود خوری سے معاشی ترقیاتی منصوبوں میں مدد ملتی ہے اور یہ دھوکا ہے کہ سودی لین دین ایک فطری نظام ہے۔ ستم شریفی یہ ہے کہ اس فاسد اور پرفریب تصور کو عام رہن رہن اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں بڑی چالاک سے پھیلا یا گیا ہے۔

مغرب سے مشرق تک اس کی ہوا باندھنے کی کوشش کی گئی اور جدید دنیا اور نئی انسانی زندگی کو اسی کاروباری بنیادوں پر استوار کیا گیا اور سرمایہ کاری کے مراکز اور سودی لین دین کرنے والوں کے لیے اسے اچھی طرح استعمال کیا گیا اور دوسری اساس جس پر یہ فاسد تصور قائم ہوا وہ ایسی سنگین صورت حال ہے جو ایمان نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئی جب کہ اس کی دوسری بنیاد ذہنی کجروی اور اس وہم کا شکار ہونے لیکن اس کا تدارک نہ کرنے کا نتیجہ

ہے، جس کو سودی کاروبار کرنے والے مختلف حیلوں بہانوں اور توجیہ و تاویل کے ذریعے کم عقلوں میں پھیلاتے رہتے ہیں چونکہ دنیا کی بڑی طاقتیں اور اس کے ذرائع ابلاغ پردہ چھائے ہوئے ہیں، اس لیے اپنے ان نظریات کا خوب خوب پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔

☆..... یہ جو کہا جاتا ہے کہ آج کل کا زمانہ ایسا زمانہ ہے کہ سودی کاروباری نظام کے علاوہ کسی اور نظام پر عالمی معیشت کا ڈھانچہ کھڑا نہیں ہو سکتا، یہ بدترین جھوٹ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر نیت درست ہو اور تمام انسانوں خصوصاً ملتِ اسلامیہ نے یہ طے کر لیا ہو کہ وہ سودی کاروبار کرنے والی دنیا کی بڑی بڑی کمپنیوں اور ان کے سرغنوں سے اپنی آزادی کو چھڑائیں گے، اپنے لیے نیکی، بھلائی، خیر و برکت کے حصول اور اخلاقی صفائی اور سماجی پاکیزگی کے لیے کوشش کریں گے تو ان کے سامنے صحت مند اور صالح معاشرے کی راہیں کھلیں گی اور یہ وہی شاہراہ ہوگی جس کو اللہ نے تمام انسانوں کے لیے پسند فرمایا، جس کا قرآن واقعی نفاذ ہو سکتا ہے، اس کے سائے میں کامیاب زندگی پروان چڑھ سکتی ہے اور اس نظام کی زیر سرپرستی اور اس کے زیر سایہ انسانی زندگی ترقی کے مدارج پر تیزی سے گامزن ہو سکتی ہے۔ کاش! انسان اس کو سمجھتا۔ [بحوالہ: تطہیر المجتمعات..... از ابن حجر بوطامنی]

.....☆.....

جوا کھیلنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْعَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ

الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [المائدة - ۹۰]

”اے ایمان والو! بے شک شراب، جوا، بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر گندی باتیں، شیطانی

کام ہیں، ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“

دور جاہلیت میں اہل عرب مختلف طریقوں سے جو اکھیلتے تھے۔ ان کے ہاں جوئے کی سب سے مشہور شکل یہ تھی کہ دس آدمی مل کر ایک اونٹ خریدتے پھر تیروں کے ذریعے قرعہ ڈال کر اس بات پر قسمت آزمائی کرتے کہ تین آدمی اس اونٹ میں سے اپنے حصے سے دستبردار ہو جائیں۔ یہ ان کے ہاں جوئے پر مبنی قرعہ اندازی کی ایک معروف شکل تھی جس کی بنیاد پر اس اونٹ میں سے سات آدمیوں کو تو مختلف حصے مل جاتے اور تین آدمیوں کو کچھ بھی نہ ملتا۔ آج ہمارے دور میں بھی جوئے کی بے شمار شکلیں موجود ہیں بطور نمونہ چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

(۱)..... لاٹری:

جوئے کی ایک شکل لاٹری ہے اور اس لاٹری کی بھی مختلف شکلیں ہیں، سب سے معمولی قسم یہ ہے کہ پیسے خرچ کر کے نمبروں والے ٹکٹ خریدے جاتے ہیں پھر ان ٹکٹوں پر موجود نمبروں کی بنیاد پر لاٹری ڈالی جاتی ہے اور صرف ایک مخصوص تعداد کو اس لاٹری کی بنیاد پر مختلف انعامات سے نوازاجاتا ہے۔ [اس طرح اس لاٹری میں جن کا نام لگتا ہے وہ تو اپنی ٹکٹ کی اصل رقم سے بہت زیادہ رقم وصول کر لیتے ہیں جب کہ ٹکٹ خریدنے والے باقی

لوگ اپنی اس رقم سے محروم ہو جاتے ہیں جس سے انہوں نے نکت خریدے تھے۔
لوگ اپنے خیال میں اس کا نام چاہے خدمت خلق ہی کیوں نہ رکھ لیں بہر حال یہ جوئے
کی ایک قسم ہونے کی وجہ سے گناہ کا کام ہے اور اس میں شریک ہونا ایک مسلمان پر حرام
ہے۔ اسی طرح قسمت آزمانے کے لیے کوئی ایسا سامان خریدنا جو پیک ہو اور اس کے اندر کی
چیز نامعلوم ہو یہ بھی لائری (جوا) ہے۔ اسی طرح بعض کمپنیوں میں مخصوص شرائط پر کسی
سامان کی خریداری کے وقت ہر گاہ کو ایک نمبر دیا جاتا ہے اور پھر ان نمبروں پر لائری ڈالی
جاتی ہے یہ بھی جوا ہونے کی وجہ سے حرام اور کارگناہ ہے۔

(۲)..... انشورنس (بیمہ):

انشورنس (یعنی بیمہ پالیسی) بھی جوئے کی ایک شکل ہے۔ لہذا اپنی زندگی، یا سواری، یا
اثاثہ جات کا بیمہ کرنا، یا حادثات مثلاً آگ وغیرہ نکلنے یا کسی دوسرے کی ایذا رسانی سے بچنے
کے لیے بیمہ کرنا یا ایسی ہی کسی نیت سے اپنی ہر چیز کا بیمہ کرنا ایک غلط اور غیر اسلامی طریقہ
ہے۔ بیمہ کی مختلف شکلیں آج ہمارے معاشرے میں موجود ہیں حتیٰ کہ اب تو بعض
موسیقار اور گلوکار اپنی آوازوں کا بھی بیمہ کرواتے ہیں!

(۳)..... جوئے کی دیگر شکلیں:

مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی نئی صورتیں جوئے میں شامل ہیں
اور جو ایسی چیز ہے جس سے قرآن مجید نے منع کیا ہے۔ آج کل جوئے کے لیے خاص
کلب بھی موجود ہیں جن میں جوئے جیسے کبیرہ گناہ کے ارتکاب کے لیے خاص قسم کے ٹیبل
معروف ہیں۔ اسی طرح کھیلوں وغیرہ پر لوگ مختلف قسم کی شرطیں اور بازیاں لگاتے ہیں یہ
بھی جوئے ہی کی ایک قسم ہے۔ اسی طرح بعض کھلونوں کی دکانوں، کلبوں، تفریح گاہوں اور
سٹیڈیم وغیرہ میں مختلف قسم کے کھلونے اور گیمیں پائی جاتی ہیں جو جوئے پر مشتمل ہیں۔

مقابلے کے کھیل:

البتہ جہاں تک کھیلوں کے مقابلوں کا تعلق ہے، تو وہ تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱)..... ایسے مقابلے جو کسی دینی مقصد پر مبنی ہوں، وہ انعام کے ساتھ بھی جائز ہیں اور بغیر انعام کے بھی مثلاً میدان جہاد میں استعمال ہونے والے اونٹوں اور گھوڑوں کی دوڑ کے مقابلے، تیز اندازی اور نشانہ بازی کا مقابلہ اور راجح قول کے مطابق دینی علوم کی تحصیل کے مقابلے مثلاً قرآن مجید حفظ کرنے کا مقابلہ وغیرہ بھی اسی جائز قسم میں شمار ہوگا۔

(۲)..... ایسے مقابلے جو کسی دینی مقصد پر مبنی تو نہیں مگر وہ فی ذاتہ جائز ہیں مثلاً فٹ بال کھیل کے مقابلے، دوڑ کے مقابلے بشرطیکہ ایسے مقابلے نمازوں کو ضائع کرنے یا ستر کو عریاں کرنے جیسے گناہوں سے پاک ہوں۔ اس قسم کے مقابلے بغیر انعام کے جائز ہیں۔

(۳)..... ایسے مقابلے جو فی ذاتہ حرام ہیں یا حرام تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں جیسے عورتوں کا مقابلہ حسن، یا باکسنگ کا مقابلہ جس میں چہرے پر مارا جاتا ہے جبکہ چہرے پر مارنے سے شریعت میں منع کیا گیا ہے، یا سینٹوں والے مینڈھوں کو لڑانا، یا مرغیوں کی لڑائی کرانا۔ یہ اور ان سے ملتے جلتے غلط کاموں پر مشتمل تمام مقابلے حرام ہیں۔

جوئے کی حرمت کی حکمتیں

علامہ احمد بن حنبل نے اپنی کتاب: *تطہیر المُنَجَّمَات* میں جوئے کی حرمت کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ نُقَامِرُكَ فَلْيَتَصَدَّقْ)) [صحیح بخاری]

”جو کوئی اپنے ساتھی سے کہے آؤ ہم جو کھیلیں اسے چاہیے کہ (اس گناہ کی سبب سے

بطور کفارہ) صدقہ کرے۔“

جب محض اتنا کہہ دینے سے کفارہ لازم آتا ہے اور صدقہ ادا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو پھر یہ کام کر گزرنے کی سزا آخر کتنی ہوگی۔ الغرض جو اٹھیلنا بہت سے نقصانات کی وجہ سے حرام ہے۔ اس کی چند مضرتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱: جو اشیطانی حرکت ہے جیسا کہ مذکورہ آیت میں پہلے گزرا۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ شیطان کے ہتھکنڈوں سے دور رہے کیونکہ شیطان معصیت کو سجا کر پیش کرتا ہے۔

۲: جوئے کی وجہ سے جوئے بازوں میں بغض و عداوت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے۔

۳: جوئے میں جیتنے والے کی طرف سے ہارنے والے کے دل میں نفرت بیٹھ جاتی ہے کیونکہ ہارنے والے کا سارا یا کچھ مال بالکل چھن جاتا ہے اور متعدد مرتبہ جو اٹھیلنے سے یا ایک ہی بار اٹھیلنے سے اس کا ہاتھ خالی ہو جاتا ہے اور یہ فطرت کے عین مطابق ہے کہ جس کا مال چھن جائے وہ چھیننے والے کے خلاف اپنے دل میں پوشیدہ دشمنی رکھتا ہے اور اس کو نقصان پہنچانے کے لیے خفیہ طریقے سے منصوبے بناتا اور مال واپس چھنے کی سازش کرتا ہے۔

۴: جو اغریبی لاتا ہے، اس بری حرکت کی بدولت کتنے گھر ویران ہوئے، کتنے دولت مند تان جویں کے محتاج ہوئے اور معاشرے میں ان کی حیثیت ختم ہوگئی اور کوئی قیمت ان کی نہ رہی۔

۵: اس کا وبال بارے ہوئے جواری پر ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کی بیوی بچے اور اس کا پورا کنبہ اس سے متاثر ہوتا ہے کیونکہ جواری ان کے اخراجات اور نگہداشت وغیرہ سے قاصر ہو جاتا ہے۔

۶: یہ لعنت ذکر الہی کی راہ میں بالعموم رکاوٹ بنتی ہے کیونکہ جواری کا قیمتی وقت جوئے کی نذر ہو جاتا ہے، اس کے ذہن میں اس کا شیطانی چکر چلتا رہتا ہے، اور وہ سدا اسی ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہے کہ اب کون سادا اٹھیل جائے، مال کہاں سے آئے گا، اسے کون سی

چال چلتی ہوگی تاکہ اسے مات نہ کھانی پڑے..... وغیرہ وغیرہ۔ بھلا اس گورکھ دھندے میں اسے خدا کی یاد کا موقع کہاں ہاتھ آئے گا؟

۷: جوئے بازی ذکر الہی کی طرح بالخصوص نماز سے بھی روکتی ہے کیونکہ جس وقت وہ بازی جیتنے کی دھن میں ہوتا ہے نماز کا وقت آ کر گزر جاتا ہے اور اسے اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ شیخ محمد رشید رضا مصری کی تفسیر السنار میں ہے کہ شراب اور جوا جو اللہ کی یاد اور نماز سے روکتے ہیں تو یہ ان کی سب سے بڑی سماجی خرابی ہے کیونکہ شراب کا ہر نشہ اور جوئے کی ہر بازی شرابی اور کھلاڑی کے راستے کا روڑا ثابت ہوتی ہے، اور یہ رکاوٹ آدمی کو اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے حالانکہ اس کی یاد دین کی روح ہے۔

اسی طرح یہ دونوں چیزیں نماز سے روک دیتی ہیں جو دین کا ستون ہے۔ بھلا نشے میں بدست اور مدہوش کہ اتنی عقل کہاں ہوگی کہ وہ اللہ کی نعمتوں اور اس کی نشانیوں پر غور کرے، اس کے ناموں اور صفتوں سے اسے یاد رکھے اور اٹھ کر نماز پڑھے اور اس کی پابندی کرے، وہی نماز جو خدا کی یاد کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ساتھ ہی مزید پابند ہو کر کچھ اور نیک کام انجام دے اور اگر بدست اسی حالت میں اپنے رب کو یاد کرے اور نماز بھی پڑھنے کی کوشش کرے تو بھی درست نہیں ہوگا۔

رہا جوئے باز تو اس کا ذہن پورے ہوش کے ساتھ جوئے کی بازیوں میں محو ہوگا کہ بازی کیسے جیتے اور ہار سے کیسے بچے، اس لیے اس کے دل کے کسی گوشے میں ایسی کوئی جگہ کہاں ہوگی جہاں سے وہ اللہ کو یاد کرے گا، نماز کے اوقات کی فکر کرے گا اور اس کی پابندی کی کوشش کرے گا۔ نیز یہ بھی واقعہ ہے کہ جو اجتہاد و دماغ پر چھایا ہوتا ہے اور ماسوائے اس کو غافل رکھتا ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز غافل نہیں رکھتی ہوگی، بلکہ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ جواری کے گھر میں آگ لگ گئی یا اس کے گھر والوں پر آفتیں آ گئیں، اس کے بیوی بچے چیختے چلاتے اور فریاد کرتے رہے لیکن یہ ان کی مدد

اور فریاد کو نہیں پہنچا، الٹا بازی کھیلنے میں لگا رہا، اور آگ سے فائر بریگیڈ کا عملہ نمشتا رہا، مصیبت زدگان کی خبر گیری رفاہی اداروں اور ڈاکٹروں نے سنبھال لی اور اس کے کان پر جوں تک نہیں رہتی۔ گزشتہ زمانے اور دور حاضر کے جوئے بازوں کے ایسے قصے ہم آئے دن سنتے رہتے ہیں۔

۸: جو اکائی کی تمام راہوں کو مسدود کر کے صرف ایک جوئے ہی کا راستہ کھلا رکھتا ہے۔ اگر جواری جو اچھا تو کسی مشقت اور تھکن کے بغیر مال و دولت پا کر ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ پھر اسے کاشت کاری یا دکان داری کی حاجت نہیں ہوتی اور اگر ہار گیا تو وہ مفلس اور قلاش ہو جاتا ہے، اس کے پاس ایک روپیہ نہیں ہوتا اور رنج و غم سے اس کا سینہ چھلنی ہو جاتا ہے، ایسے میں بھلا کمانے اور کچھ حاصل کرنے کی اسے کہاں سے فکر لاجق ہوگی۔

۹: جواری شخص بالعموم قرض لینے اور اپنی جان بچانے پر مجبور ہوتا ہے، اور قرض خواہ اس سے نفع کا طالب ہوتا ہے، خواہ یہ نفع سو ویسے حرام طریقے سے کیوں نہ ہو۔ پھر جوئے باز سود کی لعنت میں بھی گرفتار ہو جاتا ہے اور اس سے آگے وہ چوری چکاری میں بھی گرفتار ہو جاتا ہے۔

۱۰: جو عام طور پر ناگہانی غریبی لاتا ہے اور جواری کبھی مالدار بھی ہو جاتا ہے۔ کبھی اس لت میں مبتلا آدمی خودکشی بھی کر لیتا ہے اور دنیا اور آخرت میں ناکام و نامراد ہو جاتا ہے۔ کبھی جوئے باز اپنے سے جیتنے والے کو قتل کر بیٹھتا ہے اور کبھی خود پاگل اور دیوانہ ہو جاتا ہے۔ غرض عقل سلیم بھی شاہد ہے کہ شراب اور جو ا حرام ہے کیونکہ دونوں کی معصرت بے حد و حساب ہے اور اگر شریعت سے ان کی حرمت ثابت نہ ہوتی تب بھی عقل کی رو سے ان کا حرام ہونا یقینی ہوتا!



شراب اور نشہ آور چیزوں کی حرمت

شراب وغیرہ کی حرمت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [المائدة- ۹۰]

”اے ایمان والو! بے شک شراب اور جو اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ تھلگ رہو تا کہ تم کامیاب ہو سکو۔“

شراب سے الگ رہنے کا یہ حکم شراب کے حرام ہونے کی سب سے مضبوط دلیل ہے۔ علاوہ ازیں شراب کا حکم کافروں کے جھوٹے معبودوں، بتوں اور مجسموں کے ساتھ بیان کر کے اس قباحت کو مزید واضح کر دیا گیا ہے لہذا اب ان لوگوں کے پاس کوئی دلیل باقی نہیں رہ جاتی جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ شراب حرام ہے بلکہ یہ فرمایا کہ شراب سے بچو۔ شراب کی حلت کو ثابت کرنے کے لیے ان کا یہ قول کوئی معنی نہیں رکھتا۔ مزید برآں شراب پینے والے کے متعلق حدیث نبوی میں بہت سخت وعید آئی ہے چنانچہ صحیح مسلم [۱۵۸۷۳] میں حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَهْدًا لِمَنْ شَرِبَ الْمُسْكِرَانَ مُسْقِيَةً مِنْ طِينَةِ الْعَبَالِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا طِينَةُ الْعَبَالِ؟ قَالَ: عِرْقُ أَهْلِ النَّارِ أَوْ عَصَاةُ أَهْلِ النَّارِ))

”اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے یہ عہد لے رکھا ہے کہ جس نے کوئی نشہ آور چیز نوش کی اسے طینۃ النہال پلائیں گے! صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! طینۃ النہال کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: طینۃ النہال جہنمیوں کا پسینہ یا ان کے جسم سے خارج ہونے والا فاسد مواد (یعنی ان کا گنداخون، پیپ وغیرہ) ہے۔“

شراب اور دیگر نشہ آور اشیاء کی حرمت و مضرت پر شیخ احمد بن حنبل نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ آئندہ سطور میں ان کی تحقیقات سے استفادہ پیش کیا جا رہا ہے۔

نشہ آور چیزوں کا استعمال (قرآن کی روشنی میں)

شراب، گانجہ، ایفون، کوکین، ہیرون، اور بھنگ وغیرہ یہ سب بدترین اور مہلک ترین نشہ آور چیزیں ہیں۔ ان کے علاوہ وہ تمام چیزیں جن کے استعمال سے انسان اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے، نشہ آور چیزیں کہلاتی ہیں۔ عربی زبان میں لفظ الخمر ہر نشہ آور چیز پر بولا جاتا ہے۔ اس لیے اس کے تحت مذکورہ بالا چیزیں بھی شامل ہیں اور وہ تمام چیزیں بھی جن کا ہم نے ذکر نہیں کیا۔ اسی کی ضمن میں وہ نشہ بھی آتا ہے جو عہد نبوی اور عہد صحابہ میں پایا جاتا تھا، اور وہ چیزیں بھی اس میں داخل ہیں جن کی ایجاد بعد میں ہوئی جیسے املی، گےہوں، سیب اور پیاز وغیرہ کے عرق کی شراب، اور وائسکی، شیمپین اور بیئر وغیرہ جو عہد جدید کی ایجاد کردہ ہیں۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج عالم اسلام میں شراب نوشی اور نشہ آور چیزوں کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ باتمام تر یورپین قوموں اور مشرقی ممالک کے دہریوں سے باہم اختلاط کا نتیجہ ہے۔ مزید افسوس یہ کہ نام نہاد مسلم حکام بھی انہیں شدہ دیتے ہیں۔ یہ حکام بندگان خدا پر خدا کے احکام نافذ نہیں کرتے، شرعی حدود، زنا کی سزائیں اور کتاب و سنت کے قوانین کے اجرا و نفاذ کی طرف ان کی ہرگز توجہ نہیں۔ اس کی بجائے یہ مغربی ملکوں کے دستور کی تائید کرتے ہیں جن سے نشہ آور چیزوں کے استعمال کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور فحش کاری، جوئے بازی، سٹہ، سوڈ خوری اور ہر قسم کی بے حیائی کو فروغ ملتا ہے۔ بلاشبہ حکومت و اقتدار کا دبدبہ انسان کے لیے برائی سے رکاوٹ کا باعث بنتا ہے۔ اگر ایمان اور حکومت کی رکاوٹ انسان کے سامنے نہ رہے تو وہ لامحالہ بے خوف ہو جائے گا اور ہلاکتوں میں جا پڑے گا، فحش کاری اور بے حیائی کا ارتکاب کرے گا۔ چنانچہ شراب اور نشہ کو حرام سمجھنا تو درکنار رہا وہ

الثان کے استعمال کے درپے ہوگا جبکہ یہ تمام چیزیں انسانی صحت، عقل و خرد، مال و دولت، عزت و آبرو، انسانی قدروں اور پورے سماج کے لیے ہلاکت کا سبب بنتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے پوری شدت سے ان کو حرام قرار دیا ہے اور مختلف مسلکی اور گروہی اختلافات کے باوجود تمام مسلمانوں کا اس کی حرمت پر اجماع ہے۔ ذیل میں ہم کتاب و سنت سے ایسی چند دلیلیں پیش کریں گے جن کی روشنی میں اس کی حرمت و منہر ت واضح ہوگی۔ ممکن ہے یہ دلیلیں ان لوگوں کے لیے رکاوٹ کا باعث ہوں جو فریب نفس کا شکار ہو کر شراب کی نجاست میں غرق ہیں۔ اور نشہ کے عادی ہو کر جانوروں سے بدتر زندگی گزارتے ہیں اور شیطان بھی انہیں اس بدتر زندگی گزارنے کے لیے اکساتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْعَمْرُوُ الْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْعَمْرِوِ الْمَيْسِرِ وَيُضِدَّكُمْ عَنِ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُتَّبِعُونَ﴾ [المائدة: ۹۱]

”مسلمانو! شراب خوری اور جوئے بازی، بت پرستی اور تیروں (سے قسمت معلوم کرنے کا طریقہ) پلیدی اور شیطانی کام ہیں لہذا تم ان سے بچتے رہو تا کہ تمہارا بھلا ہو۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب خوری اور جوئے کی وجہ سے تم میں باہمی عداوت اور بغض ڈالے اور یا الٰہی اور نماز سے تم کو غافل کر دے، تو کیا (اس دشمن کے فریب سے اطلاع پا کر بھی) تم باز نہ آؤ گے؟“

سورہ مائدہ کی یہ آیتیں شراب اور جوئے کی حرمت کا صاف اعلان کرتی ہیں اور کم و بیش چودہ طریقوں سے اسکی حرمت کو ثابت کرتی ہیں چند ایک کی وضاحت ذیل میں کی جاتی ہے:

۱: شراب اور جوئے کو اللہ نے رِجس قرار دیا ہے اور لفظ رِجس اجتہاد رِجس کی خباث اور

تباحث کو کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بتوں کو رجس کہا جاتا ہے اور بے شمار آیات سے یہ امر واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔

۴: شراب اور جوادونوں کا ذکر آیت کی ابتداء میں حصر اور استثناء کے اسلوب میں کیا گیا ہے اور اہل زبان جانتے ہیں کہ یہ مبالغہ کا انتہائی طریقہ ہے جس سے ان کی ذمت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ گویا آیت کا مقصد یہ ہے کہ شراب اور جوا اُس درجے کی رجس اور پلیدی ہے جس میں کسی خیر اور خوبی کا شائبہ تک نہیں پایا جاسکتا۔

۳: شراب اور جوئے کا ذکر بت پرستی اور تیروں سے تقسیم کاری کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے جب کہ آخر الذکر دونوں کام کھلم کھلا بت پرستی اور شرک کے دائرے میں آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے اس کے ذیل میں اس روایت کو ذکر کیا ہے کہ

(مُؤْمِنُ الْعَصْرِ كَعَابِلِوْتِنِ) [ابن ماجہ، ضعیف]

”عادی شرابی، بت پرست کے حکم میں ہے۔“

۴: قرآن پاک نے اس کو شیطانی عمل قرار دیا ہے، اس لیے کہ شراب سے شر اور سرکشی کا ظہور ہوتا ہے اور یہ امر واضح ہے کہ شیطانی عمل کوئی بھی ہو، وہ غضب الہی کا باعث بنتا ہے۔

۵: شراب اور جوئے کو چھوڑنے کے حکم کو اجتناب کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ یہ ممانعت کا بلیغ استعمال ہے کیونکہ یہ لفظ بتاتا ہے کہ ترک کے ساتھ بالکل یہ دوری اور پرہیز بھی اختیار کیا جائے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ قرآن پاک نے اجتناب کے لفظ کا استعمال شرک اور طاغوت پرستی سے بچنے کے مواقع پر کیا ہے۔ نیز یہ لفظ شرک، بت پرستی، سرکشی کی تمام صورتوں، جملہ کبار اور جھوٹی باتوں سے گریز کو شامل ہے مثلاً:

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ﴾ [الحج: ۳۰]

”مہذب اتم شرک کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی بات کہنے سے بالکل بٹے رہو۔“

﴿وَأَحْتَبُّوا الطَّاعُونَ﴾ [النحل: ۳۶]

”اور غیر اللہ (کی پرستش) سے بچو۔“

﴿وَالَّذِينَ أَحْتَبُّوا الطَّاعُونَ أَنْ يُعْبُدُوهُمْ﴾ [الزمر: ۱۷]

”اور جو لوگ غیر اللہ کی پوجا سے پرہیز کرتے ہیں۔“

﴿الَّذِينَ يَحْتَبُّونَ كِبَارَ الْأَئِمَّةِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا الْمَمَّ﴾ [النجم: ۳۲]

”جو لوگ بڑے بڑے گناہ کے کاموں سے اور فحش امور سے بچتے رہتے ہیں، مگر

چھوٹی چھوٹی لغزشیں ان سے ہو جاتی ہیں۔“

۶: شرابیوں میں ایک دوسرے کے ساتھ نفرت، عداوت اور بغض و حسد پیدا ہوتا ہے۔ کبھی

معمولی چیز جھماڑ سے بڑی لڑائی، مار کٹائی اور قتل و غارت گری کی نوبت آ جاتی ہے۔

۷: شراب ذکرِ الہی اور نماز سے روکتی ہے کیونکہ شراب پی کر آدمی مدہوش ہو جاتا ہے، نماز کا

وقت آ کر گزر جاتا ہے لیکن اسے احساس تک نہیں ہوتا اور اگر کچھ شدہ بدھ بھی ہوتی ہے

تو نماز ادا کرنے کی اس کے اندر سکت نہیں ہوتی جبکہ سے خواروں کی مجلس میں سے نوشی

کا مشغل جاری ہو تو نماز کے احساس کا سوال ہی وہاں بے سود ہوتا ہے۔

سنتِ نبویؐ سے حرمت:

شراب اور نشہ کی حرمت کی روایات کثرت سے منقول ہیں اور تو اترو کو پہنچتی ہیں۔ ان

روایتوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم کی روایتیں وہ ہیں جو شراب کے نشہ آور اور حرام ہونے کی

صراحت کرتی ہیں۔ دوسری وہ ہیں جن میں شراب پینے والے پر وعید اور سخت ڈانٹ ڈپٹ

بیان ہوئی ہے مثلاً یہ کہ ایسا شخص ملعون ہے، اس کا ایمان مسلوب یا معدوم ہے۔

قسم اول کی حدیثیں:

(۱)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ مُسْكِرٍ عَمْرٌو كُلُّ عَمْرٍو حَرَامٌ)) (احمد، ابوداؤد، ترمذی، مسلم حسن صحیح)

”ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے۔“

(۲)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ الْعَمْرَ وَكَمَنَها وَحَرَّمَ الْمَيْتَةَ وَحَرَّمَ الْخَيْزِرَ وَكَمَنَها)) [ابوداؤد]

”اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت کو، مردار اور اس کی قیمت اور خنزیر اور اس کی

قیمت کو حرام قرار دیا ہے۔“

قسم دوم کی حدیثیں:

(۳)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَمْرُزِي الزَّانِيَةَ جِيْنًا نَزْسِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْعَمْرَ جِيْنًا

يَشْرَبُها وَهُوَ مُؤْمِنٌ)) [بخاری مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی]

”کوئی شخص زنا، ایماندار نہیں ہوتا اور کوئی شخص بحالت شراب خوری ایماندار نہیں ہوتا۔“

(۴)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَعَنَ اللَّهُ الْعَمْرَ وَسَارِبَها وَسَاقِيَها وَمُبْتَاعِها وَبَائِعِها وَعَاصِرَها وَمُعْتَصِرَها

وَخَامِلَها وَالْمَحْمُولَةَ اليَها)) [ابوداؤد، ابن ماجہ]

”اللہ تعالیٰ نے شراب پر، اس کے پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے

والے، اس کو نہونرنے والے، نہونرنے والے، نہونرنے والے، اسے اٹھانے والے

اور جس کے پاس اٹھا کر لے جایا جائے، ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔“ محدث ابن ماجہ

کی روایت میں یہ لفظ بھی ہیں: ((وَإِكْلُ كَمَنَها))

”اور اس کی قیمت کھانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔“

(۵)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ زَنِى أَوْ شَرِبَ الْعَمْرَ نَزَعَ اللَّهُ مِنْهُ الْإِيْمَانَ كَمَا يُنْعَلُ الْإِنْسَانُ الْقَمِيصَ مِنْ

رَأْسِيهِ)) [مسندك حاكم]

”جو کوئی زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اندر سے ایمان کو اس طرح نکال لیتا ہے جس طرح آدمی قمیص کو اپنے سر سے اتارتا ہے۔“

(۶)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَخْلُسُ عَلَى مَا يَدْرُ عَلَيْهِ الْخَمْرُ)) [المعجم الكبير للطبرانی]

”جو کوئی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ شراب نہ پیئے اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اس دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب پی جاتی ہے۔“

(۷)..... حضرت ابوسوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ مُدْمِنِ الْخَمْرِ وَقَطِيعِ الرَّحِمِ وَمُصَدِّقٍ بِالسُّخْرِ)) [احمد، ابویعلیٰ، ابن حبان وصححه الحاكم]

”تین آدمی جنت میں نہیں جائیں گے، عادی شرابی، قطع رحمی کرنے والا اور جادو کو سچ ماننے والا۔“ اور جو کوئی شرابی بن کر مرے، اللہ تعالیٰ اسے ”نہر غوطہ“ سے پلائے گا۔ کسی نے عرض کیا: نہر غوطہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: زانی عورتوں کی شرمگاہ سے یہ نہر نکلی ہوگی جس کی بدبو سے دوزخیوں کو بھی نفرت ہوگی، اور اس سے انہیں سخت اذیت پہنچے گی۔

یہ حدیثیں ہمارے پیارے نبی ﷺ سے مروی ہیں جنہیں اللہ نے سارے جہان والوں کے لیے پیکرِ رافت و رحمت اور شفقت کا نمونہ بنا کر بھیجا چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ [التوبہ: ۱۲۸]

”تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئے ہیں، ان پر تمہاری تکلیف گراں گزرتی ہے، تمہاری بھلائی کے وہ حریص ہیں اور ایمان والوں کے حال پر نہایت شفیق اور مہربان ہیں“

ان احادیث میں پوری صراحت اور بغیر کسی شک و شبہ کے بتا دیا گیا ہے کہ ہر طرح کی شراب حرام ہے خواہ وہ انگور کی ہو، یا جوج، جوار، شہد، کشمش، بیاز یا کسی بھی اور چیز کی۔ اس کا پینا، اس کا استعمال کرنا، اسے نچوڑنا، نچوڑ کر رکھنا، یہاں تک کہ شرابیوں کی ہم نشینی اختیار کرنا بھی حرام ہے اور یہ ایسا کبیرہ گناہ ہے جو سخت ہلاکت خیز ہے کیوں کہ کبیرہ گناہ وہ ہوتا ہے جس کے ارتکاب پر حد لازم آئے، یا کسی قسم کی لعنت، ملامت یا زبردست وعید ہو..... اور اس میں شک نہیں کہ یہ تمام چیزیں شراب میں بیک وقت پائی جاتی ہیں۔

جہاں تک شرابی پر حد کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے شراب پینے والے پر حد جاری کی۔ اسی طرح خلفائے راشدین نے بھی ان پر حد جاری کی ہے۔ رعنی لعنت تو اس بارے میں بھی نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَعْنَةُ اللَّهِ الْعَمْرُؤَ شَارِبَهَا))

”شراب اور اس کے پینے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔“

شرابی کے لیے وعید کے متعلق بھی ارشاد نبوی ہے:

((لَا تَزْنِي الزَّانِي حِينَ زَنَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا تَشْرَبُ الْعَمْرُؤَ حِينَ شَرِبَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ))

”کوئی شخص زنا، ایماندار نہیں رہتا اور کوئی شخص، بحالت شراب خوری ایماندار نہیں ہوتا۔“

نیز آپ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ مُنْذَرِينَ الْعَمْرُؤَ قَاطِعُ الرَّجْمِ وَمُصَلِّقٌ بِالسُّخْرِ))

”تین آدمی جنت میں نہیں جائیں گے، عادی شرابی، قطع رحمی کرنے والا، اور جادو کو جگ

ماننے والا۔“

شراب اور نشہ آور اشیاء کے حرام ہونے کی حکمت:

شراب انسانی جسم اور عقل و شعور کے لیے حد درجہ مضر ہے۔ اسی طرح دین ہو یا دنیا ہر جگہ

اس کا نقصان عام ہے۔ ذیل میں ایسی چند مضرتیں پیش خدمت ہیں:

۱۔ وہ معضرات جو جسمانی صحت پر مرتب ہوتے ہیں اور جس سے انسان کی صحت و تندرستی تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی ہے ان میں یہ چیزیں شامل ہیں:

☆..... معدہ اور اس کے زیر اثر اشتہاء برباد ہو جاتی ہے، جسمانی ساخت بگڑ جاتی ہے، زبان سے بچکنے کا احساس جاتا رہتا ہے اور حلق میں جلن اور سوزش ہو جاتی ہے۔ کبھی جگر بڑھ کر پھیل جاتا ہے اور جسم میں فاضل چربی زیادہ پیدا ہوتی ہے جس سے کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ خون میں آمیزش ہونے کی وجہ سے اس کا دوران مشکل ہو جاتا ہے۔ کبھی اچانک دوران خون رُک جاتا ہے۔ شریان میں انجماد پیدا ہو جاتا ہے اور شرابی ناگہانی موت سے بھی دوچار ہو جاتا ہے۔

☆..... عمل تنفس کا پورا نظام شراب سے بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ زخروہ سخت اور بھدہ ہو جاتا اور سانس کی نالی پھول جاتی ہے جس کے نتیجے میں سگی اور کھانسی کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ پھیپھڑوں کی سوجن یعنی سل جیسا مہلک عارضہ جوانی ہی میں لاحق ہو جاتا ہے اور انسانی جوانی بخ وین سے اکھڑ جاتی ہے۔

☆..... اعصابی نظام پر اس کے اثرات کے نتیجے میں جنون (پاگل پن) کا مرض لاحق ہو جاتا ہے اور نسل برباد ہو جاتی ہے۔

☆..... انسانی عقل پر شراب کے اثرات کو ہر کوئی تسلیم کرتا ہے، شراب کا نشہ باقی رہنے کی حالت تک ہی شعور اور ادراک متاثر نہیں ہوتا بلکہ نشہ اتر جانے کے بعد بھی دماغ کی فکری صلاحیت متاثر ہوتی ہے اور بلا خرابی بھی ہو جاتا ہے۔

☆..... مال و دولت پر شراب کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس بری لت کی وجہ سے روپیہ پانی کی طرح بہہ جاتا ہے اور شرابی آگے چل کر پائی پانی کو ترس جاتا ہے۔

☆..... سماجی زندگی پر شراب کا اثر یہ پڑتا ہے کہ اس کی وجہ سے آپس میں لڑائی جھگڑا پیدا ہوتا ہے، نشہ باز آپس میں ایک دوسرے سے الجھ پڑتے ہیں اور جو بھی ان کے ساتھ

اٹھایٹھتا ہے، اس کے معمولی اُکسانے پر وہ مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔
یہ ہے شراب کے حرام ہونے کی وہ حکمت جسے سورۃ مائدہ میں صراحت کے ساتھ اس
طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْعَمْرِ وَالْمَيْمِرِ﴾

[المائدة: ۹۱]

”شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب خوری اور قمار بازی کی وجہ سے تم میں باہم عداوت
اور بغض ڈالے۔“

☆..... شراب کے نتیجے میں راز فاش ہو جاتا ہے اور شرابی انسان عام انسانوں کی
نگاہوں میں کمینہ اور ذلیل ثابت ہوتا ہے، نیز شراب نوشی کے ایک جرم سے شرابی میں
بے شمار دیگر جرائم بھی جڑ پکڑ جاتے ہیں اور شرابی ذہیت ہو کر ان جرائم کا ارتکاب
کرتا ہے۔ خصوصاً زنا کاری اور خون ریزی تو اس کے لیے معمولی کھیل بن جاتا ہے!
شراب، اس کی اقسام اور جملہ نشہ آور اشیاء کی بابت کتاب وسنت اور اطباء کے اقوال
ذکر کیے جانے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمباکو اور سگریٹ نوشی کا بھی کچھ ذکر ہو
جائے۔ یہ وبا بھی مشرق و مغرب میں پوری شدت سے پھیل چکی ہے۔ علم طب کے ماہرین
اور اس سے واقف افراد نے گزشتہ کئی برسوں سے اس مہلک وبا کی بابت بکثرت مواد تیار
کیا ہے اور اس موضوع پر وہ مسلسل لکھتے آرہے ہیں۔ شراب اور جملہ مسکرات پر لکھی گئی
کتابوں کے مطالعہ سے درج ذیل حقائق معلوم ہوتے ہیں:

تمباکو نوشی کا مرض، ہجرت نبوی کے ٹھیک ایک ہزار سال کے بعد رونما ہوا ہے، ابتدا میں
جب اس کا ظہور ہوا تو بہت سے اہل علم بھی اس حقیقت سے نا آشنا تھے کہ یہ نشہ آور ہے
یا اس سے وقتی فتور پیدا ہوتا ہے؟ اور صحت اس سے بنتی ہے یا بگڑتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ علماء
کے درمیان اب بھی اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ کوئی اس کو حرام ٹھہراتا ہے کوئی مکروہ

بتاتا ہے اور کوئی صرف معزقراردیتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ جسے اس کی وجہ سے ضرر پہنچتا ہو، اس کے لیے یہ حرام ہے اور جسے کوئی ضرر نہ پہنچے اس کے لیے حرام نہیں!

لیکن جو شخص غور و فکر سے کام لے گا، شرابیوں کے حالات پر گہری نگاہ ڈالے گا، اسلاف اور معاصر علماء کے اقوال کو مد نظر رکھے گا اور عہد حاضر کے اطباء اور معالجین کی تحقیقات بھی اس کے پیش نظر ہوں گی، اس کے لیے اس انتہائی خطرناک چیز کی حقیقت عیاں ہو جائے گی اور وہ بخوبی جان لے گا کہ اس کا استعمال ہر حال میں حرام ہے۔ خواہ اسے حقے کی صورت میں استعمال کیا جائے، خواہ سگریٹ میں پیاجائے، خواہ رگڑ کر اسے استعمال کیا جائے یا منہ میں رکھ کر اسے چبایا جائے اور تھوک دیا جائے۔ اور یہ اس لیے کہ کبھی اس کے اندر نشہ پیدا ہوتا ہے اور کبھی اس کی وجہ سے فتور اور اعضا شکنی کا عارضہ لاحق ہوتا ہے جس سے بدن کو مسرت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی سگریٹ نوش مختلف قسم کی معذرتوں سے دوچار ہوتا ہے جیسا کہ آئندہ سطور میں اس کی تفصیل آئے گی۔ یہاں چند ایسی وجوہ ذکر کی جاتی ہیں جن میں سے ہر ایک کی رو سے تمباکو اور سگریٹ نوشی کی حرمت کا حکم اخذ کیا جاسکتا ہے۔

(۱)..... طبع سلیم کے نزدیک اس کا شمار ضبیث چیزوں میں ہوتا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے وصف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَجْلِبُ لَهُمُ الْعَيْنَاتُ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْعَبَائِثُ﴾ (الاعراف: ۱۵۷)

”اور (پیغمبر) پاکیزہ چیزیں ان کے لیے حلال قرار دیتے اور ضبیث ترین چیزوں کو حرام ٹھہراتے ہیں۔“

لہذا تمباکو اپنے کڑوے، کیلے اور بدبودار ذائقہ کی وجہ سے ضبیث قرار پاتا ہے۔

(۲)..... اس ضبیث چیز کو خریدنے کے لیے روپیہ صرف کرنا تہذیر اور فضول خرچی ہے جبکہ اللہ

تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَبْتَغُوا سُبُلَ إِلَىٰ الْمُنْكَرِ إِنَّ الْمُنْكَرَ كَانَ أَوْسَدَ لِمَن سَلَطَ عَلَيْهِ﴾ (الشَّيْطَانِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ

﴿كُفُورًا﴾ [الاسراء: ۲۶، ۲۷]

”اور فضول خرچی مت کیا کرو، کچھ شک نہیں کہ فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے ساتھی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بالکل ناشکر ہے۔“

بے جا اور فضول خرچ وہ ہوتا ہے جو اللہ کی اطاعت کے علاوہ ایسے کاموں میں خرچ ہو جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، غور کرنا چاہیے کہ آیا تمباکو پر خرچ کرنے کی صورت میں کوئی منفعت پائی جاتی ہے اور اگر بالفرض اس میں کوئی نفع ہو تو پھر بھی اس کے نقصانات اس کے نفع سے کہیں زیادہ ہیں اور جس چیز کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہو وہ حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تعریف متعدد اوصاف کے تحت کی ہے جن میں ایک وصف فضول خرچی نہ کرنا بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا لَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا﴾

[الفرقان: ۶۷]

”اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں بلکہ ان کی روش اس کے درمیان ہوتی ہے۔“

(۳)..... جو شخص پہلی مرتبہ تمباکو استعمال کرتا ہے، یا ایک مدت تک استعمال کرنے کے بعد اسے چھوڑ دیتا ہے اور پھر دوبارہ اس کو پیتا ہے، اسے ضرور نشہ طاری ہوتا ہے۔ لہذا اس کی حرمت کا یہی ثبوت کافی ہے۔ حرمت کے لیے یہ قطعی ضروری نہیں کہ ہر شخص کو اور خصوصاً عادی افراد کو اس سے نشہ ہو تو پھر یہ حرام ہو۔ تاہم اس کے باوجود تاجر شہرت سے اس کا نشہ آور ہونا ثابت ہے کیونکہ اس کے عادی اکثر لوگ ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں، کوئی آگ میں گر کر جل جاتا ہے، کوئی دریا برد ہو کر ہلاک ہوتا ہے، کوئی کنویں میں گر کر موت کے گھاٹ اترتا ہے اور یہ وہ حقائق ہیں جن کا انکار کوئی نادانف ہی کرے گا۔

(۴)..... علاوہ ازیں اس کی وجہ سے جسم میں فتور اور مستی آتی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی

حدیث میں ہے:

((النَّهْيُ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ وَمُفْتِنٍ))

”ہر نشلانی اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے ممانعت کی گئی ہے۔“

(۵)..... اس کی بدبو سے ان لوگوں کو بے حداذیت ہوتی ہے جو اس کو استعمال نہیں کرتے۔ مسجدوں اور عام مجموعوں میں بالخصوص اس اذیت کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں کرمانا کاتین اور برگزیدہ فرشتوں کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے بطریق مرفوع نقل کیا ہے کہ جس نے پیاز یا لہسن کھایا وہ ہم سے علیحدہ ہو جائے اور ہماری مسجد سے بھی دور ہو جائے۔ اور یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ تمباکو کی بدبو پیاز کی بدبو سے کم نہیں ہوتی۔

(۶)..... مستند اطباء اور ماہر معالجین کی تحقیق کی رو سے تمباکو نوشی صحت کے لیے بے حد مضر ہے اور جو چیز بھی اس قبیل کی ہوگی وہ بالاتفاق حرام ہوگی۔ تمباکو سے جسم کو لاحق ہونے والے بعض مضر اثرات حسب ذیل ہیں:

☆..... اس کی وجہ سے فسادِ قلب کا عارضہ لاحق ہوتا ہے۔

☆..... اعضاء میں ضعف اور اضمحلال طاری ہوتا ہے۔

☆..... جلد کی رنگی بدل کر پیلی پڑ جاتی ہے، بالخصوص دانتوں پر اس کا گہرا اثر پڑتا ہے۔

☆..... یہ بلفم اور کھانسی لاتا ہے۔

☆..... سینے کی بیماریاں پیدا کرتا ہے جن سے شفا پانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

☆..... قوتِ باہ میں کمی پیدا ہوتی ہے۔

☆..... پھیپھڑے کی سہل، دل کے امراض اور مرضِ قلب کی وجہ سے اکثر موت کے حادثے

پیش آتے ہیں۔

☆..... زبان کی قوتِ ذائقہ متاثر ہوتی ہے۔ ہضم مشکل اور اشتہاء کم سے کم ہوتی جاتی ہے۔

☆.....خون میں پائے جانے والے ذرے ختم ہو جاتے ہیں، دل متاثر ہوتا ہے اور اس کی دھڑکن کا نظام روز بروز خراب ہوتا جاتا ہے۔

قارئین کی مزید معلومات کے لیے اس کی معضرت کا اس سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ طب جدید سے واقف لوگوں نے لکھا ہے کہ پھیپھڑوں کا کینسر بھی تمباکو نوشی کی وجہ سے رونما ہوتا ہے چنانچہ رسالہ ”سائنس کی دنیا“ میں لکھا ہے:

اب وہ وقت آچکا ہے کہ عوام کے لیے تمباکو نوشی اور اس کے مضراثرات سے واقفیت حاصل کرنا از حد ضروری ہو گیا ہے۔ عوام کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس ردی مادے سے موت واقع ہو جاتی ہے اور بڑے پیمانے پر دوسری تکالیف پیدا ہو جاتی ہیں، نیز اس بری لت کی معضرتوں کو زیادہ بڑے پیمانے پر عوام کے اندر مستہر کرانے کی بھی سخت ضرورت ہے تاکہ بڑے مہذب اور ہوشیار بننے والے نوجوان اپنے بچاؤ کی تدبیر کر سکیں..... [جلد نمبر شمارہ نمبر ۹]

اس سلسلے کی تمام اطلاعات بہر حال حیرت انگیز ہیں، لیکن سب سے زیادہ تعجب خیز وہ حصہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ بے حد مہلک اور اذیت ناک امراض کا سبب تمباکو یا سگریٹ نوشی ہے۔ یہ قاتل امراض وہ ہیں جو سگریٹ نوشی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بعض چوٹی کے امراض کی شکل میں رونما ہوتے ہیں جیسے دل کے امراض جو فقر الام کے نتیجے میں رونما ہوتے ہیں اور کچھ وہ بیماریاں جو اسی لت کی وجہ سے خون کی شریانوں میں پیدا ہوتی ہیں اور پھیپھڑے کا کینسر تو بالخصوص سگریٹ نوشی کا لازمی نتیجہ ہے۔ پہلے تو یہ بیماری شاذ و نادر پائی جاتی تھی لیکن اس صدی کی آخری دہائی میں بڑی شدت سے یہ مرض پھیلا۔ پہلے مرد اور پھر بعد میں عورتیں اس میں مبتلا ہوئیں۔ اس صدی کے ابتدائی ساٹھ سالوں میں پھیپھڑے کے کینسر کے نتیجے میں بکثرت اموات واقع ہوئیں، جتنی اس سے پہلے کی دہائیوں میں نہیں ہوئیں۔ (تلخیصاً)

قات:

شراب اور جوئے کے نقصانات کی طرح اس کے مضر اثرات بھی جسم پر قریب قریب یکساں ہوتے ہیں مثلاً:

- (۱) مال ضائع ہوتا ہے۔ (۲) وقت برباد ہوتا ہے (۳) اس کا استعمال صحت کے خلاف سنگین جرم ہے۔ (۴) نماز اور دیگر اہم فرائض سے غفلت رونما ہوتی ہے۔ (۵) اس کا عادی اولاد کو بھوکا چھوڑ کر قات کی خرید کو ترجیح دیتا ہے۔ (۶) نماز باجماعت میں حاضری میں سستی کرتا ہے۔ (۷) وادانت اور داڑھی کھوکھلی ہو کر گر جاتی ہے۔ (۸) بوسیر کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔ (۹) اشتہاکم ہو جاتی ہے۔ (۱۰) وادی خارج ہوتی ہے (۱۱) ریڑھ کی ہڈی تباہ ہو جاتی ہے (۱۲) منی کمزور ہو جاتی ہے (۱۳) دہلا پن اور لاغری آ جاتی ہے (۱۴) دائمی قبض کا مرض پیدا ہوتا ہے (۱۵) گردے کی بیماریاں گھیر لیتی ہیں۔

جو لوگ قات کا استعمال کرتے ہیں ان کی اولاد عموماً لاغر، پست قد، مختصر قامت، خون کی کمی اور مختلف امراض خبیثہ کا شکار رہا کرتی ہے۔ (تسلخیص از: اصلاح المجتمع) اور اگر اس کے نتیجے میں اسراف، فضول خرچی اور صحت کی تباہی عمل میں آئے، تب بھی قات کی مذمت اور اس کی حرمت کے لیے اتنا ہی بہت ہے جبکہ ہم نے بے شمار لوگوں سے یہ بھی سنا ہے کہ اس کے استعمال سے اعضا شکنی ہوتی ہے اور اعصاب میں فتور آتا ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو اس میں شک نہیں کہ اس کا استعمال حرام ہوگا۔ اس لیے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی سے مروی حدیث جو پیچھے گزری ہے، اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہرنشہ آور اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا۔ علاوہ ازیں بعض علماء سے یہ بھی سنا جاتا ہے کہ بھگ کے نتیجے میں جو مضر تین لاحق ہوتی ہیں، بعینہ وہی سب مضر تین قات سے بھی پیدا ہوتی ہیں..... واللہ اعلم!

مذکورہ بالا تحریر کے علاوہ مناسب ہوگا کہ قات کے سلسلے میں ہم ڈاکٹر احمد حجر کی تحقیق اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کریں۔ ان کی تحقیق کا اقتباس درج ذیل ہے:

”قات کا شمار ان پودوں میں ہوتا ہے جن کا اثر اسے چبانے والے کے بدن اور عقل پر پوری شدت کے ساتھ پڑتا ہے اور بہت برے انداز سے پڑتا ہے۔ خوش قسمتی سے قات چبانے کا رواج دنیا میں اتنا نہیں جتنا تمباکو اور سگریٹ نوشی کا ہے۔ پھر بھی تمباکو نوشی کے نقصانات سے قات کا نقصان کسی صورت کم نہیں ہے، البتہ قات پر مکمل تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے اس کے مضر اثرات پوری طرح واضح نہیں ہو سکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی بدن پر اس کی مضر قوتوں سے کم لوگ آگاہ ہیں، لیکن اتنا تو مشہور ہے کہ قات کے نتیجے میں:

- ☆..... معدے میں سوزش ہو جاتی ہے۔
- ☆..... آلسر یعنی معدے میں زخم پیدا ہو جاتا ہے۔
- ☆..... شدید قبض کا مرض ہو جاتا ہے۔
- ☆..... جگر میں جلن ہونے لگتی ہے۔
- ☆..... دل کی دھڑکن کا نظام درست نہیں رہتا۔
- ☆..... خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔
- ☆..... اشتہا یعنی بھوک کم یا ختم ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے جسم کمزور ہو جاتا ہے۔
- ☆..... ذیابیطس یعنی پیشاب میں شکر آنے لگتی ہے یا اس کی مناسب مقدار میں خلل آ جاتا ہے۔
- ☆..... پیشاب رک جاتا ہے۔
- ☆..... دودھ پلانے والی کا دودھ گھٹ جاتا ہے۔
- ☆..... بے خوابی کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے..... جنون اور دیوانگی کا سامنا کرنا لاحق ہو جاتا ہے۔ [تحقیق از ڈاکٹر احمد حنظلہ، بحوالہ: تطہیر المحتمعات]



ظلم و ستم

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں:

((بَاعِبَادِي اِنِّي حَرَمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِيْ وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالُمُوْا))

[مسلم، ترمذی، ماہن ماجہ]

”اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور تمہارے لیے بھی ایک دوسرے کے ساتھ ظلم و زیادتی کو حرام کر رکھا ہے، اس لیے (دیکھو) ایک دوسرے پر ہرگز ظلم نہ کرنا۔“

عدل و انصاف، کسی چیز کو اس کی اصل جگہ پر رکھنے کا نام ہے جب کہ اس کے برعکس کسی چیز کو اس کی جگہ پر نہ رکھنا ظلم ہے۔ اس لیے سب سے زیادہ اور بنیادی عدل اللہ کو ایک ماننا اور قصد و ارادے کے ساتھ صرف اسی کی بندگی کرنا ہے۔ اس کے بالمقابل بدترین ظلم خدائے عظیم کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے۔

ظلم و زیادتی کا گناہ ہر کسی سے سرزد ہو سکتا ہے۔ اس کا انحصار حاکم، بادشاہ یا امیر اور لیڈر پر موقوف نہیں، نہ اس کا دار و مدار کسی صاحب عہدہ پر ہے جیسے قاضی اور منصف وغیرہ۔ برہا امیر اور سلطان کا ظلم تو وہ یہ ہے کہ وہ لوگوں میں حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ نہ کرے۔ زمین پر دنیا والوں کا قانون نافذ کریں اور دنیا کو پیدا کرنے والے کے قانون کو ایک طرف ڈال دے، کمزور کو طاقت ور سے انصاف نہ دلائے، انا کمزوروں کو دہانے والوں سے رشتہ جوڑے، ان کی مدد کرے اور ان کی اولاد، ان کے ہم نشینوں اور عزیزوں سے قریب رہے۔

وزیر کا ظلم و ستم یہ ہے کہ رعایا پر کیے ہوئے مظالم کی شکایت سلطان تک نہ پہنچائے اور جو امور اس کے سپرد کیے گئے ہیں حق و انصاف کے ساتھ ان کو ادا نہ کرے۔

قاضی کا ظلم یہ ہے کہ حق کے مطابق فیصلے نہ کرے یا حق داروں کی بجائے ظالموں کی مدد و اعانت کرے یا فیصلے کے لیے رشوت طلب کرے یا کمزوروں کی بجائے طاقت و روں کی مدد کرے۔

شوہر کا اپنی بیوی پر ظلم یہ ہے کہ دستور کے مطابق اس کے ساتھ برتاؤ نہ کرے، اللہ نے جن حقوق کو اس پر واجب کیا ہے، ان کی رعایت نہ کرے مثلاً نان و نفقہ اور لباس پوشاک مہیا نہ کرے، ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں ان کے درمیان انصاف نہ کرے۔

بیوی کا شوہر پر ظلم یہ ہے کہ وہ اس کے حقوق ادا نہ کرے، اور اس کے احکام سے سرتابی کرے۔

اولاد کا ماں باپ پر ظلم یہ ہے کہ وہ ان کی نافرمانی کریں، ان کا حق ادا نہ کریں، انہیں جھڑک دیں، ان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئیں اور اس وقت بھی ان کے ساتھ زیادتی کریں جب کہ وہ دونوں ان کے حقوق پورے کرنے والے ہوں۔

پڑوسی کا پڑوسی پر ظلم یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش نہ آئے، بلکہ گفتار یا کردار سے اس کو اذیت پہنچائے۔ صحیح حدیث میں ہے:

((مَنْ سَخَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَهُ كَرِيمٌ حِمَارَةٌ))

”جو کوئی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے۔“

اس کے علاوہ ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کی شکلیں یہ ہیں:

ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو گالیاں دے، اسے اذیت اور تکلیف دے، اس کی زمین

چھین لے، اس کا مال چوری کر لے، اس کے بقیا روپے دینے سے انکار کرے، اس کے خلاف جھوٹی گواہی دے، اس کی غیبت کرے، چغلی کھائے، اس کا حق ادا نہ کرے، یا اس میں نال منول کرے۔

اگر ہم ہر ہر فرد کا ظلم الگ الگ گنوا میں تو ممکن ہے دفتر کے دفتر سیاہ ہو جائیں، اس لیے انہی چند مظالم پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ یہ مظالم وہ ہیں جو حکام، جج، میاں بیوی، اولاد اور دوسرے لوگوں سے سرزد ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ظلم و زیادتی تمام آسمانی اور انسانی قوانین کی رو سے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس قدر پیغمبر مبعوث فرمائے اور جتنی کتابیں نازل کیں، ان سب کا مقصد لوگوں کے درمیان عدل و مساوات کا قیام ہے اور اس سے بھی بلند تر مقصد توحید باری تعالیٰ ہے اور ان لوگوں کی بیخ کنی ہے جو بندوں کے درمیان ظلم کرتے ہیں اور اپنے ماتحتوں کو غلام بنانا چاہتے ہیں۔ قرآن کریم میں متعدد ایسی آیات ہیں جو ظلم سے روکتی ہیں اور ظلم کرنے والوں کو دردناک عذاب کی وعید سناتی ہیں مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخَّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ مُهْطِئِينَ مُقْنِعِي رُؤُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْعَدْتُهُم مِّمَّاءَ وَأَنْذَرْتُمُ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّا نَعْرَضْنَا إِلَىٰ آجَلٍ قَرِيبٍ نَّجِبْ دَعْوَتِكَ وَتَتَّبِعِ الرَّسُولَ أُولَٰئِكَ تَكْفُرُوا أَنفُسَهُمْ مِنْ قَبْلِ مَا لَكُمْ مِنْ زَوَالٍ وَسَكَتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمْ الْأَمْثَالَ وَقَدْ مَكْرُوهًا مَكْرُهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخَلِّفًا وَعْدِهِ رُسُلَهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ مُنْتَقِمٌ﴾

[ابراہیم: ۴۲-۴۷]

”اور تو ظالموں کے اعمال سے خدا کو ہرگز غافل مت جان، وہ ان کو اس دن تک مہلت دیتا ہے جس میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، یہ ہر کو اور ہر کی طرف اٹھائے ہوئے

بھاگے چلے جائیں گے، ان کی نظر ان کی طرف نہ پھرے گی اور ان کے دل ہر طرف سے خالی ہوں گے، لہذا تم لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جس دن عذاب الہی ان پر آئے گا تو ظالم کہیں گے: اے اللہ! تو ہم کو تھوڑی سی مہلت دے تاکہ ہم تیری دعوت کو قبول کریں اور تیرے رسولوں کی پیروی کریں۔ کیا تم پہلے قسمیں نہ کھا چکے تھے کہ تم کو دنیا چھوڑنا ہی نہیں اور جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیے تھے، تم ان کے مکانوں میں رہ چکے تھے اور جو کچھ ہم نے ان سے کہا تھا وہ بھی تمہیں معلوم ہو چکا تھا اور ہم نے تمہیں سمجھانے کے لیے کئی تمثیلات بھی بیان کی تھیں۔ یہ لوگ سب قسم کی چالیں چل چکے تھے اور ان کی سب چالیں اللہ کی نظر میں تھیں۔ ان کی چالیں ایسی نہ تھیں کہ پہاڑان سے مل جاتے، لہذا تم اللہ کو، اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا مت سمجھو۔ اللہ تو بڑا زبردست بدلہ لینے والا ہے۔“

غلاہ ازیں ظلم و ستم کی حرمت و مذمت پر بکثرت احادیث بھی مروی ہیں مثلاً:

(۱)..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((اتَّقُوا الظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاتَّقُوا الشُّعْ فَإِنَّ الشُّعْ أَهْلَكَ مَنْ

كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلَى أَنْ سَفَكُوا دِمَائِهِمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ)) [مسلم]

”ظلم سے بچو، کیونکہ قیامت کے دن ظلم اندھیرے بن جائے گا۔ اور بخلی سے بچو کیونکہ

بخلی نے ان کو ہاک کر دیا جو تم سے پہلے گزرے۔ یہ وہی چیز تھی جس نے انہیں خوں

ریزی اور جھک حرمت پر آمادہ کیا۔“

(۲)..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَظْلِمُوا فِتْدَاعُوا أَفْلاهُمُ سِتْحَابُ لَكُمْ وَتَسْتَسْقُوا أَفْلاهُمُ سَقُوا وَتَسْتَصْرُوا

فَلَا تَصْرُوا)) [المعجم الکبیر، الزامام طبرانی]

”ظلم مت کرو (ورنہ تمہارا یہ حال ہوگا کہ) دعائیں کرو گے لیکن تمہاری دعائیں قبول نہ

ہوں گی، ہارش کی دعائیں مانگو گے لیکن تم پر ہارش نہیں برے گی، مدد مانگو گے لیکن تمہاری

مدونہ کی جائے گی۔“

(۳)..... امام طبرانی ہی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

((حِسْفَانٍ مِنْ أُمَّتِي لَنْ تَنَالَهُمَا شِقَاقَتِي إِمَامٌ ظَلَمَ غَشُومٌ وَشُكْلٌ غَالٍ مَارِيٌّ))

”میری امت کے دو قسم (کے لوگوں) کو میری سفارش نہ پہنچے گی، ظالم غاصب حکمران کو اور اس شخص کو جو غلو کرنے والا اور طغ ہے۔“

(۴)..... حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ يُمَلِّئُ لِلظَّالِمِ لِيُظَالِمَ فَإِذَا أَخَذَهُ لَمْ يَفْلُتْهُ ثُمَّ قَرَأَ وَكَذَلِكَ أَخَذْتُكَ إِذَا أَخَذْتُ الْقُرَى

وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنْ أَخَذَهُ الْيَوْمَ شَدِيدًا)) [بخاری، مسلم، ترمذی]

”اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے لیکن جب اسے گرفت میں لیتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں۔“

پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ تیرے رب کی گرفت کا یہی حال ہے کہ جب وہ

بستی والوں کو پکڑ لیتا ہے اور وہ ظالم ہوتے ہیں تو اس کی گرفت نہایت دردناک اور سخت

ہوتی ہے۔“

(۵)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عَوَظٍ أَوْ مِنْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْ مِنْهُ الْيَوْمَ مِنْ

قَبْلِ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أَحَدُكُمْ بِعَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَإِنْ

لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أَحَدٌ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُجِّلْ عَلَيْهِ)) [بخاری، ترمذی]

”جس شخص نے اپنے بھائی کی آبرویا اور کسی چیز کے متعلق ظلم کیا ہو، اس کو چاہیے کہ آج

(دنیا ہی میں وہ) اس سے معاف کروالے، قبل اس کے کہ دینار اور درہم (کچھ کام) نہ

دیں گے کیونکہ (قیامت کے دن) اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو وہ اس کے ظلم کے

بقدر اس سے لے (کر مظلوم کو دے دیا) جائے گا۔ اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ

ہوں گی تو مظلوم کی بدیاں لے کر اس پر لاوی جائیں گی۔“

(۶)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَتَدْرُونَ مَنِ الْمُفْلِسِ؟ قَالُوا الْمُفْلِسُ فَيَنَامُنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ بَاتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَبَاتِيَ وَقَدَشْتَمَ هَذَا وَقَذَفَ هَذَا وَأَكَلَ مَالَ هَذَا وَسَفَكَ دَمَ هَذَا وَضَرَبَ هَذَا فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يَقْضَى مَا عَلَيْهِ أُحِلَّتْ لَهُ حَسَنَاتُهَا ثُمَّ طُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ)) [مسلم، ترمذی]

”تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں! مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم و دینار ہو اور نہ کوئی سامان۔ آپ نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے دن (بہت ساری) نمازیں، روزے اور زکوٰۃ (کا عمل) لے کر آئے گا۔ لیکن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس نے کسی کو کوغالی دی ہوگی، کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مار پیٹا ہوگا، چنانچہ ان (ظلموں) کے نتیجے میں اس کی کچھ نیکیاں فلاں مظلوم کو اور کچھ نیکیاں فلاں کو دے دی جائیں گی۔ پھر بھی اگر اس کے ذمے کچھ دینا باقی رہ جائے گا اور اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان (مظلوم) لوگوں کے گناہ لے کر اس کے سر تھوپ دیے جائیں گے اور اس شخص کو دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا۔“

(۷)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا تَرُدُّ دَعْوَتَهُمْ الصَّائِمُ حَتَّى يَفْطُرُوا وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا اللَّهُ فَوْقَ السَّمَاوَاتِ وَيُفْتَحُ لَهَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ وَيَقُولُ الرَّبُّ وَعِزَّتِي لَا نُنْصِرُكَ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ)) [احمد، ترمذی، ابن ماجہ، صحیح ابن ماجہ، صحیح ابن حبان]

”تین (افراد) کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ روزے دار کی دعا جب تک کہ وہ افطار نہ کرے، امام عادل کی، اور مظلوم کی دعا۔ اس دعا کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھالیتا ہے، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور پروردگار عالم فرماتا ہے: میری عزت

کی قسم! میں تیری مدد ضرور کروں گا، خواہ کچھ وقت کے بعد ہی کیوں نہ کروں۔“

(۸)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يَقُولُ اللَّهُ اِسْتَلَخَصْبِي عَلٰی مَنْ ظَلَمَ مَنْ لَا يَحِثُّهُ نَاصِرًا غَيْرِي)) [رواه الطبرانی

فی المعجم الصغير والاصط]

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اس شخص پر میرا غصہ بے حد تیز ہو جاتا ہے جو کسی ایسے شخص پر ظلم کرتا ہے جو میرے علاوہ کسی اور کو اپنا حامی اور مددگار نہیں پاتا۔“

(۹)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوٰى هُنَا التَّقْوٰى

هُنَا وَهُنَا صَدْرِهِ بِحَسَبِ اَمْرِهِ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلَّ الْمُسْلِمِ

عَلٰى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَعَرَضُهُ وَمَالُهُ)) [مسلم]

”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، لہذا وہ اپنے بھائی پر ظلم نہ کرے، اس کو بے مدد نہ

چھوڑے اور اس کو ذلیل نہ کرے (حضور ﷺ نے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا):

تقویٰ اس جگہ ہوتا ہے، پھر فرمایا: آدمی کے لیے یہی شرکافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو

حقیر سمجھے۔ مسلمان کی ہر چیز خون، آبرو اور مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔“

علامہ ابن حجر بیہقی نے اپنی کتاب الزواجر میں لکھا ہے کہ ”ایک شخص نے کہا میں نے

ایک شخص کو دیکھا جس کا ہاتھ کا ندھے سے کٹا ہوا تھا اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا مجھے دیکھ

کر عبرت حاصل کرو، اور کسی پر ہرگز ظلم نہ کرو۔ میں نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا میرے

بھائی تیرا قصہ کیا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا بھائی میرا قصہ عجیب و غریب ہے۔ دراصل

میں ظلم کرنے والوں کا ساتھ دیا کرتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے میں نے ایک مچھیرے کو دیکھا

جس نے کافی بڑی مچھلی پکڑ رکھی تھی۔ مچھلی مجھے پسند آئی۔ میں اس کے پاس پہنچا اور کہا مجھے یہ

مچھلی دے دو، اس نے جواب دیا میں یہ مچھلی تمہیں نہیں دوں گا کیونکہ اسے فروخت کر کے اس

کی قیمت سے مجھے اپنے بچوں کا پیٹ پالنا ہے۔ میں نے اسے مارا پٹا اور اس سے زبردستی مچھلی چھین لی اور اپنی راہ لی۔ جس وقت میں مچھلی کو اٹھائے جا رہا تھا، اچانک مچھلی نے میرے انگوٹھے میں زور سے کاٹ لیا..... میں مچھلی لے کر گھر آیا اور اسے ایک طرف ڈال دیا۔ اب میرے انگوٹھے میں ٹیس اور درد اٹھی اور اتنی تکلیف ہونے لگی کہ اس کی شدت سے میری نیند اڑ گئی۔ پھر میرا پورا ہاتھ سوجھ گیا۔

جب صبح ہوئی تو میں طبیب کے پاس گیا اور اس سے درد کی شکایت کی۔ طبیب نے کہا یہ انگوٹھا سڑنا شروع ہو گیا ہے، لہذا بہتر ہے کہ اس کو کٹوا دو، ورنہ پورا ہاتھ سڑ جائے گا۔ میں نے انگوٹھا کاٹ کر نکلوادیا لیکن اس کے بعد سڑاند ہاتھ میں شروع ہو گئی، اور درد کی شدت سے میں سخت بے چین ہو گیا اور سونہ سکا۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ہتھیلی کاٹ کر نکلوادو۔ میں نے ایسا ہی کیا، اب درد بڑھ کر پہنچوں تک پہنچ گیا۔ مہراچین اور نیند سب اڑ گئی اور میں درد کی شدت سے رونے اور فریاد کرنے لگا۔ ایک شخص نے مشورہ دیا کہ کہنی سے ہاتھ الگ کر دو۔ میں نے ایسا ہی کیا لیکن اب درد کندھے تک پہنچ گیا۔ لوگوں نے کہا کہ اب پورا ہاتھ کندھے سے کٹانا ہو گا ورنہ تکلیف پورے بدن میں پھیل جائے گی۔ اب لوگ مجھ سے پوچھنے لگے کہ آخر یہ تکلیف تمہیں شروع کیونکر ہوئی۔ میں نے مچھلی کا قصہ انہیں سنایا۔ انہوں نے کہا اگر تم ابتدا میں مچھلی والے کے پاس جا کر اس سے معافی مانگتے، اسے کہہ سن کر راضی کر لیتے اور کسی صورت میں مچھلی کو اپنے لیے حلال کر لیتے تو تمہارا ہاتھ یوں کاٹا نہ جاتا، اس لیے اب بھی جاؤ اور اس شخص کو ڈھونڈ کر اسے خوش کرو، ورنہ تکلیف پورے بدن میں پھیل جائے گی۔ اس شخص نے کہا میں نے یہ سنا تو مچھلی والے کو پورے شہر میں ڈھونڈنے لگا۔ آخر ایک جگہ اس کو پایا۔ میں اس کے پاؤں پڑ گیا اور انہیں چومتے ہوئے رو رو کر کہنے لگا: میرے آقا تمہیں اللہ کا واسطہ مجھے معاف کر دو۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے بتایا کہ میں وہ شخص ہوں جس نے تم سے مچھلی چھینی تھی۔ پھر میں نے اس سے اپنی

کہانی بیان کی، اور اسے اپنا ہاتھ دکھایا۔ وہ دیکھ کر رو پڑا اور کہا میرے بھائی میں نے اس مچھلی کو تمہارے لیے حلال کیا، کیونکہ تمہارا حشر میں نے دیکھ لیا۔ میں نے اس سے کہا میرے آقا خدا کا واسطہ دے کر میں تم سے پوچھتا ہوں کہ جب میں نے تمہاری مچھلی چھینی تو کیا تم نے مجھے کوئی بد عادی تھی؟

اس شخص نے کہا میں نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! یہ اپنی قوت اور زور کے گھمنڈ میں مجھ پر غالب آیا اور تو نے جو رزق مجھے دیا اس نے مجھ سے وہ چھین لیا اور مجھ پر ظلم کیا، اس لیے تو میرے سامنے اس پر اپنے زور کا کرشمہ دکھا۔ میں نے اس سے کہا میرے مالک اللہ نے اپنا زور تمہیں دکھا دیا۔ اب میں اللہ کے حضور توبہ کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ نہ کبھی نو ذلیم کروں گا، نہ کسی ظالم کی مدد کروں گا، اور نہ ان کے دروازے پر کبھی جاؤں گا اور ان شاء اللہ جب تک زندہ رہوں گا اپنے وعدے پر قائم رہوں گا۔ [تطهير المجتمعات..... از: ابن حجر بطامی]

کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنا:

جب کسی شخص کے دل سے اللہ کا خوف ختم ہو جائے تو اس کی اپنی طاقت خود اس کے خلاف وبال جان بن جاتی ہے اور پھر وہ اپنی طاقت دوسروں کے مال و دولت اور زمینوں پر ناجائز قبضہ کرنے اور ظلم و ستم کرنے میں استعمال کرتا ہے۔ کسی کی جائیداد کو ناحق غصب کرنے پر اسلام نے سخت ترین سزا سنائی ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَحَدَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرْضِينَ))

”جس شخص نے کسی کی زمین پر ناحق قبضہ کیا اسے قیامت کے دن ساتوں زمینوں کے نیچے تک دھنسا دیا جائے گا۔“

حضرت معلیٰ بن مرثدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَيُّمَا رَجُلٍ ظَلَمَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ كَلَّفَهُ اللَّهُ أَنْ يَحْفِرَهُ - وَفِي الطَّبْرَانِيِّ: يَحْفِرُهُ -

حَتَّىٰ إِجْرَ سَبْعِ أَرْضِينَ ثُمَّ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّىٰ يَقْضِيَ بَيْنَ النَّاسِ))

”جس شخص نے اذراہ ظلم کسی کی ایک بالشت بھر زمین بھی ہتھیالی اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن یہ سزا دیں گے کہ وہ شخص اس حصے کو ساتوں زمینوں کے نیچے تک کھودے گا پھر ان ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں اس وقت تک کے لیے ڈال دیا جائے گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے فیصلے کر کے فارغ نہیں ہو جاتے۔“

کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اپنی زمین کو وسیع کرتے ہوئے اس کی حدود میں ردو بدل کر کے ہمسائے کی زمین کا کچھ حصہ اپنی زمین میں ملا لیا جائے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

((لَعَنَّ اللَّهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَازِلَ أَرْضٍ)) [صحیح مسلم مع شرح النووی (ج ۱۳ ص ۱۴۱)]

”جس نے زمین کی حدود اور علامتوں کو بدلا، اس پر اللہ کی لعنت ہو۔“

مزدور سے کام پورا لینا اور اسے مزدوری پوری نہ دینا:

مزدور کی اجرت جلد از جلد ادا کرنے کی آنحضرت ﷺ نے بہت تاکید کی ہے ارشاد ہے:

((أَعْطُوا الْآجِيرَ آخِرَهُ قَبْلَ أَنْ يَحْفِرَ عَرَفَةَ))

”مزدور کو اس کا پینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری (اجرت) دے دو۔“

ہمارے معاشرہ میں ایک ظلم یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بعض کارکنوں، مزدوروں اور ملازموں کو ان کے حقوق پورے طور پر نہیں دیئے جاتے اور اس طرح ان پر ظلم کیا جاتا ہے۔ مزدوروں پر ہونے والے ظلم و ستم کی چند صورتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

(۱)..... مزدور پر ظلم کی ایک صورت یہ ہے کہ اس کے حق اجرت کا مکمل طور پر انکار کر دیا جائے جبکہ مزدور کے پاس اپنے حق اجرت کی کوئی گواہی نہ ہو۔ ایسی صورت میں اس بے چارے مزدور کا حق دنیا میں تو ضائع ہو گیا لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ

ہرگز ضائع نہ ہوگا۔ جب کہ اس روز مظلوم کا مال کھانے والے کو میدان حشر میں لایا جائے گا اور اس کی نیکیاں مظلوم کو دے دی جائیں گی۔ اگر ظالم کی نیکیاں ختم ہو گئیں اور مظلوم کے حقوق ابھی باقی ہوئے تو مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس ظالم کو گھسیٹ کر جہنم میں پھینکا جائے گا۔

(۲)..... مزدور پر ظلم کی ایک صورت یہ ہے کہ اس کا حق پورا ادا نہ کیا جائے بلکہ بلاوجہ اس کی مزدوری اور تنخواہ میں کمی کر دی جائے۔ حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلْمُطَّغِفِينَ﴾ [المطففين- ۱]

”ناپ تول (وغیرہ) میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت اور بربادی ہے۔“

ظلم کی اس صورت کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ بعض کفیل (مالک) ویزے بھیج کر مختلف ملکوں سے ملازم منگواتے ہیں اور ان ملازموں کے ساتھ انہوں نے عہد نامے کے ذریعے ایک مخصوص تنخواہ پر اتفاق کیا ہوتا ہے لیکن جب ملازم کفیل کی ماتحتی میں آ کر کام شروع کر دیتے ہیں تو کفیل اس عہد نامہ کے فارم میں رو رو بدل کر کے تنخواہ کم کر دیتا ہے۔ اب مزدور بیچارے ناخوشی اسی کم تنخواہ پر ہی کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں عام طور پر وہ اپنا حق بھی ثابت نہیں کر سکتے، اس لیے چارو ناچار اپنے معاملے کا شکوہ اللہ ہی کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اور اگر مالک مسلمان ہو اور مزدور کافر پھر مسلمان مالک کی طرف سے اس کافر مزدور پر اس طرح کا ظلم اس کے قبول اسلام کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے اور اس طرح مالک اس مزدور کے اسلام نہ لانے کا گناہ بھی اپنے سر اٹھالیتا ہے!

(۳)..... مزدور پر ظلم کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ اس پر طے شدہ کام سے بڑھ کر اضافی کام ڈال دیا جاتا ہے یا کام کی پہلے سے طے شدہ مدت کو بڑھا دیا جاتا ہے مگر ان دونوں صورتوں میں مزدور کو اضافی اجرت بھی نہیں دی جاتی۔

۴)..... مزدور پر ظلم کی ایک صورت یہ ہے کہ اس کے حقوق ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیا جاتا ہے۔ اندریں صورت مزدور کی طرف سے زبردست احتجاجی کوششوں، مسلسل عدالتی کارروائیوں کے بعد اسے تنخواہ وغیرہ مہیا کی جاتی ہے۔ اس طرح ٹال مٹول کرنے سے مالک کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مزدور اکتا کر اپنے حق سے دستبردار ہو جائے اور تنخواہ کا مطالبہ ترک کر دے۔ یا مالک مزدوروں کی تنخواہیں روک کر ان پیسوں کو اپنے کاروبار میں لگانا چاہتا ہے اور بعض مالکان تو اپنے ماتحت ملازموں کی تنخواہیں آگے سودی قرضوں پر دے دیتے ہیں جبکہ بیچارے مسکین ملازم کے پاس گھر میں بیوی بچوں کا خرچہ بھیجنے اور خود اپنے لیے ایک دن کاراشن بھی نہیں ہوتا حالانکہ وہ بیوی بچوں کی خاطر ملک بدر ہو کر پردیس میں آیا تھا۔ ایسے ظالم مالک کے لیے تباہی اور بربادی ہو اور قیامت کے دن دردناک عذاب تکھنے کے لیے انہیں تیار رہنا چاہیے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصَصْتُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أُعْطِيَ بِي ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا وَأُكِّلَ ثَمَنُهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ)) [صحیح بخاری مع فتح

الباری (ج ۴ ص ۴۴۷)]

”قیامت کے دن تین آدمیوں سے میں بذات خود جھگڑا کروں گا ایک وہ جس نے میرے نام پر کسی کو امان دی اور پھر اس سے عہد شکنی کی۔ دوسرا وہ جس نے کسی آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور تیسرا وہ جس نے کسی مزدور سے پورا کام لیا لیکن اس کو اس کی اجرت نہ دی۔“



واپس نہ کرنے کی نیت سے قرض لینا

حقوق العباد اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت اہمیت رکھتے ہیں، حقوق اللہ سے تو بندہ توبہ کے ذریعے بری ہو سکتا ہے لیکن حقوق العباد کی داہنگی سے اس وقت تک چھٹکارا ممکن نہیں جب تک قیامت کا وہ وقت نہیں آ جاتا کہ جب درہم و دینار اور روپیہ پیسہ کام نہیں آئیں گے بلکہ نیکیوں یا گناہوں کے ساتھ فیصلے ہوں گے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ بِأَمْرِكُمْ أَنَّ تَوَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ [النساء: ۵۸]

”بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں واپس لوٹا دو۔“

قرض کے سلسلے میں غفلت برتنا ہمارے معاشرے میں عام سی بات ہو گئی ہے۔ قرض لینے والے بعض لوگ اس لیے قرض نہیں لیتے کہ وہ سخت ضرورت مند ہیں بلکہ محض اپنی مادی عیش پرستی کو وسعت دینے اور دوسروں کی اندھی تقلید کرتے ہوئے نئی گاڑی، اور گھر کا نیا سامان وغیرہ خریدنے کے لیے قرض کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور اکثر حالات میں ایسے لوگ قسطوں پر چیزیں خریدنے کی وجہ سے قسطوں کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں جبکہ قسطوں والی خرید و فروخت کی بہت سی شکلیں تو حرمت سے خالی نہیں ہیں۔

بغیر شدید ضرورت کے قرض لینے میں جلد بازی کا نتیجہ بعد میں ادا نہ کی قرض میں نال منول یا دوسروں کے مال ضائع کرنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ قرض لے کر واپس نہ کرنے کے برے انجام سے ڈراتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاتِهَا آذَى اللَّهُ عَنْهُ وَمَنْ أَحَذَّ يُرِيدُ اتِّلَافَهَا أَتْلَفَهُ

اللہ)) [صحیح بخاری مع فتح الباری (ج ۵ ص ۵۴)]

”جس شخص نے لوگوں سے اس نیت سے قرض لیا کہ بعد میں ادا کروں گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے ادا کر دیتے ہیں (یعنی قرض کی ادائیگی میں اس کی مدد کرتے ہیں) اور جس نے ہڑپ اور ضائع کر جانے کی نیت سے قرض لیا تو اللہ تعالیٰ بھی اسے ضائع کر دیتے ہیں۔“

قرض کی واپسی میں تاہل و غفلت کی بیماری بہت عام ہو چکی ہے اور لوگوں کی نگاہ میں یہ بہت معمولی سی بات ہے حالانکہ قرض کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت اہمیت کا حامل ہے حتیٰ کہ شہید بھی اجر عظیم اور بلند مرتبے پر فائز ہونے کے باوجود قرض کی عدم ادائیگی کے برے انجام سے محفوظ نہیں رہ سکتا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((سُبْحَانَ اللَّهِ مَاذَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ فِي الْغَيْمِ وَالَّذِي تَفَسَّيَ بَيْنَهُمُ لَوِانٌ رَجُلًا
تُجِبَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أُحْيَىٰ ثُمَّ قُتِلَ ثُمَّ أُحْيَىٰ ثُمَّ قُتِلَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ مَا دَعَلَ الْحَنَّةَ
حَتَّى يُقَضَىٰ عَنْهُ دَيْنُهُ)) [تسامی (ج ۷ ص ۳۱۴) صحیح المسلم (ج ۳ ص ۳۵۹۴)]

”سبحان اللہ! قرض کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے کس قدر سختی نازل فرمائی ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر کوئی آدمی اللہ کے راستے میں شہید کر دیا جائے پھر وہ زندہ کیا جائے پھر شہید کر دیا جائے پھر زندہ کیا جائے پھر شہید کر دیا جائے (تین مرتبہ شہادت کا مرتبہ پانے کے باوجود) اور وہ مقرض ہو تو جب تک اس کا قرض ادا نہ کیا جائے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔“



حرام خوری اور اس کی مختلف شکلیں

جب خوفِ خدا ختم ہو جائے تو پھر انسان کو اس بات کی کوئی پروا نہیں رہتی کہ دولت کہاں سے کمائی اور کہاں خرچ کی جا رہی ہے بلکہ اس کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ جیسے بھی ممکن ہو اپنے سرمائے اور بینک بیلنس کو بڑھایا جائے، خواہ چوری، ڈکیتی، رشوت، جھوٹ، حرام کاروبار اور سودی لین دین کے ذریعے ایسا کیا جائے، خواہ یتیم کا مال کھانے، نجومی کا پیشہ اپنانے، گلوکار بننے، عصمت فروشی کا دھندا اختیار کرنے، مسلمانوں کے بیت المال اور اجتماعی اموال پر دست درازی کرنے، چیز اپن کر کے دوسروں کا مال چھیننے اور بغیر ضرورت کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے۔ نہ سے ہی ایسا کیوں نہ کیا جائے۔ ایسا شخص ان حرام اور ناجائز طریقوں سے دولت کما کر بڑے اطمینان سے کھاتا پیتا، پہنتا، سوار ہوتا، گھر بناتا، یا کرائے کا گھر لے کر اسے ہر قسم کے دنیاوی ساز و سامان سے آراستہ و جیراستہ کرتا اور اپنے پیٹ کو جہنم کی آگ سے بھرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((كُلْ لَحْمٍ نَبَتْ مِنْ سُخْتٍ فَالْأَوَّلَىٰ بِهِ)) (صحيح الجامع الصغير (ح) ۴۴۹۰)

”ہر وہ گوشت (جسم) جس کی پرورش حرام سے ہوئی جہنم کی آگ ہی اس کے زیادہ لائق ہے۔“

قیامت کے دن یہ سوال بھی ہوگا کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ حرام کھانے والوں کی اس موقع پر صحیح تباہی اور بربادی ہوگی۔ لہذا اب بھی اگر کسی شخص کے پاس حرام کا مال باقی ہو تو اسے جلد از جلد اس سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہیے۔ اگر کسی کا حق غصب کیا ہو تو فوراً اس کا حق واپس لوٹا دینا چاہیے اور اس سے اس قیامت کے آنے سے پہلے

ہی معافی مانگ لینی چاہیے کہ جس دن ظالموں اور مظلوموں کے درمیان درہم و دینار کے ذریعے فیصلے نہ ہوں گے بلکہ نیکیوں اور برائیوں کے تبادلہ کے ذریعے فیصلے ہوں گے!

حرام مال کھانے کی حرمت و مذمت:

علامہ احمد بن حنبلہؒ نے حرام مال کی حرمت و مذمت کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں کہ:

”تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حرام مال کھانا مہلک ترین گناہ کبیرہ ہے۔ حرام کھانے کا مطلب یہ ہے کہ غیر شرعی طریقے سے کسی کا مال ہڑپ کیا جائے، خواہ اس حرام خوری کی شکل کوئی بھی ہو، خواہ حرام کھایا جائے یا پہنا جائے یا کسی کو دیا جائے۔ کتاب اللہ کی رو سے ایسا کرنا اس لیے حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ [البقرة: ۱۸۸]

”اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ۔“

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹی قسمیں کھا کر کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کا مال ہڑپ نہ کرے۔ اسی طرح ابن حجرؒ نے اپنی کتاب الزواجر میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ

”کسی انسان سے بلا عوض کوئی چیز لینا باطل کہلاتا ہے۔“

ممکن ہے کہ ابن حجرؒ نے جو کچھ کہا وہ حضرت ابن عباسؓ کی کوئی روایت ہو۔ اور ابن عباسؓ کا جو قول ہم نے پیش کیا وہ زیادہ وسعت اور عموم والا ہے کیونکہ ناحق کسی بھی چیز کا لینا باطل کھانے میں داخل ہے، نیز باطل کھانے کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم یہ کہ ظلم و تشدد کر کے کھایا جائے مثلاً غصب کر کے، امانت کے مال میں خیانت کر کے، حصہ دار کو دھوکا دے کر، خرید و فروخت میں فریب کاری کر کے، دغا بازی اور دسیہ کاری سے کام لے کر، ادھار لی ہوئی چیز کا انکار کر کے، رشوت اور سود کے ذریعے، زنا کی کمائی، چوری، نوحہ گری، جادو، علم نجوم، تصویر سازی، ٹیکس یا کسی آزاد کو بیچ کر مال لیا جائے۔ اسی طرح جھوٹی گواہی کا معاوضہ لے کر اسے چٹ کرنا اور یتیم کا مال وغیرہ کھانا بھی اس میں داخل ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دل لگی اور ازراہ مذاق کسی کا مال ہتھیالے چنانچہ جوئے بازی یا بھولوب میں رقبیں ہتھیانا اسی قبیل سے ہے۔

صحیح بخاری شریف میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ رِحَالًا يَتَخَوَّضُونَ مِنْ مَالِ اللَّهِ بِغَيْرِ حَقِّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

”کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق دخل اندازی کرتے ہیں، ایسے لوگ قیامت کے دن دوزخ میں ہوں گے۔“

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی شخص کے بارے میں فرمایا:

((الرَّجُلُ يَطِيلُ السَّفَرِ أَشَعَتْ أَغْرَبَتْ بِمُدْبِدِهِ إِلَى السَّمَاءِ يَارَبِّ يَارَبِّ وَمَطَعْتُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبَتُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغَدَى بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَعَابُ لَهَا؟))

”ایک شخص طویل سفر کر کے آتا ہے، پراگندہ بال اور غبار آلود حالت میں آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: اے پروردگار! اے پروردگار! حالانکہ اس کا کھانا حرام کا، اس کا پینا حرام کا، حرام ہی سے اس کی پرورش ہوئی، پھر بھلا اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟“

ایک صحیح حدیث میں ہے:

((إِنَّ يَمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحَرَمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا))

”تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری آبرو، تم پر حرام ہیں جیسے تمہارا یہ دن تمہارے اس مہینے (ذوالحجہ) اور تمہاری اس بستی (مکہ مکرمہ) میں حرمت والا ہے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

((أَدْعُ اللَّهَ أَنْ يُحَلَّتْ لِي مُسْتَحَابَّ الدَّعْوَةِ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَسْ أَطْبَ كَمَسَبِكَ تُجِيبُ دَعْوَتَكَ فَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَرْفَعُ اللَّقْمَةَ مِنَ الْحَرَامِ إِلَى فِيهِ فَلَا يُسْتَعَابُ

لَهُ دَعْوَةٌ أَرْبَعِينَ يَوْمًا))

”اللہ سے دعا کیجیے کہ میں مستجاب الدعابن جاؤں۔ آپ نے فرمایا ان! اپنی کمائی حلال رکھو، تمہاری دعائیں قبول ہوں گی جب کوئی آدمی حرام کا ایک لقمہ اٹھاتا ہے تو اس کی چالیس دن کی دعائیں قبول نہیں کی جاتی ہیں۔“

اس روایت کو امام منذری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ذکر کیا، البتہ مستجاب الدعوات ہونے کی درخواست کرنے والے اس میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما ہیں، نیز امام طبرانی نے بھی اس کو نقل کیا۔

اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے:

((سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْعِلُ النَّاسَ النَّارَ قَالَ الْفَقْمُ وَالْقَرْجُ وَسُئِلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْعِلُ النَّاسَ الْحَنَّةَ قَالَ تَقْوَى اللَّهِ وَحُسْنُ الْعُلُقِ))

”رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا سب سے زیادہ کون سی چیز لوگوں کو جہنم میں داخل کرے گی؟ آپ نے فرمایا: منہ اور شرم گاہ۔ پھر پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ جنت میں کون سی چیز داخل کرے گی؟ تو آپ نے فرمایا: خوف خدا اور نیک اخلاق۔“

نیز ترمذی اس کے راوی ہیں اور انہوں نے اس کی تصحیح کی کہ

((لَنْ تَزُولَ قَدَمَا عَبْدٍ لَيْلِيَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعٍ عَنْ عَمْرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَا أَهْلَاهُ وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ وَعَنْ عِلْمِهِ مَا ذَاعَ عَمَلُ فِيهِ))

”قیامت کے دن کسی بندے کے دونوں پاؤں اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے جب تک کہ وہ چار باتوں کا جواب نہ دے دے۔ اپنی عمر کے بارے میں کہ کہاں اس کو برباد کیا؟ اپنی جوانی کی بابت کہ کہاں اس کو صرف کیا؟ اپنے مال سے متعلق کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اپنے علم کے بارے میں کہ اس پر کتنا عمل کیا؟“

ترمذی نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ وَدَّمَ نَبَا عَلَى سُحْبٍ فَالْتَارُ أَوْلَى بِهِ))

”وہ گوشت اور خون جنت میں نہیں جائیں گے جو حرام سے پلے بلکہ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے“

حرام سے بچاؤ کے چند بہترین واقعات:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک غلام تھا۔ یہ غلام اپنے خراج کی رقم روزانہ ادا کرنے کے لیے آتا تھا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ روزانہ ہی اس سے پوچھتے کہ یہ رقم اس نے کہاں سے حاصل کی؟ اگر مناسب طریقے سے حاصل کی ہوتی تو آپ اسے کھالیتے ورنہ نہیں کھاتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک رات وہی غلام کچھ کھانا لے کر آیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس دن روزہ سے تھے۔ آپ اس سے پوچھنا بھول گئے اور ایک لقمہ لے کر کھالیا۔ جب یاد آیا تو اس سے پوچھا کہ یہ کھانا کہاں سے لایا ہے؟ اس نے کہا: زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگوں کو میں نے یوں ہی کہانت کرتے ہوئے غیب کی اوٹ پٹانگ باتیں بتادی تھیں۔ دراصل میں نے انھیں دھوکا دیا، مگر انہوں نے اس کے بدلے مجھے یہ مال دیا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو فرمایا: اوفہ! تو نے مجھے مار ڈالا۔ یہ کہہ کر اپنا ہاتھ اپنے منہ میں ڈالا اور تے کرنے کی پوری کوشش کی لیکن کچھ نہ نکلا۔ کسی نے کہا پانی پی لیں تو شاید نکل جائے۔ آپ نے پانی طلب کیا۔ اور پانی پی کر تے کرنے لگے، یہاں تک کہ جتنا پیٹ میں تھا سب تے کر دیا۔

ایک شخص نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے! ایک لقمے کی خاطر آپ نے کتنی تکلیف اٹھائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اگر یہ لقمہ میری آخری سانس کے ساتھ باہر نکلتا تب بھی میں اس کو نکال کر ہی دم لیتا کیونکہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے:

((كُلُّ جَسَدٍ بَنَتْ مِنْ سُحْبٍ فَالْتَارُ أَوْلَى بِهِ))

”جو جسم حرام پر پرورش پاتا ہے دوزخ کی آگ ہے، اس کے زیادہ لائق ہے۔“

اس لیے میں ڈرا کہ کہیں یہ حرام کا لقمہ میرا جزو بدن نہ بن جائے۔

اگر ہم صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؓ اور ائمہ کرامؓ کی سیرت پڑھیں تو ہمیں ان کے تقوے اور پرہیزگاری کے عجیب و غریب واقعات ملیں گے اور پتا چلے گا کہ یہ نفوس قدسیہ کتاب و سنت کے احکام کو پہلے اپنے آپ اور اپنے گھر والوں پر کتنی سختی سے نافذ کرتے تھے، پھر کہیں دوسروں پر ان کا نفاذ کرتے تھے۔ خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ جب شدت کا قحط تھا، تو آپ گوشت اور چربی کو ہاتھ تک نہیں لگاتے تھے اور عایا اور اپنے درمیان کوئی فرق نہیں رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ جو حال عام رعایا کا ہوگا وہی عمر رضی اللہ عنہ کا ہوگا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کی جلد اور چہرے پر سیاهی آگئی تھی۔

اسی قسم کا ایک واقعہ امام ابوحنیفہؒ کا درج کیا جاتا ہے۔ اہل مناقب نے آپ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ آپ کپڑے کا کاروبار کیا کرتے تھے۔ اتفاق سے کپڑے کے ایک تھان میں کہیں کہیں لائن پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے شریک کار سے کہا کہ ان کپڑوں کو فروخت کرتے وقت خریدار کو بتادینا کہ اس میں فلاں فلاں عیب ہے۔ اس کے بعد اتفاق سے امام صاحب کہیں چلے گئے اور دوکان پر کوئی گاہک آیا۔ دوکان پر بیٹھنے والے نے اس کو دس ہزار درہم کا کپڑا فروخت کیا لیکن اس کا عیب گاہک کو نہ بتایا۔ جب امام صاحب آئے اور اس کی بابت پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے اتنے مالیت کا کپڑا فروخت کیا ہے۔ گاہک نے کپڑوں کو دیکھا لیکن میں نے اسے عیب کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ امام صاحب نے یہ سنا تو محض اس ڈر سے کہ حرام ان کے استعمال میں نہ آجائے، انھوں نے وہ ساری رقم خدا کی راہ میں خیرات کر دی۔

امام نوویؒ کی عادت تھی کہ ملک شام کے میوے آپ کبھی نہیں کھاتے تھے اور اسے آپ کے زہد اور پرہیزگاری کی معراج کہنا چاہیے کیونکہ اس خطے کی زمین اور املاک اوقاف میں گڈمڈ ہو کر رہ گئی تھی اور ان کے مالک یا منتظمین نے ان کی بابت کوئی وضاحت نہیں کی تھی۔ پرہیزگاری اور تقویٰ اور خشیت اسی کا نام ہے، اور یہی وجہ تھی کہ یہ اسلاف صالحین

سرآمد روزگار ہوئے، انہیں عظمت و رفعت اور عزت و سعادت نصیب ہوئی۔ ایک آج کا زمانہ دیکھیے کہ اب حلال و حرام کی تمیز اٹھ چکی ہے، عام ذہنیت یہ بن چکی ہے کہ کسی طرح سے مال ان کی مٹھی میں آجائے، خواہ حلال طریقے سے آئے یا حرام طریقے سے!

بعض لوگوں نے تو دولت کی حرص اور مال جمع کرنے کی خاطر ”بازار گناہ“ کا رخ بھی کر لیا ہے۔ وہ گانے بجانے اور تانپنے والیوں اور بازاری عورتوں کو بلا کر شہر شہرا سٹیج سجاتے ہیں اور اس طرح دونوں ہاتھوں سے دولت سیننے کی ناپاک اور شرم ناک حرکت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ سودی لین دین اور زکوٰۃ چوری ان کے یہاں عام ہے۔ ایک طرف ان کی نگھی حرکتوں کو دیکھا جائے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر نظر رکھی جائے کہ

﴿وَيَوْمَ يَعْصُ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّعَدْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا﴾

[الفرقان: ۲۷]

”اس روز ظالم اپنا ہاتھ کانے گا (اور افسوس سے) کہے گا کہ کاش! میں رسول کے ساتھ (دین کا راستہ) اختیار کرتا۔“

ان لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ کا راستہ نہیں اپنایا، اس کے بجائے ذلیل شیطان کا راستہ اختیار کیا اور خواہشات نفس کے پیچھے اندھے ہو کر چل پڑے۔ [تطهير المجتمعات]



سامان بیچتے وقت اس کا عیب چھپانا

ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ اناج کے ڈھیز کے پاس سے گزرے، آپ نے اپنا ہاتھ اس میں داخل کیا تو آپ کے ہاتھ کو تری محسوس ہوئی آپ ﷺ نے اس اناج کے مالک سے پوچھا کہ یہ تری کیسی ہے؟ اس نے کہا؟ اے اللہ کے رسول! بارش ہونے کی وجہ سے یہ اناج بھیگ گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پھر تو نے اس بھیگے ہوئے غلے کو ڈھیز کے اوپر کیوں نہیں رکھا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ اناج بھیگا ہوا ہے؟ پھر آپ نے فرمایا:

((مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا)) [صحیح مسلم (ج ۱ ص ۹۹)]

”جس نے ملاوٹ اور خیانت کی وہ ہم میں سے نہیں۔“

مقام انفسوس ہے کہ آج کل خوف خدا سے عاری اکثر و بیشتر تاجر اور دوکاندار اپنے سامان تجارت کے عیب چھپانے ہی کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے لیے وہ عجیب و غریب طریقے استعمال کرتے ہیں مثلاً عیب والی جگہ پر پلاسٹر چپکا کر، یا خراب چیز کو نیچے چھپا کر یا مختلف کیمیکلز وغیرہ استعمال کر کے سامان کو ظاہری طور پر دلکش بنا کر دھوکا بازی سے کام لیتے ہیں۔ بعض دوکاندار تو ایکسپائر شدہ (زائد المیعاد) سامان کی بھی تاریخیں بدل کر انہیں بیچتے ہیں۔ بعض دوکاندار گاہک کو سامان کا معائنہ ہی نہیں کرواتے۔ اسی طرح گاڑیاں، موٹریں اور الیکٹرونکس کے مختلف آلات بیچنے والے بہت سے تاجر ان چیزوں کو فروخت کرتے وقت ان کے عیب لوگوں کو بتاتے ہی نہیں حالانکہ سامان کا عیب چھپا کر اسے بیچنا حرام ہے، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((الْمُسْلِمُ أَعْمُو الْمُسْلِمِ وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ أَعْيُوهُ بَيْعًا فِيهِ عَيْبٌ إِلَّا بَيَّنَّهُ لَهُ))

[ابن ماجہ (ج ۲ ص ۷۵۴) صحیح الجامع الصغیر (ج ۶ ص ۶۷۰)]

”مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں

کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے ہاتھ کوئی عیب والی چیز فروخت کرتے وقت اس کے عیب کو چھپائے بلکہ ضروری ہے کہ بوقت فروخت سامان کے عیب کو بیان کر دے۔“

جو تجارت دھوکے اور خیانت پر مبنی ہو وہ برکت سے خالی ہوتی ہے۔ حدیث نبویؐ ہے:

((الْبَيْعَانِ بِالْعِيَارِ مَا لَمْ يَتَّفِقَا فَإِنْ صَدَقَا وَبَيْنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَّتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا)) [صحیح بخاری مع فتح الباری (ج ۴ ص ۳۲۸)]

”خرید و فروخت کرنے والے دو شخص جب تک مجلس میں موجود رہیں تب تک وہ اپنے درمیان ہونے والے خرید و فروخت کے معاہدے کو جاری رکھنے یا توڑ دینے کا پورا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ سچ بولیں اور معاملے کو بالکل واضح رکھیں تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور (سامان تجارت کے عیب) چھپائیں تو ان کی خرید و فروخت سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔“

دھوکہ دہی اور ملاوٹ

احمد بن حمرّ اپنی کتاب: تطہیر المجتمعات میں فرماتے ہیں کہ اس میں کسی کو شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومن بندوں کے درمیان اخوت اور بھائی چارگی کو استوار کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [سورۃ

الحجرات۔ ۱۰]

”بلاشبہ سب ایمان دار بھائی ہیں لہذا تم لوگ اپنے بھائیوں میں اصلاح کرو یا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“

اخوت اور بھائی چارگی کا تقاضا یہ ہے کہ آپس میں اتحاد و اتفاق، تعاون، ہمدردی اور میل ملاقات پائی جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث میں ہے:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ فِي تَوَادُّهِمْ وَتَرَاحِيهِمْ وَتَعَاظُمِهِمْ كَمَثَلِ الْحَمِيدِ الْوَاحِدِ

إِذَا شَتَكْتَنِي مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاخَى لَهُ سَائِرُ الْحَمِيدِ بِالْحَمَى وَالسُّهْرِ)) [بغاری]

”ایمان والوں کا آپس میں میل، محبت، شفقت اور ہمدردی کے ساتھ رہنا ایسا ہے جیسے ایک جسم ہوتا ہے۔ اگر اس جسم کا ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو پورے جسم کے لیے بخار اور

شب بیداری کا باعث ہو جاتا ہے۔“

غور کریں تو معلوم ہوگا کہ سابقہ آیت میں جس اسلامی بھائی چارے اور اخوت کا ذکر ہے یہ حدیث اس کی بہترین تفسیر ہے اور اس کی روشنی میں ایک مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اگر وہ خلاف شرع کوئی اقدام کرے یا اس کے اخلاق شریعت کے خلاف ہوں تو وہ اپنے بھائی کو ٹوکے اور مناسب طریقے سے اس کی تنبیہ کرے کیونکہ حضرت ابومیم داری رضی اللہ عنہما سے منقول ایک حدیث میں وارد ہے:

((الَّذِينَ النَّصِيحَةُ وَكَرَرَهُ ثَلَاثًا قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِكِتَابِهِ وَلَا يَمِينَةَ

الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ)) [ترمذی]

”دین غم خواری اور ہمدردی کا نام ہے آپ نے یہ الفاظ تین مرتبہ فرمائے۔ ہم نے عرض کیا: غم خواری کس کے لیے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، ائمہ مسلمین کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔“

جب ایمانی اخوت کا لازمی تقاضا ہے کہ دلوں میں میل و محبت اور ہمدردی کے جذبات ہوں تو اب یہ حقیقت بھی آشکار ہو جاتی ہے کہ لین دین، سودا سلف، شادی بیاہ یا کسی بھی کام میں دھوکا دہی کبیرہ گناہوں میں سے ہے اس لیے کہ

(۱)..... کتاب و سنت کی رو سے اسلامی بھائی چارگی ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے اور دھوکا باز اس گناہ کا مرتکب ہو کر کتاب و سنت کی صریح خلاف ورزی کرتا ہے۔

(۲)..... مسلمان کو دھوکا دینا اور ان کا مال ناحق کھانا حرام ہے اور غیروں کا مال کسی شرعی جواز

کے بغیر تھمیا لینا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے، یہاں تک کہ اگر کسی نے اپنے مسلمان بھائی کا مال حلال سمجھا یا ذمی یا معاہدہ کیے ہوئے غیر مسلم شخص کا مال لوٹنا درست سمجھا جبکہ از روئے اسلام اس کا کوئی جواز نہیں تو اس کا یہ عمل کفر ہوگا۔

(۳)..... دھوکا دہی ایک قسم کا ظلم ہے اور جملہ مذاہب میں ظلم کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ نیز تمام عقلاء اس کی قباحت کے قائل ہیں اور دنیا کا ہر قانون اسے حرام اور معیوب سمجھتا ہے۔ اگر اس سلسلے میں کوئی صریح دلیل موجود نہ ہو تو تب بھی مذکورہ سطور سے یہ حقیقت واضح گف ہو جاتی ہے کہ دھوکا دہی مہلک ترین کبیرہ گناہ ہے لیکن اس کے باوجود بکثرت صحیح، حسن، مرسل اور ضعیف روایتیں اس کی حرمت میں مروی ہیں۔ ذیل میں ہم چند احادیث اس لیے پیش کر رہے ہیں تاکہ قارئین کے دلوں میں مزید علم اور یقین پیدا ہو، انہیں ایمانی طاقت نصیب ہو، اس گندی خصلت سے وہ اجتناب کریں اور اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے لیے مینارہ نور ثابت ہوں، بالخصوص تاجر، کارگیر، ملازم پیشہ اور دوسرے اہل حرفت کو بھی متنبہ رہنا چاہیے اور کاروباری بددیانتی سے احتراز کرتے ہوئے خرید و فروخت اور لین دین میں صفائی اختیار کرنی چاہیے:

[۱]..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا وَمَنْ عَشَى فَلَيْسَ مِنَّا)) [مسلم]

”جس نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے ہمیں دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔“

[۲]..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا گزر اناج کے ایک ڈھیر پر ہوا۔ جب آپ نے ڈھیر کے اندر دست مبارک داخل کیا تو اگلیاں گیلی ہو گئیں۔ آپ نے اناج والے سے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا اے اللہ کے رسول! رات بارش ہوئی تھی جس سے یہ گیلا ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے اندر کے اس گیلے اناج کو اوپر کیوں نہ کر دیا تاکہ لوگ دیکھ لیتے۔ (سنو!) جس

نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔“ [مسلم، ابن ماجہ، ترمذی]

سنن ابوداؤد میں اس روایت کے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں:

((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ بِرَجُلٍ يَبِيعُ طَعَامًا فَسَأَلَهُ كَيْفَ يَبِيعُ؟ فَأَخْبَرَهُ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنْ أَدْخِلْ يَدَكَ فِيهِ فَإِذَا هُوَ مَبْلُورٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ))

”رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جو اناج بیچ رہا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا تم یہ کیسے فروخت کرتے ہو؟ دکان دار نے آپ کو بتایا، اسی دوران آپ پر من جانب اللہ وحی آئی کہ آپ اپنا ہاتھ اس اناج کے ڈھیر میں داخل کریں (جب آپ نے اندر ہاتھ ڈالا) تو معلوم ہوا کہ اندر سے اناج گیلا ہے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے دھوکا دیا۔“

[۳]..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَرَأَى طَعَامًا مُضْبِرًا فَأَدْخَلَ يَدَهُ فَأَخْرَجَ طَعَامًا رُطْبًا قَدْ أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ فَقَالَ لِمَا جِئْتُهَا مَا حَمَلَتْكَ عَلَى هَذَا؟ قَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنَّهُ لَطَعَامٌ وَاحِدٌ قَالَ أَفَلَا عَزَلْتَ الرُّطْبَ عَلَى حِدَّتِهِ وَالْيَأْسَ عَلَى حِدَّتِهِ فَتَبَايَعُونَ مَا تَعْرِفُونَ۔ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا)) [المعجم الاوسط، للطبرانی]

”رسول اللہ ﷺ کا ہم پر گزر ہوا۔ آپ نے خشک اناج کا ڈھیر لگا ہوا دیکھا، جب اس کے اندر ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو اندر سے بارش کے سبب اناج گیلا نکلا۔ آپ نے غلہ بیچنے والے سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، یہ سارا غلہ ایک ہی ہے۔ آپ نے فرمایا پھر تم نے گیلا اناج الگ اور خشک اناج الگ کیوں نہ کر لیا تاکہ دیکھ بھال کر لین دین ہو سکے (یاد رکھو) جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔“

[۴]..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا وَالْمَكْرُ وَالْمُخْدَاعُ فِي النَّارِ))

”جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں بلکہ مکاری اور دھوکا دہی کرنے والا دوزخ میں جائے گا۔“

اس روایت کو امام طبرانی نے المعجم الكبير اور المعجم الصغير میں جید سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ نیز ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔ ابو داؤد نے اس کو اپنی مراسیل میں حضرت حسنؓ سے بالاختصار مرسل نقل کیا جس میں ہے:

((الْمَكْرُ وَالْخَدِيْعَةُ وَالْبَيْعَانَةُ فِي النَّارِ))

”مکاری، دھوکہ دہی اور خیانت آگ میں لے جانے والے کام ہیں۔“

[۵]..... حضرت قیس بن ابی غرزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ يَبِيعُ طَعَامًا فَقَالَ يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ أَسْأَلُ هَذَا أَعْلَاهُ؟ فَقَالَ نَعَمْ

يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ عَشَّ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ)) [المعجم الكبير للطبرانی، رواہ تغات]

”رسول اللہ ﷺ کا ایک شخص پر گزر ہوا، وہ اناج بیچ رہا تھا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا۔ غلہ والے! کیا اندر اور باہر کا اناج ایک جیسا ہے؟ اس نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول! آپ نے ارشاد فرمایا جس نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا وہ ان میں سے نہیں۔“

[۶]..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ عَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا)) [مسند بزار بسند صحیح]

”جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔“

[۷]..... حضرت ابوسباع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے وائلہ بن اسقع کے ہاں سے

ایک اونٹنی خریدی۔ جب میں اونٹنی کو لے کر نکلا تو وہ تہم گھسیٹے ہوئے میرے پیچھے پیچھے

نکلے اور کہا اونٹنی تم نے خریدی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ انہوں نے کہا کیا تمہیں

بتایا گیا ہے کہ یہ کیسی ہے؟ میں نے کہا کیسی ہے؟ انہوں نے کہا: یہ ہے تو موٹی تازی اور

بظاہر سحت مند بھی مگر تم بتاؤ کہ اس پر سفر کرو گے یا گوشت کی نیت سے اسے خریدا ہے؟

میں نے عرض کیا کہ میں نے حج کے سفر کے لیے اس کو خریدا ہے۔ اونٹنی کے مالک نے

کہا کہ خدا تمہارا بھلا کرنے پھر تم اسے واپس کر دو کیونکہ میں نے اس ارادے سے اس کو فروخت نہیں کیا اور نہ میرا معاملہ بگڑ جائے گا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ((لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ يَبِيعُ شَيْئًا إِلَّا بَيْنَ مَأْيَبِهِ وَلَا يَحِلُّ لِمَنْ عَلِمَ ذَلِكَ إِلَّا بَيْتَهُ)) ”جو کوئی کچھ فروخت کرے اسے اس چیز کے بارے میں بتا دینا چاہیے کہ وہ کیسی ہے اور جسے علم ہو اس کے لیے (عیب چھپانا) حلال نہیں بلکہ اس کی صراحت کر دینی چاہیے۔“

اس روایت کو حاکم اور بیہقی نے نقل کیا۔ حاکم نے کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور ابن ماجہ نے اس کو نقل کیا اور اس قصے کو ذکر کیا، البتہ انہوں نے اس روایت کو یوں بیان کیا: ((سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ بَاعَ عَيْبًا لَمْ يُبَيِّنْهُ لَمْ يَزَلْ فِي مَقْتِ اللَّهِ وَلَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تَلْعَنُهُ))

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جس نے کوئی عیب دار چیز بیچی اور اس کے عیب کو واضح نہیں کیا تو وہ مسلسل غضب الہی کی زد میں رہے گا اور فرشتے برابر اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔“

[۸]..... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الْمُسْلِمُ أَعْوَابُ الْمُسْلِمِ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ إِذَا بَاعَ مِنْ أَعْيَبِهِ بَيْعًا فِيهِ عَيْبٌ لَا يُبَيِّنُهُ)) ”مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کے ہاتھ کوئی عیب دار چیز فروخت کرے اور اس کی وضاحت نہ کرے۔“

اس روایت کو امام احمد، ابن ماجہ اور امام طبرانی نے ’الکبیر‘ میں نقل کیا۔ نیز حاکم نے بھی اسے بیان کیا اور کہا کہ یہ بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ نیز امام بخاری کے نزدیک یہ روایت حضرت عقبہ رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے، انہوں نے اس کو مرفوع بیان نہیں کیا۔

اس مضمون کی روایتیں سن لینے کے بعد اب دھوکا دہی کی بعض شکلوں کو بھی دیکھتے چلیں

تا کہ ان سے بچا جاسکے۔ دھوکا بازی کی کئی شکلیں ہیں، بطور مثال ہم سب سے پہلے تاجر پیشہ لوگوں کی دسیسہ کاریوں کا ذکر کرتے ہیں:

بعض تاجر اچھے مال کے ساتھ ردی مال مخلوط کر کے فروخت کرتے ہیں مثلاً اچھے نلے کے ساتھ گھن لگا ہوا غلہ ملا دیتے ہیں، یا اچھے برے مال کو گڈنڈ کر دیتے ہیں چنانچہ زعفران کے ساتھ ایسی بالیاں ملا دی جاتی ہیں جو زعفران کی طرح نظر آتی ہیں۔ خوشبودار عرق گلاب میں نقلی گلاب ملا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض عطار دھوکا دہی کرتے ہیں اور عود کے خالص روغن کیساتھ ملاوٹی روغن ملا دیتے ہیں یا کوئی سادہ تیل اس کے ساتھ مخلوط کر دیتے ہیں جس میں خوشبو نہیں ہوتی۔ تاجروں کی طرح سنیا رے بھی اسی قسم کی حرکت کرتے ہیں اور سونے کے ساتھ تانبہ آمیز کر کے زیور ڈھال لیتے ہیں، یا چاندی کے ساتھ تانبہ یا کوئی اور دھات وغیرہ ملا دیتے ہیں اور رقم سونے کے حساب سے وصول کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ بہت سے تاجر، صراف، عطر فروش، کھالیں تیار کرنے والے، بڑھئی اور مختلف صنعت و حرفت سے وابستہ لوگوں میں ملاوٹ اور جعل سازی کا مرض ایک وبا کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ اس قسم کے ظلم و فریب کا ارتکاب کرنے والوں کو خدا سے ڈرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ وہ مکر و فریب کے ان ہتھکنڈوں کے ذریعے کب تک غریب مسلمان بھائیوں کے خون پینے کی کمائی کھاتے رہیں گے؟! انہیں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ یہ گناہ کبیرہ اور حد درجہ گھناؤنی حرکت ہے۔ اس طرح وہ لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں اور سوچتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے ایک ایک حال کی خبر ہے، وہ ان کی گھات میں ہے لیکن یہ ظالم اس کی گرفت اور اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے، جب کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کی چوری اور دلوں کے بھیدوں تک کو جانتا ہے، ڈھکی چھپی کوئی چیز اس کے سامنے اوجھل نہیں، جو پیدا کرنے والا ہے وہ سب جانتا ہے۔ اور اگر لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانے والے دھوکا باز اور فریبی جان لیں کہ اس فعل بد کی سزا کتاب و سنت میں کیا بیان کی گئی ہے تو ممکن ہے وہ اپنی اس عادت سے باز آ جائیں اور یہی ایک سزا ان کے لیے کافی ہو جس میں رسول

اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ حرام کا ایک لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اس کی بدولت چالیس سال کی مقبول عبادت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور جس کا بدن حرام مال سے پرورش پائے گا، دوزخ کی آگ ہی اس کی زیادہ حق دار ہوگی۔

اس مضمون کی ایک نہیں بلکہ بکثرت احادیث مروی ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے اندر امانت نہیں، اس کے اندر دین نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس چیز سے اعلیٰ و ارفع ہے کہ کسی ایسے شخص کا کوئی عمل یا اس کی نماز قبول کرے جس کے تن کا کپڑا حرام کا ہو۔ جس نے کوئی کپڑا اس درہم کا خریدا اور اس میں سے ایک درہم حرام تھا تو تاحیات اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نماز قبول نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ جسے چاہے دنیا اس کے حوالے کر دیتا ہے لیکن دین صرف اس کو عطا کرتا ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے چنانچہ اس نے جس کو دین سے نوازا وہ اس کو محبوب ہوتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کی ایذا رسانی سے محفوظ نہ رہے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ اس کی ایذا رسانی کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا دھوکہ دینا اور ظلم و زیادتی کرنا۔ قیامت کے دن بندے کے دونوں پاؤں اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے جب تک کہ ان چار امور کی بابت اس سے جواب طلب نہ کر لیا جائے:

(۱) اس کی عمر کے بارے میں کہ کہاں اس کو استعمال کیا۔ (۲) اس کی جوانی کی بابت کہ کن چیزوں میں اس کو ضائع کیا۔ (۳) اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں اس کو خرچ کیا۔ (۴) اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کہاں تک عمل

کیا۔ [تطہیر المحتتمعات، از قلم: احمد بن حنبلہ رحمہ اللہ]



ناپ، تول اور پیمائش میں کمی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾

[الاسراء: ۳۵]

”اور جب تم ناپ تول کرنے لگو تو پورا دیا کرو اور (جب وزن کر کے دینے لگو تو)

سیدھے ترازو سے وزن کیا کرو۔ یہ بہت خوب ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔“

﴿وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ

وَلَا تُعْسِرُوا الْمِيزَانَ﴾ [الرحمن: ۹۷]

” (اسی طرح) خدا نے آسمان کو بلند کیا اور میزان (انصاف کا ترازو) بنایا تاکہ انصاف

کرنے میں تم بے اعتدالی نہ کرو۔ انصاف کے ساتھ وزن اور ناپ پورا کیا کرو اور ناپ

تول کم نہ کیا کرو۔“

یہ حقیقت ہے کہ ایک دوسرے پر رحم دلی اور ہمدردی اسلامی اخوت کا فریضہ اور اس

کا اہم تقاضا ہے اور اسلامی بھائی چارگی ہی نہیں، انسانی اخوت بھی اس کا تقاضا کرتی ہے اور

جب سے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا، ہر انسان کو دوسرے کے ساتھ مل کر رہنا، لیکن

دین کرنا اور حسن سلوک کرنا ان کے لیے ضروری قرار دیا۔ ایک مومن ہی نہیں بلکہ شریف

انسان کا بھی تقاضا ہے کہ لوگوں کے ساتھ برتاؤ میں مخلص رہے۔ ان کے ساتھ دھوکا فریب

اور ان کے حقوق میں کمی نہ کرے اور ناپ تول اور پیمائش میں کمی نہ کرے، اس لیے کہ یہ

بہلک ترین کبیرہ گناہ ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

ن کی مشرک قوم اپنے شرک کے علاوہ لوگوں کے ساتھ ناپ تول میں کمی کی مرتکب بھی تھی

جس کا انجام یہ ہوا کہ اللہ نے انہیں تیز آواز کے عذاب میں مبتلا کیا اور انہیں زمین میں دھنسا دینے کی سزا دی۔ یہ اس لیے کہ یہ جرم تمام آسمانی مذاہب میں بدترین گناہ ہے اور انسانی قوانین بھی اس کے شدید مخالف ہیں۔ خود عقل سلیم اور طبع مستقیم بھی اس کو پسند نہیں کرتی جس طرح توحید کا عقیدہ انسانوں کا فطری عقیدہ ہے اسی طرح ہر قسم کے ظلم و زیادتی سے گریز کرنا اور اس کو عیب جانا بھی انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ [تظہیر المحرمات]

بھاؤ بڑھانے کے لیے بولی لگانا

کاروباری دنیا میں یہ فراڈ بھی ہوتا ہے کہ تاجروں کے چھوڑے ہوئے بعض کارندے بغیر ارادہ خریداری کے محض سامان کا بھاؤ بڑھانے کے لیے دوسروں سے بڑھ چڑھ کر بولی لگاتے ہیں تاکہ وہ اصل گاہکوں کو دھوکا دیں اور انہیں وہ سامان اصل قیمت سے زیادہ قیمت پر خریدنے پر مجبور کریں۔ اس نیت کے ساتھ لگائی جانے والی 'بولی' کاروباری ایک ممنوعہ شکل ہے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

(وَلَا تَنَاجَشُوا) [صحیح بخاری مع فتح الباری (۱۰ ص ۴۸۴)]

”بغیر ارادہ خریداری کے سامان کی بولی نہ لگاؤ۔“

کیونکہ یہ دھوکے ہی کی ایک قسم ہے اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((الْمَكْرُوءُ وَالْمَعْدِيَةُ فِي النَّارِ)) [سلسلة الاحاديث الصحيحة (ح ۱۰۵۷)]

”دھوکہ اور فراڈ بازی کرنے والا جہنم کی آگ میں جائے گا۔“

مذکورہ بالا حدیث پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ تجارتی منڈیوں، نیلام گھروں اور گاڑیوں کی مارکیٹوں میں سودا کرنے والے بہت سے دلالوں کی کمائی صریح طور پر ناپاک اور حرام ہے کیونکہ وہ دھوکے کے لیے بولی لگوا کر سامان بیچتے ہیں اور مذکورہ بالا حدیث کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو دھوکا فراڈ کرنے سے بچائے۔ آمین!

چوری اور ڈاکہ زنی

چوری کی حرمت کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسَّارِقِ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جِزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ [المائدة-۳۸]

”چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ ڈالو، یہ اللہ کی طرف سے بطور عبرت سزا ہے ان کی کرتوت کی اور اللہ تعالیٰ قوت اور حکمت والا ہے۔“

بیت اللہ کے حاجیوں کے سامان وغیرہ کی چوری کرنا چوری کے سلسلہ میں سب سے بڑا جرم ہے کیونکہ ایسا چور پوری روئے زمین میں سب سے افضل جگہ مکہ المکرمۃ میں اللہ کے پاک گھر کعبہ شریف میں رہتے ہوئے بھی اللہ کی حدود کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ نبی کریم ﷺ نے نماز کسوف کے دوران اپنے مشاہدہ جہنم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

((لَقَدْ جِئْتَنِي بِالنَّارِ وَذَلِكَ جِئْتَنِي رَأَيْتُمُنِي تَأَخَّرْتُمْ مَخَافَةَ أَنْ يُعَيِّنَنِي مِنْ لَفِجْهَا وَحَتَّى رَأَيْتُ فِيهَا صَاحِبَ الْمِخْحَنِ يَحْرُ قُصْبَهُ (أَمْعَاءُ) فِي النَّارِ كَانَ يَسْرِقُ الْحَاجَّ بِمِخْحِنِهِ فَإِنْ فُطِنَ لَهُ قَالَ إِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمِخْحِنِي وَإِنْ عَفَلَ عَنْهُ ذَهَبَ بِهِ)) [صحيح مسلم (ح ۹۰۴)]

”میرے سامنے جہنم کی آگ کو لایا گیا جس وقت تم نے مجھے دیکھا کہ میں (دوران نماز) تمہوڑا سا پیچھے ہٹا کہ میں اس کی جھلادینے والی آگ مجھے نقصان نہ پہنچائے حتیٰ کہ میں نے اس میں لیزھی لٹھی والے کو بھی دیکھا جو اپنی آنتوں کو جہنم میں کھینچ رہا تھا، اس کا جرم یہ تھا کہ وہ لیزھے سر والی لٹھی کے ساتھ حاجیوں کا سامان چراتا تھا۔ اگر کسی حاجی کو پتہ چل جاتا تو اسے کہتا کہ تمہارا سامان بغیر چوری کے ارادہ کے

میری لالچی کے ساتھ انک گیا تھا اور اگر حاجی کو خبر نہ ہوتی تو وہ سامان لے کر چلا جاتا۔“

سرکاری خزانے سے چوری:

مسلمانوں کے اجتماعی مال (بیت المال) سے چوری بھی سنگین جرم ہے اور ایسی چوری کا ارتکاب کرنے والے لوگ اپنی اس حرکت کو جائز کرنے کے لیے دلیل یہ دیتے ہیں کہ یہ کام صرف ہم ہی نہیں کرتے بلکہ ساری دنیا ایسے ہی کر رہی ہے حالانکہ وہ یہ نہیں سوچتے کہ بیت المال سے چوری تمام مسلمانوں کی چوری شمار ہوتی ہے کیونکہ سرکاری مال تمام مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت ہوتا ہے اور خوف خدا سے عاری دوسرے لوگوں کے عمل کو وجہ جواز بنا کر ان کی تقلید کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔ [کیونکہ ہر شخص نے اپنی قبر میں جانا ہے!]

کافروں کے مال کی چوری:

بعض لوگ کافروں کا مال چرائینے کو گناہ نہیں سمجھتے بلکہ النایہ دلیل دیتے ہیں کہ چونکہ وہ کافر ہیں اور کافروں کا مال لوٹنا اور غنیمت بنانا چونکہ جائز ہے لہذا ان کا مال چوری کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں حالانکہ یہ دلیل بھی غلط ہے۔ کیونکہ جن کافروں کا مال لوٹنا جائز ہے اس سے مراد صرف وہ حربی کافر ہیں جو مسلمانوں کے خلاف جنگی حالت میں ہوں۔ دیگر کافر اور ان کی تجارتی کمپنیاں وغیرہ مراد نہیں ہیں۔

چوری کے خفیہ طریقے:

خفیہ طریقے سے دوسروں کی جیبوں پر ہاتھ صاف کرنا بھی چوری کا ایک ذریعہ ہے بعض لوگ دوسروں کے گھر مہمان بن کر جاتے ہیں اور میزبان کے گھر کا صفایا کر دیتے ہیں اور بعض میزبان بھی ایسے ہوتے ہیں جو اپنے مہمان کے بیگ پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔ بعض لوگ مارکیٹوں اور دکانوں میں گھس کر اپنی جیبوں یا کپڑوں میں کچھ سامان چھپا لیتے ہیں۔ اسی طرح بعض عورتیں بھی دکانوں سے خفیہ طور پر سامان چرا کر اپنے کپڑوں میں چھپا لیتی ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ سستی یا چھوٹی موٹی چیزوں کی چوری کو بہت معمولی سمجھتے ہیں

حالانکہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَعَنَ اللَّهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتَقَطُّعُ يَدُهُ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقَطُّعُ يَدُهُ)) [صحیح

بخاری مع فتح الباری (ج ۱۲ ص ۸۱)]

”ایسے چور پر اللہ کی لعنت ہو جو ایک انڈا چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ اور ایک رسی چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔“

جس شخص نے کوئی چوری کی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے سامنے سچی توبہ کرنے کے بعد چرائی ہوئی چیز کو خود یا کسی شخص کے واسطے سے اس کے اصل مالک کی طرف واپس لوٹا دے اور اگر پوری کوشش کے باوجود بھی اس چیز کا مالک یا وارث نہ ملے تو پھر مالک کی طرف سے ثواب کی نیت کر کے اس چیز کو اللہ کے راستے میں صدقہ کر دے۔

چوری کی حرمت کی حکمتیں

علامہ ابن حجرؒ چوری کی حرمت کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

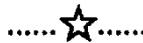
”چور دوسروں پر ہی نہیں، سب سے پہلے اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے، وہ اس طرح کہ اس مصیبت میں وہ خود کو ہلاک کر ڈالتا ہے، کیونکہ وہ دوسرے کا مال ناحق چھینتا ہے۔ دوسرا ظلم وہ اپنے آپ پر یہ کرتا ہے کہ چوری کا عادی ہو کر کسی حلال روزی کا دوازہ نہیں کھٹکتا۔ دست کاری، یا کسی قسم کے اور کام سے وابستہ نہیں ہوتا، جب کہ دین اسلام کسب حلال کا حکم دیتا ہے، حرکت و عمل اور روزی کے حصول کے لیے تنگ و دو کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور ہرگز یہ پسند نہیں کرتا کہ ہاتھ پاؤں ہلانے والا شخص بے کار بیٹھ رہے، دوسروں پر بوجھ بنا رہے اور اسی کی آس لگائے رکھے کہ کہیں سے کچھ ملتا رہے۔“

چور دوسروں پر زیادتی یہ کرتا ہے کہ ان کا مال چھین لیتا ہے جس کے حصول میں انھوں نے مشقت اٹھائی، خشکی، تری میں بھاگے دوڑے اور رات ون ایک کیا محض اس لیے اتنی ساری مشقت اٹھائی کہ ان کا اور ان کے اہل و عیال کا گزر بسر ہوتا رہے۔

لوگوں کے دلوں میں چور کی ہیبت بیٹھ جاتی ہے۔ صبح وشام مال و دولت کی حفاظت کی فکر نہیں لگی رہتی ہے اور اپنی جان کا کھنکا الگ لائق رہتا ہے کیونکہ چور کبھی طاقت استعمال کرتا ہے اور کبھی ہتھیار اٹھالیتا ہے، کبھی یہ دیکھ کر کہ مزاحمت ہوگی، سختی اور درشتی سے کام لیتا ہے جس کے نتیجے میں انارکی، بد امنی اور فتنہ و فساد کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ عوام اور حکومت کا الگ ناک میں دم ہوتا ہے اور انہیں چوکیداری اور پہریداری پر ساری توانائی صرف کرنی پڑتی ہے اور ہر کوئی جانتا ہے کہ اس سلسلے میں کتنی جان کا ہی، جگر سوزی اور مال و دولت کی بربادی لازم آتی ہے۔

چور سانج کا عضو معطل بن جاتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی عضو ناکارہ ہو جاتا ہے تو معالج اس کے آپریشن کا مشورہ دیتا ہے تاکہ زہر باقی حصہ بدن میں سرایت نہ کر جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چور کا ہاتھ کاٹ دینے کا فیصلہ صادر فرمایا کہ سانج کے اندر یہ زہر جڑ نہ پکڑے اور فتنہ پروردغا باز، چوری کو پیشہ بنا کر غارت گری کا بازار نہ گرم کر دیں۔ خلق خدا خوف و دہشت اور گھبراہٹ میں مبتلا نہ رہے اور ان کا مال لوٹ مار اور ڈکیتی کی نذر نہ ہو جائے۔

اس میں شک نہیں کہ اس جرم کی اللہ نے جو سزا دی وہ اس خطرناک مجرم کے لیے رہتی دنیا تک ایک داغ اور تاحیات اس کے گناہ کا چلنا پھرتا اشتہار ہے، تاکہ دوسرے لوگ اسے دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔ [تطہیر المجتمعات]



رشوت دینا اور رشوت لینا

کسی صاحبِ حق کا حق غصب کرنے، سچ کو جھوٹ ثابت کرنے یا کسی باطل امر کو رائج کرنے کے لیے حاکم و قاضی وغیرہ کو رشوت دینا بہت بڑا جرم ہے کیونکہ یہ ایک مستحق کے ساتھ ظلم، فیصلے میں ناانصافی، اور زمین پر فتنہ و فساد پھیلانے کا ذریعہ ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكْمِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْأَلْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة - ۱۸۸]

”آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ اور ظلم و ستم سے کسی کا کچھ مال ہتھیانے کے لیے حاکموں کو رشوت بھی نہ دیا کرو جبکہ تم (حقیقتِ حال کو) اچھی طرح جانتے بھی ہو۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَعْنَةُ اللَّهِ الرَّائِسِي وَالْمُرْتَسِي فِي الْحُكْمِ)) [مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۷] صحیح

الجامع الصغير (ح ۵۰۶۹)

”کسی کا حق مارنے کے لیے (رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔“

البتہ اگر کوئی ایسی صورت بن جائے کہ اپنے جائز حق کا حصول یا ظلم کو روکنا بغیر رشوت دینے ممکن نہ ہو تو ایسی مجبوری کی حالت میں رشوت دینے والا شخص مذکورہ بالا وعید کا مستحق نہیں۔ آج کل رشوت بہت وسیع پیمانے پر پھیل چکی ہے حتیٰ کہ بعض لوگ رشوت کے ذریعہ اپنی تنخواہوں سے زیادہ مال کماتے ہیں۔ بہت سی کمپنیوں کے بروٹرز میں مختلف ناموں کے ساتھ رشوت کو ایک مستقل حیثیت کے ساتھ شامل کر لیا گیا ہے۔

بعض معاملات کی صورت ہی یہ بن گئی ہے کہ وہ رشوت سے شروع ہوتے اور رشوت ہی پر ختم ہوتے ہیں اور اس کا سب سے زیادہ نقصان غریب طبقے کو اٹھانا پڑتا ہے۔ رشوت کی وجہ سے سرکاری ملازمین خائن بن گئے ہیں چنانچہ جو شخص رشوت دے اس کا کام تو فوراً اور بہت اچھے طریقے سے کیا جاتا ہے اور جو رشوت ادا نہ کر سکے اس کا کام کرنے میں حد سے زیادہ لاپرواہی برتی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کے بعد آنے والے رشوت دے کر اپنا کام کروا کر جاچکے ہوتے ہیں جبکہ یہ لائن میں کھڑا منہ تکتا رہ جاتا ہے۔ اس طرح رشوت نہ دینے والے کا کام رومی اور غیر معیاری کیا جاتا ہے۔ حلال تجارت کے عوض حاصل ہونے والا جو منافع کمپنی کے مالک کو پہنچتا تھا، رشوت کی وجہ سے وہ اس کے اپنے ہی مقرر کردہ ایجنٹوں کی جیبوں میں جا پہنچتا ہے۔

رشوت کی وجہ سے پیدا ہونے والے نقصانات اور خرابیوں کی فہرست بڑی طویل ہے۔ انہی اسباب اور خرابیوں کو اگر پیش نظر رکھ کر غور کیا جائے کہ رشوت کے جرم میں شریک تمام لوگوں کے خلاف نبی رحمت ﷺ نے جو یہ بددعا کی ہے کہ اللہ انہیں اپنی رحمت سے دور کر دے اور اپنی لعنت کا مستحق بنا دے، تو یہ کوئی قابل تعجب معلوم نہیں ہوگی۔

سفارش کرنے کے عوض تحائف قبول کرنا:

معاشرے میں اثر و رسوخ، بلند مرتبہ یا اعلیٰ منصب حاصل ہونا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر بہت بڑا انعام ہے بشرطیکہ بندہ اس نعمت کا شکر ادا کرے۔ شکر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایسا شخص اپنے مسلمان بھائیوں کو نفع پہنچانے کے لیے اپنے اثر و رسوخ اور جاہ و منصب کو استعمال میں لائے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ)) (صحیح مسلم (ج ۱/۱۷۲۶))

”تم میں سے جو اپنے کسی مسلمان بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو اسے ضرور نفع پہنچانا چاہیے۔“

اگر کسی صاحب اثر و رسوخ نے حرام کام کا ارتکاب کیے بغیر یا کسی کے حق پر زیادتی کیے

بغیر بالکل خالص نیت کے ساتھ اپنے کسی مسلمان بھائی سے ظلم کو دور کرنے یا اسے اس کا حق واپس دلانے کے لیے اپنے اثر و رسوخ کا استعمال کیا تو وہ اللہ کے ہاں اس کا بہت بڑا اجر پائے گا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((إِشْفَعُوا تَوْجَرُوا)) [ابوداؤد (ح ۵۱۳۲)]

” (اپنے مسلمان بھائیوں کی) سفارش کرو، تم اللہ کے ہاں (اس کا) اجر پاؤ گے۔“
لیکن اس سلسلہ میں یہ بات یاد رہے کہ سفارش کرنے کے عوض تحفہ یا معاوضہ قبول کرنا جائز نہیں اور اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ شَفَعَ لِي أَحَدٍ شَفَاعَةً فَأَهْدَى لَهُ هَدِيَّةً (عَلَيْهَا) فَقَبِلَهَا مِنْهُ) فَقَدْ آتَى بَابًا

عَظِيمًا مِنْ أَبْوَابِ الرَّبِّ)) [احمد (ج ۵ ص ۲۶۱) صحیح الجامع (ح ۶۲۹۲)]

”جس نے کسی کی کوئی سفارش کی اور اس سفارش کے عوض اسے تحفہ دیا گیا اور اس نے وہ تحفہ قبول کر لیا تو اس نے سود کی ایک بہت بڑی قسم کا ارتکاب کیا۔“

بعض لوگ کسی شخص کو ملازمت دلوانے، کسی ملازم کی حسب خواہش ٹرانسفر کروانے، کسی مریض کو مفت علاج کی سہولت مہیا کرنے یا اس جیسے دیگر کام کروانے کے لیے خود ہی یہ مشروط پیشکش کرتے ہیں کہ اگر تم ہمیں اتنی رقم دے دو تو ہم اپنی سفارش اور اثر و رسوخ کو استعمال کر کے تمہارا کام کروادیں گے جبکہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ گزشتہ حدیث کو اگر سامنے رکھا جائے تو صحیح بات یہ ہے کہ سفارش کا معاوضہ وصول کرنا حرام ہے بلکہ معاوضے وغیرہ کی شرط لگائے بغیر بھی اگر کسی کی سفارش کے نتیجے میں معاوضہ مل رہا ہو تب بھی اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے وہ ناجائز ہی قرار پاتا ہے۔

دنیا میں جائز سفارش ایک نیکی کا کام ہے اور کسی کے ساتھ نیکی کرنے والے کو اپنی نگاہ ہمیشہ اس اجر و ثواب کی طرف رکھنی چاہیے جو اسے اللہ کے ہاں قیامت کے دن نصیب

ہوگا۔ ایک آدمی کو اپنا کوئی کام کروانے کے لیے کسی کی سفارش کی ضرورت تھی چنانچہ وہ حسن بن سہل کے پاس سفارش کا طلب گار بن کر آیا۔ حسن بن سہل نے سفارش کر کے اس کا کام کروا دیا تو وہ آدمی حسن بن سہل کا شکر یہ ادا کرنے لگا۔ حسن بن سہل نے کہا: تم کس چیز پر ہمارا شکر یہ ادا کر رہے ہو جبکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح مال کی زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے اسی طرح جاہ و منصب اور اثر و رسوخ کی بھی زکوٰۃ ہوتی ہے۔ تمہارا یہ کام کر کے درحقیقت میں نے اپنے جاہ و منصب کی زکوٰۃ نکالی ہے!

یہاں یہ بات یاد رہے کہ اپنے کسی معاملے کی نگرانی کروانے یا اپنی کوئی کارروائی مکمل کروانے کے لیے اگر کسی صاحب اثر و رسوخ شخص کو اجرت پر رکھ لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ مزدوری ہی کی ایک قسم ہے جو شرعی شروط کے ساتھ جائز ہے۔

بغیر ضرورت بھیک مانگنا [گداگری]

حضرت سہل بن حظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ سَأَلَ وَعِنْدَهُ مَا يَنْبَغِيهِ فَإِنَّمَا يَسْتَكْبِرُ مِنْ حِمْرٍ جَهَنَّمَ قَالُوا: وَمَا الْغَنَى الَّذِي لَا يَنْبَغِي مَعَهُ الْمَسْأَلَةُ؟ قَالَ: قَدَرُ مَا يَغْدِيهِ وَيُعْشِيهِ)) [صحیح الجامع (ح ۶۲۸۰)]

”جو شخص مال موجود ہونے کے باوجود گداگری بن کر کسی کے سامنے دست سوال دراز کرتا ہے، وہ جہنم کے انگارے جمع کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس مالدار کی حد کیا ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے سوال کرنا منع ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس دوپہر اور شام کا کھانا موجود ہو اس کے لیے سوال کرنا درست نہیں۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ سَأَلَ وَلَهُ مَا يَغْنِيهِ جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خَدُّوْنَا أَوْ كَدُّوْنَا فِى وَجْهِهِ))

[مسند احمد (ج ۱ ص ۳۸۸) صحیح الجامع الصغیر (ح ۶۲۵۰)]

”جو غنی ہوتے ہوئے بھی لوگوں سے بھیک مانگے وہ بھیک قیامت کے دن اس کے چہرے میں زخم بن کر ظاہر ہوگی۔“

بعض جھوٹے گداگر مسجدوں میں لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی شکایات سناتے اور مازیوں کے ذکر و اذکار اور عبادت کو خراب کرتے ہیں۔ بعض جھوٹے کاغذات بنا کر اور من گھڑت قصے بنا کر بھیک مانگتے ہیں اور بعض پیشہ ور سوالی تو اپنے خاندان کے افراد کو مختلف مسجدوں میں تقسیم کر دیتے ہیں کہ فلاں نے فلاں مسجد میں بھیک مانگی ہے اور فلاں نے فلاں مسجد میں اور اس طرح وہ مختلف مسجدوں میں اپنی جگہ بھی بدلتے رہتے ہیں۔ پھر شام کو سب اکٹھے ہو کر حساب کرتے ہیں کہ آج کتنا منافع ہوا حالانکہ وہ اس قدر غنی ہوتے ہیں کہ ماسوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا اور جب وہ مرتے ہیں تب جا کر ان کی جائیداد اور مال لوگوں کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں۔

ان کے برعکس کچھ لوگ ایسے حقیقی محتاج اور فقیر بھی ہیں کہ وہ شرم اور عفت کے مارے لوگوں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے اور نہ ہی اصرار کے ساتھ لوگوں سے بھیک مانگتے ہیں اور ان کی اس ظاہری بے نیازی کو دیکھ کر ان کی اصل حقیقت حال سے ناواقف انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ غنی ہیں۔ اسی لیے ان پر صدقہ خیرات کرنے کی طرف کسی کا دھیان نہیں جاتا، حالانکہ اصل مستحق وہی ہوتے ہیں!



جھوٹی گواہی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاجْتَنِبُوا الرُّجْسَ مِنَ الْأَوْتَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ حُفَاءَ لِلَّهِ غَيْرٌ مُّشْرِكِينَ بِهِ﴾

[الحج: ۳۱-۳۲]

”بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرو، ایک طرفہ ہو کر خالص اللہ کے بندے بنو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔“

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے تین مرتبہ فرمایا:

((الْأَنْبِئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكِبَائِرِ؟))

”کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے بھی سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے متعلق نہ بتاؤں؟“ پھر آپؐ نے خود ہی فرمایا:

((الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوبَةُ الْوَالِدَيْنِ وَجَلْسَ وَكَمَانَ مُنْكَمًا۔ فَقَالَ: الْآوَقُولُ الزُّورِ۔

قَالَ: فَمَا زَالَ يُكْرَرُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَّتْ)) [بمعاری مع الفتح (ج ۵ ص ۲۶۱)]

”سب سے بڑے کبیرہ گناہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا۔ [رسول اللہ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے (کہ اگلی بات بتانے کے لیے) سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا:]

(۳) اور جھوٹی گواہی دینا۔

پھر آپ ﷺ نے اس آخری جملے کو بار بار دہرایا حتیٰ کہ ہم تمنا کرنے لگے کہ کاش آپؐ خاموش ہو جائیں۔“

جھوٹی گواہی دینے میں لوگ بڑے باک ہو گئے ہیں کیونکہ جھوٹی گواہی پر آمادہ کرنے

والے مختلف اسباب مثلاً دشمنی، اور حسد و کینہ وغیرہ ہمارے معاشرے میں بکثرت پائے جاتے ہیں جبکہ جھوٹی گواہی کی بنیاد پر معاشرے میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں مثلاً: جھوٹی گواہی کی وجہ سے بے شمار لوگوں کی حق تلفی ہوتی ہے، ان گنت معصوم و بے گناہ لوگوں پر ظلم ہوتا ہے، بعض لوگ جھوٹی گواہی کی بنیاد پر وہ چیزیں حاصل کر لیتے ہیں جن کے دھندلے اثر نہیں ہوتے، جھوٹی گواہی کی وجہ سے بعض لوگوں کے ساتھ ایسا نسب نامہ بنتی کر دیا جاتا ہے جو ان کا حقیقی نسب نامہ نہیں ہوتا۔ انہی اسباب و وجوہات کی بنا پر حضور نبی کریم ﷺ نے جھوٹی گواہی کے برے انجام سے ڈراتے ہوئے اس کے کبیرہ گناہ ہونے کے جملے کو بار بار دہرایا تھا۔

جھوٹی گواہی میں تساہل و غفلت برتنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ عدالت میں اگر کسی شخص کو گواہی کی ضرورت پڑ جائے تو وہ عدالت کے احاطے میں موجود کسی بھی ناواقف شخص کو مل کر کہتا ہے تم میرے حق میں گواہی دے دو اور میں تمہارے حق میں گواہی دے دوں گا چنانچہ وہ اس کی زمین یا گھر کی ملکیت یا کسی اور تنازع میں اس کے بے گناہ ہونے کی گواہی دے دیتا ہے حالانکہ اس گواہی کے لیے ضروری تھا کہ وہ اس مسئلہ کی اصل حقیقت حال سے واقف ہوتا یا جائے وقوعہ کا معنی شاہد ہوتا لیکن جس کے حق میں وہ گواہی دے رہا ہے اس سے تو اس کی پہلی ملاقات ہی عدالت کے دروازے پر ہوئی ہے اور وہ اس کو جانتا تک نہیں۔ اس لیے ایسی سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔ گواہی اس طرح ہونی چاہیے جس طرح قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے یعنی:

﴿وَتَشَاهِدْنَا الْإِيمَانَ﴾ [سورۃ یوسف۔ آیت: ۸۱]

”اور ہم نے صرف وہی گواہی دی تھی جو ہم اچھی طرح جانتے تھے۔“

جھوٹی قسم کھانے کی سزا:

علامہ ابن حجر یوطامی فرماتے ہیں کہ: ”جان بوجہ کر جھوٹی قسم کھانا ایک مہلک ترین گناہ کبیرہ ہے۔ اس کے لیے عربی میں لفظ غموس بولا گیا ہے [یہ غموس بمعنی غوطہ] سے

ہے [اس لیے کہ یہ قسم اپنے کھانے والے کو جہنم میں غوطے کھلائے گی اور ایسا کیوں نہ ہو جب جھوٹا شخص اس خدائے بزرگ و برتر کے سامنے مجرمانہ جسارت کرتا ہے جس کے حضور میں اکڑی ہوئی گردنیں خم ہو جاتی ہیں، پوری کائنات جس کے در پر سجدہ ریز ہوتی ہے، جہاں سرکش اپنی سرکشی فراموش کر جاتے ہیں لیکن اس جھوٹے کا برا ہو جو جھوٹی قسم کھا کر نوع انسانی کے ایک فرد یا اپنے مسلمان بھائی کی رقم اینٹھ لیتا ہے، اس کا یہی قصور کیا کم ہے کہ اس نے اللہ رب العزت کی عظمت اور کبریائی کی کوئی پروا نہیں کی۔ دوسرے کا مال ناحق چھین کر خود اپنے آپ پر ظلم کیا۔ پھر جس کا مال چھینا اس پر بھی ظلم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کو یمن غموس فرمایا۔

جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانے کی بابت بہت سی احادیث بیان ہوئی ہیں۔ ذیل میں ایسی چند احادیث درج کی جاتی ہیں:

(۱)..... حضرت عبداللہ بن عمرو بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الْكِبَايُرُ الْاِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوبَةُ الْوَالِدَيْنِ وَالْيَمِينُ الْغُمُوسُ)) [بخاری (۲۶۱۱۵)]

”یہ کبیرہ گناہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا۔“ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ

((اِنَّ اَعْرَابِيَا حَاءَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مَا الْكِبَايُرُ؟ قَالَ الْاِشْرَاكُ

بِاللّٰهِ قَالَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ الْيَمِينُ الْغُمُوسُ قُلْتُ وَمَا الْيَمِينُ الْغُمُوسُ؟ قَالَ الَّذِي

يَقْتَطِعُ مَالَ اَمْرِيٍّ وَ مُسْلِمٍ يَخْتِى يَمِيْنًا هُوَ فِيْهَا كَاذِبٌ)) [بخاری، ترمذی، نسائی]

”ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔ اس نے کہا پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: جان بوجھ کر

جھوٹی قسم کھانا۔ اس نے عرض کیا جھوٹی قسم کون سی ہے؟ فرمایا جس کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ہتھیایا جائے یعنی جھوٹی قسم کھا کر مال ہڑپ کر لیا جائے۔“

(۲)..... حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
 ((مَنْ حَلَفَ عَلَى مَالِ امْرِيءٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لَيْعَى اللَّهُ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضَبَانِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا.....))

”کسی مسلمان کا مال ناحق (ہڑپ کرنے) کے لیے جس کسی نے جھوٹی قسم کھائی اللہ سے اس کا سامنا اس حال میں ہوگا کہ باری تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔“ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کی تصدیق میں رسول اللہ ﷺ نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ”جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قول و قرار اور قسموں کو سچ کر حقیر سی چیز خریدتے ہیں، ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں.....“

اس کے ہم معنی ایک دوسری روایت میں اضافی طور پر یہ بات بھی منقول ہے کہ پھر اشعث بن قیس کنڈی نے ہمارے پاس آ کر کہا: ابو عبد الرحمن نے تم سے کون سی حدیث بیان کی ہے؟ ہم نے عرض کیا فلاں فلاں حدیث۔ انہوں نے کہا: ابو عبد الرحمن نے سچ کہا ہے۔ دراصل میرے اور ایک دوسرے شخص (یہودی) کے درمیان ایک کنویں کا جھگڑا تھا۔ ہم نے اپنا مقدمہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا کیا تیرے پاس کوئی گواہ ہے؟ میں نے عرض کیا: جی نہیں! آپ نے (یہودی سے) فرمایا تو قسم کھالے۔ میں نے عرض کیا آپ اسے قسم کھانے کے لیے فرمائیں گے تو یہ جھوٹی قسم کھالے گا اور کوئی پروا نہیں کرے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا عِلَاقَ لَهُمْ فِي مَا عَرَقُوا بِكُلْمِهِمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

(آل عمران ۷۷) [بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ]

”جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قول و قرار اور قسموں کو بیچ کر حقیر سی قیمت خریدتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، نہ اللہ تعالیٰ ان سے بات کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر کرے گا نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔“

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دنیا کی حقیر سی رقم اور معمولی سی قیمت پر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور اللہ کے قول و قرار اور قسموں کو بیچ کر یہ حقیر سی قیمت وصول کرتے ہیں، ان کے لیے آخرت کی نعمتوں اور وہاں کے اجر میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ نہ اللہ تعالیٰ ان سے خوشنودی کے ساتھ ہم کلام ہوگا۔ نہ قیامت کے دن ان پر شفقت کی نظر ڈالے گا، نہ ان کے دلوں کو پاک و صاف رکھے گا، نہ ان پر خیر و برکت نازل فرمائے گا اور نہ ان کی تعریف اور ستائش کرے گا بلکہ انہیں سخت ترین عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔

(۳)..... حضرت حارث بن برصاء رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا،

آپ نے حج کے موقع پر دونوں جمروں کے درمیان کھڑے یہ ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَقْتَطَعَ مَالَ أَيْمِيهِ بِسَوْجِنٍ فَاجِرَةٌ فَلَيْتَبَوَّأْمَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ لِيُبَلِّغَ شَاهِدُكُمْ

عَائِبِكُمْ- مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا)) [مسند احمد، حاکم]

”جس نے جھوٹی قسم کھا کر کسی (مومن) بھائی کا مال ہڑپ کر لیا، وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں

بنالے۔ تم میں جو موجود ہیں وہ یہ ان لوگوں کو بتادیں جو موجود نہیں۔ یہ آپ ﷺ نے

دو یا تین مرتبہ فرمایا۔“

(۴)..... حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا:

((مَنْ أَقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ بِمُسْلِمٍ يَمِينِهِ فَقَدْ أَوْحَبَ اللَّهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْحَنَّةَ

فَعَالُوا وَإِنْ كَانَ شَيْئًا بِسَيْرًا يَأْتِي سَوَّلَ اللَّهُ؟ فَقَالَ: وَإِنْ كَانَ قَضِيًّا مِنْ أَوْلَادِكُمْ)) [مسلم،

نسائی، ابن ماجہ]

”جس نے اپنی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا حق مار لیا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ

”اس روز کو تم سب پیش کیے جاؤ گے تمہاری کوئی حرکت چھپی نہیں رہے گی۔ پھر جس کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا وہ کہے گا: میرے ساتھیو! میرا اعمال نامہ پڑھو، میں پہلے ہی اپنے حق میں اچھا گمان کرتا تھا کہ مجھے میرے (اچھے) کاموں کا حساب ملے گا، چنانچہ یہ پسندیدہ عیش میں رہے گا، بڑی عالی شان، بہشت میں رہے گا جس کے پھل نیچے کو جھکے ہوئے ہوں گے، ان کو اجازت ہوگی خوب خوشی سے کھاؤ پیو یہ بدلہ ہے اس کا جو تم نے پہلے زمانے میں اچھے اعمال کر کے یہاں بھیجے (ان کی بہ نسبت) جس کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں ملے گا وہ کہے گا: ہائے افسوس! مجھے یہ اعمال نامہ نہ ملا ہوتا اور میں اپنا حساب نہ جانتا۔ اے کاش! پہلے موت میرا فیصلہ کر دیتی میرے مال نے مجھے کچھ فائدہ نہ دیا، میرا زور بھی سب جاتا رہا (فرشتوں کو) حکم ہوگا کہ اس کو پکڑو اور گلے میں طوق ڈالو، پھر اس کو جہنم میں داخل کرو پھر ستر ہاتھ کی زنجیر میں اس کو جکڑ کر دوزخ میں ڈالو، کیونکہ یہ اللہ عظیم پر ایمان نہ رکھتا تھا۔“

غافل اور گنہگار انسانوں کی خدمت میں ہم یہ آیات اور احادیث پیش کرتے ہیں جن سے پہاڑوں کا دل دہل جائے اور لوہے کا جگر پانی ہو جائے۔ پھر بھلا ان لوگوں کا دل کیوں نہ پھلے گا جو صاحب ایمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور جنہیں اللہ کے وعدوں اور اس کی وعیدوں پر کامل یقین ہے۔ کاش ہمارے یہ بھائی اپنی حرکتوں سے باز آئیں اور معمولی ٹکڑوں کی خاطر جموٹی فتیسیں نہ کھائیں جن سے چند روزہ دنیا کی اس زندگی میں یہ فائدہ تو اٹھائیں گے مگر پھر اسے چھوڑ کر اگلے جہان پہنچ جائیں گے اور ان کے بعد ان کے وارث موج کریں گے، لیکن اللہ کے سامنے جو اب دینی خود انہیں کرنی ہوگی اور یہ وہ دن ہوگا جب مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے۔ ہاں اسی شخص کو نفع ہوگا جو خدا تعالیٰ کے حضور میں سلامتی والا دل لائے گا۔ اس روز ظالم سے کہا جائے گا کھڑا رہ، تجھ پر فیصلے کا نفاذ ہوگا اور مظلوم سے کہا جائے گا کہ ظہر جا اور اپنی سزا کا حصہ وصول کر۔

اے شوخ چشم! کیا تو اللہ کے سامنے دیدہ دلیری کرتا ہے؟ کیا تو جانتا بھی ہے کہ کس کے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتا ہے؟! تو اس اللہ کے نام کی قسمیں کھاتا ہے جس نے گندے قطرے سے تجھے پیدا کیا۔ پھر ایک محفوظ مقام پر اسے رکھا۔ کیا اس کے نام کو تو جھوٹ کے لیے استعمال کرتا ہے جس نے تجھے عدم سے وجود بخشا، تجھے کان، آنکھ اور دل دیا۔ صحت، دولت، علم، مرتبہ اور اولاد سے نوازا۔ کیا تو اس پر خوش ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کو ایک طرف ڈالے اور اس کے بجائے اس کے عظیم نام کی جھوٹی قسمیں کھائے اور گناہ مول لے!

قرآن مجید کی ان آیتوں اور حضور کی ان حدیثوں پر غور کر! شاید تیری آنکھیں کھل جائیں اور تو گناہوں سے باز آجائے اور عدالتوں میں اپنے دشمن کے سامنے خاندان کے اندھے مفاد کی خاطر جھوٹی قسمیں کھانا چھوڑ دے۔

زبردست وعید اور سخت پھنکار پر مبنی یہ آیتیں اور حدیثیں جن کی رو سے قسم کھانے والے پر جنت حرام اور جہنم حلال ہو جاتی ہے انہیں سن کر کیا کسی اسلام کا دم بھرنے والے کو یہ جسارت ہوگی کہ کسی قسم کا حیلہ بہانہ تراش کر جھوٹی قسمیں کھانے کی کوشش کرے اور عدالتوں میں ججوں کے سامنے جھوٹ کہہ کر اور غلط سلط دعویٰ کر کے اپنے مسلمان بھائی کا مال حرام طریقے سے ہڑپ کرنے کی کوشش کرے، ہرگز نہیں! بلکہ مذکورہ آیات اور روایات پڑھ اور سن کر ہر مومن کا نپ اٹھتا ہے اور اس کا دل نرم پڑ جاتا ہے۔

حجیبیہ:

جھوٹی قسم کھا کر جس طرح کسی مومن مسلمان یا غیر مسلم کا مال ہڑپ کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح اپنی بات یا اپنے وعدے کو سچا ثابت کرنے کے لیے جھوٹی قسم کھانے والا بھی گنہگار ہے خواہ کسی کا مال وہ ہڑپ کرنا نہ چاہتا ہو۔ یہ اس لیے کہ زیادہ قسمیں کھانا بھی گنہگار اور ناقابل اعتبار ہونے کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تُطْعُ كُلَّ حَلَاظٍ مَّوْمِنٍ﴾ [القلم: ۱۰]

”بہت قسمیں کھانے والے ہر ذلیل کی بات مت مانو۔“

زیادہ قسمیں وہی کھاتا ہے جس کی نظروں میں دین و ایمان کی کوئی قیمت نہیں، جسے اللہ رب العزت کی عظمت اور اس کی کبریائی کا کوئی احساس نہیں ہوتا، وہ زیادہ سے زیادہ قسمیں کھا کر مخاطب کو قائل کرنے کی فکر میں رہتا ہے حالانکہ قسم اسی صورت میں جائز ہے جب کسی بات کے ثبوت کی ضرورت ہو اور بات بھی سچ ہو، جھوٹ نہ ہو۔ پھر تصدیق کے لیے بھی ایک بار قسم کھانا کافی ہے۔ یہ نہیں کہ بار بار قسمیں کھائی جائیں، ورنہ دیکھا جاتا ہے کہ اکثر دروغ گو اور جھوٹا آدمی ہی زیادہ قسمیں کھاتا ہے کیونکہ وہ خود کو تو جھوٹا سمجھتا ہی ہے اس لیے چاہتا ہے کہ جتنی زیادہ قسمیں کھائے گا اتنا ہی لوگ اسے سچا سمجھیں گے لیکن وہ جھوٹی قسموں کا انجام نہیں دیکھتا کہ اس کا عذاب کتنا دردناک ہے۔ قسم کی تین قسمیں ہیں:

(۱)..... یحییٰ بن النعمان:

گفتگو کے دوران کسی قصد و ارادے کے بغیر بے ساختہ قسم کھانا یحییٰ بن النعمان کہتا ہے جیسے بات بات پر کہتا: خدا کی قسم! میں نے ایسا کہا۔ اللہ کی قسم! تم اسے پی لو۔ بخدا ایسا نہیں ہوا وغیرہ وغیرہ۔ یہ قسم غیر اختیاری ہوتی ہے، اس لیے اس قسم پر گناہ یا کفارہ نہیں ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿لَا إِثْمَ لِأَعْلَلِكُمْ اللَّهُ بِاللَّفَوَظِ إِيمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبْتُمْ فُلُوهُكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [البقرة: ۲۲۵]

”بلا مقصد قسمیں کھانے پر خدا تم کو نہیں پکڑے گا۔ ہاں دل سے جو قسمیں تم نے کھائی ہیں ان پر وہ گرفت کرے گا اور خدا بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔“

(۲) یحییٰ بن النعمان:

یحییٰ بن النعمان یعنی جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا۔ اس کی تفصیل پہلے مگز رکھی ہے۔

(۳) یَمِین معلقہ:

یہ وہ قسم ہے جس کا تعلق مستقبل میں کسی کام سے ہو جیسے اللہ کی قسم! میں زید سے بات چیت نہیں کروں گا، اللہ کی قسم! فلاں کے گھر نہیں جاؤں گا، یا اپنی بیوی سے کہے: بخدا! تو زید یا عمر کے گھر مت جانا، وغیرہ۔ ایسی قسمیں کھانے والے کو چاہیے کہ وہ غور کرے، اگر قسم برقرار رہنے کے بجائے اسے توڑ دینا بہتر محسوس ہو تو قسم توڑ دے اور قسم کا کفارہ ادا کر دے مثلاً اگر کسی نے یہ قسم کہائی تھی کہ وہ اپنے فلاں بھائی یا اپنے باپ سے بات نہیں کرے گا یا فلاں دو جھگڑا کرنے والوں کے درمیان مصالحت نہیں کرائے گا تو اس کو چاہیے کہ قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کرے اور قسم والی حالت کو برقرار نہ رکھے، صحیح حدیث میں ہے:

((مَنْ حَلَفَ عَلٰی يَمِيْنٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهُ فَلْيَاْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَيُكْفِرْ عَنْ يَمِيْنِهِ))

”جس نے کوئی قسم کھائی، پھر اس سے بہتر کوئی چیز دیکھی تو اسے چاہیے کہ اس بہتر کام کو کر لے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔“

اور بعض روایتوں میں ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے ہی کفارہ ادا کر دے، بنا بریں ہر دو صورتیں جائز ہیں۔ خواہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرے یا بعد میں کفارہ دے۔ قسم کا کفارہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق یہ ہے:

﴿فَكْفَارَتُهُ اِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِيْنٍ مِنْ اَوْ سَطِ مَا تَطْعَمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفٰرَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاَحْفَظُوْا اَيْمَانَكُمْ﴾ [المائدہ: ۸۹]

”پس اس (قسم) کے کفارے میں دس مسکینوں کو متوسط درجے کا کھانا جو عموماً اپنے عیال کو کھلاتے ہو، کھلا دو یا ان کو لباس پہنا دو یا غلام آزاد کرو اور جس کو یہ کچھ میسر نہ ہو تو وہ تین روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا کر اس کے خلاف کرو اور اپنی قسموں کی خوب حفاظت کرو۔“

نیز اس بات پر تشبیہ بھی ضروری ہے کہ بعض شوہرائی بیویوں کے بارے میں بات بات پر طلاق کی قسم کھالیتے ہیں۔ یہ قسم کھانا اسلام کی نگاہ میں بدعت ہے کیونکہ شریعت کی رو سے اللہ کی قسم کھانی چاہیے یا اس کے کسی اسم، کسی وصف یا اس کے قرآن کی قسم کھانی چاہیے۔ ان کے علاوہ کسی اور چیز کی قسم نہیں کھانی چاہیے، نہ ایسی کوئی قسم منعقد ہوگی۔

علماء کا اس بارے میں بھی اختلاف ہے۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ طلاق کی قسم کی صورت میں اگر اس کی قسم ٹوٹ جائے تو طلاق واقع ہوگی مثلاً اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا تھا کہ ”اللہ کی قسم! اگر تو میرے گھر سے نکل کر اپنے گھر والوں کے ہاں گئی تو تجھے طلاق۔“

اس صورت میں اگر وہ گھر سے نکلے گی تو ان کے نزدیک اس پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ البتہ سہوایا جبر و اکراہ کی صورت میں طلاق نہیں ہوگی۔ بعض علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ اسے اپنی قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ پھر ایک مسلمان کی یہ شان نہیں ہونی چاہیے کہ ایسی عورت سے صحبت کرے جو حرمت و اباحت کے بین بین ہو، جب کہ اکثر علماء تحریم کے قائل ہیں کیونکہ ان کی رائے میں اس قسم کا اقدام وہی کرے گا جسے اپنے دین کی کوئی پروا نہیں ہوگی، ورنہ آخر اللہ کی قسم چھوڑ کر طلاق کی قسم کھانے کی کون سے مجبوری اسے درپیش تھی۔ [سطحہ]

[المحتمعات]

قص و موسیقی اور گانا بجانا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [لقمان: ۶]

”اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو فضول باتوں کو خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے بہکائیں۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت سے مراد

گانے بجانے کا دھندہ ہے۔ اسی طرح حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ، اور ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ كُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَجِلُّونَ الْجِرَّ وَالْحَرِيرَ وَالنَّعْمَرَ وَالْمَعَازِفَ.....))

[بمعاریح ۵۰۹۰]

”میری امت میں کچھ ایسے بد بخت پیدا ہوں گے جو زنا، رشیم، شراب اور گانے بجانے کے آلات کو حلال قرار دے لیں گے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ كُونَنَّ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ حَسَفٌ وَقَذْفٌ وَمَسْخٌ وَذَلِكَ إِذَا شَرِبُوا

الْعُمُورُ وَاتَّعَلُّوا الْقَيْنَاتِ وَضَرَبُوا بِالْمَعَازِفِ)) [السلسلة الصحيحه ج ۲۲۰۳]

”اس امت پر یہ عذاب آئیں گے: (۱) زمین میں دھنس جانا، (۲) پتھروں کی بارش ہونا (۳) اور شکل و صورت کا مسخ ہو جانا۔ یہ عذاب جب آئیں گے جب لوگ شرابیں پئیں گے، گانے والی لوٹریاں رکھیں گے اور آلات موسیقی بجا لیں گے۔“

میرے بھائی! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ نے ڈھول بجانے سے بھی منع فرمایا ہے اور بانسری، بین وغیرہ کے متعلق بھی یہ فرمایا ہے کہ یہ قاہرانہ اور احمقانہ آوازیں ہیں۔ علماء سلف میں سے امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ گانے بجانے کے تمام آلات مثلاً سارنگی، طبلہ، طنپور، بانسری، ہاجہ وغیرہ حرام ہیں۔ [ماسوائے دف کے]

یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ جس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے گانے بجانے کے آلات سے روکا ہے وہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے موسیقی کے تمام جدید آلات سارنگی، تاروں والے باجے (Zither) اور ج، پیانو (Piano) گٹار (Guitar) وغیرہ کو بھی شامل ہے۔ لہذا ان کے ممنوع ہونے میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہیے بلکہ گانے بجانے کے

پرانے آلات کی بہ نسبت موسیقی کے جدید آلات انسان کو مست کردینے میں زیادہ موثر کردار ادا کرتے ہیں۔ اور موسیقی کا نشہ تو شراب کے نشے سے بھی زیادہ قوی ہے جیسا کہ بعض اہل علم مثلاً ابن قیم وغیرہ نے اس حوالے سے روشنی ڈالی ہے۔

اور اگر موسیقی کے ساتھ کسی گلوکارہ اور مغنیہ کا گانا بھی شامل ہو جس کی پرفتنہ آواز لوگوں کو مست کر رہی ہوں تب تو اس کی حرمت اور بھی شدید اور گناہ اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے اور اگر گانے کے بول عشق و محبت پر مبنی ہوں اور عورتوں کے حسن و جمال کی عکاسی کرتے ہوں تب تو یہ مصیبت اور بھی سنگین ہو جاتی ہے۔ اسی لیے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ’گانے زنا کے ایلچی ہیں جو دل میں نفاق کا بیج بوتے ہیں۔

دور حاضر میں گانا بجانا اور رقص و موسیقی سب سے بڑا فتنہ بن گیا ہے اور مزید برآں مصیبت یہ ہے کہ اب تو موسیقی بہت سی چیزوں مثلاً گھڑیوں، گھنٹیوں، بچوں کے کھلونوں، کمپیوٹروں اور بعض ٹیلیفون سیٹوں وغیرہ میں بھی گھس آئی ہے۔ اس سے بچنا اور دور رہنا اب بہت حوصلہ طلب کام بن گیا ہے، ایمان میں مضبوط شخص ہی اس سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اللہ ہمیں اس گناہ سے بھی محفوظ رکھے۔ آمین!

غیبت

کسی مسلمان کی غیبت کرنا اور اس کی عزت سے کھیلنا ہماری محفلوں کی زینت اور ہماری خوش طبعی کا ایک ذریعہ بن گیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کام سے اپنے بندوں کو روکتے اور نفرت دلاتے ہوئے اسے ایک ناپسندیدہ اور بھیانک صورت کے ساتھ تشبیہ دی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ﴾

[سورة الاحقرات- ۱۲]

”اور تم میں سے کوئی شخص کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ یقیناً تم کو اس سے نفرت آئے گی۔“

حضور نبی کریم ﷺ نے غیبت کا مفہوم سمجھانے کے لیے اپنے صحابہ کرامؓ سے کہا:
 ((أَتَسْرُونَ مَا لِيْغِيْبُهُ؟ قَالُوا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ اَقَالَ: ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قَبْلَ: اَقْرَأْتِ اِنْ كَانَ فِيْ اَيْحَى مَا اَقُوْلُ؟ قَالَتْ: اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا نَقُوْلُ فَقَدْ اِعْتَبْتَهُ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ فَقَدْ بَهْتَهُ)) (صحیح مسلم (۲۰۰۱/۴))

”جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: غیبت یہ ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی کی ان باتوں کو بیان کرو جنہیں وہ ناپسند کرتا ہے۔ کسی پوچھنے والے نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اپنے بھائی کی جن ناپسندیدہ باتوں کو میں بیان کروں اگر وہ باتیں واقعی اس میں موجود ہوں تب بھی یہ غیبت شمار ہوگی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ ناپسندیدہ باتیں اس میں موجود ہوں تو پھر یقیناً تم نے اس کی غیبت کی، اور اگر وہ باتیں اس میں موجود ہی نہیں ہیں، تب تو تم نے اس پر بہتان طرازی کی ہے۔“

معلوم ہوا کہ اپنے کسی بھائی کی ان باتوں یا عیوب کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا جن کو وہ ناپسند کرتا ہو غیبت کہلاتا ہے، چاہے وہ عیوب اس کے جسم، دین، دنیا یا اس کی شخصیت، خلقت اور اخلاق وغیرہ سے متعلق ہوں۔ غیبت کی متعدد شکلیں ہیں مثلاً اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیوب لوگوں کے سامنے بیان کرنا، یا بطور مذاق اس کی کسی حرکت کی نقل اتارنا۔ غیبت کے بدترین گناہ اور قبیح ترین جرم ہونے کے باوجود لوگ اس میں بہت ہی بے احتیاطی کر رہے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((اَلرِّبَا اَلْاِنْسَانِ وَ سَبُّوْنَ اَبَا اَدْنَاهَا مِثْلُ اِتْيَانِ الرَّجُلِ اُمَّهُ، وَاِنْ اُرْتِيَ الرَّبَا اِسْتِطْلَاةً

الرَّجُلِ فِيْ عَرَضِ اَحْيَاةِهِ)) (سلسلة الاحاديث الصحيحة (ح) ۱۸۷۱)

”سود کے بہتر (۷۲) دروازے ہیں ان میں سب سے ہلکے درجے کا سود ماں کے ساتھ زنا کرنے کے برابر ہے اور سب سے بڑا سود اپنے کسی مسلمان بھائی کی عزت پر زبان درازی کرنا ہے۔“

اگر کوئی شخص کسی ایسی محفل میں موجود ہو جہاں کسی کی غیبت کی جارہی ہو تو غیبت کو روکنا اور جس کی غیبت کی جارہی ہو، اس مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کرنا اس پر واجب ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ اس عمل کی رغبت دلاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

((مَنْ رَدَّ عَنْ عَرَضٍ أَيْبَسَهُ رَدَّ اللَّهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [مسند

احمد (ج ۶ ص ۴۵۰) صحیح الجامع الصغیر (ح ۶۲۳۸)]

”جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جہنم کی آگ کو اس کے چہرے سے دور فرمائیں گے۔“

ٹوہ لگانا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبُوا﴾ [سورة الاحمرات - ۱۲]

”اور تم جا سو مت کرو۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ نَكَارُهُمْ صَبَّ فِي أذُنِهِ الْإِثْمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [المعجم الكبير (ج ۱۱ ص ۲۴۸) صحیح الجامع الصغیر (ح ۶۰۰۴)]

”جس نے کسی قوم کی ناپسندیدگی کے باوجود کان لگا کر چپکے سے ان کی باتوں کو سننے کی

کوشش کی، قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ بچھلا کر ڈالا جائے گا۔“

اور اگر کوئی شخص اس قوم کو نقصان پہنچانے کے لیے ان کی لاعلمی میں یہ باتیں آگے

دوسروں تک بھی پہنچاتا ہے تو وہ جاسوسی کے ساتھ ساتھ چغل خوری کا بھی ارتکاب کرتا ہے اور یہ بذات خود ایک دوسرا گناہ ہے جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا يَدْخُلُ الْحَنَّةَ قَتَاتٌ)) [صحیح بخاری مع فتح الباری (ج ۱۰ ص ۴۷۲)]

”چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔“

چغلی

چغلی یہ ہے کہ فساد پھیلانے کی نیت سے ایک کی باتیں دوسرے تک پہنچائی جائیں تاکہ لوگوں کے باہمی تعلقات بگاڑے جائیں۔ چغلی کا عمل حسد، بغض، کینہ اور دشمنی کی آگ بھڑکانے کا سب سے بڑا ہتھیار ہے اور ایسی حرکت کرنے والے کی اللہ تعالیٰ نے سخت مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

((وَلَا تَطْعَمُ كُلُّ حَلَاظٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَشَاءَ بِنُؤْمٍ)) [سورۃ القلم: ۱۰-۱۱]

” (اے محمد!) آپ ہر اس شخص کا کہنا نہ مانیں جو زیادہ قسمیں کھانے والا بے وقار، کینہ، عیب گو اور چغل خور ہو۔“

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْحَنَّةَ قَتَاتٌ)) [صحیح بخاری مع فتح الباری (ج ۱۰ ص ۴۷۲)]

”چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کے ایک باغ میں سے گزرے آپ نے دو مردوں کی آوازیں سنیں جنہیں قبر میں عذاب ہو رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((بُعْدَ بَانَ وَمَا بَعْدَ بَانَ فِى كَبِيرٍ ثُمَّ قَالَ - بَلَى (وَفِى رِوَايَةٍ: وَرَأَيْتُ لَكُمِىنَ سَكَانَ

أَحَدَهُمَا لَا يَسْتَرِيْرُ مِنْ بُوْرِهِ وَكَانَ الْآخَرُ يَمْسِيْهِ بِالنُّؤْمِ)) [بخاری ایضاً (۱/۳۱۷)]

”ان دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ پھر فرمایا: کیوں نہیں! یقیناً وہ گناہ بہت بڑا ہے جس کی وجہ سے ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔“

چغلی کی ایک بدترین شکل یہ ہے کہ میاں بیوی میں آپس کے تعلقات کو بگاڑنے کے لیے شوہر کو بیوی کے خلاف اور بیوی کو شوہر کے خلاف اُکسایا جائے۔ اسی طرح بعض ملازموں کا اپنے کسی دوسرے ملازم ساتھی کو نقصان پہنچانے کے لیے اس کی باتیں مینجیئر تک پہنچانا بھی چغلی کی ہی ایک قسم ہے اور یہ سب گناہ کے کام ہیں۔

علامہ احمد بن حنبلہ فرماتے ہیں کہ

”مشہور ہے کہ ایک غلام یہ کہہ کر نیلام کیا جا رہا تھا کہ اس میں اور تو کوئی عیب نہیں بس ایک چغلی کا مرض ہے۔ ایک شخص نے چغل خوری کو کوئی بڑا عیب نہ سمجھا اور اس کو خرید لیا۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ غلام نے مالک کی بیوی سے چغلی کھاتے ہوئے کہا کہ تمہارا میاں دوسری شادی کرنا چاہتا ہے یا درپردہ دوسری عورتوں کی طرف مائل ہے، اور اسے یہ پٹی پڑھائی کہ وہ استرا لے کر اس کے گلے کے پاس کے کچھ بال مونڈ لائے تاکہ اس پر وہ جادو کر دے۔ عورت نے اس کی بات کو سچ سمجھ لیا اور تہیہ کر لیا کہ آج رات وہ یہ کام ضرور کرے گی۔ ادھر یہ غلام مالک کے پاس آیا اور چغلی کھائی کہ تمہاری بیوی نے آشکارہ چھوڑا ہے اور اس سے اس کو محبت ہے اور آج رات وہ تمہیں قتل کر ڈالنے کے ارادے سے آئے گی۔ یقین نہ ہو تو سونے کا ڈھونگ رچانا، تمہیں آپ معلوم ہو جائے گا۔ مالک نے اس کی بات کو صحیح سمجھ لیا اور رات بظاہر سوتا بنا، تھوڑی دیر کے بعد اس کی بیوی آئی اور چپکے سے اس کے حلق کے بال مونڈ ہنا چاہے۔ مالک پہلے ہی بیدار تھا اس نے سوچا تو صحیح کہہ رہا تھا اس نے جھٹ بیوی کے ہاتھ سے استرا

لیا اور اس کو ذبح کر ڈالا۔ دوسرے دن چر چاہوا، میکے والوں نے جو دیکھا کہ ان کی لڑکی کو کاٹ ڈالا گیا ہے تو انہوں نے میاں کو بھی موت کے گھاٹ اتاڑ دیا اور محض اس چغل خوری کی بدولت دونوں خاندانوں میں ٹھن گئی اور سخت خون خرابہ ہوا۔“

علامہ ابن حجرؒ نے چغل خور کے شر سے بچاؤ کے لیے کچھ مفید تدابیر بھی ذکر کی ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ جس کسی کے خلاف چغلی کھائی جائے اور اس سے کہا جائے کہ فلاں آدمی تمہارے بارے میں یوں کہتا ہے یا تمہارے خلاف یہ کر رہا ہے، یا فلاں سازش کر رہا ہے یا تمہارے دشمنوں کا ساتھ دے رہا ہے، یا تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ رکھتا ہے یا اسی قسم کی چکنی چڑی باتیں کہے تو اس شخص کو ان چھ باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:

۱۔ ہرگز اس کی تصدیق نہ کرے کیونکہ چغل خور فاسق ہے اور اس کی گواہی مردود ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِمَهَالَةٍ فَتُصِيبُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾ [المحمرات: ۶]

”اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تم اس کی بات کی تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تم کسی قوم سے الجھ پڑو، پھر خود ہی اپنے کیے پر شرمندہ ہو جاؤ۔“

۲۔ چغل خور کو اس کی عادت بد سے روکے اور ہمدردی کے لہجے میں اس کی خرابی اس کے سامنے ظاہر کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [لقمان: ۱۷]

”معروف کا حکم دو اور منکر سے روکتے رہو۔“

۳۔ اللہ کے لیے چغلی خور سے نفرت رکھو کیونکہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھے، اس سے ہمیں بھی بغض رکھنا چاہیے۔

۴۔ اپنے دوستوں اور عزیزوں کے بارے میں بدگمانی نہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ [الحجرات: ۱۲]

”اے ایمان والو! زیادہ بدگمانی سے بچو کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہے۔“

۵۔ چغل خور جو کچھ کہہ دے اس کی بات میں آ کر بے جا تجسس اور کھود کرید نہ کرو کیونکہ یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَجَسَّسُوا﴾ [الحجرات: ۱۲]

”اور تجسس مت کرو۔“

۶۔ چغل خور کو جس بات سے تم خود منع کرنے جا رہے ہو خود اس کے مرتکب نہ بنو، نہ اس کی چغلی کرتے ہوئے دوسروں سے کہتے پھرو کہ فلاں ایسا ایسا کہتا تھا، ورنہ تم بھی چغل خور یا غیبت کرنے والوں کے زمرے میں داخل ہو جاؤ گے، یا جس سے تم نے دوسروں کو منع کیا خود اس کے مرتکب بنو گے۔ مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے پاس کوئی شخص آیا اور کسی دوسرے شخص کے بارے میں اس نے کوئی بات کہی۔ آپ نے فوراً اس سے کہا: تم چاہو تو ہم تمہارے بارے میں تحقیق کریں گے۔ اگر تم نے جھوٹ کہا تو تمہارا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا﴾ [سورة الحجرات: ۶]

”اگر تمہارے پاس کوئی خیر لائے تو اس کی تحقیق کر لو“ [یعنی پھر تم پر فسق کا حکم لاگو ہوگا]

اور اگر تم نے سچ کہا تو تمہارا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿مِمَّا زَمَّامُوا وَمِمَّا زَمَّامُوا﴾ [سورة القلم]

”اُکسانے والے اور ادھر ادھر لگانے (چغلی کھانے) والے۔“ [یعنی پھر تم پر چغل خوری

کا حکم لاگو ہوگا]

اور چاہو تو ہم تمہیں معاف کر دیں۔ اس نے کہا امیر المومنین میں معافی چاہتا ہوں۔

آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا!

سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال

گھریلو استعمال کی چیزیں فروخت کرنے والی بے شمار دکانوں میں آج کل خالص سونے چاندی کے یا سونے چاندی کے پانی سے روغن کیے ہوئے برتن بیچے جا رہے ہیں۔ اسی طرح امیروں کے گھروں اور عالی شان ہوتلوں میں بھی اس قسم کے برتن دیکھنے میں آئیں گے بلکہ اب تو مختلف تقریبات میں لوگ سونے چاندی کے برتن ایک دوسرے کو بطور تحائف بھی پیش کرنے لگے ہیں۔ بعض لوگ اپنے گھروں میں تو سونے چاندی کے برتن نہیں رکھتے مگر دوسروں کے ہاں جا کر یا شادی بیاہ کی تقریبات میں وہ بھی ان برتنوں کا آزادانہ استعمال کرتے ہیں۔ اسلام کی نگاہ میں ایسا کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے کیونکہ ان برتنوں کے استعمال کے متعلق نبی کریم ﷺ نے بہت سخت وعید سنائی ہے، چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْبَيْتَ بِمَا كُفِّلَ أَوْ يَشْرَبُ فِي آيَةِ الْفِضَّةِ وَاللَّعَبِ إِنَّمَا يُخْرِجُ رُفِي بَطْنِهِ نَارًا

حَدَّثَنَا)) [صحیح مسلم (۱۶۳۴/۳)]

”جو شخص سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھاتا پیتا ہے درحقیقت وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ کے گھونٹ بھرتا ہے۔“

سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کی حرمت کا یہ حکم ان کے برتنوں اور کھانے پینے میں استعمال ہونے والے تمام قسم کے چمچوں، چھریوں، کانٹوں، ڈشوں، پلیٹوں اور شادی بیاہوں میں پیش کیے جانے والے سونے چاندی کے مٹھائی ڈبوں سب کو شامل ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم سونے چاندی کے برتن استعمال تو نہیں کرتے لیکن محض ڈیکوریشن کے لیے انہیں شوکیس میں سجا کر رکھتے ہیں حالانکہ اس کبیرہ گناہ کا مکمل سد باب کرنے اور بطور پیشگی احتیاط کے انہیں ڈیکوریشن کے لیے رکھنا بھی جائز نہیں۔

مردوں کے لیے سونا پہننا

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ((أَجَلٌ لِّنِسَاءِ أُمَّتِي الْحَرِيرُ وَاللَّعْبُ وَحُرْمَ عَلَي دُكُورِهِنَّ)) [مسند
 احمد ج ۴ ص ۳۹۳] صحیح الجامع الصغیر (ح ۲۰۷)
 ”میری امت کی عورتوں کے لیے ریشم اور سونا جائز قرار دیا گیا اور مردوں پر اسے حرام
 کیا گیا ہے۔“

نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج کل ہزار ہا مردوں کے لیے بھی سونے کی
 مصنوعات مثلاً گھڑیاں، ٹیکس، ہٹن، قلمیں، زنجیریں، کی رنگ وغیرہ بکثرت موجود ہیں۔
 مردوں کے لیے یہ چیزیں خالص سونے سے یا سونے کے پانی سے پالش کر کے تیار کی جاتی
 اور فروخت کی جاتی ہیں۔ اسی طرح مردوں کے لیے سونے کے استعمال کے حوالے سے
 ایک برائی یہ بھی ہے کہ بعض انعامی مقابلوں میں جیتنے والوں کے لیے سونے کی مردانہ
 گھڑیاں تقسیم کی جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک آدمی
 کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اسے اترا دیکر پھینک دیا اور فرمایا:

((بِعَيْدٍ أَحَدُكُمْ إِلَى حَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَحَعَلَهَا فِي يَدِهِ؟)) [صحیح مسلم ۱۶۵۰۳]

”تم میں سے کوئی شخص دیدہ و دانستہ آگ کا انگارہ اپنے ہاتھ میں کیوں پہنتا ہے؟“

جب اللہ کے رسول ﷺ چلے گئے تو لوگوں نے اس آدمی سے کہا کہ اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور
 اس سے کوئی جائز فائدہ اٹھا لیتا۔ مگر اس آدمی نے کہا: جس انگوٹھی کو رسول اللہ ﷺ نے اتار
 کر پھینک دیا ہے اب اللہ کی قسم میں اسے ہرگز نہ اٹھاؤں گا۔“

صہب مخالف کی مشابہت کرنا

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے یہ فطری اصول مقرر کیا ہے کہ مرد اپنی اس مردانگی کو برقرار رکھے جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا اور عورت اپنے اس زنانہ پن کی حفاظت کرے جس پر اس کی تخلیق ہوئی ہے اور یہ وہ قانون فطرت ہے کہ جس پر عمل پیرا ہوئے بغیر لوگوں کا نظام زندگی درست طور پر نہیں چل سکتا۔ لہذا مردوں کا عورتوں اور عورتوں کا مردوں کے ساتھ مشابہت کرنا اس انسانی فطرت کے اصول کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اس سے فساد کے دروازے کھلتے، اور معاشرے میں جنسی بے راہ روی کو فروغ ملتا ہے۔

صہب مخالف کی مشابہت کرنا قرآن و سنت کی تعلیمات کی رو سے ایک حرام کام ہے کیونکہ قرآن و سنت میں اگر کسی کام کو موجب لعنت قرار دیا گیا ہو تو یہ اس کام کے حرام اور کبیرہ گناہ ہونے کی واضح دلیل ہے اور صہب مخالف کی مشابہت اختیار کرنے کو لعنتی کام قرار دیا گیا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ

بِالرِّجَالِ)) [بخاری مع الفتح (ج ۱۰ ص ۳۳۲)]

”رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔“

علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ایک روایت میں ہے:

((لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ)) [بخاری]

”عورتیں بننے کی کوشش کرنے والے مردوں اور چال ڈھال میں مرد بننے کی کوشش کرنے والی عورتوں پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔“

صہب مخالف کی مشابہت کے سلسلہ میں یہ یاد رہے کہ کبھی تو یہ مشابہت حرکات و سکنات

”اللہ کی قسم! (عورتوں سے بیعت لیتے وقت بھی) رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کسی غیر حرم عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا بلکہ آپ ﷺ صرف زبانی کلامی ہی عورتوں سے بیعت لیا کرتے تھے۔“ [مسند احمد (ج ۳ ص ۱۴۸۹)]

بعض بد بخت شوہر ایسے بھی ہیں کہ ان کی پاکباز بیویاں ان کے بھائیوں یعنی اپنے دیوروں، جیٹھوں سے ہاتھ نہ ملائیں تو وہ انہیں طلاق کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ ایسے شوہروں کو اللہ سے ڈر جانا چاہیے۔ یہاں اس بات کی وضاحت کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ پر کپڑا وغیرہ رکھ کر بھی عورت سے مصافحہ کرنا جائز نہیں۔

عورت کا خوشبو لگا کر مردوں کے پاس سے گزرنا

کسی عورت کا خوشبو لگا کر گھر سے نکلنا اور اسی حالت میں مردوں کے پاس سے گزرنا حرام ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس فعل سے جس قدر سختی کے ساتھ ہمیں روکا اور منع کیا ہے اسی قدر یہ چیز آج ہمارے زمانے میں عام ہو چکی ہے۔ حدیث نبویؐ ہے:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ اسْتَعْفَطَتْ ثُمَّ مَرَّتْ عَلَى الْقَوْمِ لِيَجْهَلُوا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ)) [احمد

(ج ۴ ص ۱۱۸) صحیح الجامع الصغیر (ح ۱۰۵)]

”جو عورت خوشبو لگا کر کسی قوم کے پاس سے گزری تاکہ لوگ اس کی خوشبو محسوس کریں،

ایسی عورت بدکارہ اور زانیہ ہے۔“

اس مسئلہ میں بعض عورتیں اس قدر غفلت سے کام لیتی ہیں کہ خوشبو لگا کر اپنی گاڑی کے ڈرائیور، دکاندار، یا سکول کے گیٹ کیپر کے پاس سے گزرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتیں جبکہ اسلام نے اس مسئلہ میں اس قدر سختی برتی ہے کہ خوشبو استعمال کرنے والی عورت اگر کسی کام کے لیے گھر سے باہر جانا چاہے خواہ مسجد میں جانے کا ہی ارادہ کیوں نہ ہو، مگر جب تک وہ غسل جنابت کی طرح مکمل غسل نہ کر لے تب تک گھر سے باہر قدم نہیں رکھے

بڑھاپے کی وجہ سے نمایاں ہونے والے سفید بالوں کو سیاہ خضاب سے رنگنے کا عمل لوگوں میں عام رواج پاچکا ہے حالانکہ اس میں بہت سی خرابیاں ہیں مثلاً اپنے آپ کو جوان ظاہر کر کے لوگوں کو دھوکا دفریب دینا اور اپنی اصل حقیقت کو چھپا کر جھوٹی صورت سے دل بہلانا۔ بے شک یہ طرز عمل انسان کی عادات پر بہت برا اثر ڈالتا ہے، اس سے انسان ایک قسم کی خود فریبی اور دھوکے میں مبتلا رہتا ہے۔

بالوں کے رنگنے کے سلسلہ میں یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے سفید بالوں کو زرد یا سرخ یا براؤن رنگ کی مہندی وغیرہ سے رنگتے تھے اور جب فتح مکہ کے دن (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد) ابو قافہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو اس وقت ان کے سر اور واڑھی کے بال انتہائی سفید ہونے کی وجہ سے یوں محسوس ہوتے تھے جیسے سفید پھولوں والا کوئی پودا ہو۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((عَبَّرُوا هَذَا بِشَيْءٍ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ)) [صحیح مسلم (ج ۳ ص ۱۶۶۳)]

”ان کے سفید بالوں کو کسی چیز (سے رنگ کر) بدل دو اور سیاہی سے بچو۔“

یعنی سیاہ خضاب کے علاوہ کوئی اور رنگ استعمال کرو [صحیح قول کے مطابق اس مسئلے میں عورت کا حکم بھی مرد کی طرح ہی ہے یعنی عورت کے لیے بھی اپنے سفید بالوں کو سیاہ خضاب سے رنگنا درست نہیں۔

جھوٹا خواب بیان کرنا

معاشرے میں سستی شہرت، غلبہ، مالی مفاد، یا دشمنوں کو ڈرانے دھمکانے کے لیے بعض لوگ جھوٹے خواب بیان کرتے ہیں اور بہت سے جاہل عوام بھی ایسے جھوٹے خوابوں کی سچائی پر بڑا اعتقاد رکھتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں جھوٹے خواب بنا کر خوب دھوکا دیا جاتا ہے حالانکہ جھوٹے خواب سنانے والوں کے متعلق بہت سخت وعید آئی ہے چنانچہ نبی

اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((إِنَّ مِنْ أَكْظَمِ الْفِرْيَاءِ أَنْ يُدْعِيَ الرَّجُلُ إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ أَوْ يُرَى عَيْنَهُ مَا لَمْ تَرَ وَيَقُولُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا لَمْ يَقُلْ)) [صحیح بخاری مع الفتح (ج ۶ ص ۵۴۰)]

”سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ کوئی اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کرے یا ایسا خواب دیکھنے کا دعویٰ کرے جو اس نے نہ دیکھا ہو اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو آپ ﷺ نے نہیں فرمائی۔“

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كَلَّفَ أَنْ يَقِفَ بَيْنَ شَجِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَقُولَ)) [بخاری

ایضاً (ج ۱۲ ص ۴۲۷)]

”جس نے کوئی جھوٹا خواب بیان کیا جو اس نے نہیں دیکھا تو اسے قیامت کے دن یہ مشکل کام سونپا جائے گا کہ وہ جو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگائے اور وہ ہرگز ایسا نہ کر سکے گا۔“

پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنا

ہمارے دین اسلام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس نے ہر اس کام کا حکم دیا ہے جو انسان کی حالت کو بہتر سے بہتر بنائے مثلاً گندگی اور ناپاکی ختم کرنے کا حکم دیا اور اسی لیے قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد مٹی کے ڈھیلے استعمال کرنے یا پانی سے استنجا کرنے کو ضروری قرار دیا گیا، اسی طرح استنجا کرنے کا وہ طریقہ بھی بتا دیا جس سے خوب صفائی اور طہارت حاصل ہوتی ہے۔

بعض لوگ نجاست کے سلسلہ میں بہت سستی برتتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے بدن اور کپڑے نجاست سے لبریز رہتے ہیں۔ اور ایسی حالت میں پڑھی جانے والی ان کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ نجاست سے بچاؤ کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ

پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنا عذابِ قبر کا سبب ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ایک باغ سے گزرے تو آپ نے دو مردوں کی چیخ و پکار سنی جنہیں قبر میں عذاب ہو رہا تھا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انہیں قبر میں عذاب ہو رہا ہے اور انہیں کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ پھر فرمایا: کیوں نہیں! وہ واقعی بڑا گناہ ہے۔ ان میں سے ایک اپنے پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا

چغل خور تھا۔ [بخاری مع الفتح (ج ۱ ص ۳۱۷)]

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

((أَكْثَرُ عَذَابِ الْقَبْرِ فِي الْبَوْلِ)) [احمد (ج ۲ ص ۳۲۶) صحیح الجامع (ج ۱۲۱۳)]

”زیادہ تر پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے قبر کا عذاب ہوتا ہے۔“

پیشاب کے چھینٹوں سے عدم پرہیز کی صورت یہ بھی ہے کہ قضاے حاجت کے دوران پیشاب ختم ہونے سے پہلے ہی آدمی جلدی سے اٹھ کھڑا ہو یا جان بوجھ کر ایسی حالت میں یا ایسی جگہ پر پیشاب کرے جہاں سے پیشاب کے چھینٹے اس کے جسم اور کپڑوں پر لوٹ کر انہیں ناپاک کرتے ہوں یا آدمی پیشاب سے فارغ ہو کر مٹی کے ڈھیلے استعمال نہ کرے یا پانی سے استنجا ہی چھوڑ دے یا کسی بھی چیز سے استنجا کیے بغیر ہی اٹھ کھڑا ہو۔

آج کل مسلمانوں کی کافروں کے ساتھ مشابہت اور نقالی اس درجے تک پہنچ گئی ہے کہ اب کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے لیے دیواروں میں نصب مخصوص پیالہ نما لیٹرینیں بنائی گئی ہیں، جہاں پردے کا اہتمام بھی نہیں ہوتا اور ہر آنے جانے والے کے سامنے بغیر کسی شرم و حیا کے پیشاب کیا جاتا ہے پھر پیشاب سے فارغ ہو کر استنجا کیے بغیر ہی گندگی کی حالت میں کپڑا اوپر کر لیا جاتا ہے۔ اس طرح بیک وقت دو حرام کاموں کا ارتکاب کیا جاتا ہے ایک تو لوگوں کی نگاہوں سے اپنی شرمگاہ کی پردہ پوشی نہ کرنے کا اور دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کا۔ اللہ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، اے اللہ کے رسول! مجھے اپنی اچھائی یا برائی کا کیسے پتہ چل سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا سَمِعْتَ جِيرَانَكَ يَقُولُونَ: قَدْ أَحْسَنْتَ فَقَدْ أَحْسَنْتَ وَإِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُولُونَ:

قَدْ أَسَأْتُ فَقَدْ أَسَأْتُ)) [احمد (ج ۱ ص ۱۰۲) صحیح الجامع (ح ۶۲۳)]

”اگر تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتا سناؤ کہ تم نے اچھا کیا تو سمجھ لو کہ تم اچھے ہو اور اگر تمہارے پڑوسی یہ کہیں کہ تم نے برا کیا تو پھر جان لو کہ تم برے ہو۔“

پڑوسی کو تکلیف پہنچانے کی کئی ایک صورتیں ہیں مثلاً

☆..... اپنے اور پڑوسی کے درمیان مشترکہ دیوار میں پڑوسی کو شہتیر، گاڈر وغیرہ رکھنے سے روکنا۔

☆..... پڑوسی کی اجازت کے بغیر اپنی عمارت کو اتنا بلند کرنا کہ پڑوسی سورج کی شعاعوں اور ہوا سے محروم ہو جائے۔

☆..... اپنے گھر کے روشن دانوں کا رخ پڑوسی کے گھر کی طرف کرنا اور پھر ان کھڑکیوں سے اپنے پڑوسی کے گھر جھانکنا۔

☆..... دروازے کھٹکھٹانے اور چیخ و پکار کی پریشان کن آوازوں سے پڑوسی کو تکلیف دینا، بالخصوص نیند اور راحت کے اوقات میں۔

☆..... پڑوسی کی اولاد کو مارنا پیننا، یا پڑوسی کے دروازے پر کوڑا کرکٹ پھینکنا۔

اگر مذکورہ بالا کام بالکل ساتھ والے پڑوسی کے ساتھ کیے جائیں تو پھر گناہ اور بھی بڑھ جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَنْزِيَّ الرَّجُلُ بَعْشَرَ نِسْوَةٍ أَيْسَرُ عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يَنْزِيَّ بِأَمْرَأَةٍ حَارِهِ..... لَا أَنْ يَسْرِقَ

الرَّجُلُ مِنْ عَشْرَةِ آيَاتٍ أَيْسَرُ عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يَسْرِقَ مِنْ بَيْتِ حَارِهِ)) [الادب المفرد،

از: امام بخاری (۱۰۳)]

”کسی آدمی کا پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کرنا، دس عورتوں کے ساتھ زنا کر لینے سے زیادہ بڑا گناہ ہے..... اور کسی آدمی کا پڑوسی کے گھر سے چوری کرنا، دس گھروں سے چوری کر لینے کی بہ نسبت زیادہ بڑا گناہ ہے۔“

بعض بد بخت ایسے بھی ہیں کہ جب ان کا پڑوسی رات کی ڈیوٹی پر ہو تو وہ اس کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے گھر میں گھس کر اس کی عزت سے کھیلتے ہیں۔ ایسے بد بخت غداروں کے لیے قیامت کے دن دردناک عذاب، ہلاکت اور تباہی ہوگی۔ پڑوسی سے حسن سلوک کے سلسلہ میں شیخ احمد بن حنبل نے مزید درج ذیل روایات ذکر کی ہیں:

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُحِبَّ لِجَارِهِ أَوْ قَالَ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّهُ لِنَفْسِهِ)) [مسلم]

”اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان والا نہیں ہوگا، جب تک کہ وہ اپنے پڑوسی یا اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو وہ خود اپنے لیے کرتا ہے۔“

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ سے عرض کیا:

((يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ فُلَانَةٌ تَدُكُّرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصَنَفَتِهَا وَصِيَامِهَا غَيْرَ أَنَّهُمَا تُؤْذِي جِيرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِيَ النَّارُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنْ فُلَانَةٌ تَدُكُّرُ مِنْ قَلْبِهَا وَصِيَامِهَا وَصَلَاتِهَا وَأَنَّهَا تَتَصَدَّقُ بِالْأَتْوَارِ مِنَ الْإِقِطِ وَلَا تُؤْذِي جِيرَانَهَا قَالَ هِيَ فِي الْحَنَّةِ)) [احمد، ہزار، ابن حبان، حاکم و صحیحہ]

”یا رسول اللہ! فلاں عورت اپنی نطی نماز، خیرات اور روزوں کی کثرت کی وجہ سے بڑی مشہور ہے البتہ ساتھ ہی وہ اپنی پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ستاتی ہے، تو آپ نے فرمایا:

”وہ جہنم میں جائے گی۔“ پھر عرض کیا گیا یا رسول اللہ! فلاں عورت اپنی کم نماز اور کم روزوں کی وجہ سے مشہور ہے اور بس خیر کا بڑا کلمہ خیرات کرتی ہے لیکن پڑوسیوں کو ستاتی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ”وہ جنت میں جائے گی۔“

☆..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

((مَا زَالَ جِبْرِئِيلُ يُؤَمِّنُنِي بِالْحَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُورِيهِ)) (مسلم)

”حضرت جبرئیل مجھے پڑوسی کی بابت اس قدر تاکید کرتے رہے کہ میں سمجھنے لگا کہ اسے وراعت بھی دی جائے گی۔“

اس مقام پر رک کر ایک مسلمان کو سوچنا چاہیے کہ آخر پڑوسی کا مرتبہ کتنا بلند ہے کہ حضرت جبرئیل بھی رسول اللہ ﷺ کو پڑوسی کے حق میں وصیت کرتے ہیں اور پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی اس قدر تاکید فرماتے ہیں کہ آپ نے خیال فرمایا کہیں اللہ تعالیٰ ایک پڑوسی کے مرنے پر دوسرے پڑوسی کو اس کا وارث نہ ٹھہرا دے۔

معلوم ہوا کہ مسلمان کو اپنے پڑوسی کا اکرام کرنا چاہیے اور پڑوسی کو ستانا سخت گناہ کبیرہ ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی اس قدر تاکید کے باوجود ہم عام مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ پڑوسی کے حقوق کی رعایت نہیں کرتے بلکہ انہیں کبھی زبان سے اور کبھی ہاتھ پاؤں سے ستاتے ہیں کبھی بالواسطہ انہیں تنگ کرتے ہیں مثلاً اپنے گھر کی چھت اتنی اونچی رکھتے ہیں کہ ہمسایہ کی عورتوں پر نظر پڑتی ہے، یا گھر کا بیت الخلاء کچھ ایسا بناتے ہیں کہ اس کی بدبو سے پڑوسی کو تکلیف پہنچتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایک طرف ان ایذا رسانوں کو دیکھیے اور دوسری طرف قرآن پاک کی آیات اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو دیکھیے جن میں بدسلوکی اور ایذا رسانی کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔ درحقیقت جہالت اور ایمانی کمزوری کی وجہ سے انسان عقل، شرع، رسم و رواج اور اخلاق و کردار کی پوری خلاف ورزی کرتا ہے اور مروت و شرافت، غیرت اور کسی قسم کی ممانعت کو خاطر نہیں لاتا جب کہ زمانہ جاہلیت میں عرب بھی

پڑوسی کے حقوق کی رعایت کرنے پر فخر کرتے تھے اور ایسا کرنے والے کو معزز ترین انسان سمجھتے تھے۔ سموں شاعر کہتا ہے۔

نعیرنا انا قلیل عدیدنا فقلت لہان الکرام قلیل
”وہ ہمیں عار دلاتی ہے کہ ہماری تعداد کم ہے، میں نے اس سے کہا کہ حقیقت میں
اشراف (معزز) کم ہی ہوتے ہیں۔“

وما ضرنا انا قلیل وجارنا عزیز و جارا لا کثرین ذلیل
”یہ کوئی تکلیف دہ بات نہیں کہ ہم کم ہیں اور ہمارے پڑوسی تو ہمیں عزیز ہیں جب کہ
اکثر لوگوں کے پڑوسی ذلیل ہوتے ہیں۔“

جب یہ معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت کا نہایت اکھڑ معاشرہ بھی پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت کرتا تھا اور کافر و مشرک ہونے کے باوجود ان کے ساتھ عزت سے پیش آتا تھا تو غور فرمائیے کہ مسلمانوں کو ان کا کتنا لحاظ رکھنا چاہیے، جنہیں کتاب و سنت سے اس کی تعلیم ملتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول انہیں حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتے اور طرح طرح سے اس کی تاکید کرتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت بطور خاص کرنی چاہیے، خواہ پڑوسی کتنے ہی برے کیوں نہ ہوں۔ ابن وردی پر خدا رحم کرے انہوں نے کیا خوب کہا ہے:

دار جارا السوء لوجار وان لم تجد صبرا فما حلی النقل
”برا پڑوسی اگر ظلم کرے تو تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اگر صبر نہ کر سکو تو کہیں اور
منتقل ہو جاؤ کہ کہیں اور منتقل ہو جانا پڑوسی سے لڑنے کے مقابلہ میں کتنا پر لطف ہے۔“

پڑوس کی کیا حد ہے؟

اس بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جہاں تک پکار سنائی دے وہاں تک پڑوس ہے۔ حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ ہر طرف سے چالیس گھروں

تک پڑوس پڑتا ہے۔ اسی کے مطابق الادب المفرد میں حضرت حسن سے منقول ہے کہ حسن و سلوک میں جو زیادہ قریب ہو اس کی رعایت زیادہ کی جائے گی، چنانچہ قریب دروازے والے پڑوسی کے ضمن میں امام بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ، میرے دو پڑوسی ہیں ان میں سے کس کے پاس میں تحفہ بھیجوں؟ آپ نے فرمایا جس پڑوسی کا دروازہ زیادہ قریب ہو۔“

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی ضمن میں یہ بھی مطلوب ہے کہ مسلمان اپنے پڑوسی کے ساتھ حسب توفیق تحفہ تحائف کا تبادلہ کرے۔ جب اس کا سامنا ہو سلام کلام میں پیش قدمی کرے، خوش دلی سے ملاقات کرے، اس کی خیر خیریت پوچھے، اگر اسے کوئی ضرورت پیش ہو تو اس کی مناسب مدد کرے، اعانت چاہے تو اس کی اعانت کرے، قرض مانگے تو قرض دے، نادار ہو تو اسے بے نیاز کر دے، بیمار ہو تو عیادت کرے، اس کو کوئی مسرت پہنچے تو مبارک باد دے، مصیبت پہنچے تو اس کی تعزیت کرے، مرجائے تو اس کی جنازے میں شریک ہو، اپنے گھر کی دیواریں اتنی اونچی نہ اٹھائے کہ اسے تازہ ہوا نہ مل سکے لیکن اگر وہ راضی ہو تو مضائقہ نہیں۔ اپنی ہانڈی کی خوشبو سے پڑوسی کو تکلیف نہیں دینی چاہیے بلکہ تھوڑا بہت اس کے ہاں بھی پہنچا دینا چاہیے۔ کوئی میوہ خریدے تو اس کے گھر بھی بھیجے اور اگر یہ سب نہ کر سکے تو کم از کم اسے میل جول اور بات چیت سے خوش رکھے اور اپنے بچے کے ہاتھ میں کوئی میوہ دے کر اسے باہر نہ جانے دے کہ پڑوسی کے بچوں کو اس سے تکلیف پہنچے گی۔

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ بدسلوکی کی بھی تمام قسموں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ خواہ یہ بدسلوکی ظاہری ہو یا باطنی، اور نیک اور بد پڑوسی کے لحاظ سے بدسلوکی ن نوعیت بھی بدلتی ہے مختصر یہ کہ پڑوسی کے ساتھ خیر و خوبی کا برتاؤ کرے اور اس کی بھلائی اور نیک ہدایت

کا طالب ہو، حتیٰ الوسع اسے اذیت نہ پہنچائے البتہ اگر زبانی یا عملی طور پر نصیحت کے لیے اسے کچھ کہنا پڑ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اگر پڑوسی غیر صالح ہو تو اس کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ جو برائی وہ کرے اس سے اسے باز رکھنے کی کوشش کرے اور اس کے رجبے کے مطابق اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے، یعنی پڑوسی کا جو مقام ہے اور جس انداز سے سمجھانا اس کے لیے مناسب ہو اس طریقے کو اختیار کرے۔ کافر پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ مناسب طریقے سے اس کے سامنے اسلام پیش کرے، اسلام کے محامن سے اس کو متعارف کرائے، اور نرمی کے ساتھ اس کو ترغیب دے۔

فاسق پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی صورت یہ ہے کہ اس کے حسب حال نرمی سے اس کے ساتھ پیش آئے۔ دوسروں کے سامنے اس کی لغزشوں کو ڈھانکے۔ ان باتوں کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نظر آئے تو تھیک ہے ورنہ اس کے حال پر اسے چھوڑ دے اور اسے بتادے کہ سرزنش اور تنبیہ کی خاطر اسے اس کے حال پر چھوڑ رہا ہوں۔

ایسے شخص پر لعنت بھیجنا جو لعنت کا مستحق نہ ہو

بہت سے لوگ غصے کے وقت اپنی زبان پر قابو نہیں پاتے اور جلد بازی میں انسانوں، جانوروں، پتھروں، پودوں، دونوں، گھنٹوں اور بسا اوقات خود اپنے آپ اور اپنی اولاد کو بھی لعن طعن کرنے لگتے ہیں۔ شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو لعن طعن کرتی ہے حالانکہ اس طرح لعن طعن کرنا خطرناک حد تک برا ہے۔ حضرت ابو زید ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهِ)) [بخاری مع الفتح (ج ۱۰ ص ۴۶۵)]

”کسی مومن پر لعنت بھیجنا اسے قتل کرنے کے برابر ہے۔“

عام طور پر لعن طعن کا استعمال زیادہ تر عورتوں کی طرف سے ہوتا ہے اس لیے نبی ﷺ

نے فرمایا کہ عورتیں بکثرت جہنم میں اس لیے جائیں گی کیونکہ وہ لعن طعن بہت کرتی ہیں۔ ایک حدیث کے مطابق کثرت سے لعنت کرنے والے قیامت کے دن کسی کی سفارش نہیں کر سکیں گے۔ سب سے بڑھ کر خطرہ یہ ہے کہ اگر ناجائز طور پر کسی غیر مستحق شخص پر لعنت بھیجی جائے تو وہ لعنت خود لعنت بھیجنے والے پر پلٹ آتی ہے اور یوں وہ خود اپنے خلاف ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کی بددعا کرتا ہے!

نوحہ کرنا

عام طور پر بعض عورتیں کسی قریبی عزیز کی موت پر بلند آواز سے چیخ و پکار کرتیں، رورو کر میت کی خوبان بیان کرتیں، اپنے چہروں پر طمانچے مارتیں، گریبان چاک کرتیں، کپڑے پھاڑتیں، بال مندواتیں، یا مین کرتے ہوئے بال کھینچتی اور جسم نوجتی ہیں۔ اس حالت کو احادیث میں نوحہ کہا گیا ہے اور اس طرح نوحہ کرنا اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر ناپسندیدگی اور مصیبت پر بے صبری کی علامت ہوتا ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ نے ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے، چنانچہ حضرت ابواملہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَنْ الْعَامِشَةَ وَحَبَّهَا وَالشَّاقَّةَ حَبَّيْهَا وَالذَّاعِيَةَ بِالْقَوْلِ

وَالشُّبُوءِ)) (ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۰۵ صحیح الجامع ج ۸ ص ۵۰۶)

”میت پر نوحہ کرتے ہوئے اپنے چہرے کو نوپنے والی، گریبان چاک کرنے والی، اور اپنے خلاف مصیبت، ہلاکت اور بربادی کی بددعا کرنے والی عورت پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔“

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((كَيْسَ مِمَّا مَنَ لَكُمْ الْمُعْلُوذُ وَشَقُّ الْحَيُوبِ بَوَدَّعَابِدَعُوَى الْعَاهِلِيَّةِ)) (بعماری مع

الفتح ج ۳ ص ۱۶۳)

”جس کسی نے میت پر نوحہ کرتے ہوئے اپنے رخساروں کو پیٹا، گریبان چاک کیا اور جاہلیت والے بول پکارے وہ ہم میں سے نہیں۔“

علاوہ ازیں نبی کریم ﷺ نے نوحہ کرنے والی عورت کے بارے میں فرمایا:

((الْسَائِحَةُ إِذْ أَلَمَتْ تَتَّبِعُ قَبْلَ مَوْتِهَا تَقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطْرَانَ وَدِرْعٌ مِنْ حَرْبٍ)) [صحیح مسلم (ح ۹۳۴)]

”نوحہ کرنے والی عورت نے اگر موت سے پہلے توبہ نہ کی تو اسے قیامت کے دن اس حال میں کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر تارکول کی قمیص اور خارش والا کرتہ ہوگا۔“

تین دن سے زیادہ تک بول چال ختم کرنا

شیطان کی ایک زبردست چال یہ ہے کہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات کو خراب کیا جائے چنانچہ شیطان کی اس سازش کا نشانہ بننے والے بہت سے لوگ اپنے مسلمان بھائیوں سے تعلقات توڑ لیتے ہیں۔ اس کی وجہ اور سبب کوئی شرعی عذر نہیں ہوتا بلکہ اس کی بنیاد یا تو مال و دولت یا مادی مفاد یا کوئی اور نامعقول اور بیہودہ رویہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ایک لمبے عرصے تک اپنے تعلقات بگاڑ لیتے ہیں بلکہ بعض تو قسم کھا لیتے ہیں کہ میں فلاں سے بات ہی نہیں کروں گا، یا نذر مان لیتے ہیں کہ میں فلاں کے گھر ہی نہیں جاؤں گا اور اگر اتفاقاً راستے میں اس پر نظر پڑ جائے تو منہ دوسری طرف پھیر لیتے ہیں یا اگر کسی محفل میں اس سے ملاقات ہو جائے تو اس کو چھوڑ کر باقی سب سے مصافحہ کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں یہ قطع تعلقی اسلامی معاشرے کی اجتماعیت کو کمزور کرنے کا سبب بنتی ہے، اس لیے قطع تعلقی کرنے والوں کو اسلام نے دلوک اور سخت سزا سنائی ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَجِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَعَلَ النَّارَ)) [ابو داؤد (ج ۵ ص ۲۱۰) صحیح الجامع (ح ۷۶۳۰)]

”کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ تعلقات ختم کرے اور جس نے تین دن سے زیادہ تک اپنے کسی مسلمان بھائی کو چھوڑے رکھا اور اسی حالت میں (بغیر توبہ کیے) مر گیا وہ جہنم کی آگ میں داخل ہوگا۔“ اسی طرح حضرت ابو خراش اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفَلِكِ دِمِهِ)) [الادب المفرد (ح ۴۰۶) صحیح الجامع

الصغیر (ح ۶۵۰۷)]

”جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی سے ایک سال تک تعلق توڑے رکھا تو یہ اس کا خون بہانے (یعنی اسے قتل کرنے) کے برابر ہے۔“

قطع تعلقی کے دیگر نقصانات کے مقابلہ میں اگر اس کے صرف اسی ایک نقصان پر ہی غور کر لیا جائے تو یہ بھی کچھ کم خطرناک نہیں کہ قطع تعلقی کرنے والا ہر شخص مغفرت الہی سے محروم ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تُعْرَضُ أَعْمَالُ النَّاسِ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ الْإِنْتِنِ وَيَوْمَ الْعَمِيسِ مَبْعُوثَةً لِكُلِّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ إِلَّا عَبْدًا تَنَنَّهُ وَيَسَّرَ أَحْبَبَهُ شَحْنَاءُ فَيَقَالُ أَتْرَكُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَفُوتَا)) (صحیح مسلم (۱۹۸۸/۴))

”ہر ہفتے میں سوموار اور جمعرات کو لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش کیے جاتے ہیں اور ہر مومن بندے کو بخش دیا جاتا ہے سوائے اس بندے کے جس کے دل میں اپنے کسی مسلمان بھائی کے متعلق عداوت، اور بغض و کینہ ہو۔ اللہ تعالیٰ (اپنے فرشتوں سے) فرماتے ہیں کہ ان دوڑے ہوئے مسلمانوں کو چھوڑ دو، انہیں لیٹ کر دو جب تک کہ یہ تارنکی ختم نہیں کر لیتے۔“

یعنی جب تک وہ دونوں صلح نہیں کر لیتے ان کی مغفرت روک لی جاتی ہے۔ دوڑے ہوئے بھائیوں میں سے جو سچی توبہ کرنا چاہے اسے چاہیے کہ اپنے تاراض مسلمان بھائی سے

طے اور اسے سلام کرے۔ اگر ناراض بھائی سلام کا جواب نہ دے اور صلح پر راضی نہ ہو تو اس کا انجام وہ خود بھگتے گا البتہ یہ سلام اور صلح کرنے والا اس گناہ سے بری الذمہ ہو جائے گا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَجْلُ لِرَجُلٍ أَنْ يَهْجُرَ أَعْمَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هَذَا وَيُعْرِضُ

هَذَا مَوْعِظَةٌ مِمَّا أَلِدَى بِنَدَا بِالسَّلَامِ)) [بخاری مع الفتح (ج ۱۰ ص ۴۹۲)]

”کسی آدمی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ تک

(اس طرح) قطع تعلق کرے کہ جب دونوں ملیں تو یہ ادھر کو منہ پھیر لے اور وہ ادھر

کو۔ اور ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔“

البتہ اگر کسی شرعی سبب کی وجہ سے کسی سے تعلقات ختم کیے جائیں تب کوئی گناہ نہیں مثلاً ایک شخص نماز نہیں پڑھتا یا کسی بے حیائی کے کام پر اڑا ہوا ہے، اس سے تعلقات ختم کرنے میں اگر کوئی مصلحت نظر آئے مثلاً یہ امید ہو کہ ہماری قطع تعلق کا اس پر گہرا اثر پڑے گا اور وہ گناہ سے باز آ جائے گا یا ہماری قطع تعلق سے اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگا تو ایسی صورت میں اس سے تعلقات ختم کرنا واجب ہے تاکہ وہ گناہوں سے باز آ جائے اور اگر یہ امید ہو کہ ہماری قطع تعلق کا اس پر الٹا اثر پڑے گا اور یہ گناہ، نافرمانی اور سرکشی و بغاوت میں مزید بڑھتا چلا جائے گا تب اس سے قطع تعلق درست نہیں کیونکہ اس صورت میں کوئی شرعی مصلحت نظر نہیں آتی بلکہ فساد میں اضافہ ہوتا ہے۔ لہذا ایسی صورت میں بہتر یہ ہوگا کہ اس گنہگار شخص کے ساتھ حسن سلوک اور خیر خواہی کو جاری رکھا جائے تاکہ وہ گناہ میں مزید آگے نہ بڑھے۔



جان دار کی تصویر بنانا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ
عَذَابًا مُهِينًا﴾ [الاحزاب: ۵۷]

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں، اللہ نے دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے ذلیل کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تصویر بناتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جان داروں کی تصویر بنانا کبیرہ اور مہلک ترین گناہ ہے، کیونکہ تصویر بنانے والا اللہ کی صفت تخلیق اور اس کی قوت خالقیت کا مقابلہ کرنے کے درپے ہوتا ہے، جب کہ کہاں ایک ذرہ بے مقدار، قطرہ ناپاک اور کہاں خالق کل کائنات جو بڑی طاقت اور قوت والا ہے اور جو محض کن سے پوری کائنات کو عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ اس کا ارشاد ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [الشوری: ۱۱]

”اس جیسی کوئی چیز نہیں (نہ ذات میں اور نہ صفات میں) اور وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔“

﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ﴾ [زمر: ۶۲]

”اللہ ہی ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔“

جو لوگ عقل مند ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بات کسی طرح بھی درست نہیں کہ لوگ کسی قول یا فعل کے ذریعے پروردگار عالم کی مشابہت اختیار کریں یا بندوں کے لیے از خود کسی دستور سازی کی کوشش کریں۔ لیکن چونکہ اکثر انسانوں میں سرکشی عام ہو چکی ہے، اللہ کی ربوبیت، اس کی شان الوہیت اور اس کے حقوق سے عام طور پر ناواقفیت پائی جاتی ہے، اس لیے انہوں نے صراط مستقیم سے انحراف کر رکھا ہے۔ بعض نے تو اس کی ربوبیت سے

انکار کر دیا ہے اور بعض نے ربوبیت کا دعویٰ نہیں کیا لیکن از خود انہوں نے انسانوں کے لیے دستور وضع کرنا شروع کر دیے ہیں۔ بعض نے صنعت و حرفت اور ساخت و پرداخت میں اللہ کی ہمسری کرنا چاہی اور جس طرح اللہ نے چیزوں کو پیدا کیا انہوں نے بھی ایشیا کی تخلیق کا دعویٰ کیا، اور تصویریں بنانا شروع کر دیں حالانکہ جاندار کی تصویر بنانا کبیرہ گناہ ہے۔ ذیل میں بطور ثبوت چند احادیث پیش خدمت ہیں:

(۱) ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي فَيَخْلُقُوا ذَرَّةً وَلَيَخْلُقُوا شِعِيرَةً)) [بخاری]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو میری طرح تخلیق کی کوشش کرنے چلے۔ اگر انہیں تخلیق کا دعویٰ ہے تو وہ ذرا 'جوازیاً' جو' کا ایک دانہ ہی پیدا کر کے دکھادیں۔“

(۲)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الَّذِينَ يَصْنَعُونَ هَذِهِ الصُّورَ يُعَلَّدُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ))
”جو لوگ ان تصویروں کو بناتے ہیں انہیں قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: تم نے جن کی تصویریں بنائیں، انہیں ذرا زندہ تو کرو!“ [بخاری و مسلم]

(۳)..... حضرت سعید بن ابی الحسن کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا:

((إِنِّي رَجُلٌ أَصَوَّرْتُ هَذِهِ الصُّورَ فَأَنْتَنِي فِيهَا فَقَالَ لَهُ أَذُنٌ مِنِّي فَذَنَا نَمَّ قَالَ أَذُنٌ مِنِّي فَذَنَا حَتَّى وَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ وَقَالَ أَنْتَكَ بِمَا سَمِعْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يَحْمَلُ لَهُ بِكُلِّ صُورَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسَهَا فَيَعْلَبُهَا فِي جَهَنَّمَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَأَعْلًا فَاصْنَعِ الشَّحْرَ وَمَا لَا نَفْسَ لَهُ)) [بخاری و مسلم]

”میں تصویریں بناتا ہوں۔ اس بارے میں مجھے شرعی حکم بتائیے؟ آپ نے فرمایا پاس آ جاؤ۔ وہ شخص قریب آ گیا۔ پھر کہا: اور قریب آ جاؤ، وہ اتنا قریب ہوا کہ آپ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں جو سنا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں کوئی تصویر بناتا ہے وہ قیامت کے دن اس کے سامنے لائی جائے گی اور اس کو مجبور کیا جائے گا کہ اس کے اندر روح پھونکے مگر وہ روح نہ پھونک سکے گا۔ اگر تم تصویر سازی پر مجبور ہو تو درخت اور بے جان چیزوں کی تصویریں بنالیا کرو۔“

(۴)..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُونَ)) (بوعاری و مسلم)

’قیامت کے دن سخت ترین عذاب تصویریں بنانے والوں کو ہوگا۔‘

مذکورہ بالا احادیث میں سے پہلی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے جو اس امر کی وضاحت کرتی ہے کہ جو لوگ امر تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی ہمسری کا دعویٰ کرتے ہیں ان سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہو سکتا چنانچہ ظالموں کا انجام اس آیت سے بخوبی واضح ہوتا ہے:

﴿وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ﴾ [حم سجدہ: ۱۸]

”اس روز ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جو ان کی تکلیف کو دور کر سکے۔“

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّئِمَةَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخَّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ

الْأَبْصَارُ﴾ [ابراہیم: ۴۲]

”اور تم ظالموں کے اعمال سے خدا کو ہرگز غافل مت جانو، وہ ان کو اس دن تک مہلت دیتا ہے جس میں ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔“

﴿وَلَا تَرْتَبِّنَّوْا إِلَى الدِّينِ ظَلَمْتُمْ أَتَمْسِكُمُ النَّارُ﴾ [ہود: ۱۱۳]

”ان لوگوں کی طرف مائل مت ہو جنہوں نے ظلم کیا ورنہ تمہیں (جہنم کی) آگ جلا ڈالے گی!“

دوسری حدیث جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اس میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ تصویر بنانے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے اس ارشاد سے عاجز اور خاموش کر دے گا کہ

”جنہیں تم نے بنایا ہے انہیں زندہ تو کر کے دکھاؤ!“

اور یہ ممکن نہیں ہوگا کہ وہ انہیں زندہ کر سکیں چنانچہ انہیں عاجز ہونا پڑے گا اور پھر انہیں دردناک عذاب ہو کر رہے گا۔

تیسری حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ جو تصویر بنانے والا دوزخ میں ہوگا اور اس کی بنائی ہوئی تصویر کے بدلے ایک صورت ہوگی جو اسے دوزخ میں عذاب دے گی۔

چوتھی روایت جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس امر کی پوری وضاحت کرتی ہے کہ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔ ان روایات میں اتنی سخت وعیدیں بیان ہوئی ہیں کہ جس سے ایمان والوں کا بدن لرز اٹھتا ہے۔

یہ تو مصور کا حکم تھا، رہا گھروں، نمائش گاہوں اور دکانوں وغیرہ میں تصویریں رکھنا تو اس کی ممانعت کے بارے میں حسب ذیل روایتیں پیش خدمت ہیں:

(۱)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ سَفَرٍ وَقَدْ سَتَرَتْ سَهْوَةً لِي بِقِرَامٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ فَلَمَّا رَأَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَلَوْنَ وَجْهَهُ وَقَالَ يَا عَائِشَةُ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهَوْنَ بِخَلْقِ اللَّهِ قَالَتْ فَقَطَعْنَاهُ فَجَعَلْنَا مِنْهُ وَسَادَةً أَوْ وَسَادَتَيْنِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَفِي الْبَيْتِ قِرَامٌ فِيهِ صُورٌ فَتَلَوْنَ وَجْهَهُ ثُمَّ تَبَاوَلِ السُّتْرَ فَهَتَكَهُ وَقَالَ إِنَّ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُصَوِّرُونَ

هَذِهِ الصُّورُ)

”رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس آئے، میں نے ایک منقش باریک پردہ طاقچے پر لٹکایا تھا۔ آپ آندر آئے تو چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا آپ نے فرمایا عائشہ! قیامت کے دن سخت عذاب والے لوگوں میں سے وہ لوگ ہوں گے جو مخلوق خدا کی (یعنی جاندار چیزوں کی) شکلیں بناتے ہیں۔ یہ سن کر ہم نے اس پردے کو کاٹ کر ایک دو ٹکے بنا ڈالے۔“

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تشریف لائے میں نے اپنے طاقچے پر باریک پردہ لٹکایا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ اللہ کے رسول ﷺ اندر تشریف لائے اور اس کو دیکھا تو پردہ لے کر اسے پھاڑ ڈالا اور آپؐ کا چہرہ انور بدل گیا آپؐ نے فرمایا: عائشہ! سب سے زیادہ سخت ترین عذاب والے قیامت کے دن وہ لوگ ہوں گے جو خداداد بناوٹ سے مشابہت کرتے ہیں یعنی جانداروں کی تصویریں بناتے ہیں۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ

۱۔ قیامت کے دن تصویر بنانے والے کو سخت ترین عذاب ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ یہ خلق و بکون میں اللہ کی ہمسری کرنا چاہتے ہیں۔

۲۔ تصویریں رکھنا اور ان کا اہتمام کرنا حرام ہے۔ یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ پردے، غلاف یا ٹیکے کی تصویروں کا سایہ نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر طرح کی تصویریں حرام ہیں خواہ ان کا عکس یا سایہ پڑے یا نہ پڑے۔

۳۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ)) [بخاری و مسلم]

”فرشتے کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی کتاب یا تصویر ہو۔“

اس سے بھی زیادہ بلیغ اور واضح روایت وہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ تصویروں کو منادیں اور اونچی قبروں کو ہموار کر دیں۔ چنانچہ حیان بن حصین کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تمہیں اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا (وہ یہ کہ تم جس تصویر کو دیکھو اسے منادو، اور جو اونچی قبر دیکھو اسے ہموار کر دو۔) [مسلم، ابوداؤد، ترمذی]

علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب الزواجر میں چند احادیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”تصویریں بنانا گناہ کبیرہ ہے [پھر شرح مسلم کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ] جان داروں کی تصویر بنانا حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے، اس کی بابت سخت وعید آئی ہے اور یہ کہ تصویریں اہانت کے لیے بنائے یا کسی اور طرح سے بہر حال یہ حرام ہیں کیونکہ بنانے والے خدا کی بناوٹ سے مشابہت کرنا چاہتے ہیں پھر ہر قسم کی تصویریں حرام ہوں گی خواہ چادر، کپڑے، درہم و دینار، روپیہ پیسہ، برتن، دیوارنگیہ یا کسی چیز پر ہوں۔ لیکن شجر و حجر اور اس جیسی دیگر تصویریں حرام نہیں ہوں گی اور جن تصویروں کی اہانت کی جائے جیسے فرش فروش اور دریاں جنہیں روندنا جاتا ہے تکیہ اور گادی وغیرہ تو وہ حرام نہیں ہوں گی لیکن آیا ان تصویروں کی وجہ سے بھی رحمت کے فرشتے گھروں میں داخل نہیں ہوں گے؟ اس کا نمایاں جواب یہ ہے کہ نہیں ہوں گے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد عام ہے کہ فرشتے ایسے گھروں میں داخل نہیں ہوتے جن میں کوئی کتاب یا کوئی تصویر ہو، نیز اس میں یہ فرق بھی یکسر ملحوظ نہیں کہ ان تصویروں کا سایہ دیا نہ ہو۔ یہی عام علماء صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا مسلک ہے۔ ان کے بعد کے ائمہ بھی اسی کے قائل ہیں جیسے امام شافعی، امام مالک، حضرت سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔ نیز علما کا بھی اس بات پر اجماع ہے کہ جو تصویریں سایہ دار ہوں انہیں بدل دیا جائے گا۔ قاضی عیاض اسی کے قائل ہیں۔ البتہ کسین بچیوں

کی گزریوں کے لیے قدرے رعایت ہے۔ لیکن امام مالکؒ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے کہ آدمی اپنی لڑکیوں کے لیے ایسی گزریاں خریدے۔ بعض علما نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مذکورہ روایتوں سے گزریوں کی اباحت منسوخ ہو چکی ہے اور اب ان کی اجازت باقی نہیں رہی ہے۔ [کتاب الزواجر]

نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ تصویریں بنانے اور تصویریں رکھنے کی سخت مذمت والی ان روایتوں اور احادیث کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر مسلمان اپنے پیغمبرؐ کی تعلیمات کی اس طرح خلاف ورزی کرتے ہیں جیسے شریعت کے دیگر اوامر کی خلاف ورزی پہلے سے ان کی فطرت ثانیہ بنی ہوئی ہے..... اور جہاں تک ہم سمجھتے ہیں اس قسم کا تاثر بے دین اور یورپین اقوام اور مشرق کے ملحدین کی صحبت کا نتیجہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج تجارت گاہوں، منڈیوں اور دکانوں پر تصویروں کا سیلاب اٹھ آیا ہے۔ عورتوں مردوں اور بچوں کے مجسموں کی ریل پیل دکھائی دیتی ہے کوئی گھر تصویروں سے خالی نہیں بلکہ اب تو بندروں، شیروں، کتوں کی تصویریں اور مجسمے بھی عام ہو چکے ہیں اور لوگ اس کے اس حد تک عادی ہو گئے ہیں جیسے اللہ اور اس کے رسول نے کبھی انہیں حرام قرار دیا ہی نہیں اور نہ تصویر بنانے والوں پر لعنت و ملامت کی ہے!

ایک مسلمان اگر اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کو اس طرح پس پشت ڈال دے تو بھلا وہ کیونکر مسلمان کہلائے گا۔ نیز موجودہ زمانے کے مسلمانوں کی یہ حرکت بھی نہایت معنی خیز اور عجیب ہے کہ وہ کھلے عام اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، بر ملا اس کی نافرمانی کرتے ہیں اور اسلام کا نام لے کر دشمنانِ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں۔

مسلمانوں کا فرض منصبی یہ ہے کہ اگر وہ سچے و پکے مسلمان ہیں تو انہیں کتاب و سنت کے سانچے میں خود کو ڈھالنا ہوگا اور اللہ اور اس کے رسول نے جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے باز آنا ہوگا، ورنہ ان کا اسلام ناقص اور ادھورا ہوگا۔ یہاں ایک بات یہ بھی نوٹ کر لینی

چاہیے جو بڑی اہم ہے کہ تصویر سے مراد خاص طور پر وہ تصویریں ہیں جو جسے اور بت کی شکل میں ہوں جنہیں ہاتھوں سے نقش و نگار کر کے بنایا جائے، لوہے، کانسی، سونے، چاندی یا ربڑ وغیرہ سے؛ حالاً جائے۔ اگر کسی شخص نے ان چیزوں یا ان جیسی تصویروں کو حرام سمجھنے کے باوجود انہیں برتا ہوگا یا استعمال کیا ہوگا تو وہ فاسق ہوگا اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا لیکن اگر حلال سمجھا ہوگا تو وہ شخص کافر و مرتد ہوگا۔ آج یہ نکتہ ہمارے ان بھائیوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوتا جا رہا ہے جو نام کے مسلمان ہیں اور خود کو اسلام کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ افسوس کہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان چیزوں میں کوئی مضائقہ نہیں، ان کی خرید و فروخت یا ان کا استعمال محض آرائش و زیبائش کے لیے ہے، ہم ان کی پرستش تھوڑے ہی کرتے ہیں..... وغیرہ، وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کی لغو باتوں سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ نادان اسے جائز سمجھتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کے لیے گمراہ ہیں، حالانکہ یہ سراسر کفر اور ضلالت ہے۔ یہاں ایک نکتہ یہ بھی واضح ہو جاتا ہے جو بکثرت اہل نظر پر مخفی رہا ہے اور ان لوگوں سے بھی اوجھل رہا ہے جو اس کے حرام ہونے کے قائل ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ جن تصویروں کو ابانت اور تذلیل کے لیے رکھا گیا ہو جیسے فرش پوش پر کوئی تصویر، یہ بھی حرام ہوگی حالانکہ شارحین حدیث کی تفصیلات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ انہیں ذلیل کرنے کے لیے رکھ چھوڑا گیا ہے اس لیے یہ حرام نہیں ہوں گی اور یہ وہی تصویریں ہوں گی جن کا کوئی عکس یا سایہ نہ پڑتا ہو جیسے کپڑے، درہم یا قالین پر بنی ہوئی تصویر۔

بہر حال تصویر کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جن کے اندر جان نہیں ہوتی جیسے درخت وغیرہ کی تصویریں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ یہ بالاتفاق حلال ہیں۔ ان کے بالمقابل دوسری قسم میں جانداروں کی تصویریں شامل ہیں جو حرام ہیں لیکن اگر انہیں ابانت اور تذلیل کے لیے رکھا گیا تو وہ حرام نہیں ہوں گی۔ یہ حکم ان تصویروں کا تھا جن کا عکس یا سایہ ہوا کرتا ہے۔ رہی موجودہ

زمانے کی کیسرہ کی تصویریں تو ان کی بابت علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء ان تصویروں کو بالعموم اور علی الاطلاق حرام سمجھتے ہیں، خواہ انہیں آلہ تصویر سے کیوں نہ کھینچا گیا ہو اور بعض علماء مطلقاً اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض علماء کہتے ہیں کہ ایسی تصویریں اگر کسی بیہوشی اور ضرورت کی وجہ سے کھینچی جائیں جیسے مجرموں اور چوروں کو پکڑنے کے لیے یا پاسپورٹ، اسناد اور ویزے وغیرہ پر چسپاں کرنے کے لیے تو ان صورتوں میں ان کا استعمال مباح اور جائز ہوگا اور ہم بھی اسی کے قائل ہیں۔

منافقت اور منافقانہ عادتیں

اصل نفاق یہ ہے کہ آدمی ایک دروازے سے گھس کر دوسرے سے فوراً نکل جائے، بشری اصطلاح میں نفاق یہ ہے کہ اندر سے کفر کو پوشیدہ رکھا جائے اور بظاہر اسلام کا اظہار کیا جائے۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور اس وخرزق کے قبیلوں نے اسلام قبول کیا تو اس وقت مدینہ کے بعض باشندوں نے منافقت کی۔ انہوں نے اسلام کا اعلان کیا اور درپردہ کافر رہے۔ اس گروہ کا سرغنہ عبد اللہ بن ابی بن سلول تھا۔ اسی طرح بعض یہودیوں نے بھی منافقت کی روش اپنائی۔ اللہ تعالیٰ نے منافقت پر سخت لعنت ملامت فرمائی، ان کی مذمت کی اور انہیں جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ڈالنے والے دروناک عذاب کی خوش خبری سنائی۔ نفاق کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ اعتقادی نفاق:

اس نفاق کی تشریح ہم نے اوپر کی ہے یہ نفاق بدترین کفر ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام کے حق میں منافقین زبردست خطرہ ہیں اور ان کے شر سے حفاظت ممکن نہیں۔ چنانچہ عالم اسلام میں قتل و خون ریزی اور خوئی انقلاب انہی منافقین کی ریشہ دوانیوں کا شاخسانہ ہے۔ اکثر باطل مذاہب اور گمراہ فرقے انہی کی ذین ہیں۔ اگر زندیقوں اور بے دینوں کی

تاریخ ملاحظہ کی جائے تو معلوم ہوگا کہ جن لوگوں نے نفاق کا طریقہ اپنایا اور ان کی لپیٹ میں آئے، انہوں نے اپنے کفر کو مخفی رکھا اور زبان سے اسلام کا کلمہ پڑھا۔ ان کی ذات اسلام اور مسلمانوں کے حق میں زبردست خطرہ بنی اور مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑنے کے لیے ان بدباطنوں نے پورا حصہ لیا۔

۲۔ عملی نفاق:

نفاق کی دوسری قسم کو عملی نفاق کہا جاتا ہے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی منافقین اور ان کی دکھتی رگوں سے واقف تھی، آپ جانتے تھے کہ یہ گروہ کہاں جا کر ڈنک مارے گا اور امت مسلمہ ان کی دسیسہ کاریوں اور شرانگیزیوں سے کہاں تک نقصان اٹھائے گی نیز ان منافقین نے بظاہر دین داری اور زبانی ہمدردی کا جھوٹا لبادہ اوڑھ رکھا تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کی مخصوص علامتوں اور نمایاں خصوصیات کو طشت ازبام کر دیا تھا۔ اور ان کی ایسی پہچان کرا دی تھی کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی صاف نمایاں ہو جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ حَصَلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَ مِنْ حَصَلَةِ مِنَ النَّفَاقِ حَتَّى يَدْعَهَا، إِذَا لُؤِيْمًا، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبًا، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)) [بعماری و مسلم]

”چار خصلتیں ایسی ہیں جن کا مرکب پکا منافق ہوگا اور جس کے اندران میں سے کوئی خصلت ہوگی، اس میں گویا نفاق کی ایک عادت ہوگی، تا وقتیکہ وہ اس سے دست بردار نہ ہو جائے اور وہ منافقانہ خصلتیں یہ ہیں: جب اسے امانت دی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ پراتر آئے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَكَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اتَّعَمِنَ عَانَ)) [بمعاری

ومسلم]

”منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے، اور جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔“

ان میں سے ہر نشانی اور خصلت دراصل گناہ کبیرہ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا شمار اخلاقی اعتبار سے تباہ کن جرائم میں ہوتا ہے۔ کوئی شخص پکا ایمان رکھتے ہوئے ان حرکتوں کا ہرگز مرتکب نہیں ہو سکتا۔ ان خصلتوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

امانت میں خیانت

یہ خیانت ہر اس چیز میں متصور ہوگی جسے ایک انسان دوسرے انسان کے پاس رکھے، خواہ وہ کوئی مال و دولت ہو، یا عزت و آبرو، یا کسی کی بہن بیٹی، دو، نیز جملہ شرعی فرائض اور واجبات بھی اس میں داخل ہیں جیسے جنابت کا غسل، وضو، روزے، زکوٰۃ، حج، ناپ تول اور ادھار لی گئی چیز، وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

[الانفال: ۲۷]

”مسلمانو! اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور آپس میں بھی ایک دوسرے کی دانستہ خیانت کبھی نہ کرو۔“

علامہ ذہبیؒ نے امام واحدیؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت ابولہبابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں بنو قریظہ کے پاس بھیجا۔ ان دنوں آپ ﷺ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کر رکھا تھا اور ابولہبابہ رضی اللہ عنہ کے بال بچے بنو قریظہ کے محلے میں رہتے تھے۔

انہوں نے ابولہبہ کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر ان سے مشورہ لیا کیونکہ آپ نے کہہ دیا تھا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، جو حکم کریں اسی کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ ابولہبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سعد تمہارے قتل کا حکم دیں گے یہ کہہ کر انہوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ ان کا فیصلہ منظور نہ کرنا۔ چونکہ ان کی یہ حرکت اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت تھی۔ اس لیے انہوں نے کہا کہ اس کے بعد میرے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹے، جب تک میں نے اچھی طرح نہ جان لیا کہ میں نے اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ خیانت کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ امانتوں سے مراد وہ اعمال ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بطور امانت کے اپنے بندوں کے ذمہ سونپا ہے۔ یعنی فرائض وغیرہ اور فرمایا کہ ان میں کمی اور کوتاہی مت کرو۔ کبھی کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی خیانت سے مراد ان کی نافرمانی ہے اور امانت میں خیانت سے مراد ہر اس چیز کی خیانت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض فرمایا ہے۔ (الکباائر للذہبی)

حقوق اللہ میں خیانت:

حقوق اللہ میں خیانت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض میں کوتاہی کی جائے، یا اللہ کی کسی ممنوع کردہ چیز کا ارتکاب کیا جائے۔ فرائض میں کوتاہی یہ ہے مثلاً انسان غسل جنابت نہ کرے، یا غسل تو کرے لیکن پورے بدن کو ٹھیک طرح سے نہ دھوئے، یا نمازیں نہ پڑھے، یا نماز پڑھے مگر پوری طرح سے نہ پڑھے مثلاً رکوع اور سجدہ وغیرہ سکون اور اطمینان سے نہ کرے، کسی رکن کو چھوڑ بیٹھے یا نماز کی کسی شرط کو پورا نہ کرے۔ اسی پر باقی تمام شرعی فرائض اور ذمہ داریوں کو قیاس کر لیا جائے۔

حقوق النفس میں خیانت:

حقوق النفس میں خیانت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کے تعلق سے جس قدر

بیٹھے۔ مثلاً انسان کے اپنے اعضاء خدا کی امانت ہیں جیسے زبان، ایک امانت ہے۔ اب اگر اس نے کوئی بات جھوٹ کہہ دی، جھوٹی گواہی دے دی، کسی فسق یا فجور کی قسم کھالی، یا کسی کی غیبت وغیرہ کر لی، یا زبان سے کوئی حرام یا ہیہودہ بات کہہ دی، تو یہ زبان کی خیانت ہوگی۔ آنکھ کی خیانت یہ ہوگی کہ حرام چیزیں دیکھتا پھرے جنہیں دیکھنے کی اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے جیسے اجنبی عورتیں، یا کم سن مرد لڑکے وغیرہ۔ ہاتھ کی خیانت انہیں چھونا اور پکڑنا ہے۔ دونوں پاؤں کی خیانت ان کی طرف چلنا اور لپکنا ہے جیسے زنا کاری کے لیے چلنا پھرنا، شراب پینے، چوری اور ڈکیتی کے لیے جانا۔ کان کی خیانت یہ ہے کہ حرام باتوں کی طرف کان لگائے جیسے غیبت، چغلی اور بے حیائی کے گیت سنے۔ شرم گاہ کی خیانت زنا کاری اور لواطت ہے۔ بیوی کی خیانت یہ ہے کہ اپنے شوہر کے بستر کو داغ دار کرے اس کی نافرمانی اور اس کے حکموں کی سرتابی کرے۔ شوہر کی خیانت یہ ہے کہ بازاری عورتوں سے اختلاط رکھے، اہلیہ پر ظلم توڑے اور اس کے حقوق میں بخل اور کوتاہی سے کام لے۔

حقوق العباد میں خیانت:

حقوق العباد میں کوتاہی یہ ہے کہ مالی امانتوں، رہن رکھی ہوئی چیزوں یا اجرت پر ملی گئی اشیاء میں خیانت کا مرتکب ہو۔ خیانت مال میں بھی ہو سکتی ہے اور اعمال میں بھی۔ اعمال یعنی ڈیوٹی اور فرض منصبی کی خیانت کی مثلاً ایک ملازم اپنے فرائض کو کما حقہ ادا نہ کرے، خواہ یہ فرائض اس پر حکومت کی طرف سے عائد ہوں یا کسی پرائیویٹ کمپنی کی طرف سے۔ اگر اس شخص نے اپنے فرض منصبی میں کوتاہی کی اور کما حقہ اس کو ادا نہیں کیا تو اس نے گویا اپنی ذمہ داری میں خیانت کی۔

امانت کا خیال رکھنے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے متعدد آیتیں نازل فرمائی ہیں مثلاً

﴿إِنِ اللّٰهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ [النساء: ۵۸]

”اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے مالکوں کے پاس پہنچا دیا کرو۔“

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوَّاسِينَ﴾ [يوسف: ٥٢]

”یقیناً اللہ تعالیٰ خائسوں کی تدبیریں بار آور نہیں کرتا۔“

یعنی جو لوگ امانت میں خیانت کے لیے مکاری کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے ہتھکنڈوں کو کامیاب نہیں ہونے دے گا اور آخرت میں پوری دنیا کے سامنے انہیں ذلیل و خوار کرے گا۔ بلاشبہ خیانت خواہ کسی چیز میں ہو یہ ایک بدترین خصلت ہے اور بعض خیانتیں تو بہت ہی زیادہ شرم ناک اور گندی ہیں۔ روپے پیسے کی خیانت اور اہلیہ اور بچوں کے ساتھ خیانت کافرق ہر کوئی بخوبی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امانت کو بڑی اہمیت دی ہے اور اس کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ

مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا﴾ [الاحزاب: ٧٢]

”ہم نے امانت کو (یعنی اوامر و نواہی کی شکل کے ان احکام کو جنہیں اللہ نے بندوں پر لاگو کیا) آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈرتے رہے جبکہ انسان نے اس کا بار اٹھالیا۔ اور وہ بڑا ظالم اور بڑا جاہل ہے۔“

آج کل مسلم معاشروں میں خیانت اپنی بے شمار قسموں کے ساتھ بری طرح پھیل چکی ہے۔ ایک خیانت وہ ہے جو احکام خداوندی اور فرائض الہی میں نمایاں ہے، اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اللہ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ان کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ اور یہ ایک طوفانی لہر ہے جس نے بھاری اکثریت کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ بندوں کے مالی اور عملی حقوق میں خیانت بھی سرعام ہوتی ہے۔ امانت رکھنے والے امانت میں خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ملازمین، کاریگر اور مزدور اپنے فرائض کی بجا آوری میں کوتاہی کرتے ہیں، اپنے کاموں میں اخلاص اور سچائی سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ مزدوری اپنی مرضی کے مطابق وصول کرتے

ہیں لیکن ان کاموں میں نہایت سستی کرتے ہیں جو شرعی، اخلاقی اور سماجی طور پر ان کے ذمہ لازم ہیں۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ اس قسم کی خیانت کو آج کل چالاکی اور ہوشیاری سمجھا جا رہا ہے!

حقوق الہی میں خیانت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض و احکام کو چھوڑ دیا جائے، شرعی پابندیوں سے منہ موڑ لیا جائے اور اس کو روشن خیالی اور آزادی سمجھا جائے۔ دوسری طرف شریعت پر عمل درآمد کو رجعت پسندی اور زمانے سے بچھڑ جانا خیال کیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو

کاش کوئی آدمی ہماری طرف سے ان لوگوں کے سامنے مذکورہ آیتیں تلاوت کر دے اور رسول اللہ ﷺ کے ان فرمودات کو پڑھ دے جن میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کی خیانت کا ذکر ہے اور اگر اس سلسلے میں کوئی اور آیت نازل نہ ہوتی تب بھی تنبیہ اور سرزنش کے لیے یہ ایک آیت ہی کافی ہوتی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَعُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

[الانفال: ۲۷]

”مسلمانو! خدا اور رسول کی خیانت اور آپس میں ایک دوسرے کی دانستہ خیانت کبھی نہ کرو“

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ [يوسف: ۵۲]

”یقیناً اللہ تعالیٰ فاسقوں کی تدبیریں کامیاب نہیں کرتا۔“

رہیں احادیث تو ان میں سے دو کو ہم نے پیچھے نقل کیا ہے، ان دونوں روایتوں میں یہ وارد ہے کہ خیانت نفاق کی خصلتوں میں سے ایک خصلت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ خیانت کے نتیجے میں بندہ دنیا میں تنگ و عار اور ذلت و رسوائی اٹھاتا ہے اور آخرت میں اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ خیانت سے تنبیہ کے بارے میں ایک روایت امام احمد، ابن حبان، حاکم اور بیہقی سے

منتقل ہے جس میں ہے کہ

((اضْمُنُوا لِي سِتًّا اَضْمَنْ لَكُمْ الْحَنَّةَ اَصْدِقُوا اِذَا حَدَّثْتُمْ وَاَوْفُوا اِذَا وَعَدْتُمْ اَتُوا الْاَمَانَةَ اِذَا وُثِقْتُمْ وَاَحْفَظُوا اَبْصَارَكُمْ وَاَحْفَظُوا اَفْرُوجَكُمْ وَكُفُّوا اَيْدِيَكُمْ))

”تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جب گفتگو کرو تو سچ کہو، وعدہ کرو تو پورا کرو، تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اس کو پورا پورا ادا کرو، اپنی نگاہوں کو نیچے رکھو، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، اور اپنے ہاتھوں کو روک رکھو۔“

امام احمد، بزار اور طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

((مَا حَظَبْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اِلَّا قَالَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ))

سول اللہ ﷺ جب بھی ہمیں خطبہ دیتے تو فرماتے، اس شخص کے اندر ایمان نہیں جس کے اندر امانت نہیں، اور اس کے اندر دین داری نہیں جس کے اندر عہد کا پاس نہیں۔“

ام ابو داؤد اور حاکم نے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((اِنَّا نَابِئُ الشَّرِيْكِيْنَ مَا لَمْ يَمْنُ اَحَدُهُمْ اَصْحَابَهُ))

”میں، شرکمت (کے ساتھ کاروبار) کرنے والوں میں تیسرا ہوتا ہوں جب تک وہ ایک دوسرے کے ساتھ خیانت نہ کریں۔“

ام بخاری اور مسلم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے

جس کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ مَنْ بَلَغَ اِلَى الدِّينِ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الدِّينَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَكُوْنُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُوْنَ وَلَا يَسْتَشْهَدُوْنَ يَكُوْنُوْنَ وَلَا يُوْتَمِنُوْنَ يَنْتَرُوْنَ وَلَا يُوْفَرُوْنَ وَيَطْهَرُ فِيْهِمُ السِّنُّ))

”تم میں سب سے زیادہ بہتر زمانہ میرا (زمانہ) ہے۔ پھر وہ بہتر ہوں گے جو ان کے بعد وہ لوگ رہ جائیں گے جو بغیر مطالبہ کیے گواہی دیں گے، امانت کا خیال نہیں کریں گے، خیانت کریں

گے، نذریں پوری نہیں کریں گے لیکن نذریں مانیں گے۔ ان میں موٹا پانچیاں ہوگا۔“
ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ السُّعُوعِ فَإِنَّهُ يَفْسُ الضَّحِيحُ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبِطَانَةِ))
فِيهَا بُسَّتِ الْبِطَانَةُ))

”یا اللہ! میں بھوک سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ بھوک بدترین شور و ہنگامے (کاسب) ہے اور میں خیانت سے تیری پناہ چاہتا ہوں کیونکہ وہ بدترین چھپا ہوا بھید ہے۔“

بات چیت میں جھوٹ بولنا

جھوٹ سخت ہلاکت خیز گناہ ہے۔ جھوٹا آدمی بد باطن، بہت ہمت اور بے وزن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔ عام آدمی بھی اسے منہ نہیں لگاتا۔ جھوٹا شخص ہمیشہ شر اور فساد کی طرف مائل ہوتا ہے، فتنہ پھیلاتا اور مصیبتیں کھڑی کرتا ہے، آسمانوں اور زمین میں ایسے آدمی کو سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

تجربہ شاہد ہے کہ جھوٹ کی بدولت کتنے ہی آدمی ابتلا اور آزمائش سے گزرے، بالخصوص جب حکام اور بڑے لوگوں کے یہاں جھوٹ بولا جاتا ہے تو اس کی وجہ سے بڑی سطح پر بے چینی، قلق و اضطراب اور جنگ اور فساد پھوٹ پڑتا ہے۔ باطل اور حرام طریقے سے مال بڑپ کیے جاتے ہیں، ناحق جھوٹ اور فسق و فریب کی بدولت خون کی ندیاں بہائی جاتی ہیں اور لوگوں پر شر اور فساد کی آندھیاں امنڈ آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں پر لعنت فرمائی، ان کے لیے جہنم کو تیار کیا جو بدترین ٹھکانا ہے۔

دروغ گو اور جھوٹ بولنے والا آخرت میں بے نصیب ہوتا ہے۔ ہمیشہ غضب الہی کی زد میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے سخت عذاب اور دردناک انجام سے ڈرایا ہے۔ چنانچہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ﴾ [الزمر: ۶۰]

”قیامت کے دن تم دیکھو گے کہ جن لوگوں نے خدا کی نسبت جھوٹ باندھا ہوگا ان کے منہ کالے ہوں گے کیا (انہوں نے سمجھ رکھا تھا کہ) متکبروں کا ٹھکانا جہنم میں نہ ہوگا!“

﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَلْبُ اللَّيْثِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ [النحل: ۱۰۵]

”جھوٹ کا افترا وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو اللہ کے حکموں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی جھوٹے ہیں۔“

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ﴾ [المومن: ۲۸]

”اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا جو اسراف کرنے والے اور جھوٹے ہیں۔“

جھوٹ کے نتائج چونکہ سخت مہلک اور خطرناک ہیں اور جھوٹ بولنے والے کے ساتھ بغیر ابھی ان کے شر سے محفوظ نہیں ہوتے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ سے سخت ڈرایا ہے۔ اس سلسلہ میں چند احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱)..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِالصَّدَقِ فَإِنَّ الصَّدَقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَالْبِرُّ يَهْدِي إِلَى الْحَنَّةِ وَمَا تَزَالُ الرَّحُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصَّدَقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدْقًا وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُحُورِ وَالْفُحُورُ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَمَا تَزَالُ الْعَبْدُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَابًا)) [بعماری و مسلم]

”سچ کو لازم پکڑو، کیونکہ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی ہمیشہ سچ کہتا ہے اور سچائی کی جستجو میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں

اس کا نام بچوں میں لکھ دیا جاتا ہے، اور جھوٹ سے بچتے رہو اس لیے کہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ دوزخ کی راہ بتاتا ہے اور آدمی مسلسل جھوٹ کہتا اور اسی کی جستجو میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا شمار جھوٹوں میں کر دیا جاتا ہے۔“

(۲)..... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِالصُّدْقِ فَإِنَّهُ مَعَ الْبِرِّ وَهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّهُ مَعَ الْفُجُورِ وَهُمَا فِي النَّارِ))

”سچ کو تمہارے رہو، کیونکہ سچ نیکی کا ساتھی ہوتا ہے اور یہ دونوں جنت میں ہوں گے اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ اور گناہ کا باہم ساتھ ہے اور یہ دونوں چیزیں دوزخ میں ہوں گی۔“

(۳)..... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يُطَبِّعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى كُلِّ خَلْقٍ غَيْرِ الْعِيَانَةِ وَالْكَذِبِ)) [مسند بزار مسند ابو یعلیٰ]

”مومن ہر عادت پر خود کو ڈھال سکتا ہے لیکن خیانت اور جھوٹ کی عادت پر خود کو نہیں ڈھال سکتا۔“

(۴)..... حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا:

((بَارَسُوكَ اللَّهُ يَا كُفْرًا أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ حَيًّا نَلْقَاكَ نَعْمَ؟ قِيلَ لَهُ أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا قَالَ لَا)) [رواه مالك في الموطأ، مرسلًا]

”اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ عرض کیا گیا کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ عرض کیا گیا: کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔“

(۵)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ الْمَلَكُ عَنْهُ مِثْلَ مِائِينَ نَتْنٍ مَا جَاءَ بِهِ)) [ترمذی - کتاب

الصمت از ابن ابی الدنیا۔ ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے]

”بندہ جب جھوٹ کہتا ہے تو اس کے کہے ہوئے جھوٹ کی بدبو سے فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے۔“

(۶)..... حضرت سرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَاتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ لِقَفَاهُ وَأَعْرَضْنَا عَنْهُ بِكُلُوبٍ مِنْ حَدِيدٍ يُبْشِرُ شُرَيْشُ شَيْئِهِ إِلَى قَفَاهُ وَعَيْنَاهُ إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ يَنْهَبُ إِلَى الْحَايِبِ الْآخِرِ فَيَقُولُ بِهِ مِثْلُ مَا فَعَلَ فِي الْحَايِبِ الْأَوَّلِ فَمَا يَرْجِعُ إِلَيْهِ حَتَّى يَبْصَحَ مِثْلَ مَا كَانَ فَيَقُولُ بِهِ كَمَا كُنْتَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقُلْتُ لَهُمَا مَنْ هَذَا فَقَالَا إِنَّهُ كَانَ يَغْلُومُنَ بَيْتَهُ فَيَكْذِبُ الْكَلْبَةَ تَبْلُغُ الْآفَاقِ)) [صحیح بخاری]

” (میں نے اپنے مشاہدہ جہنم میں دیکھا کہ) پھر ہم ایک شخص کے پاس پہنچے، وہ چپت لیٹا ہوا تھا اور ایک اور شخص لوہے کا آنکڑا لے کر کھڑا تھا اور اس آنکڑے سے اس کی ایک باجھ کو گدی تک (اور ایک تھننے کو گدی تک) اور ایک آنکھ کو گدی تک چیر ڈالتا تھا۔ پھر وہ ایک جانب سے چیر کر دوسری جانب کو چیرتا تھا اور ابھی وہ دوسری جانب کے چیرنے سے فارغ نہیں ہوتا تھا کہ پہلی جانب اچھی ہو جاتی تھی۔ پھر وہ اس کو چیرتا تھا۔ غرضیکہ اسی طرح قیامت تک کرتا رہے گا۔ میں نے (اپنے ساتھ والے) دونوں (فرشتوں) سے کہا: یہ شخص کون ہے؟ انہوں نے کہا: یہ وہ شخص ہے جو اپنے گھر سے صبح ہی کو نکل کر ایسے ایسے جھوٹ بولتا تھا جو ساری دنیا میں پھیل جاتے تھے۔“

(۷)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يَكْتُمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَا يُنْظِرُ لَهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

شَيْخُ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ)) [مسلم]

”قیامت کے دن تین آدمیوں کی طرف اللہ تعالیٰ نظر (شفقت) نہیں کرے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور انہیں دردناک عذاب دے گا: (۱) بوڑھا زانی (۲) جھوٹا حکمران (۳) اور اکڑ باز غریب۔“

(۸)..... صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہتے ہیں کہ

((إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَبِينُ فِيهَا أَىٰ مَا يُفَكِّرُ فِيهَا بِأَنْهَا حَرَامٌ يُذَلُّ بِهَا فِي النَّارِ بَعْدَ مَا يَبِينُ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ))

”آدمی کوئی بات کہتا ہے اور سرسری کہہ دیتا ہے غور نہیں کرتا کہ وہ حرام ہے اور اس کی وجہ سے وہ لگا تار جنہم میں اتنی دور جا گرتا ہے، جتنی دوری مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔“

مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے جھوٹ کی حرمت و مذمت کے بارے میں آگاہی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس سلسلہ میں بہت سی احادیث کا ثبوت ملتا ہے جنہیں ہم نے ذکر نہیں کیا۔ ان احادیث سے جھوٹ کی خطرناک مضرتوں کا پتہ چلتا ہے اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنا مسلمان کے اخلاق کے منافی ہے۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ جھوٹ نہ بولے تاکہ دوسرے مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے محفوظ رہیں۔ یہ نہیں کہ وہ جھوٹ کہے اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی مصیبت اور آرزائش میں مبتلا کر رکھے۔

جھوٹ منافقوں کی خصلت ہے۔ جھوٹا آدمی پروردگار عالم کی طرف سے لعنت کا مستحق ہے۔ جھوٹ اور سچ کبھی بھی ایک کے مسلمان کے دل میں یکجا نہیں ہو سکتے۔ جھوٹا روسیہ ہوتا ہے، قیامت کے دن اس کا نہ کالا ہوگا، خدا کے سامنے جب اس کی پیشی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس سے بات نہیں کرے گا اور اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ بندوں کے نزدیک بھی جھوٹوں کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ جھوٹے کی گواہی مردود ہوتی ہے، ساری مخلوق میں وہ رسوا اور ذلیل ہوتا ہے، اس لیے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جھوٹ سے اپنی زبان کو محفوظ رکھے اور جھوٹ ہی نہیں بلکہ ایسی کوئی بھی بات نہ کہے جس کا دین یا دنیا میں کوئی فائدہ نہ ہو کیونکہ

اس کے مقابلے میں خاموشی ہی میں سلامتی ہے۔ ایک صحیح حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما اللہ کے رسول ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ))

”جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے ورنہ چپ رہے۔“

جاننا چاہیے کہ جھوٹ کی کئی قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جھوٹ کی یہ قسم سراسر کفر ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ یا اس کے رسول پر جھوٹ باندھا جائے جیسے یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا، یا اللہ نے فلاں چیز فرض قرار دی، یا فلاں چیز کو حرام ٹھہرایا حالانکہ فی الحقیقت اللہ نے اس چیز کو نہ فرض قرار دیا اور نہ حرام ٹھہرایا، نہ وہ بات کہی جو وہ جھوٹا کہتا ہے۔ یا وہ شخص یوں کہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ کہا ہے جب کہ حقیقت میں آپ نے ایسا نہیں کہا البتہ وہ محض اپنی بات کا چرچا کرنے کے لیے یا اپنے طریقے اور نظریے کو رواج دینے کے لیے اس طرح کہتا ہے، یا اپنی کھوٹی پونجی کو چلانا چاہتا ہے، یا اس قسم کی کسی اور کمینہ حرکت کے درپے ہوتا ہے، لہذا اس کی یہ حرکت کفر کے علاوہ اور کیا ہوگی؟! اس نے اللہ اور اس کے رسول پر بہتان باندھا اور جھوٹی بات کہی۔ قیامت کے دن اس کا کیا حال ہوگا جب اللہ تعالیٰ اس سے باز پرس کریں گے، اللہ کے رسول اس سے سوال کریں گے..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ﴾ [العنکبوت: ۶۸]

”اور جو کوئی اللہ پر جھوٹ باندھے یا اللہ کی طرف سے آئی ہوئی حق بات کو جبکہ وہ اس کے پاس پہنچے تو اس کو جھٹلائے، تو اس سے بھی بڑا ظالم کون ہوگا؟ کیا ایسے بے ایمان کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے.....؟“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ایک صحیح حدیث میں ہے:

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَبْتَوِا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) [بخاری و مسلم]

”جس نے جان بوجھ کر میرے خلاف جھوٹ گھڑا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔“

امام مسلم نے بھی اسی مفہوم کی روایت نقل کی ہے کہ

((مَنْ رَوَى عَنِّي حَدِيثًا وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَافِرِينَ))

”جس نے جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹی حدیث منسوب کی، تو وہ جھوٹوں میں

سے ایک جھوٹا ہوگا۔“

دوسری قسم کا جھوٹ: یہ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے۔ اس جھوٹ کی نوعیت یہ ہے کہ اس میں دوسرے کو ضرر اور اذیت پہنچائی جاتی ہے خواہ وہ کوئی مسلمان ہو یا ذمی اور تکلیف خواہ اسے جسمانی ہو یا اس کی عزت و آبرو کو ٹھیس پہنچے، مثلاً اس کے خلاف حاکم کے سامنے جھوٹا بیان دے، کسی مقتدر شخص کے سامنے ایسی کوئی بات کہہ دے جس کی وجہ سے اسے قید، جرمانہ یا مار پیٹ وغیرہ کا سامنا کرنا پڑے، یا سامان کے بارے میں کوئی قسم کھائے کہ اس نے اتنے اتنے کا خرید ا ہے حالانکہ اس نے جھوٹ کہا ہے اور اس کا مقصد یہ تھا کہ خرید و فروخت ثابت کر کے مہنگی قیمت وصول کرے، یا گھنیا چیز دوسرے کو لینا پڑ جائے، یا یوں ہی جھوٹی قسم کھا کر یہ باور کرانے کی کوشش کرے کہ خریدی گئی چیز بے عیب ہے۔

تیسری قسم کا جھوٹ: یہ قسم بھی گناہ کبیرہ میں شمار ہوگی۔ یہ وہ جھوٹ ہے جس کی بات بات میں عادت پڑ جائے لیکن اس سے کسی کو ضرر نہ پہنچے اور اگر کوئی اس جھوٹ پر مصر رہا اسی طرح جھوٹ کہتا رہا تو اس کے اصرار کرنے اور لگاتار کہتے رہنے کی وجہ سے یہ جھوٹ گناہ کبیرہ شمار ہوگا۔

اس کے بالمقابل جو شخص سچ بولتا ہے متعدد آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف فرمائی ہے۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ [التوبہ: ۱۱۹]

”مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کا ساتھ دیا کرو۔“

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَلُّوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ

مَن يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا لِيَحْزَىٰ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيَعَذَّبَ الْمُتَفِيفِينَ إِنْ

شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنْ اللَّهُ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ [الاحزاب: ۲۳-۲۴]

”انہی ایمان داروں میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ خدا کے ساتھ جو انہوں نے وعدے کیے

تھے اس میں وہ پورے نکلے ان میں سے بعض نے اپنی کامیابی حاصل کر لی اور بعض

ابھی انتظار میں ہیں اور انہوں نے اس (وعدے) میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔ نتیجہ یہ

ہوگا کہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا بدلہ دے گا اور منافقوں کو چاہے گا تو عذاب دے

گایا ان پر رحم کرے گا، خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔“

نقداری اور وعدہ خلافی

نقداری، وعدہ خلافی اور بے وفائی منافقوں کی اہم نشانیوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

قرآن مجید کی متعدد آیات میں عہد پورا کرنے کا حکم دیا ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ [المائدہ: ۱]

”مسلمانو! احکام الہی کی تعمیل کرتے رہو۔“

﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ [الاسراء: ۳۴]

”اور وعدے پورا کیا کرو، کچھ شک نہیں کہ وعدے کے متعلق سوال ہوگا۔“

حافظ ابن کثیر کے حوالے سے حضرت ابن عباسؓ اور مجاہدؒ کا قول منقول ہے کہ عہد میں

وہ چیزیں داخل ہیں جنہیں اللہ نے حلال یا حرام قرار دیا، یا جنہیں فرض ٹھہرایا اور قرآن پاک

میں جن کے حدود مقرر کیے اور اللہ نے حکم دیا کہ نقداری نہ کی جائے، نہ وعدہ خلافی کی

جائے۔ پھر مزید اصرار کے ساتھ فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ
وَيُقْسِلُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ لَهُمُ الْعَنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ﴾ [رعد: ۲۵]

”اور جو لوگ خدا کے ساتھ مضبوط عہد کرنے کے بعد اس کے خلاف کرتے ہیں اور جن تعلقات کو خدا نے جوڑنے کا حکم دیا ہے ان کو توڑتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں، ایسے ہی لوگوں پر لعنت ہے اور ان کا انجام بہت برا ہے۔“

اس عہد میں عقود اور معاملات بھی داخل ہیں جیسے اللہ کا عہد میثاق، قسم کے وعدے، شرکت کی بات چیت، لین دین کے الفاظ، نکاح اور قسموں کے کلمات وغیرہ۔

بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ حکام آپس میں اور قبائل ایک دوسرے کے ساتھ تقاض عہد کا ارتکاب کرتے ہیں چنانچہ ایک حاکم دوسرے حاکم سے کوئی معاہدہ کرتا ہے، ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کے ساتھ عہد و پیمان کرتا ہے لیکن کچھ سوچے سمجھے بغیر اسے توڑ دیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں فتنہ و فساد بھڑپا ہوتا اور خون کی ندیاں بہہ جاتی ہیں، بے گناہ مارے جاتے ہیں، مال و دولت لوٹا جاتا ہے، عزت و آبرو پر ڈاکے ڈالے جاتے ہیں، دلوں میں دشمنی گھر کر جاتی ہے، مسلمانوں کا ایک دوسرے سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے، وحدت کلمہ کی بنیادوں میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں اور یہ سب محض اس لیے ہوتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں اور کیے ہوئے معاہدوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

عہد شکنی کا ارتکاب ان لوگوں میں بھی ہوتا ہے جو خرید و فروخت کر لیتے ہیں، پھر جب وہ دیکھتے ہیں کہ فلاں خریدار زیادہ قیمت دیتا ہے یا خریدار دیکھتا ہے کہ فلاں بیوپاری کم قیمت میں بیچنے پر راضی ہے، تو ان میں سے ہر کوئی پچھلے سودے کو توڑ دیتا ہے اور نیا سودا کرنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانے تراشتا ہے مثلاً یہ عذر تراشا جاتا ہے کہ میں نے تو فلاں کے لیے اس کو خرید اتھا، میں نے بغیر دیکھے اس کو لے لیا تھا، اس میں تو فلاں عیب تھا اور میں

جاتا تھا یا ایجنٹ نے وہ چیز مجھے اس قیمت کی نہیں دی وغیرہ وغیرہ۔ اور کبھی سودے میں کسی طرح سود کو شامل کیا جاتا ہے تاکہ کسی اور خسارہ پورا کیا جاسکے اور کبھی جھوٹی باتیں کہہ کر نقصان کی کوشش کی جاتی ہے۔

اس قسم کے واقعات کا شکار عام لوگ بھی ہوا کرتے ہیں مثلاً ایک آدمی دوسرے کو کوئی چیز دینے کا وعدہ کرتا ہے یا کہتا ہے کہ تمہارا کام کر دوں گا وہ اس وعدے پر خیالوں کے بے شمار محل تیار کرتا ہے اور بڑی بڑی آرزوئیں باندھتا ہے لیکن جب وقت آتا ہے تو وعدہ کرنے والا طرح طرح کے عذر تراشتا ہے اور تار عنکبوت جیسے بہانے پیش کرتا ہے اور وعدہ کر کے صاف مکر جاتا ہے حالانکہ اس وعدہ خلافی سے سب سے زیادہ نقصان اس شخص کو پہنچتا ہے جس کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا مثلاً وعدہ کرنے والے نے اسے مال دینے کی امید دلائی تھی اور اس نے شادی کا منصوبہ بنایا تھا، لیکن جب وقت موعود آتا ہے اور وہ روپیہ مانگتا ہے تو وعدہ کرنے والا مکر جاتا ہے چنانچہ جس سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ مصیبت میں پڑ جاتا ہے۔ اس کی آرزوؤں پر پانی پھر جاتا ہے اور اس کی نسبت نکاح ٹوٹ جاتی ہے یا کسی چیز کی خرید و فروخت کی بات ٹوٹ جاتی ہے اور وعدہ خلافی یا عدم ادائیگی کی وجہ سے سودا اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور وہ جھوٹا، بے وفا یا دغا باز مشہور ہو جاتا ہے۔

ان تمام لوگوں کے سامنے جو وعدہ خلافی کے خوگر ہیں ہم قرآن مجید کی چند آیتیں اور بعض روایتیں پیش کریں گے تاکہ انہیں عبرت اور نصیحت ہو اور جس نفس امارہ کے دباؤ میں آکر وہ اس قسم کی حرکت کرتے ہیں، اس کا زور کم ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبِشِرُوا بِئِبْيَاعِهِمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ [التوبة: ۱۱۱]

”اور اللہ سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ لہذا تم اپنے سودے سے جو تم نے خدا کے ساتھ کیا ہے خوش ہو جاؤ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔“

﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ [الاسراء:]

’اور وعدہ پورا کرو، کچھ شک نہیں کہ وعدے کے بارے میں پوچھا جائے گا۔‘

﴿وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّايَ فَارْهَبُون﴾ [البقرة:

’اور میرا وعدہ پورا کرو میں تم سے کیا وعدہ پورا کروں گا اور مجھ سے ڈرتے رہو۔‘

﴿وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللَّهُ لَئِن آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ

فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَحَلُوا بِهِ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ فَأَعَقَبَهُمُ نِفَاقُهُمْ قُلُوبُهُمْ إِلَى

يَوْمٍ بَلَغُواهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ﴾ [التوبة: ۷۵، ۷۷]

’اور بعض ان میں سے ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ ہم کو مال

دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور نیکو کاروں سے ہوں گے۔ پھر جب خدا نے اپنے

فضل سے ان کو دیا تو وہ بخل کر بیٹھے اور منہ موڑ کر بٹ گئے تو خدا نے ان کی موت کے

دن تک ان کے دلوں میں نفاق کی مہر لگا دی کیونکہ اللہ سے انہوں نے وعدہ خلافی کی

ہے اور جھوٹ بولتے رہے ہیں۔‘

﴿وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ

مَسَامِرَ اللَّسَّةِ بِهٖ أَنْ يُوَصَّلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْحَاسِرُونَ﴾

[البقرة: ۲۶، ۲۷]

’اور وہ (اللہ) سوائے ان فاسقوں کے کسی کو گمراہ نہیں کرتا جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو مضبوط

کرنے کے بعد بھی توڑ ڈالتے ہیں اور انسانی تعلق جس کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے،

اس کو توڑتے ہیں، اور ملک میں فساد مچاتے ہیں۔ یہی لوگ گھائے میں ہیں۔‘

اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے، جو وعدہ کر کے اس کو پورا

کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ غَاشِيُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ

اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِلرِّسَاةِ فَاعِلُونَ وَالَّذِينَ هُمْ يُغْرَوْنَ بِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَىٰ
 أَرْوَاحِهِمْ أَوْ مَا سَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلْكُومِينَ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ
 هُمُ الْعَادُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَائِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ
 يُحَافِظُونَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿

[المومنون: ٦٦١]

”کامیاب وہ ایمان دار ہیں جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرتے ہیں، ایسے کہ گویا خدا کے
 سامنے دست بستہ کھڑے ہیں، جو بے فائدہ باتوں سے گریز کرتے ہیں اور جو لوگ اپنے
 مالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرتے ہیں کہ اپنی
 عورتوں اور باندیوں کے سوا کسی سے قربت نہیں کرتے، ان پر کوئی ملامت نہیں۔ ہاں جو
 لوگ اس کے سوا اور طریقے اختیار کرتے ہیں وہی حدود سے بڑھنے والے ہیں۔ اور وہ
 لوگ نجات یاب ہیں جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا پاس کرتے ہیں، اور جو اپنی نمازوں کی
 حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ وارث ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے۔“

﴿وَإِذْ كُفِرْنَا الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ أَنَّهُ كَمَانَ صَادِقِ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا﴾

[مریم: ٥٤]

”اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو بے شک وہ وعدے کا سچا رسول اور نبی تھا۔“

علاوہ ازیں وہ احادیث جن میں غداری، دھوکا بازی اور بے وفائی سے ڈرایا گیا ہے، ان
 کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ذیل میں ایسی چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں:

﴿لِكُلِّ غَادِرٍ لِّوَاءَةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَالِ هَلِيبُهُ غَدْرُهُ فُلَانٌ بَنُ فُلَانٍ﴾ (مسلم)

”قیامت کے دن ہر دھوکے باز کا ایک جھنڈا ہوگا (اس کی بابت) کہا جائے گا کہ اس

نے فلاں بن فلاں کے ساتھ دھوکا کیا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

☆..... ((ثَلَاثَةٌ أَنَاخَصُّهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أُعْطِيَ بِي ثُمَّ غَنَّرَ رَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ لُحْمَهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ الْعَمَلَ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ)) [بخاری]

”تین آدمیوں کا قیامت کے دن میں درمقابل ہوں گا۔ ایک وہ آدمی جس نے مجھے (وعدہ) دیا پھر نذر کیا اور ایک وہ شخص جس نے کسی آزاد کو بیچ ڈالا اور اس کی قیمت کھالی اور ایک وہ آدمی جس نے کسی مزدور سے پوری پوری مزدوری لے لی لیکن اس کی اجرت نہیں دی۔“

☆..... ((مَنْ عَمَلَ بِدَائِمٍ طَاعَةٍ لِقَى اللَّهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا حِجَّةَ لَهُ وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مَيْتَةً جَاهِلِيَّةً)) [مسلم]

”جس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی، اور جو اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں کوئی بیعت نہ رہی وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔“

آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

☆..... ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُرْحَزَ عَنِ النَّارِ وَيُدْخَلَ الْحَنَةَ فَلْيَنْتَبِهْ مَيْتَةً وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلِكَلْبَاتٍ إِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُؤْتَى إِلَيْهِ وَمَنْ بَاعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ حَقَّقَةً يَدِهِ وَتَمَرَةً فَلْيُعْطِهِ إِنْ اسْتَطَاعَ فَإِنْ جَاءَ أَحَدُهُمَا نَزَعَهُ فَاضْرِبْهُ عُنُقَ الْآخِرِ)) [مسلم]

”جو چاہتا ہے کہ دوزخ سے دور رکھا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے تو لازم ہے کہ اس کا انتقال ایسی حالت میں ہو کہ خدا اور قیامت کے دن پر اس کا ایمان ہو اور جو سلوک اپنے ساتھ ہونا پسند کرتا ہو وہی لوگوں کے ساتھ کرے۔ اگر کسی نے امام کی بیعت کی اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا اور اپنے دل کا ثمرہ اس کے ہاتھ میں رکھ دیا تو بقدر استطاعت اس کی فرمانبرداری کرے، اور اگر کوئی دوسرا شخص امام کا مقابل پیدا ہو جائے تو اس کی گردن مار دو۔“

کافروں کی پیروی اور نکالی کرنا

بصیرت کی نگارہ رکھنے والا اور اسلام سے واقف کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ آج مسلمانوں کی اکثریت نے ہر چیز میں غیروں کی اندھی پیروی شروع کر رکھی ہے۔ سیرت و اطوار، خوراک پوشاک اور گفتار و کردار غرضیکہ چھوٹی بڑی ہر چیز میں ہم نے مشرق کے طہرین اور مغرب کے بے دینوں کی اندھی تقلید کو اپنایا۔ پختمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے آج سے بہت پہلے اس کی اطلاع دی تھی کہ یہ امت کھچلی امتوں کی عادات کو اپنائے گی یہاں تک کہ جیسے کھچلی قوموں نے بت پرستی کی یہ امت بھی بت پرستی کی مرکب ہوگی۔ اس مضمون کی ایک حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَتَبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا وَذِرَاعًا ذِرَاعًا حَتَّىٰ كَوَّدَ خَلْعُوا جُحَرَ ضَبَّ تَبِعْتُمُوهُمْ فَلَنَابَرَسُوهُنَّ اللَّهُ! الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ قَالَ فَمَنْ؟)) [بخاری و مسلم]

”تم اپنے سے پہلے قوموں کی ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ پیروی کر دے گے، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گاوہ کے سوراخ میں گھسیں گے تو تم بھی ان کے پیچھے چل پڑو گے۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہود و نصاریٰ کی پیروی مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! وہ نہیں تو اور کون ہو سکتے ہیں؟“

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَقْتَمُوا السَّاعَةَ حَتَّىٰ تَأْخُذَ أُمَّتِي بِأَعْيِدِ الْقُرُونِ قَبْلَهَا شِبْرًا شِبْرًا وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ فَيَقْبَلُ يَارَسُوهُنَّ اللَّهُ! كُفَّارِسَ وَالرُّومَ فَقَالَ: وَمِنْ النَّاسِ إِلَّا أَوْلِيكَ!))

”اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ میری امت گزشتہ قوموں کی ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ پوری طرح پیروی نہ کرے گی۔ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا گزشتہ قوموں سے مراد ایرانی اور رومی ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ نہیں تو اور کون سی گزشتہ قومیں ہیں؟“

یہ دونوں حدیثیں اس امر کی صراحت کرتی ہیں کہ ملت اسلامیہ پچھلی قوموں کی پیروی کرے گی اور یہود و نصاریٰ اور مشرکین نے جو روش اپنائی ہے، یہ امت بھی ہو بہو ان کی پیروی کرے گی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی اور آپ کا ایک معجزہ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کی پیشین گوئی آج ہو بہو صادق آرہی ہے اور مسلمان دشمنان اسلام کو دیکھ دیکھ کر ان کی پیروی کر رہے ہیں۔ رہی پچھلی قوموں کی طرح بت پرستی تو اس میں شک نہیں کہ آج مسلمانوں میں بھی مختلف قسم کی بت پرستی نے سراٹھا رکھا ہے اور جاہل مسلمانوں نے بھی نبیوں، رسولوں، پیروں اور اماموں کو وہ مقام دے رکھا ہے جیسے دوسری قوموں نے اپنے پیشواؤں کو دیا اور شرک اکبر میں مبتلا ہو گئے حالانکہ قدیم آسمانی کتابوں نے ابتداء ہی سے شرک کی جڑیں کاٹنا اپنا نصب العین بنایا اور لوگوں کو شرک کی گندگی سے پاک رکھنا اپنا اولین مقصد ٹھہرایا ہے۔ [تطہیر المحنعات]

والدین کی نافرمانی

قرآن وحدیث میں والدین کی اطاعت و فرمانبرداری پر بہت زور دیا گیا ہے اور ان کی نافرمانی کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا۔ افسوس کہ آج کی نئی نسل والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنے لیے بوجھ سمجھتی ہے، حالانکہ یہ والدین ہی تھے جنہوں نے پوری جانفشانی سے اولاد کو پالا پوسا اور ان کی نگہداشت میں کوئی کمی نہیں کی۔ اور بڑھاپے میں وہ یہ حق رکھتے ہیں کہ اب ان کی اولاد ان کی خدمت کرے۔ اس لیے والدین کی نافرمانی کو کبیرہ گناہ

قراردیا گیا۔ اس سلسلہ میں مروی بعض احادیث درج ذیل ہیں:

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے تین مرتبہ فرمایا:

((أَلَا أُبَيِّنُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكِبَارِ؟))

”کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے بھی سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے متعلق نہ بتاؤں؟“ پھر آپ نے خود ہی فرمایا:

((الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوبَتِي الْوَالِدَيْنِ)) [بہاری: کتاب الادب: باب حقوق الوالدین (ج ۲ ص ۸۸۴) فتح الباری ج ۵ ص ۲۶۱]

”سب سے بڑے کبیرہ گناہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا.....“

((عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال رَغِمَ أَنْفٌ لَمْ رَغِمَ أَنْفٌ مَنْ أَدْرَكَ مِنْ أَوْتَاهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْحَنَّةَ)) [صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل صلۃ اصلياء الاب والام ونحوهما ج ۲ ص ۳۱۴]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خاک آلود ہونا کس کی، پھر فرمایا: خاک آلود ہونا کس کی، جو اپنے ماں باپ، دونوں کو یا ان میں سے ایک کو بڑھا پے میں پائے پھر (ان کی خدمت نہ کرنے کی وجہ سے) جنت سے محروم رہ جائے۔“



گناہوں سے توبہ کرنے کا بیان

[توبہ کا طریق کار، شرائط اور بعض شبہات کا ازالہ]

کتاب ہذا کا یہ باب سعودی عرب کے مشہور عالم دین جناب: محمد بن صالح المنجد، حفظہ اللہ کی مصروف و مشہور کتاب: **أُرِيدُ أَنْ أَتُوبَ وَلَكِنْ.....** کے اہم مباحث پر مشتمل ہے۔ اس باب میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے اور اللہ سے معافی مانگنے کی ضرورت و اہمیت کیا ہے؟ نیز یہ کہ مقبول توبہ کا طریق کار کیا ہے؟

گناہوں سے توبہ کے سلسلہ میں ان سطور میں بیان ہونے والی باتیں بڑی اہم ہیں لہذا ان کا مطالعہ پوری توجہ سے کیجیے۔ اللہ ہم سب کو گناہوں سے سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!..... [مؤلف]

توبہ کا حکم، طریقہ کار اور شرائط

توبہ کا حکم:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے اور گناہوں سے معافی مانگنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ﴾ [سورہ ہود: ۳]

”اور یہ کہ تم اپنے پروردگار سے (اپنے گناہوں کی) معافی طلب کرو پھر اسی کی طرف متوجہ رہو۔ (یعنی توبہ کرو)“

توبہ کا یہ معنی نہیں کہ زبان سے توبہ توبہ بھی کرتے رہو اور ساتھ گناہ بھی کرتے رہو۔ انسوس کہ اکثر لوگ اسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں، حالانکہ ایسی توبہ درحقیقت توبہ جیسے عظیم عمل کے ساتھ مزاح و استہزاء ہے۔ توبہ و استغفار کے سلسلہ میں اہل علم نے قرآن و حدیث کے دلائل کو سامنے رکھ کر سچی توبہ کی جو شرائط بیان کی ہیں وہ کچھ یوں ہیں:

توبہ کا طریقہ اور شرائط:

توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ

(۱)..... اپنے گناہ کو فوراً ترک کر دے۔

(۲)..... گزشتہ کیسے ہوئے گناہ پر نادم اور شرمندہ ہو۔

(۳)..... پختہ عہد کر لے کہ آئندہ وہ گناہ کا کام نہیں کرے گا۔

(۴)..... اگر اس نے ظلم کرتے ہوئے کسی کا حق چھینا ہے تو وہ حق مظلوم کو واپس کرنے

بجائے اس سے معاف کروالے۔

بعض اہل علم نے سچی توبہ کی شرائط اور حدود و قیود میں کچھ مزید تفصیلات بھی بیان کی ہیں جنہیں ہم بعض مثالوں کی روشنی میں یہاں درج کرتے ہیں:

۱۔ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے گناہ ترک کیا جائے، گناہ ترک کرنے کی وجہ کوئی اور نہ ہو، مثلاً ایک آدمی اگر اس لیے کسی گناہ کو چھوڑتا ہے کہ وہ اس گناہ کو کرنے کی قدرت ہی نہیں رکھتا یا اس لیے چھوڑتا ہے کہ لوگ اس کے خلاف باتیں کریں گے، یا اس لیے چھوڑتا ہے کہ اس گناہ کی وجہ سے لوگ اس کے دشمن بن جائیں گے، تو ان باتوں کے خوف سے چھوڑے جانے والے گناہ پر نہ کوئی ثواب ہے اور نہ ہی اسے توبہ کہا جائے گا، کیونکہ اس میں اللہ کی رضا شامل نہ تھی۔

۲۔ اسی طرح اس شخص کو دینی اصطلاح میں 'تائب' نہیں کہا جاسکتا جو اس نیت سے گناہ چھوڑے کہ اس گناہ کے ارتکاب سے اس کی حیثیت، شہرت اور نیک نامی متاثر ہوگی یا اس گناہ کی وجہ سے اسے ملازمت سے نکال دیا جائے گا۔

۳۔ اسی طرح ہم اس شخص کو بھی تائب نہیں کہہ سکتے جو اپنی صحت و توانائی کے زائل ہو جانے کے خوف سے گناہ چھوڑتا ہے مثلاً کوئی شخص خطرناک متعدی امراض (ایڈز وغیرہ) سے ڈر کر زنا کاری چھوڑ دے یا اس لیے بدکاری چھوڑے کہ اس سے اس کا جسم اور قوت حافظہ کمزور ہو جائیں گے، ظاہر ہے اس پر اسے کوئی ثواب نہیں ملے گا اور نہ ہی اس طرح اس کا وہ گناہ اللہ کے ہاں معاف ہوگا۔

۴۔ ہم اس شخص کو بھی تائب نہیں کہہ سکتے جس نے چوری اس لیے چھوڑی کہ اسے گھر میں داخل ہونے کا کوئی راستہ نہیں ملا۔ یا وہ تجوری (مال رکھے جانے کی الماری) نہیں کھول سکا۔ یا وہ چوکیدار کے خوف سے واپس ہو گیا۔

۵۔ اسی طرح اسے بھی تائب نہیں کہا جاسکتا جس نے محکمہ انسداد رشوت کے خوف سے رشوت نہ لی۔

۶۔ اسی طرح وہ شخص بھی تائب نہیں کہلا سکتا جو غربت کی وجہ سے شراب اور نشہ آور چیزیں ترک کر دے۔

۷۔ اسی طرح اس شخص کو بھی تائب نہیں کہا جاسکتا جو خارجی عوامل کی وجہ سے اپنے گنہگارانہ ارادے کو پورا کرنے سے عاجز آ جائے مثلاً ایک شخص جھوٹ بولنے کا ارادہ رکھتا ہے مگر زبان یا کوئی اور عضو مثل ہو جانے کی وجہ سے وہ بول ہی نہ سکے اسی طرح وہ زانی جس کو جماع کرنے کی طاقت ہی نہ رہی ہو یا وہ چور جس کے ہاتھ پاؤں کسی حادثہ کی وجہ سے کام کرنا چھوڑ دیں، بلکہ ہم تائب اسے کہیں گے جو نافرمانی کی خواہش کو اللہ کی رضا کے لیے کلیتاً ترک کر دے اور اپنے گزشتہ گناہوں پر اللہ کے حضور تادم ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الَّذُمْ تَوْبَةً))^(۱)

”گناہ پر ندامت و شرمندگی ہی توبہ ہے۔“

اس لیے توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ وہ گناہ کی قباحت اور نقصان کو اچھی طرح سے سمجھے اور جب گزشتہ گناہوں کو یاد کرے تو ان کے ساتھ لذت و سرور کا شعور بیدار نہ کرے اور نہ ہی آئندہ اس کام کو دوہرا کرنے کی خواہش کرے۔

توبہ میں اچھی اور بری نیت کا کردار

اللہ کے رسول ﷺ کا ایک ارشاد گرامی ہے:

((أَنَّ السَّالِمَةَ لَا تَزَعِي نَفْرَ عَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِي رَبَّهُ فِيهِ وَيَصِلُ بِهِ رَحْمَةً وَيَعْلَمُ لِلَّهِ فِيهِ حَقًّا فَهَذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٌ رَزَقَهُ اللَّهُ عِلْمًا وَلَمْ يَرِزُقَهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُولُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ يَنْتَبِئُهُ فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ وَعَبْدٌ رَزَقَهُ اللَّهُ مَالًا وَلَمْ يَرِزُقَهُ عِلْمًا يَخْبِطُ فِي مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ

(۱) [مستدرک حاکم: کتاب التوبة (ج ۴ ص ۲۴۳- ۲۴۴) سنن ابن ماجہ ۷۶۱۳، ۷۶۱۲]

وَلَا يَصِلُ فِيهِ رَحْمَتُهُ وَلَا يَعْلَمُ لِلَّهِ فِيهِ حَقًّا فَهَذَا بِأَحَبِّ الْمَنَارِلِ وَعَبْدٌ لَمْ يَرْزُقَهُ اللَّهُ
مَالًا وَلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُولُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بَيْنِيهِ فَوَزَّرَهُمَا
سَوَاءً)) (۱)

”دنیا میں چار طرح کے لوگ ہوتے ہیں:

(۱)..... ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال اور علم دونوں چیزیں دے رکھی ہوں اور وہ ان کے بارے میں اپنے پروردگار سے ڈرتا ہو اور صلہ رحمی کرتا ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کا جو حق ہے اسے پہچانتا ہو، تو یہ آدمی انجام کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ مرتبہ پر ہے۔

(۲)..... دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے علم تو دیا ہے لیکن مال نہیں دیا، البتہ وہ نیت کا سچا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں آدمی جیسے اچھے کام کرتا۔ ایسے شخص کو بھی اس کی نیت کے مطابق اجر ملے گا اور یہ دونوں (یعنی پہلا اور دوسرا) اجر میں برابر ہیں۔

(۳)..... تیسرا وہ شخص ہے جسے اللہ نے مال تو دیا ہے لیکن علم نہیں دیا۔ وہ سوچے سمجھے بغیر اپنے مال میں تصرف کرتا ہے اور اس مال کے بارے میں وہ نہ اللہ سے ڈرتا ہے، نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اس میں اللہ کا کوئی حق سمجھتا ہے۔ اس شخص کا مرتبہ سب سے بدتر ہے۔

(۴)..... چوتھا شخص وہ ہے جسے اللہ نے نہ مال دیا اور نہ علم، البتہ وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں آدمی جیسے (برے) کام کرتا۔ ایسے شخص کے ساتھ اس کی (اس بُری) نیت کے مطابق سلوک ہوگا اور گناہ کے بوجھ میں (یہ اور جس کی مثال یہ سامنے رکھتا ہے) دونوں برابر ہیں۔“

علامہ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب ”الذَّاءُ وَالذَّوَاءُ“ اور دوسری کتاب ”الْفَوَائِدُ“ میں

(۱) [ترمذی: کتاب الزہد: باب ماجاء مثل الدنيا مثل اربعة نفر (ح- ۲۳۲۵)]

گناہوں کے کئی نقصانات بیان کئے ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

علم سے محروم ہونا، دل کا بے چین ہونا، کاموں کا بوجھ ہونا، بدن کا کمزور پڑنا، اطاعت سے محروم رہنا، برکت کا اٹھ جانا، توفیق کی کمی ہونا، سینہ میں گھٹن ہونا، برائیوں کا پیدا ہونا، گناہوں کا عادی ہونا، گناہ گار کا اللہ تعالیٰ کے ہاں اور لوگوں کے ہاں بے وقعت ہو جانا، تمام ذی روح اشیاء کی لعنت کا مستحق بننا، اور ملعون ہو جانا، ذلیل ہو جانا، دل پر مہر لگ جانا، دعا کا قبول نہ ہونا، بحر و بر میں فساد پھیل جانا، غیرت سے محروم ہو جانا، شرم کا اٹھ جانا، نعمتوں کا زوال ہونا، مشکلات کا نزول ہونا، دل پر رعب بیٹھ جانا، شیطان کے شکنجے میں گرفتار ہو جانا، دنیا میں برانجام ہونا اور آخرت میں دردناک عذاب ہونا۔

گناہوں کے اسباب:

اگر کسی انسان کو یہ معلوم ہو جائے کہ گناہوں کے کیا کیا نقصانات ہیں تو آپ یقین جاپیے کہ پھر وہ گناہوں سے ضرور دور بھاگے گا۔ لیکن افسوس ہے ان لوگوں پر جو ایک گناہ چھوڑتے ہیں تو کوئی دوسرا گناہ اختیار کر لیتے ہیں، دوسرا چھوڑتے ہیں تو کوئی تیسرا شروع کر دیتے ہیں۔ انسان ایسا کیوں کرتا ہے؟ اس کے چند اسباب ہیں مثلاً:

- ۱۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ جس گناہ کو اس نے اب اختیار کیا ہے وہ پہلے گناہ سے ہلکا ہے۔
- ۲۔ یا دوسرے گناہ کی طرف انسان کی خواہش نفس کا جھکاؤ زیادہ ہوتا ہے اور وہ پہلے کو چھوڑ کر اسے اختیار کر لیتا ہے۔

۳۔ یا پھر دیگر گناہوں کی نسبت اس گناہ کے لیے معاشرتی احوال و ظروف زیادہ سازگار ہوتے ہیں، بخلاف اس گناہ کے جس کے لیے کسی ایسے سامان اور وسائل کی ضرورت ہو جو بقدر ضرورت موجود نہیں ہوتے۔

۴۔ یا اس کے دوستوں اور ملنے جلنے والوں میں بھی وہ گناہ ہوتے ہیں، اس لیے اسے چھوڑنا

انسان کے لیے دشوار ہو جاتا ہے۔

۵۔ یا کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ مخصوص گناہ اس کے دوستوں میں اس کا ایک خاص مقام و مرتبہ پیدا کر دیتا ہے اور یہ نہیں چاہتا کہ اس کا وہ مقام و مرتبہ ختم ہو چنانچہ وہ گناہ کو گناہ سمجھنے کے باوجود اسے چھوڑنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا اور بلا خوف و خطر گناہ کا کام کئے جاتا ہے۔ ایسا رویہ عام طور پر فاسق جماعتوں کے لیڈروں میں دیکھنے کو ملتا ہے اور یہی رویہ ایک فحش گو شاعر ابونواس کا تھا، جب ایک متقی واعظ ابوالعتاہیہ (شاعر) نے اسے سمجھانے کی کوشش کی اور گناہوں کا ارتکاب کر کے دین کی بے حرمتی کرنے پر اس کی ملامت کی تو اس ابونواس نے بجائے توبہ کے یہ شعر پڑھے:

آتْرَانِي سَاعَتَاهِي نَارِكَا تِلْكَ الْحَلَاهِي؟

آتْرَانِي مُفْسِدًا بِالنُّسْكَ عِنْدَ الْقَوْمِ حَاهِي؟

”عتاہی! کیا تو سمجھتا ہے کہ میں لہو و لعب کو چھوڑ دوں! کیا تو سمجھتا ہے کہ مجھے (ان گناہوں سے) جو مقام و مرتبہ لوگوں میں حاصل ہے، میں درویشی اختیار کر کے اسے ضائع کر دوں!“

توبہ کرنے والے کے لیے چند مفید نصیحتیں:

☆..... توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ جلد از جلد توبہ کی طرف متوجہ ہو کیونکہ توبہ کرنے

میں تاخیر کرنا بذات خود ایک گناہ ہے اور اس سے بھی توبہ کی ضرورت ہے۔

☆..... توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ توبہ میں کوتاہی سے ڈرتا رہے اور توبہ کرنے کے بعد

یہ نہ سمجھ لے کہ اس کی توبہ یقیناً قبول ہو چکی ہے، ورنہ اس طرح وہ اپنے آپ پر اعتماد کر کے

کہیں اللہ کی تدبیر سے بے خوف نہ ہو جائے۔

☆..... گناہوں کی وجہ سے جو حقوق اللہ فوت ہو چکے ہیں، اگر ممکن ہو تو انہیں ادا کرے

مثلاً اگر وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا تو توبہ کرنے کے بعد فوراً زکوٰۃ ادا کرے۔

☆..... اگر اسے یہ خطرہ ہو کہ گناہوں والی جگہ پر رہائش رکھنے سے وہ دوبارہ انہی گناہوں میں مبتلا ہو جائے گا تو اسے چاہیے کہ وہ اس جگہ کو چھوڑ دے۔

☆..... اگر اس کا کوئی دوست گناہ کے کاموں میں کسی بھی طرح اس کی مدد کرتا ہو یا گناہوں پر اسے آمادہ کرتا ہو تو اسے چاہیے کہ اسے بھی چھوڑ دے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿الْأَخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ﴾ [الزخرف- 67]

”اس (قیامت کے) دن سب دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے ماسوائے ان کے جو پرہیزگار ہیں۔“

لہذا اے توبہ کرنے والے! اگر تم اپنے دوستوں کو تبلیغ کر کے نیک بنا لینے سے عاجز آ جاؤ تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ ان سے جدا ہو جاؤ اور انہیں چھوڑ دو۔ اور دیکھنا کہیں شیطان تم پر غالب نہ آ جائے۔ اور وہ لوگ تمہیں دوبارہ گناہوں کی دلدل کی طرف نہ لے جائیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان ان کی طرف لوٹنے کے کام کو تمہیں مزین کر کے دکھائے اور تم یہ سمجھنے لگو کہ میں تو کمزور ہوں اور ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا!

لہذا تمہارے لیے انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے اور ایسے واقعات بکثرت پیش آ چکے ہیں کہ ماضی کے بُرے دوستوں سے تعلقات قائم رکھنے کی وجہ سے کئی لوگ دوبارہ اسی معصیت و گمراہی میں جا پڑے، جس سے انہیں کبھی توبہ کی توفیق ملی تھی!

☆..... اگر توبہ کرنے والے انسان کے پاس حرام اور ممنوع اشیاء موجود ہوں تو اسے چاہیے کہ انہیں ضائع کر دے مثلاً اگر اس کے پاس نشہ آور اشیاء، آلاتِ موسیقی یا جانداروں کی تصویریں، یا نقشِ فلمیں، انسانی اور ڈرامے وغیرہ ہوں تو ایسی تمام چیزوں کو توڑنا، اور ضائع کر دینا چاہیے۔ توبہ کو قائم رکھنے کے لیے تائب کو چاہیے کہ تمام ممنوعہ لوازمات سے جان چھڑالے ورنہ توبہ کا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں کہ توبہ کرنے والوں نے حرام اشیاء اپنے پاس باقی رکھیں اور وہی اشیاء پھر ان کی توبہ کو ناکام

کر دینے اور ہدایت کے بعد دوبارہ گمراہی میں لے جانے کا سبب بن گئیں۔ ہم اللہ سے توبہ کرنے کرنے والے کی ثابت قدمی کی دعا کرتے ہیں۔

☆..... توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ برے دوستوں کی بجائے نیک دوستوں کو منتخب کرے جو اس توبہ کو قائم رکھنے میں اس کے مددگار ثابت ہوں۔ اسی طرح توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ وہ دینی و علمی مجالس میں شریک ہو اور ایسے کاموں میں وقت صرف کرے جو اس کے لیے مزید نیک بننے میں مفید ہوں اور اس طرح نیکی میں مصروف ہو جانے سے شیطان اسے اس کا سیاہ اور تاریک ماضی یاد نہ دلا سکے گا۔

☆..... اسی طرح توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ اپنا وہ جسم جسے اس نے حرام کی کمائی سے پالا پوسا ہے، اس کی طاقت اور صلاحیتوں کو اللہ کی راہ میں صرف کر دے اور حلال کمائی کے ذرائع اختیار کرے تاکہ آئندہ یہ جسم پاکیزہ رزق پر پرورش پائے۔

☆..... توبہ کرنے والے انسان کو چاہیے کہ اپنی سانس اکھڑنے سے پہلے اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے پہلے توبہ کر لے۔ یعنی قیامت صغریٰ (موت) اور قیامت کبریٰ سے پہلے پہلے توبہ کر لینی چاہیے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ تَابَ إِلَى اللَّهِ قَبْلَ أَنْ يُغْرِقَ قَبْلَ اللَّهِ مِنْهُ))^(۱)

”جو شخص سانس اکھڑنے (یعنی جان کنی) سے پہلے پہلے اللہ کے حضور توبہ کر لے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالتا ہے۔“ اسی طرح ایک حدیث میں ہے:

((مَنْ تَابَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ))^(۲)

”جو شخص مغرب کی طرف سے سورج طلوع ہونے سے پہلے توبہ کر لے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمائیں گے۔“

(۱) [حاکم: کتاب التوبة والاناہة (ج ۴ ص ۲۵۸-ج ۷۶۶۱) کنز العمال (ج ۱۰۱۹۹)]

(۲) [مسلم: کتاب الذکر والدعاء (ج ۳ ص ۲۷۰۳)]

توبہ کے چند عظیم نمونے.....!

پہلا نمونہ:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

”حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ، اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے، میں زنا کر بیٹھا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں۔ آپ ﷺ نے انہیں واپس لوٹا دیا۔ دوسرے دن وہ پھر آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے پھر انہیں واپس لوٹا دیا۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی قوم کے پاس ایک آدمی بھیجا اور ان سے پوچھا: کیا ماعز کے ہوش دحواس درست ہیں؟ اور اس میں کوئی ایسی بات تو نہیں جسے تم ناپسند کرتے ہو؟“

وہ کہنے لگے: ہم تو یہی جانتے ہیں کہ اس کے ہوش دحواس درست ہیں، اور ہمارے دیکھنے میں تو وہ تندرست آدمیوں میں سے ہے۔ پھر ماعز تیسری بار اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے پھر ان کی قوم کی طرف ایک آدمی بھیجا اور ان سے ماعز کی بابت پوچھا تو انہوں نے پھر یہی بتلایا کہ ماعز میں کوئی نقص نہیں اور نہ ہی اس کی عقل میں کوئی فتور ہے۔ پھر جب چوتھی بار ماعز آئے تو آپ ﷺ نے ان کے لیے ایک گڑھا کھدوایا۔ پھر لوگوں کو رجم کا حکم دیا چنانچہ حضرت ماعز کو رجم کر دیا گیا۔“

دوسرا نمونہ:

ایک روایت میں ہے کہ عابدیہ نامی ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے مجھے پاک فرمائیں۔ آپ ﷺ نے

اسے واپس لوٹا دیا۔ دوسرے دن وہ پھر آ کر کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے کیوں واپس لوٹاتے ہیں شاید آپ مجھے اسی طرح واپس لوٹا رہے ہیں جیسے ماعز کو واپس لوٹا دیا تھا۔ اللہ کی قسم! میں تو حاملہ ہو چکی ہوں۔ آپ نے فرمایا:

”پھر ابھی تم پر سزا نافذ نہیں ہو سکتی، جاؤ ولادت کے بعد آنا۔“

جب اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا تو وہ اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر لائی اور کہنے لگی: یہ رہا بچہ جو میں نے جنا ہے۔ اب آپ مجھے پاک فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”جاؤ اس بچے کو دودھ پلاؤ اور اس وقت آنا جب اس کا دودھ چھڑا دو۔“

پھر جب اس نے بچے کا دودھ چھڑا دیا تو اس بچے کو لے کر وہ حاضر ہوئی اور اس بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا، وہ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے اور اب یہ کھانا کھانے لگا ہے۔ آپ نے اس بچے کو ایک شخص کے حوالے کیا پھر اس (عورت) کے رحم کا حکم دیا، چنانچہ اس عورت کے سینے تک گڑھا کھودا گیا۔ آپ کے حکم سے لوگوں نے اسے رحم کر دیا۔ رحم کے وقت جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ان کے سر پر پتھر مارا تو خود ان کے چہرے پر خون کے چھینٹے آ پڑے جس پر انہوں نے اس عورت کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ ادھر رسول اللہ ﷺ نے یہ سن لیا۔ آپ ﷺ نے خالد رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا:

((مَهَلًا مَسَاخِلًا ذُو الْاَلْدِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغَفِرَ

لَهُ)) (۱)

”خالد! رک جاؤ جلدی نہ کرو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس عورت نے ایسی (سچی) توبہ کی ہے کہ اگر نانا جائز ٹیکس وصول کرنے والا بھی اس عورت جیسی توبہ کرے تو اسے بھی اللہ کے حکم سے معاف کر دیا جائے!“

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ اس عورت کا نماز جنازہ پڑھانے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے اس عورت کو رجم کیا پھر اس پر نماز جنازہ کیوں پڑھتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

((لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَوَسِعَتْهُمْ وَهْلٌ وَحَدَّثَ تَوْبَةً أَفْضَلَ مِنْ أَنْ حَادَثَ بِنَفْسِهَا لِلَّهِ تَعَالَى)) (۱)

”اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر مدینہ کے ستر (۷۰) آدمیوں پر اس کی توبہ کو تقسیم کیا جائے تو یہ ان سب کو کافی ہو جائے! کیا تم نے اس سے بھی افضل کوئی توبہ دیکھی ہے کہ اس نے (توبہ کرتے ہوئے) اللہ کے لیے اپنی جان قربان کر دی ہے!“



(۱) [صحیح مسلم: ایضاً: کتاب الحدود (ح: ۱۶۹۶)]

توبہ کرنے والوں کے مسائل و شبہات

(۱)..... کیا توبہ سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے؟

توبہ کرنے والا کبھی یوں کہتا ہے کہ ”میں توبہ تو کرنا چاہتا ہوں لیکن اس بات کی آخر کیا ضمانت ہے کہ اگر میں توبہ کروں تو اللہ مجھے معاف کر دے گا.....!“

”میں ثابت قدمی کی راہ پر چلنے کی رغبت رکھتا ہوں لیکن میرے یہی خیالات مجھے تردد میں ڈال دیتے ہیں۔ اگر مجھے یقینی طور پر علم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ضرور معاف فرمادے گا تو میں ضرور توبہ کر لوں.....!“

ایسے شخص کا جواب یہ ہے کہ خیالاتِ نفس کی مداخلت کا جو احساس آپ کو ہوتا ہے یہ آپ سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے بھی بعض کو ہوا تھا۔ اگر آپ درج ذیل دو احادیث پر یقین مستحکم کے ساتھ غور کریں گے تو آپ کے دل میں اس طرح کے جو خیالات و ادبام ہیں سب دور ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ!

(۱)..... حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنا قبولِ اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

((فَلَمَّا جَعَلَ اللَّهُ الْأِسْلَامَ فِي قَلْبِي أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: أَسْطُ يَمِينِكَ فَلَاهَا بِعَكَ فَبَسَطَ يَمِينَهُ، قَالَ: فَقَبَضْتُ يَدِي قَالَ: مَا لَكَ يَا عَمْرُو؟ قَالَ قُلْتُ: أَرَدْتُ أَنْ أَسْتَرِطَ، قَالَ: تَشْتَرِطُ بِمَاذَا؟ قُلْتُ أَنْ يُغْفِرَ لِي قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ يَا عَمْرُو! أَنَّ الْأِسْلَامَ يَهْدِمُ مَسَاكِنَ قَبْلَهُ وَأَنَّ الْهَجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا، وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ)) (۱)

(۱) [مسلم: کتاب الایمان: باب کون الاسلام یهدم ما قبله (ح ۱۲۶)]

”جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا کر دی تو میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آ کر عرض کیا: اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کر کے حلقہ بیگوش اسلام ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے ہاتھ آگے بڑھایا، لیکن میں نے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو! کیا ہوا؟ میں نے کہا: بیعت کو ایک شرط سے مشروط کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے پوچھا: کس بات سے مشروط کرنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ اسلام سابقہ تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اور ہجرت بھی سابقہ تمام گناہوں کو ختم کر دیتی ہے اور حج بھی سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے!“

(۲)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((أَنْ نَّاسًا مِنْ أَهْلِ الشَّرْكِ كَانُوا قَدْ قَتَلُوا وَأَكْفَرُوا، وَزَنُوا وَأَكْفَرُوا مَا تَوَّابًا مُحَمَّدًا ﷺ فَقَالُوا: إِنْ الَّذِي نَقُولُ وَتَدْعُو إِلَيْهِ لِحَسَنٍ لَوْ تُخْبِرُنَا أَنْ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً)) (۱)

”مشرکین میں سے کچھ لوگوں نے بڑے (ناحق) قتل کیے تھے اور بدکاری کا ارتکاب بھی کثرت سے کیا تھا، پھر وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگے: آپ جو بات فرماتے ہیں اور جس چیز کی دعوت دیتے ہیں وہ اچھی ہے بس آپ ہمیں یہ بتادیں کہ ہم نے آج تک جو (برے) اعمال کیے ہیں، ان کا کفارہ کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَتَمًا﴾ [الفرقان ۶۸/۲۵]

”اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے نہ ہی وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جسے قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے سوائے حق کے، اور نہ ہی وہ زنا کرتے

(۱) [صحیح بخاری: کتاب التفسیر (ج ۴۸۱۰)]

ہیں۔ اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت وبال لگائے گا۔“ نیز یہ آیت بھی اسی سلسلہ میں نازل ہوئی:

﴿قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ [الزمر ۵۳]

”(اے نبی! میری طرف سے) آپ یہ فرمادیں: اے میرے بندو! جو اپنی جانوں پر (گناہ کر کے) زیادتی کر چکے ہو، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوتا۔“

(۲)..... کیا اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے گا؟

ممکن ہے کبھی توبہ کرنے والا یوں کہے کہ

”میں توبہ تو کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ شاید ہی کوئی گناہ ہوگا جس کا میں نے ارتکاب نہ کیا ہو، ورنہ ہر وہ گناہ جو تحیل میں آسکتا ہے یا جو نہیں آسکتا، میں نے ان سب کا ارتکاب کیا ہے اور اب میں سمجھتا ہوں کہ ایک لمبا عرصہ میں نے گناہ کیے ہیں اور شاید اب اللہ تعالیٰ مجھ جیسے گنہگار کو معاف نہ کرے!؟“

ایسے شخص سے میں کہوں گا: اے میرے قابل احترام بھائی! یہ مشکل صرف آپ ہی کو پیش نہیں بلکہ جو لوگ بھی توبہ کرنا چاہتے ہیں ان میں سے اکثر لوگوں کو یہ مشکل پیش آتی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کی تشریح کے لیے ایک نوجوان کا واقعہ میں پیش کرتا ہوں جس نے اپنا ماجرا یوں بیان کیا کہ:

”میں بچپن ہی سے اللہ کی نافرمانیوں اور گناہوں کے کاموں میں پڑ گیا تھا، میری عمر صرف سترہ سال ہے جب کہ میرے چھوٹے بڑے گناہوں کی فہرست بڑی طویل ہے۔ میں نے بے شمار چھوٹے بڑے لوگوں کے ساتھ گناہوں کا ارتکاب کیا حتیٰ کہ میں نے ایک معصوم لڑکی پر بھی زیادتی کی۔ کئی بار چوری بھی کر چکا ہوں۔ پھر وہ کہنے لگا، اب میں نے اللہ عزوجل کے حضور اپنے ان تمام گناہوں سے توبہ کر لی ہے، رات کو تہجد پڑھتا ہوں اور سہ پہر رسول کی پیروی میں ہر سوموار اور جمعرات کو روزہ بھی رکھتا ہوں

اور صبح کی نماز کے بعد قرآن کریم کی تلاوت بھی کرتا ہوں۔ کیا میری توبہ کی قبولیت کی امید ہے؟“

دراصل ہر مسلمان کا طرز عمل یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مسائل کے حل کے لیے کتاب و سنت کی طرف رجوع کرتا ہے لہذا اگر ہم اس مسئلہ میں اللہ کی کتاب قرآن مجید کی طرف رجوع کریں تو اللہ تعالیٰ کا درج ذیل یہ ارشاد ہماری رہنمائی کرتا ہے:

﴿قُلْ يٰجِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ حَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَاٰیٰتِنَا اِلٰی رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ﴾

[الزمر: ۵۴، ۵۳]

”آپ فرمادیں، اے میرے بندو! جو (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کر چکے ہو، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوتا۔ بلاشبہ اللہ تو سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ لہذا تم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار بن جاؤ۔“

اس آیت میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ توبہ کرنے والے ہر شخص کی مذکورہ بالا مشکل کا ٹھیک حل یہی ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اور یہ بات اتنی واضح ہے کہ اس کی مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ رہا یہ سوال کہ یہ احساس کیوں پیدا ہوتا ہے کہ ”میرے تو گناہ اس قدر زیادہ ہیں کہ شاید ہی اللہ انہیں معاف فرمائے“..... تو اس احساس کے پیدا ہونے کی چار وجوہات ہیں:

- (۱)..... انسان کو اپنے پروردگار کی رحمت کی وسعتوں پر یقین نہیں آتا۔
- (۲)..... یا اللہ تعالیٰ کی قدرت و طاقت کے حوالے سے اس کے ایمان میں یہ نقص اور کمزوری ہوتی ہے کہ وہ سمجھ ہی نہیں پاتا کہ واقعی اللہ تعالیٰ اس کے سارے کے سارے گناہ بخش سکتا ہے؟

(۳)..... دل سے تعلق رکھنے والے اعمال میں سے ایک اہم ترین عمل اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھنا بھی ہے جبکہ گنہگار انسان کی اس امید میں ضعف ہوتا ہے۔
(۴)..... گنہگار انسان کو اس حقیقت کا صحیح اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ ”تو بہ سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں!“

یہ ساری الجھنیں ایمان کی کمی و کمزوری کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اور ان الجھنوں کو حل بھی کیا جاسکتا ہے مثلاً پہلی الجھن کے حل کے لیے آپ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کس قدر وسیع ہے؟ اس کی وضاحت کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت ہی کافی ہے:

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ [الاعراف: ۱۵۶]

”میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے۔“

دوسری الجھن کے حل کے لیے درج ذیل حدیث قدسی کافی ہے:

((مَنْ عَلِمَ أَنِي ذُو فَضْلَةٍ عَلَى مَغْفِرَةِ الذُّنُوبِ غَفَرْتُ لَهُ وَلَا أَبَالِي مَا لَمْ يُشْرِكْ بِي شَيْئًا))

[اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:] ”جس نے یقین کر لیا کہ میں گناہ معاف کرنے پر قادر ہوں تو میں اس کے گناہ معاف کر دیتا ہوں اور مجھے قطعاً پروا نہیں بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔“

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((وَذَلِكَ إِذْ أَلْقَى الْعَبْدُ رُتَبَهُ فِي الْأَجْرَةِ))^(۱)

”یہ بات (روز قیامت) اس وقت کہی جائے گی جب بندہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے گا۔“

تیسری الجھن کا حل درج ذیل حدیث قدسی میں موجود ہے:

((يَا اِبْنَ آدَمَ إِنَّكَ سَادَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَتْ بَيْنَكَ وَلَا أَبَالِي،

(۱) [تفسیر الدر المنثور (ج ۲ ص ۱۷۰)]

يَا اِبْنَ آدَمَ الْوَبْلَغْتَ ذُنُوبَكَ عَنَّا السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي مَغْفَرَتُ لَكَ وَلَا اَبَالِي يَا اِبْنَ
آدَمَ اِنَّكَ لَوَاتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْاَرْضِ حَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَا اَهْتِكُ
بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً)) (۱)

[نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:] ”اے ابن آدم! تو جب بھی مجھ سے دعا کرے اور مجھ سے (گناہ معاف کرنے کی) امید رکھے تو تیرے جتنے بھی گناہ ہوں گے میں بخش دوں گا اور مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندی کو پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا اور مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ اے ابن آدم! اگر تو زمین بھر کے گناہ لے آئے مگر مجھے اس حال میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو میں زمین بھر کے بخشش سے تجھے نواز دوں گا۔“

چوتھی الجھن کا حل اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے ایک ارشاد میں اس طرح فرمادیا:
((التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ)) (۲)

”گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔“
لیکن اگر کسی شخص کو ابھی بھی یہ خیال ہو کہ اس کے گناہ تو اس قدر زیادہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف نہیں کرے گا تو اس کی تسلی، اطمینان اور ذہنی سکون کے لیے ہم ایک اور اہم حدیث بیان کئے دیتے ہیں:

سو بندوں کے قاتل کی توبہ

حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا:

((كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةَ وَتِسْعِينَ إِنْسَانًا، ثُمَّ خَرَجَ يَسْأَلُ مَغَانِي

(۱) [ترمذی: کتاب الدعوات (ح۔ ۳۵۴۰)]

(۲) [ابن ماجہ: کتاب الزہد: باب ذکر التوبة (ح۔ ۴۲۵۰)]

رَاهِبًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ: هَلْ مِنْ تَوْبَةٍ؟ قَالَ: لَا فَنَقَلْتُهُ، فَحَمَلَ بِسَأَلٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: إِنَّتَ قَرِيْبَةٌ كَسَدًا وَكَسَدًا؟ مَا ذَرَكْتَ الْمَوْتَ فَمَا لِي بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا، فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَقْرَبِي وَأَوْحَى إِلَيَّ هَذِهِ أَنْ تَبَاعِدِي وَقَالَ: فَيَسُؤَامَا بَيْنَهُمَا، فَوَجَدَ إِلَى هَذِهِ أَقْرَبَ بِشَيْبٍ مُغْفِرَةً))^(۱)

”بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے نانوے انسانوں کو قتل کیا تھا پھر وہ (نادم ہو کر) مسئلہ پوچھنے نکلا اور ایک راہب (اہل کتاب کے عالم و زاہد) شخص کے پاس آیا، اس راہب سے اس نے پوچھا: کیا میرے اس گناہ سے توبہ قبول ہونے کی کوئی صورت ہے؟ اس راہب نے جواب دیا: نہیں۔ یہ جواب سن کر اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔ (اور یوں اس نے سوخون پورے کر دیے) پھر وہ دوسرے لوگوں سے یہ مسئلہ پوچھنے لگا۔ آخر کار ایک اور راہب نے اسے بتایا کہ وہ فلاں بستی میں چلا جائے (وہاں اس کی توبہ کی کوئی صورت نکل آئے گی کیونکہ وہاں ایک اور بڑا عالم رہتا ہے) جب اس شخص نے اس بستی کی طرف قدم اٹھایا تو اس کی موت واقع ہو گئی۔ مرتے وقت یہ اپنا رخ اس بستی کی طرف کر چکا تھا۔ رحمت اور عذاب کے فرشتوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا (کہ کون اس کی روح لے کر جائے، کیونکہ ایک لحاظ سے یہ گنہگار تھا اور ایک لحاظ سے اس نے سچی توبہ کے لیے قدم اٹھا دیا تھا) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو (جہاں یہ توبہ کے لیے جا رہا تھا) حکم دیا کہ اس کی نعش سے قریب ہو جا۔ اور دوسری بستی (جہاں سے یہ نکلا تھا) کو حکم دیا کہ اس کی نعش سے دور ہو جا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم دونوں بستیوں کا فاصلہ ماپ لو، چنانچہ انہوں نے (جب دونوں بستیوں کا فاصلہ ماپا تو) اس بستی کو (جہاں وہ توبہ کے لیے جا رہا تھا) دوسری بستی سے ایک ہاتھ نزدیک پایا۔ اس لیے اس شخص کو بخش دیا گیا۔“

(۱) [صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء (باب ۵۴ - حدیث ۳۴۷۰)]

(۳)..... اگر مجھ سے گناہ ہو جائے تو میں کیا کروں؟

کبھی آپ یوں کہتے ہیں کہ اگر مجھ سے گناہ ہو جائے تو پھر میں توبہ کیسے کروں؟ اور اس گناہ کے بعد وہ کون سا کام ہے جو مجھے فوراً بجالانا چاہیے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ گناہ چھوڑنے کے فوراً بعد دو کام کرنے چاہئیں:

(۱)..... پہلا کام دل سے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے کئے پر انسان پشیمان ہو اور پختہ ارادہ کر لے کہ آئندہ کبھی وہ گناہ نہیں کرے گا۔ اور یہ دونوں باتیں اللہ کے ڈر اور اس کی رضا کے حصول کے لیے ہونی چاہئیں۔

(۲)..... دوسرا کام اعضاء سے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان مختلف نیکیوں کے کام کرے، ان میں سے ایک نماز توبہ بھی ہے جس کی دلیل یہ ہے:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((مَا مِنْ رَجُلٍ يُذِيبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَقُومُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يُصَلِّي ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ إِلَّا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ)) (۱)

”جب کسی انسان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے پھر وہ اٹھ کھڑا ہو اور وضو کرے، پھر وہ دو رکعت نماز ادا کرے اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور معاف کر دیتے ہیں۔“

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ شَيْءٍ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ عَابِدُونَ﴾ [آل عمران: ۱۳۵]

”اور (پرہیزگار رشتہ) لوگ جب کوئی برا کام کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو

(۱) [ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورة آل عمران (ح ۳۰۰۶)]

فوراً اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہو؟ اور وہ جان بوجھ کر اپنے کئے پر ڈٹتے نہیں رہتے۔“
کچھ اور صحیح روایات میں ان گناہوں کو دور کرنے والی دو رکعت نماز کی مزید تفصیلات بھی مذکور ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ گنہگار انسان اچھی طرح وضو کرے [اس لیے کہ جس پانی سے وضو کے اعضاء کو دھویا جاتا ہے، اس سے ان اعضاء سے کیے گئے گناہ بھی اللہ کے حکم سے دُھل جاتے ہیں] اور اچھی طرح وضو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وضو کرنے سے پہلے انسان بسم اللہ پڑھے اور وضو مکمل کرنے کے بعد مندرجہ ذیل دعائیں بھی پڑھے:

((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ))^(۱)

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں“

((اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ))^(۲)

”اے میرے اللہ! مجھے (بار بار) توبہ کرنے والوں اور بہت پاک صاف رہنے والوں میں سے بنا دے۔“ (آمین)

((سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ))^(۳)

”اے میرے اللہ! تو پاک ہے اور تیری تعریف کے ساتھ (میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں) تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیرے حضور ہی توبہ کرتا (معافی مانگتا) ہوں۔“

(۱) [صحیح مسلم: کتاب الطہارۃ: باب الذکر المستحب عقب الوضوء (ح ۲۳۴)]

(۲) [جامع ترمذی: کتاب الطہارۃ: باب ما یقال بعد الوضوء (ح ۵۵۵)]

(۳) [عمل الیوم واللیلۃ (ح ۸۱) مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۵۶۴)]

۲۔ وضو اور دعاؤں کے بعد توبہ کرنے والا اللہ کے سامنے کھڑا ہوا اور دو رکعت نماز ادا کرے۔
 ۳۔ توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ توجہ سے نماز ادا کرے، اور ادھر ادھر کے خیالات دل میں نہ لائے۔

۴۔ اس دو رکعت نماز میں اپنے آپ کو بھول چوک سے بچائے۔

۵۔ دل میں دنیا داری کی بھی کوئی بات نہ کرے۔

۶۔ خشوع و خضوع کا پورا لحاظ رکھے۔

۷۔ پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک تو اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اور دوسرا یہ کہ وہ جنت کا مستحق بن جائے گا۔ ان شاء اللہ!

اس کے بعد اسے نیکی اور اللہ کی اطاعت کے کام بکثرت کرتے رہنا چاہیے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مسئلہ پر اللہ کے رسول ﷺ سے بحث کی پھر جب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے کئی اچھے اچھے کام کئے تاکہ میری اس غلطی کی تلافی ہو سکے۔

اسی طرح گناہ سے توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ اس صحیح حدیث پر بھی غور کرے جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ مَثَلَ الَّذِي يَعْمَلُ السَّيِّئَاتِ ثُمَّ يَعْمَلُ الْحَسَنَاتِ كَمَثَلِ رَجُلٍ كَانَتْ عَلَيْهِ ذُرْعٌ ضَبِيقَةٌ قَدْ خَبِقَتْهُ ثُمَّ عَمِلَ حَسَنَةً فَأَنْفَقَتْ حَلَقَةً ثُمَّ عَمِلَ أُخْرَى فَأَنْفَقَتْ الْأُخْرَى حَتَّى يَبْعُرُجَ إِلَى الْأَرْضِ)) (۱)

”وہ انسان جو گناہ کے کام کرتا ہے، پھر (وہ تائب ہو کر) نیکی کے کام کرتا ہے، اس کی مثال اس انسان کی سی ہے جس نے ایسی تنگ زرہ (لوہے کا لباس جسے تیر و تگوار کے دور میں جنگ کرنے والا پہنتا تھا) پہنی ہو جس نے اس کا گلا گھونٹ رکھا ہو پھر وہ ایک

(۱) [مسند احمد (ج ۴ ص ۱۴۵) شرح السنہ (ج ۱ ص ۱۴۳۹)]

نیکی کرتا ہے تو اس (زرہ) کا ایک حلقہ کھل جاتا ہے۔ پھر وہ دوسری نیکی کرتا ہے تو دوسرا حلقہ کھل جاتا ہے حتیٰ کہ (اسی طرح نیکیاں کرتے کرتے وہ ساری زرہ اتر جاتی ہے اور) وہ آزاد پھرنے لگتا ہے۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی کے کام ایک گناہ گار انسان کو معصیت کی قید سے آزاد کر کے اسے اطاعت کے کھلے میدان کی طرف لے جاتے ہیں۔

اب میں اپنے تو بہ کرنے والے بھائی کو ایک سبق آموز قصہ سناتا ہوں۔ وہ قصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ! إِنِّي أَعْدْتُ امْرَأَةً فِي الْبُسْتَانِ فَفَعَلْتُ بِهَا كُلَّ شَيْءٍ غَيْرَ آتِي لَمْ أُجَامِعْهَا قَبْلُهَا وَلَزِمْتُهَا وَلَمْ أَفْعَلْ غَيْرَ ذَلِكَ فَافْعَلْ بِي مَا شِئْتَ فَلَمْ يَقُلْ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَيْئًا فَذَهَبَ الرَّجُلُ فَقَالَ عُمَرُ لَقَدْ سَتَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ لَوْ سَتَرَ عَلَى نَفْسِهِ قَالَ فَاتَّبَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَصْرَةَ فَقَالَ: رُدُّوهُ عَلَيَّ فَرَدُّوهُ عَلَيْهِ فَفَرَّهْ عَلَيْهِ)) (۱)

”ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آ کر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے فلاں باغ میں ایک عورت مل گئی میں نے اس کے ساتھ جماع کے سوا جو کچھ ہو سکتا تھا کیا ہے، میں نے اس کا بوسہ بھی لیا، اس سے بغل گیر بھی ہوا اور اس کے علاوہ میں نے کچھ نہیں کیا، اب میرے ساتھ آپ جو چاہیں سلوک کریں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کچھ نہ کہا، جب وہ شخص جانے لگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اللہ نے اس کے اس گناہ پر پردہ ڈال دیا تھا، اسے چاہیے تھا کہ یہ خود بھی اپنا پردہ قائم رکھتا۔“ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس واپس جانے والے شخص کی طرف دیکھ رہے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس شخص کو میرے پاس بلاؤ۔“

(۱) [مسند احمد (ج ۱ ص ۴۴۹)]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بلا لائے تو آپ نے اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی:

﴿وَلَقِمَ الْعَلْوَةَ عُرْفِي النَّهَارَ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُؤْتِيَنَّ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرِي لِلَّذِينَ كَفَرُوا﴾ [هود: ۱۱۴]

”اور دن کے دونوں سروں (یعنی صبح و شام) اور رات کی چند گھڑیوں میں نماز ادا کیا کرو بلاشبہ (یہ) نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ ان کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرتے ہیں۔“

[یعنی آپ ﷺ اس شخص سے یہ کہنا چاہتے تھے کہ نماز پڑھنے سے تمہارا یہ گناہ معاف ہو جائے گا، اور بعض روایتوں میں ہے کہ اس شخص نے آ کر پہلے آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھی تھی پھر اپنے اس گناہ کو پیش کیا تھا اس لیے آپؐ نے یہ آیت اس کے سامنے تلاوت کی]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! کیا یہ (گناہ کی معافی کا طریقہ) صرف اسی شخص کے ساتھ خاص ہے یا سب لوگوں کے لیے ہے؟“ آپؐ نے فرمایا:

((بَلِّغْ لِلنَّاسِ حِكْمَةَ)) ”بلکہ یہ سب لوگوں کے لیے ہے۔“

(۴)..... برے ساتھی مجھ پر دباؤ ڈالتے ہیں!

کبھی توبہ کرنے والا یہ کہتا ہے کہ..... ”میں توبہ تو کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے برے ساتھی ہر طرف سے مجھے گیرے ہوئے ہیں اور اگر انہیں میری توبہ کا علم ہو گیا تو وہ ہر طرح سے مجھے برائی پراکسائیں گے اور میں اپنی اس کمزوری کو خوب جانتا ہوں کہ میں ان کے کہے میں آ جاؤں گا۔ ایسی صورت میں پھر میں کیا کروں؟“

اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! تیرے اس سوال کے جواب میں، میں یہی کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کو اسی طرح آزما کر دیتے ہیں تاکہ یہ ظاہر کیا جاسکے کہ ان میں سے سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ، پاک کو ناپاک سے ممتاز

کرتا ہے۔ اب جب آپ نیکی کی اس راہ پر چل نکلے ہیں تو پھر ثابت قدم رہیے۔ جنوں اور انسانوں میں ایسے شیطان صفت لوگ ضرور ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کو گناہوں پر اُکساتے رہتے ہیں، یقیناً یہ آپ کو دوبارہ گناہوں پر اکسائیں گے تاکہ پھر سے آپ کو گناہوں کی دلدل میں کھینچ لائیں، لہذا آپ ان کی بات نہ مانیے۔

شروع میں یہ لوگ آپ سے طرح طرح کی باتیں کریں گے، پھبتیاں کہیں گے، طنز کریں گے، اور یہ بھی کہیں گے کہ:

”جناب والا! یہ مذہبی جوش ہے، چند روز میں ٹھنڈا ہو جائے گا!“

ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کوئی بد بخت توبہ کرنے والے سے یوں بھی کہہ دے کہ

”اس کا توبہ کرنا خود اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس سے بڑا گناہ اور کوئی ہو نہیں سکتا.....!“

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ توبہ کرنے والے کی کوئی سابقہ گرل فرینڈ اسے فون کرے اور اسے

پھر سے دعوتِ گناہ دے۔ لیکن توبہ کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اسے واشگاف لفظوں میں یہ

سنادے کہ میں اللہ کے حضور توبہ کر چکا ہوں اور اب مزید گناہوں میں ملوث نہیں ہونا چاہتا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ گرل فرینڈ کچھ عرصہ بعد اسے پھر ملے اور یوں کہے کہ

”میرے پیارے! اب تو تمہارے توبہ ثوبہ کے سارے وسوسے زائل ہو چکے ہوں گے،

اب تو میرے حسن کا نظارہ کر لو.....!“

ایسے ہی لوگوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الناس بطور دعا نازل

فرمائی ہے، توبہ کرنے والے کو ایسے موقع پر یہ سورت بطور خاص پڑھنی چاہیے:

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ إِلَهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي

يُوسِسُ فِي صُلُورِ النَّاسِ مِنَ الْحِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ [الناس: ۱ تا ۶]

”(اے نبی!) آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے پروردگار، لوگوں کے حقیقی بادشاہ (اور)

لوگوں کے سچے معبود کی پناہ مانگتا ہوں، اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو پیچھے ہٹ

جاتا ہے جو لوگوں کے دلوں میں دوسے ڈالتا ہے (خواہ) وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔“

لہذا ایسے خطرناک موقع پر آپ یہ دیکھیے کہ آیا آپ کا پروردگار اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کا حکم مانا جائے یا یہ بدکردار عورت؟!؟

اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! آپ کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ توبہ کرنے کے بعد یہ برے ساتھی ہر جگہ سے آپ پر حملہ آور ہوں گے اور آپ کو گناہ کی وادی کی طرف واپس لے جانے کے لیے ہر ممکن حربہ استعمال کریں گے۔

مجھے ایک آدمی نے توبہ کرنے کے بعد بتلایا کہ میری ایک بری دوست تھی، توبہ کرنے کے بعد یہ مرحلہ بھی آیا کہ ایک مرتبہ میں مسجد کو جا رہا تھا اور وہ گاڑی لیے میرے پاس آ پہنچی۔ میں نے اس کی طرف توجہ نہ کی، تو اس نے اپنے ڈرائیور کو حکم دیا کہ گاڑی کو میرے ساتھ ساتھ چلائے۔ پھر وہ گاڑی کے دروازے سے مجھ سے باتیں کرنے لگی اور مجھے دوبارہ گتہ گار بننے کی دعوت دیتی رہی، لیکن اللہ نے مجھے اس کے دوسے اور حملے سے بچالیا۔

اس شخص سے میں نے کہا کہ یہی وہ مرتبہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿بَيِّنْتُ اللَّهُ الْبَيِّنَاتِ امْتُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ [ابراہیم: ۲۷]

”جو لوگ ایمان لے آتے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ مضبوط قول کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھتے ہیں۔“

اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! آپ یاد رکھیے کہ یہ بُرے لوگ آپ کو ماضی کی یاد تازہ کروائیں گے اور گناہوں کو ہر طرح سے مزین کر کے دکھلائیں گے مثلاً یاد دہانی کے ذریعے، تصویروں کے ذریعے، خط و کتابت کے ذریعے، غرض یہ ہر ذریعہ استعمال کریں گے مگر آپ ان کی کوئی ایسی بات نہ ماننا جس میں گناہ کا خطرہ ہو اور اس بات سے بڑا محتاط رہنا کہ وہ آپ کو دوبارہ آزمائش میں نہ ڈال دیں۔

حضرت کعب بن مالکؓ کی توبہ:

اب ہم آپ کے سامنے ایک جلیل القدر صحابی حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے تمام صحابہ کرام کو ان سے اس وقت تک کے لیے بایکٹ کا حکم دے دیا جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں کوئی حکم نازل نہ فرمادے۔ انہی دنوں غسان کے کافر بادشاہ نے ان کے نام ایک خط بھیجا جس میں لکھا تھا:

”ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ کے لیڈر نے آپ پر زیادتی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذلت کے ساتھ رہنے اور ضائع ہونے کے لیے پیدا نہیں کیا۔ لہذا ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کو مال و دولت سے نوازیں۔“

گویا اس کافر نے آپ کو مال و دولت دینے کا ارادہ کیا تاکہ آپ مدینہ سے نکل جائیں اور کافر بن کر بقیہ زندگی کفر کے علاقہ میں بسر کریں۔ اب اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کا طرز عمل دیکھئے، انہوں نے وہ خط پڑھ کر فرمایا:

”یہ بھی ایک آزمائش ہے چنانچہ انہوں نے وہ خط پڑھا اور اسے تھور (بھٹی) میں ڈال کر جلا ڈالا۔“^(۱)

لہذا اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! جب بھی تمہیں کوئی بُرا دوست ایسا خط بھیجے تو تم بھی اسے اسی طرح جلا کر راکھ بنا دینا تاکہ تم اسے دنیا کی آگ میں جلا کر خود آخرت کی آگ میں جلنے سے محفوظ رہو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ خط تمہیں دوبارہ گتہنگار بنا کر جہنم کی آگ کی طرف لے جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد رکھو:

﴿ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفُّكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴾ [الروم: ۶۰]

”اور صبر کیجئے بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور جو لوگ (آخرت کا) یقین نہیں رکھتے، کہیں وہ آپ کو کمزور نہ بنا دیں۔“

(۱) [بخاری: کتاب المغازی: باب حدیث کعب بن مالک (ج ۱۸: ۴۶۱)]

(۵)..... وہ مجھے دھمکیاں دیتے ہیں!

ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ گنہگار انسان یہ کہے کہ..... ”میں توبہ تو کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے پرانے دوست مجھے یہ دھمکیاں دیتے ہیں کہ وہ لوگوں میں مجھے رسوا کریں گے اور معزز لوگوں پر میرے راز افشاں کر دیں گے کیونکہ ان کے پاس میرے گناہوں کی شہادت دینے والی تصویریں اور دیگر دستاویزی ثبوت موجود ہیں اور میں لوگوں میں اپنی رسوائی کی باتیں سننے سے ڈرتا ہوں۔ لہذا میں توبہ کی طرف کیسے آ سکتا ہوں!“

اے میرے بھائی! ہم آپ سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ شیطان کے ان ساتھیوں سے بھرپور جہاد کیجئے اور یہ یاد رکھیے کہ شیطان تذبذب ہمیشہ کمزور ہوتی ہے، یہ سب کچھ شیطان کے ساتھیوں کی سازش ہے جو آپ کے خلاف اکٹھے ہوئے ہیں مگر یاد رکھئے کہ مومن کے صبر و اثبات کے سامنے ایسی چالیں اور تدبیریں ٹھہرنہیں سکتیں بلکہ ایسی ساری تدبیریں پارہ پارہ ہو کر ختم ہو جاتی ہیں۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اگر آپ نے ان کا تھوڑا سا بھی ساتھ دے دیا یا ان کا کسی قسم کا دباؤ قبول کر لیا تو پھر یہ لوگ آپ کو مزید بلیک میل کریں گے اور آپ کو ناکام و نامراد بنا کر دوبارہ گناہوں کی دنیا میں لے جائیں گے۔ لہذا آپ کسی صورت بھی ان کی بات نہ ماننا بلکہ ان سے مقابلہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا اور بوقت خوف یہ دعا پڑھنا:

((حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ))

”مجھے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔“

احادیث میں ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ کو کسی قوم سے خطرہ محسوس ہوتا تو آپ یہ دعا فرماتے:

((اللَّهُمَّ إِنَّا نَعْمَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ وَنَعْمُ ذُبُوكَ مِنْ شُرُورِهِمْ)) (۱)

(۱) [سنن ابو داؤد: کتاب الوتر: باب ما يقول اذا خاف قوما] (ح ۱۰۳۷)

”اے اللہ! ہم ان (دشمنوں) کے مقابلے میں تجھے لاتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔“

یہ درست ہے کہ ان پرانے دوستوں کی طرف سے رسوا کر دینے کی دھمکیاں بڑی مشکلات پیدا کر دیتی ہیں اور اس وقت تو یہ مشکل مزید بڑھ جاتی ہے جب کسی توبہ کرنے والی بے چاری لڑکی کو اس کا براسا تھی ملتا ہے تو دھمکی آمیز لہجے میں اسے کہتا ہے:

”میں نے تیری عشق و محبت کی ساری باتیں ریکارڈ کر رکھی ہیں اور تیرے سارے قائل اعتراض فونو بھی میرے پاس ہیں، اگر تو میرے ساتھ جانے سے انکار کرے گی تو میں تیرے گھر والوں میں تجھے رسوا کر دوں گا۔“

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایسا مقام ہے جہاں ہر شخص پریشان ہو جاتا ہے۔ پھر ان شیطانی چیلوں کی محاذ آرائی کا ایک یہ طریقہ بھی ملاحظہ کیجئے کہ اگر کوئی گلوکار، یا گلوکارہ، یا ایکٹر، یا ایکٹریس توبہ کر لے تو یہ ان کے سابقہ فحش ترین گانے اور فلمیں مارکیٹ میں لے آتے ہیں تاکہ ان پر نفسیاتی دباؤ ڈالا جاسکے لیکن اللہ تعالیٰ پر ہیزگاروں اور توبہ کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے اور وہی مومنوں کا حامی و ناصر ہے۔ انہیں مشکل کے وقت تنہا نہیں چھوڑتا اور جس بندے نے بھی اللہ کی پناہ لی وہ کبھی ناکام و نامراد نہیں ہوا۔

یاد رکھو! سختی کے ساتھ آسانی بھی آتی ہے اور تنگی کے بعد فراخی بھی ہوتی ہے۔ اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! ہم آپ کو ایک نہایت نصیحت آموز قصہ سناتے ہیں جو نہایت مؤثر بھی ہے اور ہمارے دعوے کی بہترین دلیل بھی۔ یہ قصہ جلیل القدر صحابی حضرت مرہم بن ابی مرہم الغنوی رضی اللہ عنہ کا ہے جو مکہ کے کمزور مسلمانوں کو خفیہ طور پر مدینہ لے جایا کرتے تھے۔

مرہم بن ابی مرہم کو معشوقہ کی دھمکی

مرہم بن ابی مرہم نامی ایک آدمی تھا جو مسلمان قیدیوں کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ

پہنچایا کرتا تھا۔ مکہ میں ایک فاحشہ عورت تھی جس کا نام 'عناق' تھا۔ دور جاہلیت میں یہ مرہد کی دوست تھی۔ مرہد کہتے ہیں کہ میں نے مکہ کے قیدیوں میں سے ایک شخص سے وعدہ کر رکھا تھا کہ اسے کفار مکہ کی قید سے چھڑا کر لے جاؤں گا چنانچہ میں مکہ آیا اور ایک چاندنی رات میں مکہ کی حویلیوں میں سے ایک حویلی کی دیوار کے سائے تک پہنچ گیا۔ اتنے میں عناق وہاں آ نکلی، اس نے دیوار کی جانب میرا سایہ دیکھا تو ادھر کو آئی۔ جب وہ میرے نزدیک آئی تو اس نے مجھے پہچان لیا، کہنے لگی: مرہد ہے؟! میں نے کہا: ہاں مرہد ہوں۔ وہ کہنے لگی خوش آمدید! آؤ آج ہمارے ہاں شب بسر کر دو۔ میں نے کہا: عناق! اللہ نے زنا کو حرام قرار دیا ہے، اس لیے میں تمہاری یہ دعوت قبول نہیں کر سکتا۔ اس پر اس نے غصے میں آ کر چیخ و پکار شروع کر دی کہ اے خیمہ والو! یہ رہا وہ شخص جو تمہارے قیدی اٹھا کر لے جاتا ہے۔

مرہد کہتے ہیں کہ اس کی چیخ و پکار سن کر آٹھ آدمی میرے پیچھے لگ گئے۔ میں 'خندمہ' (مکہ کی ایک گزرگاہ میں واقع معروف پہاڑ) کی راہ سے ایک غار تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا اور فوراً اس میں چھپ گیا۔ وہ لوگ یہاں تک بھی پہنچ گئے حتیٰ کہ وہ میرے سر پر کھڑے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مجھے دیکھنے سے اندھا کر دیا تھا چنانچہ وہ وہاں سے واپس چلے گئے۔ پھر میں بھی وہاں سے نکل کر اپنے قیدی ساتھی کے پاس پہنچا اور اسے اٹھالیا۔ وہ بھاری بھر کم آدمی تھا لیکن میں اسے اٹھا کر بھاگا یہاں تک کہ میں نے محفوظ جگہ پہنچ کر اس کی زنجیریں کھول دیں حتیٰ کہ ہم مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ پھر میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں 'عناق' (فاحشہ عورت) سے نکاح کر لوں؟ آپ ﷺ خاموش رہے میں نے دوبارہ یہ بات پوچھی لیکن آپ ﷺ پھر بھی خاموش رہے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿الَّذِينَ لَا يَنْبَغُ إِلَّا زَانِيَةٌ أَوْ مُشْرِكَةٌ وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْبَغُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ﴾ [النور: ٣]

”زانی آدمی یا تو زانیہ سے نکاح کرے گا یا مشرک سے، اسی طرح زانی عورت کو زانی مرد یا مشرک کے سوا کوئی نکاح میں نہیں لائے گا۔“

پھر نبی کریم ﷺ نے مرشد سے فرمایا:

((يَا مَرْثِدُ! الْزَّانِي لَا يَنْبَغُ إِلَّا زَانِيَةٌ أَوْ مُشْرِكَةٌ وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْبَغُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ)) (١)

”اے مرشد! زانی مرد ہی زانی عورت، یا مشرک سے نکاح کرتا ہے اور زانی عورت کو بھی زانی مرد یا مشرک کے علاوہ کوئی نکاح میں نہیں لاتا۔ لہذا تم عناق سے نکاح نہ کرو۔“

اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! دیکھا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کی کیسے مدد کرتا ہے اور کس طرح نیک لوگوں کا ساتھ دیتا ہے۔ لہذا آپ ہمیشہ اللہ وحدہ لا شریک پر بھروسہ کریں اور اگر بالفرض حالات سخت ناساز ہو جائیں اور وہی کچھ پیش آ جائے جس کا آپ کو خدشہ ہے یا آپ کی بعض کمزور باتیں کھل جائیں اور معاملہ کی صفائی کی ضرورت پڑ جائے تو دوسروں پر اپنا موقف واضح کر دیجئے اور صاف صاف بتا دیجئے کہ ہاں میں واقعی گناہ گار تھا لیکن میں اللہ کے حضور سچی توبہ کر چکا ہوں، اب تم تہاؤ کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟

اپنا موقف واضح کرنے کے علاوہ آپ ان سب گنہگاروں کو بھی نصیحت کیجئے کہ حقیقی سوائی تو وہ ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوگی اور وہی رسوائی سب سے بڑی سوائی ہوگی اور وہ چند سو، یا چند ہزار آدمیوں کے سامنے نہیں ہو بلکہ وہ رسوائی گواہیوں کی بنیاد پر تمام مخلوقات (فرشتوں، جنوں اور انسانوں) کے سامنے ہوگی اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ان کی اولاد کے آخری آدمی تک سبھی وہاں موجود ہوں گے۔ لہذا حضرت

(١) [جامع ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورة النور (ح-٣١٧٧)]

ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا پر ذرا غور کریں جس میں انہوں نے اللہ کے حضور یہ کہا تھا:

﴿وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾

[الشعراء: ۸۷، ۸۹]

”یا اللہ! مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنا، جس دن مال کوئی فائدہ نہ دے گا نہ اولاد مگر وہ شخص جو قلب سلیم لے کر حاضر ہوا۔“

اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! اس کے علاوہ آپ اپنے مشکل حالات میں حضور نبی اکرم ﷺ کی مندرجہ ذیل دعاؤں کا ورد کیا کریں، اس طرح آپ اپنی حفاظت کر سکیں گے۔

((اللَّهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَوْعَاتِنَا)) (۱)

”اے اللہ! ہمارے عیبوں کی پردہ پوشی فرما اور ہمیں تمام قسم کی پریشانیوں سے امن و سکون میں رکھ۔“ (آمین)

((اللَّهُمَّ اجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلَى مَنْ ظَلَمْنَا)) (۲)

”اے اللہ! جو ہم پر ظلم کرے، ہماری جگہ تو اس سے ہمارا بدلہ لے۔“

((اللَّهُمَّ لَا تُشْمِتْ بِنَا الْأَغْدَاءَ وَلَا الْحَاسِدِينَ)) (۳)

”اے اللہ! ہمارے دشمنوں اور حاسدوں کو ہم پر خوش ہونے کا کوئی موقع نہ دے۔“

(۶)..... احساس گناہ سے زندگی اجیرن ہے!

اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! کبھی آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ”میں نے ڈھیروں گناہ کئے تھے اور اب اگرچہ میں نے اللہ کے حضور توبہ کر لی ہے لیکن میرے سابقہ گناہ مجھے پریشان کرتے رہتے ہیں۔ ان گناہوں کی یاد سے میری زندگی بے چین، نیند حرام، راتیں پریشان اور ہر دم بے سکونی رہتی ہے۔ مجھے بتائیے کہ مجھے سکون کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟“

(۱) [مسند احمد (ج ۳ ص ۳)]

(۲) [ترمذی: کتاب الدعوات: باب دعاء اللہم اقم لنا من خشيتك..... (ج ۲ ص ۳۰۰)]

(۳) [مسندك حاکم (ج ۱ ص ۵۲۵)]

اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! میں آپ سے یہ کہوں گا کہ آپ کے یہ خیالات اور ندامت و شرمندگی کے یہ احساسات ہی اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ کی توبہ سچی ہے۔ لہذا جو کچھ گزر چکا ہے اسے اس امید کی آنکھ سے دیکھئے کہ اللہ آپ کو معاف فرمادے گا اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَفْضَلْ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ﴾ [الحجر: ۵۶]

”اور اللہ کی رحمت سے تو صرف وہی مایوس ہوتے ہیں جو گمراہ ہیں۔“

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

((اَلْحَبْسُ الْكَبَائِرِ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَالْاَمْنُ مِنْ مَكْرِ اللّٰهِ وَالْقُنُوْطُ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ وَالْبَأْسُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ))^(۱)

”بڑے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اللہ کی تدبیر سے نڈر ہو جانا، اللہ کی رحمت سے امید ختم کر بیٹھنا اور اس کی رحمت سے مایوس ہو جانا۔“

یاد رہے کہ ایک مومن شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوف اور امید کے مابین رہتا ہے اور بعض اوقات کبھی ایک چیز ضرورت کے تحت دوسری پر غالب آ جاتی ہے۔ مثلاً جب وہ نافرمانی کرتا ہے تو خوف کا پہلو غالب آ جاتا ہے تاکہ وہ توبہ کر لے اور جب وہ توبہ کرتا ہے تو امید کا پہلو اسے یہ تسلیم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے گا۔ ان شاء اللہ!

(۷)..... کیا قاضی کے سامنے جا کر اعتراف گناہ ضروری ہے؟

کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ توبہ کرنے والا بڑی غمناک آواز کے ساتھ پوچھتا ہے کہ: ”میں توبہ کرنا چاہتا ہوں لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ میں اپنے سب گناہوں کا اعتراف اور اظہار بھی کروں؟ کیا توبہ کی قبولیت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میں قاضی کے پاس جا کر اپنے ہر گناہ کا اقرار کروں اور اپنے آپ پر حد قائم کرنے کا مطالبہ بھی

(۱) [مجمع الروايد: كتاب الايمان: باب في الكبائر (ج ۳۹۲)]

کروں؟ اس سے پہلے جو آپ نے ماعز اسلمی اور غامد یہ نامی عورت اور اس شخص کا قصہ بیان کیا ہے جس نے باغ میں ایک عورت کا بوسہ لیا تھا، ان سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ میرے لیے ایسا کرنا بھی ضروری ہے؟“

اے میرے تو بہ کرنے والے بھائی! میں اس کے جواب میں یہ کہوں گا کہ توحید کی سب سے بڑی خوبی ہی یہ ہے کہ بندہ بغیر کسی واسطے و وسیلے کے اپنے پروردگار تک پہنچتا ہے اور یہ ایسی بات ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ [البقرة: ۱۸۶]

”اور جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں، تو آپ انہیں بتلا دیجئے کہ میں قریب ہوں، پکارنے والا جب بھی مجھے پکارتا ہے، میں اس کی پکار (دعا) سنتا اور اسے قبول کرتا ہوں۔“

اے میرے بھائی! جب ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ تو بہ اللہ ہی کے لیے ہے تو اعتراف گناہ بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی ہوگا اور ایک حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں:

((أَبُوهُ لَكَ بِتَعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوهُ بِذُنُوبِي))^(۱)

”اے اللہ! تو نے جو نعمتیں مجھے عطا کی ہیں میں ان کا اعتراف کرتا ہوں اور میں اپنے گناہوں کا بھی (تیرے سامنے) اعتراف کرتا ہوں۔“

یعنی اے اللہ! میں تیرے حضور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں اور اللہ کا شکر ہے کہ ہم عیسائیوں کی طرح نہیں کہ گرجے میں جا کر راہبوں کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے گناہوں کا اعتراف کریں اور اس وقت تک ہماری بخشش نہ ہو سکے جب تک کہ پادری کی طرف سے کوئی بطور سزا کوئی مالی تاوان جو یز نہ ہو جائے۔ غور کیجیے یہ تو بہ کرنے اور تو بہ قبول ہونے کی کیسی مضحکہ خیز اور لالچین شکل ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ تو بہ کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

(۱) | بحاری: کتاب الدعوات: باب فصل الاستغفار: (ج- ۲۳۰۶) |

﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ ﴾ [التوبة: ۱۰۴]

”کیا انہیں معلوم نہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔“

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بغیر کسی واسطہ کے اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ ہر حدود قائم کرنے کا مسئلہ، تو جب تک گنہگار انسان کا معاملہ کسی اور ذریعے سے خلیفہ، حاکم یا قاضی وقت تک نہ پہنچے اس وقت تک کسی کو ان کے پاس جانے اور ان کے سامنے اپنے گناہ کا اعتراف کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس گنہگار کی پردہ پوشی کی ہے اور وہ خود بھی پردہ پوشی کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور توبہ کا معاملہ بھی اگر اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان رہے تو یہی کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بہترین ناموں میں سے ایک نام سَتِيْرٌ (پردہ پوش) بھی ہے اور وہ اپنے بندوں کی پردہ پوشی کو پسند فرماتا ہے۔ رہے وہ صحابہ کرام مثلاً ماعز اسلمی اور غامد یہ عورت وغیرہ جنہوں نے زنا کیا تھا، یا وہ شخص جس نے باغ میں عورت کا بوسہ لیا تھا، ان کا معاملہ دراصل یہ ہے کہ انہوں نے عزیمت کی راہ اختیار کی، اور ایسا کام کیا جو ان پر فرض نہیں تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ جب یہی ماعز اسلمی اور غامد یہ عورت اللہ کے رسول کے پاس آئے تھے تو شروع میں آپؐ نے ان سے اعراض کر لیا تھا، حالانکہ حاکم وقت کے سامنے جا کر گناہ کا اعتراف کرنا اور سزا کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا فرض ہوتا تو آپؐ پہلی مرتبہ ہی اعراض نہ کرتے اور فوراً ان پر سزا جاری کروادیتے۔ اسی طرح جس شخص نے باغ میں عورت کا بوسہ لیا تھا اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

((لَقَدْ سَتَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ لَوْ سَتَرَ عَلٰى نَفْسِهِ))

”اللہ تعالیٰ نے تو اس کی پردہ پوشی کی تھی کاش کہ یہ خود بھی اپنی پردہ پوشی کرتا!“

اور آنحضرت ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول پر ازراہ جواز خاموش رہے۔

۱۱، سے معلوم ہوا کہ جب گنہگار انسان نے توبہ کرنی اور اس کے پروردگار نے اس کا

گناہ چھپا دیا تو اب اس کے لیے ضروری نہیں کہ وہ شرعی عدالت میں جا کر اپنے گناہ ریکارڈ کرائے اور نہ ہی اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ حاکم وقت کے پاس جا کر اپنے اوپر حد کے قیام کا مطالبہ کرے اور نہ یہ درست ہے کہ کسی دوست سے کہے کہ وہ اسے گھر میں ہی کوڑے لگائے جیسا کہ بعض لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔

ہمارے کم علم علماء اس سلسلہ میں لوگوں کی صحیح رہنمائی کرنے کی بجائے انہیں مزید دین سے دور کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں، اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے:

ایک کتبہ گار کسی کم علم امام مسجد کے پاس گیا اور جو گناہ وہ کر بیٹھا تھا، اس کا اس نے اعتراف کیا، پھر اس سے اس کا حل دریافت کیا تو امام مسجد نے کہا: پہلے تو تمہارے لیے عدالت میں جانا ضروری ہے وہاں جا کر شرعی طریقے کے مطابق تم اپنا اعتراف گناہ ریکارڈ کراؤ اور شرعی حد کے قیام کا مطالبہ کرو۔ پھر تمہارے معاملہ پر غور کیا جائے گا..... جب اس بیچارے نے یہ دیکھا کہ یہ مولانا صاحب تو موت کی طرف دھکیل رہے ہیں تو اس نے توبہ سے انحراف کر لیا اور اپنی سابقہ حالت ہی پر قائم رہا۔

اس اہم معاملہ میں، میں تو یہ کہوں گا کہ اے میرے مسلمان بھائیو! دین کے بنیادی احکام کا علم حاصل کرنا ایک ذمہ داری ہے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں دین طلب کرنا ایک امانت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ [النحل: ۴۳]

”اگر تم خود نہیں جانتے تو پھر اہل علم سے پوچھو۔“

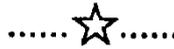
﴿ الرَّحْمَنُ فَسْئَلْ بِهِ خَبِيرًا ﴾ [الفرقان: ۵۹]

”وہ رحمن ہے اس کے متعلق کسی باخبر سے پوچھو۔“

گویا ہر واعظ یہ صلاحیت نہیں رکھتا کہ اس سے فتویٰ پوچھا جائے۔ نہ ہی ہر امام مسجد یا ہر مؤذن یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ اس سے لوگوں کے جھگڑوں کے بارے میں شرعی احکام

معلوم کئے جائیں اور نہ ہی کوئی ادیب یا قصہ گو یہ صلاحیت رکھتا ہے۔ نیز ایک مسلمان سے بھی یہ باز پرس ہوگی کہ اس نے کس سے فتویٰ لیا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس امت کے بارے میں گمراہ کرنے والے علماء کا اندیشہ بھی ظاہر فرمایا تھا۔ سلف میں سے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

”یہ علم دین کا حصہ ہے لہذا خوب سوچ لو کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔“
 لہذا اے اللہ کے بندو! ایسے گمراہ کرنے والوں سے ہوشیار رہو اور جب تمہیں کوئی مشکل درپیش ہو تو اہل علم سے اس کا حل طلب کرو۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ! (اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد درکار ہے)



گناہوں سے توبہ کرنے والوں کے لیے چند اہم فتوے

اے میرے توبہ کرنے والے بھائی! کبھی آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ”میں توبہ تو کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے توبہ کے احکام معلوم نہیں۔ بعض گناہوں کے بارے میں توبہ سے متعلق بہت سارے سوالات میرے ذہن میں گھومتے رہتے ہیں کہ میں حقوق اللہ کے بارے میں جو کوتاہیاں کر چکا ہوں، وہ کیسے ادا کروں اور جو بندوں کے حقوق میں غصب کر چکا ہوں، ان کی واپسی کا طریقہ کار کیا ہو؟ کیا ان مسائل کا بھی کوئی حل ہے؟“

ہاں میرے بھائی! اللہ کی طرف رجوع کرنے والے میرے دوست! ان مسائل کا حل بھی موجود ہے۔ آئندہ -طور میں ہم ان مسائل کا فتاویٰ کی شکل میں ایسا حل پیش کر رہے ہیں جو پیاسوں کو سیراب کر کے ان کے دلوں کو سکون بخشنے گا۔ ان شاء اللہ!

توبہ کے باوجود گناہ کا ارتکاب:

سوال:..... میں ایک گناہ کرتا ہوں پھر اس سے توبہ کر لیتا ہوں، برائیوں پر ابھارنے والانس پھر مجھ پر غالب آجاتا ہے تو میں پھر اسی گناہ کا اعادہ کر لیتا ہوں۔ اب کیا میری پہلی توبہ باطل ہو جائے گی اور کیا میرا پہلا گناہ اور مابعد کا گناہ سب میرے ذمہ باقی رہیں گے؟

جواب:..... اکثر علماء کا یہ خیال ہے کہ توبہ کی صحت کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ گناہ پھر اس سے سرزد نہ ہو۔ توبہ کے صحیح ہونے کی شرط صرف یہ ہے کہ وہ اس گناہ سے پوری طرح رک جائے، اس پر نادم ہو اور آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عہد کرے، پھر اگر اس نے وہ گناہ کر لیا تو اب اس نے ایک نیا گناہ کیا ہے جس کے لیے نئی توبہ کرنا ضروری ہے

اور اس کی پہلی توبہ اپنی جگہ پر درست تھی۔

سوال:..... کیا اس طرح توبہ درست ہے کہ میں ایک گناہ سے توبہ کر لوں جبکہ کوئی دوسرا گناہ بدستور کرتا رہوں؟

جواب:..... ایک گناہ سے توبہ کرنا درست ہے اگرچہ انسان کوئی دوسرا گناہ کر رہا ہو بشرطیکہ یہ دوسرا گناہ پہلے گناہ سے تعلق نہ رکھتا ہو مثلاً ایک شخص نے سود سے توبہ کی، مگر شراب پینے سے نہیں کی تو اس کی سود سے توبہ درست ہوگی اور اس کے برعکس بھی یہی صورت ہے۔ البتہ اگر اس نے ربا الفضل (دست بدست لین دین کے سود) سے توبہ کی مگر ربا النسینہ (قرض کا سود) لیتا رہا تو اس صورت میں اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی نے ایفون (بھنگ) پینے سے توبہ کی مگر وہ شراب پیتا رہا تو پھر اس کی وہ توبہ قبول نہیں ہوگی یا اس کے برعکس صورت میں بھی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اس بات پر توبہ کرے کہ میں فلاں عورت سے زنا نہیں کروں گا مگر کسی دوسری عورت سے زنا کرتا رہے تو ایسی توبہ صحیح نہیں ہوگی کیونکہ اس نے گناہ کی ایک جگہ کو چھوڑا تو دوسری جگہ کو اختیار کر لیا مگر جو گناہ ہے بنیادی طور پر اسے نہیں چھوڑا۔

حقوق اللہ میں کوتاہی کرنے اور نماز روزہ چھوڑنے والے کی توبہ:

سوال:..... میں نے ماضی میں اللہ تعالیٰ کے کئی حقوق چھوڑے ہیں، نمازیں نہیں پڑھیں، روزے نہیں رکھے، زکوٰۃ نہیں ادا کی تو اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟

جواب:..... ترک نماز کی قضائی کے سلسلہ میں اگرچہ اختلاف ہے مگر ہمارے نزدیک راجح بات یہی ہے کہ ان نمازوں کی قضا لازم نہیں کیونکہ ان کا وقت ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اس کے بدلے تارک نماز کو اب بکثرت توبہ و استغفار کرنی چاہیے اور کثرت سے نوافل ادا کرنے چاہئیں، اس طرح یقیناً اللہ تعالیٰ ان چھوڑی ہوئی نمازوں کو معاف کر دے گا۔

روزے چھوڑنے والے کا معاملہ یوں ہے کہ جب اس نے روزے چھوڑے اس وقت

اگر وہ مسلمان تھا تو اب اس پر ان روزوں کی قضاء لازم ہے اور اگر اس نے بلاعذر روزے چھوڑے اور ان کی قضا میں بھی بلاعذر تاخیر کی حتیٰ کہ دوسرا رمضان بھی آ گیا تو پھر بطور کفارہ اضافی طور پر نئی روزہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا بھی اس کے ذمہ ہوگا اور یہ قضاء کی تاخیر کا کفارہ ہے جو اتنا ہی رہے گا مزید نہیں بڑھے گا خواہ کئی رمضان گزر چکے ہوں۔ مثلاً ایک آدمی نے ۱۴۰۰ھ کے رمضان کے تین روزے اور ۱۴۰۱ھ کے ۵ روزے بلاعذر چھوڑ دیئے اور کئی سال بعد اللہ کے حضور توبہ کی تو اب اس کے ذمے آٹھ دن کے روزوں کی قضا لازم ہوگی اور آٹھ دنوں میں سے ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا بھی کھلانا ہوگا۔^(۱)

اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ بعض علماء کی رائے کے مطابق بلاعذر دانستہ چھوڑے ہوئے روزوں کی کوئی قضا نہیں سکتی (یعنی یہ اتنا سنگین جرم ہے کہ بلاعذر چھوڑے گئے روزے کی قضا قبول ہی نہیں ہوتی۔ اور اگر توبہ قبول ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کا یہ جرم معاف بھی فرمادے تو تب بھی وہ شخص بہت سے ثواب سے یقیناً محروم رہا)

البتہ کسی عذر کی وجہ سے چھوڑے گئے روزوں کی قضاء اس کے ذمے لازم ہے۔
 زکوٰۃ کا معاملہ یہ ہے کہ اس کا ادا کرنا فرض ہے۔ زکوٰۃ ایک لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا حق ہے تو دوسرے لحاظ سے یہ معاشرے کے فقیر و مستحق لوگوں کا بھی حق ہے۔^(۱)

حقوق العباد میں کوتاہی کرنے والے کی توبہ:

سوال:..... اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو پھر توبہ کس طرح کرنی چاہیے؟

جواب:..... اس مسئلہ میں پہلے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ملاحظہ فرمائیں:

(۱) [اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: مدارج السالکین (جز ۱ ص ۳۸۳)]
 [بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء روزوں ہی سے کی جائے گی، قضائی میں تاخیر کی صورت میں اس کے ساتھ کفارہ نہیں دیا جائے گا، کیونکہ مطلق قضائی کے دلائل تو ملتے ہیں مگر مزید کفارہ کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں۔] (معاذ اللہ)

((مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عَرَضِهِ أَوْ شَيْءٌ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدَرٍ مَظْلَمَتِهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتٍ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ))^(۱)

”جس شخص نے اپنے بھائی کی بے عزتی کی یا کسی بھی شکل میں اس پر زیادتی کی ہو تو اسے آج ہی معاف کر لینا چاہیے، اس (دن کے آنے) سے پہلے کہ (جس دن) نہ درہم ہوں گے اور نہ دینار۔ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو اس زیادتی کے بقدر اس سے نیکیاں لے لی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو صاحبِ حق (یعنی مظلوم) کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔“

معلوم ہوا کہ حقوق العباد سے تعلق رکھنے والے یہ مظالم تب معاف ہو سکتے ہیں جب ظلم کرنے والا یہ گنہگار انسان صاحبِ حق لوگوں کو ان کا حق ادا کر دے یا ان سے ان کا حق معاف کروانے کے لیے معذرت طلب کرے۔ اگر وہ معذرت قبول کر لیں تو ٹھیک، ورنہ ان کا حق ان کو بہر حال واپس لوٹانا ہوگا۔

چغلی، غیبت اور تہمت لگانے والے کی توبہ:

سوال:..... میں نے بعض لوگوں کی غیبت کی ہے اور بعض پر تہمت لگائی جب کہ وہ بری تھے، تو کیا اب ان سے معذرت کرنے کے ساتھ ساتھ اس غیبت یا تہمت کے متعلق انہیں بتانا بھی ضروری ہے اور اگر یہ ضروری نہیں تو پھر میں توبہ کیسے کروں؟

جواب:..... اس مسئلہ کا انحصار مصالح و مفاسد کا موازنہ کرنے پر ہے۔ جن لوگوں کی غیبت کی یا جن پر تہمت لگائی، اگر ظن غالب یہ ہو کہ انہیں یہ بات بتا دینے سے وہ ناراض نہ ہوں گے، نہ ہی ان میں کینہ یا غصہ بڑھے گا تو پھر انہیں بتا کر ان سے معذرت طلب کی جائے۔ خواہ عمومی انداز میں اس طرح بتا دیا جائے کہ بھائی! میں نے گزشتہ ایام میں آپ

(۱) [صحیح بخاری: کتاب العتامة: باب من كانت له مظلمة عند الرجل..... (ح: ۲۴۴۶)]

کے حق میں کچھ غلطیاں کی ہیں، ناجائز باتیں کہی ہیں اور اب میں نے اللہ کے حضور توبہ کر لی ہے لہذا آپ بھی مجھے معاف فرمادیجئے۔ اور اس طرح اگر وہ شخص انہیں پوری تفصیل نہ بھی بتائے تو کوئی حرج نہیں۔

اور اگر گمان غالب یہ ہو کہ ان لوگوں کو ان کی نیت یا تہمت کی خبر دینے سے ان کا غصہ بھڑک اٹھے گا (اور اکثر اوقات ایسا ہی ہوتا ہے) یا اگر انہیں اشارے میں بتایا جائے تو وہ پوری بات سنے بغیر رضامند نہ ہوں گے لیکن جب وہ تفصیل سنیں گے تو ان کی نفرت اور بڑھ جائے گی تو اس صورت میں انہیں بتانا ہرگز ضروری نہیں۔ کیونکہ شریعت مفسد کا دروازہ کھولنے کا حکم نہیں دیتی بلکہ اسے بند کرنے کی تلقین کرتی ہے اور وہ شخص جو ایسی بات سننے سے پہلے امن و سکون سے ہو کر جب اپنے بارے میں کچھ سنے تو وہ عداوت کا سبب بن جائے، تو یہ مقاصد شریعت کے منافی ہے کیونکہ ہماری شریعت تو دلوں میں الفت اور مسلمانوں کے درمیان محبت پیدا کرنا چاہتی ہے اور بسا اوقات اس قسم کی خبر ایسی عداوت کا سبب بن جاتی ہے کہ جس شخص کی نیت کی گئی ہے اس کا دل نیت کرنے والے کے بارے میں پھر کبھی صاف ہی نہیں ہو پاتا۔ اگر صورت حال یہی ہو تو پھر ایسی صورت میں درج ذیل باتوں پر عمل کر لینا ہی کافی ہوگا:

- ۱۔ ندامت و شرمندگی اور اللہ تعالیٰ سے طلبِ مغفرت۔ اس کے ساتھ اسے چاہیے کہ وہ اس گناہ کی قباحت پر بھی غور و فکر کرے اور اس کے حرام ہونے کا اعتقاد بھی رکھے۔
- ۲۔ جس شخص نے اس کے منہ سے نیت یا تہمت کی بات سنی تھی اس کے ہاں اپنے جھوٹا ہونے کا اقرار کرے اور جس پر تہمت لگائی گئی تھی اس کی براءت کا اعتراف کرے۔
- ۳۔ جن مجلسوں میں اس نے کسی شخص کی نیت کی یا اس پر زیادتی کی تھی، انہی مجلسوں میں اس کی تعریف کرے اور اس کی اچھی باتوں کا تذکرہ کرے۔

۴۔ جس شخص کی غیبت کی تھی، آئندہ اس کا دفاع کرے اور اگر کوئی شخص اس سے برائی کا ارادہ رکھتا ہو تو یہ اس کا جواب دے۔

۵۔ جس کی اس نے غیبت کی تھی، اس کی عدم موجودگی میں اس کے لیے بخشش کی دعا کرے۔^(۱)

اے میرے تو بہ کرنے والے بھائی! لوگوں کے مالی و جسمانی حقوق اور غیبت و چغلی کے درمیان فرق کو اچھی طرح سمجھ لو۔ مالی حقوق کے متعلق یاد رکھو کہ جب صاحب مال کو اس کا مال واپس ملے گا تو وہ اس سے فائدہ اٹھائے گا اور اس سے خوش ہوگا۔ لہذا مالی حقوق کو چھپانا جائز نہیں، بخلاف ان حقوق کے جو عزت سے تعلق رکھتے ہیں۔ (مثلاً غیبت، چغلی وغیرہ) ان کی اگر صاحب حق کو خبر ہو جائے تو اس سے نقصان ہی ہوتا ہے اور ان کا جوش غضب اور بڑھ جاتا ہے، لہذا ان کا بیان کرنا مفید نہیں۔

قاتل کی توبہ:

سوال:.....جان بوجھ کر کسی کو قتل کرنے والا کیسے توبہ کرے؟

جواب:.....جان بوجھ کر کسی کو قتل کرنے والے پر تین طرح کے حق ہیں۔ اللہ کا حق، مقتول کا حق اور مقتول کے ورثاء کا حق۔ اللہ تعالیٰ کا حق صرف توبہ ہی سے ادا کیا جاسکتا ہے اور وارثوں کا حق یہ ہے کہ اپنی جان ان کے حوالے کر دی جائے کہ وہ اپنا حق لے لیں خواہ یہ قصاص یعنی قتل کے بدلے قتل کی صورت میں ہو یا دیت کی صورت میں۔ یا معافی کی صورت میں۔

جہاں تک تعلق ہے مقتول کے حق کا، تو اسے اس دنیا میں پورا کرنا ممکن نہیں۔ اس لیے اس مسئلہ میں علماء نے کہا ہے کہ قاتل اگر اچھی طرح سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس سے

(۱) مدارج السالکین (ج ۱ ص ۲۹۱) بعض الزمان خلافت (ج ۱ ص ۲۸) (۲۸)

مقتول کا حق اٹھالے گا اور قیامت کے دن مقتول کو اپنے ہاں سے بدلہ دے دے گا۔ علماء کے مختلف اقوال میں سے یہی قول سب سے راجح ہے۔^(۱)

چور ڈاکو اور خائن کی توبہ:

سوال:..... چور کیسے توبہ کرے؟

جواب:..... چور کی توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ جو چیز اس نے چوری کی ہے اگر وہ اس کے پاس موجود ہے تو اسے اصل مالکوں کو واپس کر دے اور اگر وہ چیز اس سے ضائع ہو جائے یا استعمال کی وجہ سے پرانی ہو جانے سے اس کی قیمت کم ہو جائے تو اس کا معاوضہ دینا اس پر لازم ہے لہذا یہ کہ اصل مالک اسے معاف کر دیں۔

سوال:..... جن لوگوں کی میں نے چوری کی ہے جب ان سے میرا آنا سامنا ہوتا ہے تو میں شدید پریشانی محسوس کرتا ہوں، میں ان سے وضاحت کرنے کی طاقت رکھتا ہوں نہ معافی طلب کرنے کا حوصلہ پاتا ہوں۔ بتائیے اب میں کیا کروں؟

جواب:..... اگر آپ ان کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں رکھتے تو جس طرح بھی ممکن ہو ان کا معاوضہ ان تک پہنچادیں، اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں مثلاً آپ کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ ان کا سامان بھیج دیں اور اسے کہہ دیں کہ وہ آپ کا نام نہ بتلائے یا خود چپکے سے ان کے پاس رکھ دیں یا گول مول بات کرتے ہوئے انہیں کہہ دیں کہ کسی آدمی نے آپ کو یہ چیزیں بھیجی ہے، مگر وہ اپنا نام نہیں بتلانا چاہتا۔ یعنی اصل بات یہ ہے کہ حق، خفداروں تک پہنچ جائے، خواہ وہ کیسے ہی پہنچے!

سوال:..... میں اپنے باپ کی جیب سے کچھ رقم چوری کر لیا کرتا تھا، اب میں اس کام سے توبہ کرنا چاہتا ہوں لیکن صحیح طور پر نہیں جانتا کہ کل کتنی رقم میں چوری کر چکا ہوں۔ علاوہ ازیں میں اپنے والد کا سامنا کرنے میں کبھی تنگی محسوس کرتا ہوں۔ ایسی صورت میں بتائیے

(۱) مدارج النبالیین (ج ۱ ص ۲۹۹)

میں کیا کروں؟

جہول:..... آپ کو چاہیے کہ اپنے غالب گمان کے مطابق چوری کردہ رقم کا اندازہ کر لیں کہ وہ اتنی تھی یا اس سے زیادہ تھی۔ پھر جس طرح آپ نے چوری چھپے باپ کی جیب سے رقم نکالی تھی اسی طرح خاموشی سے اتنی رقم ان کی جیب میں رکھ دیں۔

سوال:..... ایک آدمی کہتا ہے کہ میں لوگوں کے مال چوری کرتا تھا اور اب میں نے توبہ کر لی ہے جبکہ میں ان کے نام اور ایڈریس بھی نہیں جانتا تو اب میں کیا کروں؟ اسی طرح دوسرا آدمی کہتا ہے کہ میں نے ایک کہنی کا کچھ مال لوٹا تھا اور اب وہ اپنا کاروبار چھوڑ چکی ہے اور یہاں سے چلی گئی ہے اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ تیسرا آدمی کہتا ہے کہ میں نے ایک دکان سے چوری کی تھی، اب وہ دکان تبدیل ہو چکی ہے اور میں اس کے مالک کو نہیں جانتا اب میرے لیے کیا حکم ہے؟

جہول:..... آپ سب پر لازم ہے کہ اپنی اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق ان لوگوں کو تلاش کریں، اگر وہ مل جائیں تو انہیں ان کا حق واپس کر دیں اور اللہ کا شکر ادا کریں۔ اور اگر صاحبِ حق مر چکا ہو تو اس کا حق اس کے وارثوں کو دے دیں اور اگر پوری تلاش کے باوجود بھی آپ ان کو نہ پائیں تو یہ مال ان کی طرف سے صدقہ کر دیں اور انہی کے لیے نیت کر لیں۔ اگر وہ کافر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں ہی وہ مال دے دے گا اگرچہ آخرت میں انہیں کچھ نہیں ملے گا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ علامہ ابن قیم نے مدارج السالکین (ج ۱ ص ۳۸۸) میں بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کے لشکر میں سے ایک شخص نے غنیمت کا کچھ مال چوری کیا، پھر کچھ مدت بعد اس نے توبہ کی تو وہ چوری کردہ سامان لے کر اس لشکر کے امیر (کمانڈر) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امیر نے یہ سامان لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اب میں یہ لشکر والوں کو کیسے پہنچاؤں جبکہ وہ سب بکھر چکے ہیں! چنانچہ توبہ کرنے والا یہ شخص حجاج ابن الشاعر

کے پاس فتویٰ پوچھنے آیا تو حجاج نے کہا:

”باشبہ اللہ تعالیٰ اس لشکر میں شامل لوگوں کے ناموں اور نسبوں کو خوب جانتا ہے لہذا تم پانچواں حصہ تو صاحب خمس (اللہ تعالیٰ) کے لیے ادا کرو اور باقی مال لشکر والوں کی طرف سے صدقہ کر دو۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو ان کا حصہ پہنچا دے گا۔“

چنانچہ اس توبہ کرنے والے نے ایسا ہی کیا۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو اس فتویٰ کی خبر پہنچی تو وہ کہنے لگے ”اگر میں اس طرح کا فتویٰ دے سکتا تو مجھے اپنی آدمی سلطنت سے زیادہ عزیز ہوتا۔“

یاد رہے کہ اس سے ملتا جلتا ایک اور فتویٰ حافظ ابن قیمؒ نے اپنی اسی کتاب مدارج المسالکین میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے بھی نقل کیا ہے۔

سوال:..... میں نے کئی قییموں کا مال چوری کیا، اس سے تجارت کی جس سے مال میں بہت اضافہ ہوا، اب میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور شرمسار بھی ہوں تو اب میں کیسے توبہ کروں؟

جواب:..... اس مسئلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ ان میں سے بہترین اور معنی بر اعتبار قول یہ ہے کہ آپ اصل مال اور نصف منافع ان قییموں کو واپس کر دیں، یہ ایسے سمجھے جیسے انہوں نے آپ کے ساتھ منافع میں شرکت کی تھی۔ امام احمدؒ سے اسی طرح کا فتویٰ منقول ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد ابن قیمؒ نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے۔^(۱)

سوال:..... ایک شخص ’انیر کارگو‘ میں ملازمت کرتا تھا جہاں مختلف قسم کا سامان اس کے پاس پڑا رہتا تھا، اس نے وہاں سے ایک شیپ ریکارڈر چوری کر لیا۔ کئی سال بعد اسے توبہ کی توفیق ملی تو کیا اب وہی شیپ ریکارڈر وہ واپس کرے یا اس کی قیمت ادا کرے یا اس جیسی کوئی اور چیز واپس دینی ہوگی؟۔ یاد رہے کہ یہ چیز بازار میں نایاب ہے؟

(۱) [مدارج المسالکین (ج ۱ ص ۳۹۲)]

سوال:..... وہی ٹیپ ریکارڈ رواپس کرے اور ساتھ ہی اتنی رقم بھی ادا کرے جو اس کے زیر استعمال رہنے یا پرانا ہونے کی وجہ سے اصل قیمت سے کم ہوئی ہے اور یہ مناسب طور پر اپنے آپ کو تکلیف دیئے بغیر ہونا چاہیے۔ اگر وہ معذور ہے اور قیمت واپس نہیں پہنچا سکتا تو اس کے اصل مالک کی طرف سے اس کی قیمت کا صدقہ کر دے۔

سود خور کی توبہ:

سوال:..... میرے پاس کچھ سودی رقم تھی جو میں نے ساری کی ساری خرچ کر دی اور اب میں توبہ کرنا چاہتا ہوں تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟

جواب:..... آپ پر سوائے اللہ کے حضور جی توبہ کے کچھ بھی لازم نہیں اور سود یقیناً بہت بڑا گناہ ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سود خور کے سوا کسی سے جنگ کا احالان نہیں کیا لیکن آپ چونکہ تمام سودی رقم خرچ کر چکے ہیں اس لیے اس پہلو سے آپ پر کچھ بھی لازم نہیں آتا۔

حرام کمائی کے مال کا حکم؟

سوال:..... میں نے ایک گاڑی خریدی ہے جس میں کچھ مال تو حلال تھا اور کچھ حرام، وہ گاڑی اب بھی میرے پاس موجود ہے تو اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟

جواب:..... جو شخص ایسی چیز خریدے جو الگ الگ نہ ہو سکتی ہو اور اس کی قیمت میں کچھ حلال مال صرف ہو، وہ کچھ حرام تو ایسی ہر چیز کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جتنا حرام مال صرف ہو، اتنا صدقہ کر دیا جائے اور اگر یہ حرام مال دوسرے لوگوں کا حق تھا تو ان لوگوں کو سابقہ تفصیل کے مطابق ان کا یہ حق واپس کرنا ضروری ہے۔

سوال:..... سگریٹ فروشی سے حاصل ہونے والے منافع کا کیا کرنا چاہیے، اسی طرح اگر حلال کے ساتھ دوسرے اموال خلط ملط ہو جائیں تو کیا کیا جائے؟

جواب:..... جس شخص نے حرام چیزوں کی تجارت کی مثلاً رقص و موسیقی کے

آلات، فحش کیسٹس اور لفیون، تمباکو وغیرہ اور وہ جانتا تھا کہ یہ چیزیں حرام ہیں، پھر اس نے توبہ کی تو اب وہ ان حرام چیزوں کی تجارت سے کمائے ہوئے منافع کو بھلائی کے کاموں میں خرچ کرے۔ یہ اس کا صدقہ نہیں ہوگا بلکہ اس گناہ سے نجات کا ذریعہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے۔

اور اگر یہ حرام مال دوسرے حلال مال میں مل جائے مثلاً کوئی شخص جنرل سٹور چلاتا ہو اور حلال چیزوں کے ساتھ ساتھ حرام چیزیں مثلاً تمباکو، مگریت وغیرہ بھی بیچتا ہو تو وہ خود ہی اس حرام مال کا اندازہ لگالے اور اپنے گمان غالب کے مطابق اتنا مال نکال کر بھلائی کے کاموں میں خرچ کر دے تاکہ اس کا مال حرام کمائی سے پاک ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس مال سے بہتر عطا کرے گا کیونکہ وہ بہت فراموشی والا اور مہربان ہے۔ اگر عام حالات میں کسی کے پاس حرام کمائی کا مال ہو اور وہ توبہ کرنا چاہے تو وہ دیکھے کہ:

- ۱۔ اگر وہ اس حرام کمائی کے وقت کا فر تھا تو توبہ کے وقت ایسے مال کا نکالنا ضروری نہیں کیونکہ صحابہ کرامؓ نے جب اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس سے پہلے کے حرام اموال کو الگ کر دینے کا حکم نہیں دیا۔
- ۲۔ اگر وہ ایسی کمائی کے وقت مسلمان تھا اور اس کمائی کے حرام ہونے کو بھی جانتا تھا، تو جب وہ توبہ کرے اس وقت اس کے لیے ایسا مال صدقہ کر دینا ضروری ہے۔

رشوت خور کی توبہ:

سوال:..... ایک آدمی رشوت لیتا رہا پھر اللہ نے اسے ہدایت دے دی، اب جو مال اس نے رشوت سے لیا تھا اس کا وہ کیا کرے؟

جواب:..... ایسے شخص کی وہی حالتیں ہو سکتی ہیں:

- ۱۔ ایک یہ کہ اس نے کسی ایسے شخص سے رشوت لی ہو جو اپنا حق وصول کرنے کے لیے رشوت دینے پر مجبور ہو گیا ہو کیونکہ اسے اپنا حق وصول کرنے کے لیے رشوت دینے بغیر کوئی

چارہ ہی نہ تھا، اس صورت میں توبہ کرنے والے پر واجب ہے کہ وہ صاحبِ حق (مظلوم) رشوت دینے والے کو وہ مال واپس کرے کیونکہ ایسے مال کا حکم ”غصب کیے جانے والے مال“ کا ہے اور اس لیے بھی کہ رشوت دینے والا ناپسندیدگی کے باوجود رشوت دینے پر مجبور تھا۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ وہ کسی ظالم سے رشوت لے تاکہ ظالم اس رشوت کے ذریعے وہ چیز حاصل کر لے جو اس کا حق نہیں۔ ایسی صورت میں رشوت کا مال اسے ہرگز واپس نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ مال بھلائی کے کاموں مثلاً فقراء پر خرچ کیا جائے گا تاکہ اس طرح یہ مال توبہ کرنے والے کی نجات کا سبب بن سکے اور یہ اس صاحبِ حق کی طرف سے بھی صدقہ کا سبب بن جائے گا جس کا حق غصب ہوا تھا۔

سوال:..... میں کچھ حرام کام کرتا رہا اور اس کے عوض لوگوں سے مال لیتا رہا اور اب جبکہ میں توبہ کر چکا ہوں تو کیا مجھ پر واجب ہے کہ جن لوگوں سے میں نے مال لیے تھے وہ انہیں واپس بھی کروں؟

جواب:..... ہر وہ شخص جو حرام کام کرتا رہا اور اس کا معاوضہ وصول کرتا رہا جب وہ اللہ کے حضور توبہ کر لے اور اس کے پاس حرام مال موجود ہو تو وہ اس مال کو نجات کی غرض سے بھلائی کے کاموں میں خرچ کر دے، اور وہ مال ان لوگوں کو نہ دے جن سے اس نے حاصل کیا تھا مثلاً دیکھیے: ایک زانیہ عورت جب توبہ کرے تو جو مال اس نے زانی سے وصول کیا ہو، اسے واپس نہ کرے۔ اسی طرح ایک گلوکارہ جب توبہ کرے تو حرام گانوں سے جو مال اس نے کمایا تھا وہ لوگوں کو واپس نہ لوٹائے۔ یہی صورت اس جموٹے گواہ کی ہے جس نے جھوٹی گواہی کے عوض مال لیا تھا وہ بھی مال دینے والے کو اس کا یہ مال واپس نہ کرے۔ ان لوگوں کو یہ مال نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ اگر انہیں یہ مال دے دیا جائے تو اس طرح تو ان مجرم لوگوں کی، اللہ کی نافرمانی میں مزید اعانت ہو جائے گی کیونکہ جس (بُرے) مقصد کے

لیے انہوں نے پہلے مال خرچ کیا تھا، وہ بھی انہوں نے پورا کر لیا اور پھر ان کا مال بھی انہیں واپس مل گیا!

اس لیے توبہ کرنے والے کے لیے یہی کافی ہے کہ اپنی نجات کے لیے اس مال کو کسی کار خیر میں خرچ کر دے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد ابن قیمؒ نے یہی فتویٰ دیا ہے۔^(۱)

زانی کی توبہ:

سوال:..... ایک آدمی پوچھتا ہے کہ ایک بات مجھے سخت بے چین کئے ہوئے ہے اور میں سخت پریشانی اور اضطراب میں مبتلا ہوں اور وہ یہ کہ میں ایک عورت سے برا کام کرتا رہا ہوں تو اب میں توبہ کیسے کروں؟ اور کیا میں اس مسئلہ پر پردہ ڈالنے کے لیے اس سے شادی کر لوں؟

اسی طرح ایک اور آدمی پوچھتا ہے کہ وہ غیر ملک میں ایک عورت سے زنا کرتا رہا اور وہ اس سے حاملہ ہوگئی تو کیا اب یہ بچہ اس کا ہوگا؟ اور کیا اس بچے کا خرچہ بھیجنا بھی اس کے لیے ضروری ہے؟

جواب:..... زنا اور بدکاری کے متعلق بہت زیادہ سوالات پیدا ہو رہے ہیں، لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے حالات کا جائزہ لیں اور قرآن و سنت کی ہدایات کے مطابق اپنی اصلاح کریں، بالخصوص ان باتوں پر خصوصی توجہ دیں: نگاہیں نیچی رکھیں، غیر محرم عورت سے خلوت کو حرام سمجھیں، اجنبی عورت سے مصافحہ نہ کریں، عورتیں شرعی حجاب کا پوری طرح التزام کریں، مرد و زن کا اختلاط نہ ہونے دیں، کافر مالک میں رہائش سے گریز کریں، گھر اور خاندان کے متعلق دینی احکام کو مد نظر رکھیں۔ بچوں کے بالغ ہوتے ہی ان کی شادیاں کر دیں۔ نیز اس سلسلہ میں پیدا ہونے والی مشکلات کا حل تلاش کریں۔

(۱) [دیکھیے: مدارج السالکین (ج ۱ ص ۳۹۰)]

اب ہم سوال کے جواب کی طرف آتے ہیں۔ جس شخص نے زنا کیا ہے اس کی دوسری حالتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ ایک یہ کہ اس نے عورت سے اس کی مرضی کے بغیر جبراً زنا کیا ہے، ایسی صورت میں ایک تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس عورت کو مہر مثل ادا کرے۔ یہ اس چیز کا تاوان ہے جو اس نے عورت کی عزت کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے ساتھ وہ اللہ کے حضور سچی توبہ بھی کرے۔ اور اگر اس زانی شخص کا معاملہ حاکم وقت تک پہنچ کر جرم ثابت ہو چکا ہو تو پھر اس پر حد جاری ہوگی۔^(۱)

۲۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس نے عورت کی رضا مندی سے زنا کیا ہو۔ اس صورت میں زانی پر توبہ کے علاوہ کچھ بھی لازم نہیں، اس زنا سے پیدا ہونے والے بچے کا اس زانی سے الحاق نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کے ذمہ اس کا خرچہ لازم ہے کیونکہ یہ بچہ بدکاری کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے اور ایسا بچہ اپنی ماں ہی سے منسوب ہوتا ہے، زانی سے اس کے نسب کا الحاق نہیں ہوتا اور اس گناہ پر پردہ ڈالنے کے لیے تائب کو اس زانیہ سے شادی کرنا جائز نہیں[☆]۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ﴾

[النور-۳]

”زانی مرد کسی زانیہ یا مشرکہ ہی سے نکاح کرتا ہے اور زانیہ عورت کو بھی کوئی زانی یا مشرک ہی نکاح میں لاتا ہے۔“

جس عورت کے پیٹ میں حرام کا بچہ ہو اس سے نکاح جائز نہیں اگرچہ اسی مرد سے ہو، ہاں جب زانی مرد توبہ کر لے اور زانیہ عورت بھی سچی توبہ کر لے اور اس کے رحم کی

(۱) [دیکھیے: مدارج السالکین (ج ۱ ص ۳۶۶)]

☆... [بعض اہل علم کی رائے میں بعض صورتوں میں ایسا کرنا جائز ہے، اس کی تفصیلات کے لیے ہماری

کتاب: ہدیۃ العروس اور: جدید فقہی مسائل ملاحظہ فرمائیں..... مؤلف]

صفائی واضح ہو جائے تو اس صورت میں مرد کے لیے جائز ہے کہ وہ اس عورت سے شادی کر لے اور اس کے ساتھ اس نئی زندگی کا آغاز کرے جسے اللہ پسند فرماتا ہے۔

سوال:..... اللہ مجھے معاف فرمائے، میں بدکاری کا مرتکب رہا ہوں اور ایک زانیہ عورت سے میں نے شادی کی، اس بات کو کئی سال گزر چکے ہیں۔ اب ہم دونوں نے اللہ کے حضور سچی توبہ کر لی ہے، ان حالات میں اب مجھ پر کیا کچھ لازم ہے؟

جواب:..... جب تم دونوں نے سچی توبہ کر لی ہے تو پھر تم دونوں پر لازم ہے کہ شرعی شرائط کے مطابق ولی اور دو گواہوں کی موجودگی میں دوبارہ نکاح کرو۔ البتہ اس مقصد کے لیے عدالت میں جانے کی ضرورت نہیں، نکاح گھر پر ہی ہو جائے تو کافی ہے۔

شادی سے پہلے کے گناہ بتانا ضروری ہے؟

سوال:..... ایک عورت پوچھتی ہے کہ اس کی ایک نیک صالح مرد سے شادی ہوئی ہے، شادی سے پہلے وہ ایسے کام کرتی رہی ہے جو اللہ کو پسند نہیں اور اب اس کا ضمیر اسے چھوڑتا ہے اور وہ یہ پوچھتی ہے کہ جو کچھ وہ شادی سے قبل کر چکی ہے کیا ضروری ہے کہ وہ اپنے خاوند کو اس سے آگاہ کر دے؟

جواب:..... میاں بیوی میں سے کسی پر یہ لازم نہیں کہ وہ ماضی میں جو کچھ کرتا رہا ہے، اس کی دوسرے کو خبر دے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کی پردہ پوشی کی ہے تو وہ خود بھی پردہ پوشی کریں، بس سچی توبہ کے لیے یہی کافی ہے۔

لواطت (لوٹڈے بازی) سے توبہ:

سوال:..... لواطت سے توبہ کرنے والے پر کیا واجب ہے؟

جواب:..... قائل اور مفعول دونوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے حضور سچی توبہ کریں اور انہیں یہ علم ہونا چاہیے کہ لواطت بہت بڑا گناہ ہے اور اس گناہ کا ارتکاب کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے کئی قسم کے عذاب نازل فرمائے۔ اسی مکروہ فعل کی پاداش میں حضرت لوط علیہ

السلام کی قوم پر اللہ تعالیٰ نے مختلف عذاب نازل فرمائے مثلاً:
۱۔ ان کی بنیائی چھین لی گئی اور وہ اندھے اور پاگل ہو گئے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَطَسْنَا أَعْيُنَهُمْ﴾ [القمر: ۳۷]

”چنانچہ ہم نے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں۔“

۲۔ ان پر نہایت گرج دار آواز بھیجی۔

۳۔ ان کے گھروں کو اس طرح الٹ دیا گیا کہ ان کا پچلا حصہ اوپر اور اوپر والا نیچے آ گیا۔

۴۔ ان پر نشان زدہ پتھروں کی بارش برسانی گئی پھر ان سب کو ہلاک کر دیا گیا۔

یہ گناہ اتنا سنگین ہے کہ اس کے مرتکب پر (حکومت کی طرف سے) قتل کی حد جاری کی

جاتی ہے خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلًا لَوْ طِ قَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِه))^(۱)

”اگر تم کسی کو قوم لوط والا عمل کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔“

توبہ کے بعد حرام اور ناجائز آلات کا کیا کیا جائے؟

سوال:..... میں اللہ تعالیٰ کے حضور خالص توبہ کر چکا ہوں لیکن میرے پاس کئی ایک حرام

چیزیں موجود ہیں مثلاً آلات موسیقی، بخش کیٹیں اور فلمیں وغیرہ، کیا اب میرے لیے یہ

جائز ہے کہ میں ان چیزوں کو فروخت کر دوں؟ جبکہ یہ اچھی خاصی مالیت کی چیزیں ہیں؟

جواب:..... حرام اشیاء کی نہ خرید و فروخت جائز ہے اور نہ ہی انہیں بیچ کر قیمت لینا

جائز ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى إِذَا حَرَّمَ عَلَى قَوْمٍ أَكْثَلَ شَيْءٍ حَرَّمَ عَلَيْهِمْ مَمْنَةً))^(۲)

”جب اللہ تعالیٰ نے ایک قوم پر ایک چیز کا کھانا حرام کیا تو اس چیز کی قیمت بھی ان پر

حرام کر دی۔“

(۱) [سنن ابو داؤد: کتاب الحدود: باب فیمن عمل عمل قوم لوط (ح: ۴۴۶۲)]

(۲) [سنن ابو داؤد: کتاب البیوع: باب فی ثمن الخمر والمبتقر (ح: ۳۴۸۸)]

یاد رکھیے کہ ہر وہ چیز جس کے متعلق آپ کو علم ہو کہ وہ حرام کام میں مددگار بن سکتی ہے تو اس کی خرید و فروخت بھی آپ کے لیے جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدہ: ۲۰]

”گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہ کرو۔“

اس طرح آپ کے دنیوی مال میں تو آپ کا کچھ خسارہ یقیناً ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے بدلے میں جو اجر ہے وہ اس سے کہیں بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ضرور اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے گا۔

گمراہانہ افکار پھیلانے والے کی توبہ:

سورۃ:..... میں ایک گمراہ انسان تھا، بے دینی پر مبنی افکار کا پرچار کرتا تھا، فحاشی و بے خیالی اور الحاد و زندقہ پھیلانے والے تھے، ڈرامے اور شعر لکھتا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق بخش اور اپنے کرم سے مجھے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آیا اور مجھے ہدایت کی دولت عطا فرمادی ہے، اب توبہ کے سلسلہ میں مجھے کیا کچھ کرنا چاہیے؟

جواب:..... قسم اللہ کی! یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام اور عظیم احسان ہے اور ہدایت بھی اسی کا نام ہے لہذا اس پر اللہ کا شکر ادا کیجئے اور اللہ سے ثابت قدمی اور اس کے مزید فضل و کرم کی دعا مانگتے رہیے۔ جو شخص اپنی زبان اور قلم سے دین اسلام کے خلاف جنگ کرتا رہا اور گمراہ کن عقائد، بدعات اور فسق و فجور کی نشر و اشاعت کا کام لیتا رہا ہے اسے چاہیے کہ توبہ کے بعد اب درج ذیل امور مد نظر رکھے:

۱۔ سب سے پہلے اپنی تمام غلطیوں سے توبہ کا اعلان کرے اور ہر ممکن ذرائع بروئے کار لا کر اپنی توبہ کی نشر و اشاعت کرے تاکہ یہ بات ان لوگوں تک بھی پہنچ جائے جو اس کے ذریعے گمراہ ہوئے تھے اور جن گمراہانہ نظریات کا یہ پرچار کرتا رہا تھا، اب ان کی گمراہی کو خود ہی خوب واضح کر دے تاکہ اس کے متعلق کوئی دوسرا بھی دھوکے میں نہ

رہے اور اس کی غلطیوں سے جو شہادت لوگوں میں پھیل چکے تھے ایک ایک کر کے ان سب کی تردید کرے اور جو کچھ یہ پہلے کہہ چکا، اس سے بیزاری کا اظہار کرے کیونکہ یہ بھی توبہ کے واجبات میں شامل ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَاُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾

[البقرة: ۱۶۰]

”مگر جن لوگوں نے توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کی اور وضاحت کر دی تو یہی وہ لوگ ہیں

جن کی توبہ میں قبول کرتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں۔“

۲۔ یہ شخص اپنے قلم اور اپنی زبان کو اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے وقف کر دے اور اپنی

تمام تر صلاحیتیں اللہ کے دین کی مدد میں کھپا دے۔ لوگوں کو حق کی دعوت دے۔

۳۔ یہ شخص اسی طرح اپنی تمام تر صلاحیتیں اسلام دشمن لوگوں کی تحریروں کے جواب دینے

میں صرف کر دے جس طرح پہلے یہ ان کی مدد کرنے میں صرف کرتا رہا ہے اور ان

اسلام دشمنوں کے مزمومہ نظریات کا بودا پن اور کمزوری خوب واضح کرے اور اہل باطل

کے مقابلہ میں اہل حق کے لیے اللہ کی تلواریں بن جائے۔

علاوہ ازیں اسے یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اگر اس نے کسی شخص کو کسی خاص مجلس

میں ایک حرام چیز مثلاً سود وغیرہ سے استفادہ کر لینے کو درست کہا ہو تو اسے چاہیے کہ اس

مجلس کو دوبارہ بلائے اور اپنی غلط بات کی وضاحت کر دے۔ اور اسے حق بات سمجھانے

کی اسی طرح بھرپور کوشش کرے جس طرح اسے پہلے گمراہ کیا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس

سے اس کے گناہ معاف کر دے اور ہدایت دینے والا تو صرف اللہ ہے۔



توبہ میں رکاوٹیں اور ان کا علاج

اسلامی تعلیمات کی رو سے انسان اپنی فطرت کے لحاظ سے نہ تو پیدائشی طور پر گنہگار ہے اور نہ ہی مجرم۔ البتہ دنیوی زندگی میں خواہشات و جذبات سے مغلوب ہو کر یا طبعی کمزوریوں پر صبر و برداشت کی بجائے جلد بازی سے کام لے کر انسان گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے لیکن اگر وہ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے صدق دل سے معافی مانگے تو دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

اللہ کے حضور معافی کے اس عمل کو توبہ کہا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے گناہوں سے معافی کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور یہ دروازہ ہر شخص کے لیے اس وقت تک کھلا ہے جب تک کہ اس کی سانس اکھڑ اور روح بدن سے جدا نہ ہو جائے۔ لیکن افسوس ہے کہ انسان توبہ جیسے اس عظیم نسخے کو استعمال نہیں کرتا۔ اس کی کچھ وجوہات ہیں جنہیں توبہ کی رکاوٹیں بھی کہا جاسکتا ہے۔ آئندہ سطور میں ہم توبہ کی ان رکاوٹوں کا علاج بیان کریں گے۔ اللہ ہمیں سچی توبہ کرنے والا بنائے۔ آمین!

(۱)..... لمبی عمر کا دھوکا:

گنہگار انسان عام طور پر یہ سمجھتا ہے کہ ابھی میری عمر کافی ہے لہذا گناہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، جب بڑھاپے میں پہنچوں گا تب ان گناہوں کو چھوڑ دوں گا حالانکہ یہ ایک شیطانی دھوکا ہے۔ کوئی انسان یہ نہیں جانتا کہ اس کی عمر کتنی ہے اور کب اور کہاں اور کس وقت اور کس طرح وہ فوت ہوگا۔ یہ غیبی باتیں ہیں جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ شاید ہم میں سے کوئی شخص بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا لیکن اس کے باوجود ہمارے طرز عمل

میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم عملی طور پر واقعی لمبی عمر کے دھوکے میں مبتلا ہیں اور جو شخص لمبی عمر کے دھوکے میں مبتلا ہو جائے اسے عام طور پر توبہ کی توفیق نہیں ملتی کیونکہ جوانی میں وہ بڑھاپے کی آس پر گناہ کرتا رہتا ہے اور بڑھاپے میں مرض الموت کے انتظار میں گناہ کرتا رہتا ہے اور مرض الموت میں یا تو اس کے ہوش و حواس معطل ہو جاتے ہیں اور اسے توبہ کی توفیق نہیں ملتی یا پھر جوانی، بڑھاپے اور مرض الموت کے دوران ہی کسی وقت اچانک ملک الموت آ پہنچتا ہے اور توبہ کی مہلت دیئے بغیر اس کی روح نکال کر لے جاتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص اس دھوکے میں مبتلا ہے تو اسے فوراً اپنی اصلاح کر لینی چاہیے۔

(۲).....'پکی توبہ' کا دھوکا:

بعض گنہگار لوگوں کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گناہوں پر گناہ کیے چلے جاتے ہیں اور جب انہیں توبہ کرنے کا کہا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ

فلاں وقت اور فلاں موقع پر میں توبہ کروں گا، اس سے پہلے نہیں کیونکہ میں ابھی ان گناہوں کو نہیں چھوڑ سکتا جو میرے مستقبل کے تحفظ کی علامت ہیں البتہ میں اپنا فلاں مقصد پورا ہو جانے کے بعد 'پکی توبہ' کر کے انہیں چھوڑ دوں گا، اس سے پہلے اگر میں نے توبہ کر بھی لی تو وہ 'پکی توبہ' نہیں ہوگی..... کوئی کہتا ہے میں اپنی شادی کے بعد 'پکی توبہ' کر کے اپنے فلاں گناہ کو چھوڑ دوں گا۔ کوئی کہتا ہے میں فلاں تعلیمی کورس مکمل کر کے اپنے گناہ کو چھوڑ دوں گا اور پکی توبہ کر لوں گا۔

اسی طرح کسی بے نماز شخص کو آپ توبہ کے لیے کہیں اور جس نماز کا وقت ہو اسے ابھی پڑھنے کا مشورہ دیں تو وہ کہے گا میں کل سے ساری نمازیں پڑھوں گا۔ لیکن کیا معلوم 'کل' آنے کا اسے موقع ہی نہ ملے۔ ایک شخص سودی بنک میں ملازمت کرتا تھا اور اسے علم تھا کہ سودی لین دین میں شریک ہر شخص سخت گنہگار ہے۔ اسے جب وہ ملازمت چھوڑنے اور توبہ

کرنے کا کہا گیا تو اس نے کہا بچے جوان ہو جائیں تو پھر یہ کام چھوڑ دوں گا مگر ان کے جوان ہونے سے پہلے ہی وہ بغیر توبہ کیے مر گیا!

قبل اس سے کہ ہم پر بھی ایسی ہی کوئی مثال صادق آئے ہمیں اپنے گناہ کا علم ہوتے ہی فوراً اللہ کے حضور سچی توبہ کر لینی چاہیے۔ اللہ ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(۳)..... مغفرت الہی کا غلط تصور:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نہایت غفور رحیم ہے۔ وہ ایک ماں سے بھی ستر گناہ زیادہ اپنے بندے کے لیے رحمدل ہے مگر اس کا یہ معنی نہیں کہ ہم جو چاہیں کرتے رہیں اور وہ ہمارے ہر ناجائز کام پر ہمیں خوشی سے معاف کر دے گا۔ افسوس کہ بعض لوگ اسی دھوکے میں مبتلا ہیں۔ وہ علی الاعلان گناہ بھی کرتے ہیں اور پھر بڑی ڈھٹائی سے یہ بھی کہتے ہیں کہ

”اگر اللہ نے ہمیں جنت نہیں دینی تو پھر کسے دینی ہے؟“

”اگر اللہ نے ہم پر رحم نہیں کرنا تو پھر کس پر کرنا ہے؟.....“

انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح غفور رحیم ہے اس طرح جبار اور قہار بھی ہے۔ عادل اور منصف بھی ہے۔ وہ نیکیوں اور گنہگاروں کے ساتھ ایک جیسا سلوک نہیں کرے گا، ورنہ اسے جنت اور جہنم بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ جبکہ اس نے اپنے نیک بندوں کو ان کی نیکی کا اچھا بدلہ اور انعام دینے کے لیے جنت اور گنہگاروں کو ان کے گناہوں کی سزا دینے کے لیے جہنم بنا رکھی ہے۔

جو لوگ مغفرت الہی کے غلط تصور میں مبتلا ہیں انہیں یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لیے غفور رحیم ہے جو کچھ نہ کچھ ٹوٹے پھوٹے عمل کرتے ہیں اور پھر اللہ کے حضور یہ درخواست کرتے ہیں کہ یا اللہ! جس طرح حیرت انگیز اطاعت و بندگی کا حق تھا وہ تو ہم پر انہیں کر سکے لہذا جو تھوڑا بہت عمل ہم نے کیا ہے تو اسے قبول فرما اور ہم پر اپنا رحم و کرم نازل فرما۔

(۴)..... آخرت کی سزا کو معمولی سمجھنا:

بعض لوگ اس بنیاد پر گناہوں سے تو بہ نہیں کرتے کہ گناہوں کی سزا چونکہ اُخروی زندگی میں دی جائے گی اس لیے مرنے کے بعد دیکھا جائے گا، خواہ مخواہ اس زندگی کا مزہ کیوں کر کرہ کریں، اگر مرنے کے بعد سزا ملی بھی تو چند روز یہ سزا بھگت کر جنت میں چلے جائیں گے۔ لہذا اس چند روزہ سزا کے لیے دنیوی عیش و عشرت کو بھلا کیوں ترک کریں!

یہ بھی ایک دھوکا ہے اس لیے کہ اول تو یہ بات ہی غلط ہے کہ گناہوں کی سزا صرف آخرت میں ملے گی بلکہ اس دنیا میں بھی گناہوں کی سزا ملتی ہے۔ اس کی تفصیلات ہم پیچھے دو تین بابوں میں بیان کر چکے ہیں۔

پھر گنہگار کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اس دنیا میں انسان کا ناشائستگی، بخار ہونے اور دانت یا سر وغیرہ میں درد ہونے کی معمولی تکلیف کو چند لمحوں کے لیے بھی برداشت نہیں کرتا اور فوراً ڈاکٹر کے پاس جا بھاگتا ہے پھر آخرت کی سزا جو دنیوی سزا سے کئی گنا زیادہ ہوگی، اسے سالہا سال تک وہ آخر کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ اس دنیا کی آگ میں تو چند سیکنڈ کے لیے انسان اپنا ہاتھ رکھنے کے لیے تیار نہیں پھر اس سے سزا گنا زیادہ شدید آگ میں جلنے کو وہ کیسے برداشت کر لے گا؟!

(۵)..... گناہ کو معمولی سمجھنا:

بعض لوگ اس لیے تو بہ نہیں کرتے کہ جس گناہ کا انہوں نے ارتکاب کیا ہوتا ہے اسے وہ معمولی سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ کی نافرمانی میں کیا جانے والا کوئی بھی کام معمولی نہیں ہوتا۔ اگر اللہ کی رضا کے لیے کوئی چھوٹا سا نیک عمل کیا جائے تو اللہ کی بارگاہ میں اس کا بھی اجر بڑا عظیم ہے اور اللہ کی نافرمانی میں ایک قدم اٹھایا جائے تو اللہ کے ہاں وہ بھی انتہائی قبیح حرکت ہے۔ بعض اوقات ایک نیکی انسان کو جنت میں لے جانے اور ایک گناہ انسان کو جہنم میں پہنچا دینے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اگر ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے والی بدکارہ عورت اس نیک عمل سے جنت میں چلی گئی تھی تو ایک بلی کو بھوک پیاس سے ہلاک کرنے والی عابدہ و زابدہ

عورت اس گناہ کی وجہ سے جہنم میں بھی ڈالی گئی۔ اس لیے کسی گناہ کو معمولی گناہ نہیں سمجھنا چاہیے۔ بعض اوقات کوئی گناہ بظاہر چھوٹا ہوتا ہے مگر اس کے ارتکاب سے کئی بڑے بڑے گناہوں کا راستہ کھل جاتا ہے اور وہ انسان کو جہنم کی اتھاہ گہرائیوں میں لے جانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

(۶)..... فکرِ آخرت سے غفلت:

بعض اوقات ایک گنہگار انسان اس بات سے غافل ہو جاتا ہے کہ اسے مرنے کے بعد اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے اور وہاں ہر چھوٹے بڑے عمل کا حساب دینا ہے۔ اسی غفلت اور لاروائی کی وجہ سے وہ گناہوں کا ارتکاب کیے چلا جاتا ہے اور توبہ کی طرف اس کا دھیان نہیں رہتا چنانچہ بغیر توبہ ہی وہ مر جاتا ہے۔

اس لیے آخرت سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے ہمیشہ یہ احساس بیدار رکھنا چاہیے کہ مرنے کے بعد اپنے ہر قول و فعل کا مجھے حساب دینا ہے۔ جتنا یہ احساس اور شعور بیدار ہوگا اتنا ہی انسان توبہ و استغفار کرنے والا بن جائے گا۔

(۷)..... شفاعت کا غلط تصور:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے فلاں بزرگ اور فلاں ولی، اللہ کے حضور ہماری سفارش کر کے ہمیں عذاب الہی سے بچالیں گے چنانچہ اس سوچ کے ساتھ وہ گناہوں کا مسلسل ارتکاب کرتے ہیں اور گناہوں سے گچی توبہ کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔

حالانکہ شفاعت کا یہ تصور غلط ہے کہ ”ہم جو چاہیں کرتے رہیں اولیاء اللہ ہمیں بچالیں گے۔“ اس لیے کہ مرنے کے بعد اول تو قبر میں کوئی سفارش کرنے کے لیے نہیں آئے گا۔ پھر روزِ محشر بھی ہر شخص کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا حتیٰ کہ خود اولیاء اللہ بھی اللہ کے دربار میں اپنے اعمال کے جواب دہ بن کر کھڑے ہوں گے۔ پھر سفارش کی اجازت بھی ان لوگوں کے بارے میں دی جائے گی جو کفر و شرک سے محفوظ رہے ہوں گے۔ جب تک اللہ کی

طرف سے اس سفارش کی اجازت نہیں دی جائے گی تب تک کوئی سفارشی اپنی مرضی سے سفارش بھی نہیں کر سکے گا۔ اور پھر سفارش بھی وہی کر سکے گا جو خود بھی توحید پرست اور عبادت گزار ہوگا۔

(۸)..... ناامیدی [شیطانی وسوسے]:

توبہ نہ کرنے میں ایک رکاوٹ ناامیدی بھی ہے۔ شیطان ایک گنہگار انسان کو پہلے اس طرح کے دھوکوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ

”تمہاری زندگی بڑی لمبی ہے گناہ کر لو مرنے سے پہلے توبہ کر لینا..... یا فلاں گناہ تو بڑا معمولی ہے اس کے ارتکاب سے کوئی فرق نہیں پڑتا..... یا یہ کہ اللہ بڑا غفور رحیم ہے وہ تمہیں کچھ نہیں کہے گا، بلکہ اس کے پاس جا کر تمہارے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے لہذا اپنی دنیا سیدھی کرو.....“

پھر جب انسان اس طرح شیطان کے دھوکے میں مبتلا ہو کر اپنے ارد گرد گناہوں کا انبار لگا لیتا ہے اور پھر کبھی بھول کر اس کے دل میں توبہ کا اگر خیال آ بھی جاتا ہے تو شیطان اسے کہتا ہے کہ

”تمہارے تو گناہ ہی بہت زیادہ ہیں، تمہاری تو معافی ہی نہیں ہو سکتی، تمہاری تو توبہ ہی اللہ قبول نہیں کریں گے.....“

چنانچہ اس طرح شیطان ایک گنہگار انسان کو ناامیدی میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ ناامید شخص بغیر توبہ کیسے ہی مرجاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ اس دنیوی زندگی میں جو شخص بھی سچی توبہ کرنے کے لیے آگے بڑھے گا اللہ اس کی توبہ ضرور قبول کریں گے خواہ اس کے گناہ سمندروں کی جھاگ اور ریت کے ذروں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ لہذا یاد رہنا چاہیے کہ گناہوں کے معمولی ہونے کی امیدیں اور پھر ان سے معافی نہ ہونے کا خیال شیطان کی طرف سے پیدا ہوتا ہے جبکہ اس طرح کی ناامیدی سے اللہ تعالیٰ نے سخت منع کیا ہے۔

(۹).....خواہشات کی پیروی:

انسان کے دل میں اچھی اور بری دونوں طرح کی خواہشات پیدا ہوتی ہیں۔ اچھی خواہشات پر عمل کرنا نیکی اور بری خواہشات کی پیروی کا نام گناہ ہے۔ بعض اوقات انسان اپنی دلی خواہشات کی تکمیل کے لیے ہر جائز اور ناجائز کام کرتا ہے۔ اور خواہشات کی اندھی تقلید کا یہ رویہ اسے گناہوں سے توبہ کی بجائے ہمیشہ اپنی خواہشاتِ نفس کی پیروی میں مبتلا کیے رکھتا ہے۔

گناہوں سے بچنے کے لیے ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی ان خواہشات کو گام دے اور یہ گام اس وقت تک نہیں دی جاسکتی جب تک انسان کے دل میں گناہوں کے انجام کا صحیح اسلامی تصور قائم نہیں ہو جاتا۔

(۱۰).....غلط ماحول اور برے دوست:

انسان کا ماحول اور مجلس اس پر ہمیشہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ نیک ماحول اور نیک لوگوں کی صحبت سے برا انسان بھی بدل کر نیک بن جاتا ہے جبکہ برے ماحول اور برے لوگوں کی ہم نشینی اختیار کرنے سے نیک شخص بھی آہستہ آہستہ گنہگار بن جاتا ہے۔ لہذا غلط ماحول اور برے دوست بھی ایک گنہگار شخص کی توبہ میں رکاوٹ بنتے ہیں مثلاً جب ایک انسان دوسرے گنہگاروں کو گناہوں میں ملوث دیکھتا تو وہ یہ سوچ کر گناہ کار تکاب کرتا ہے کہ جب یہ بھی میری طرح گنہگار ہیں تو پھر مجھے پاکباز بننے کی کیا ضرورت ہے؟ اسی طرح ایسے بھی ہوتا ہے کہ جب ایک گنہگار انسان توبہ کی طرف رغبت کرنے لگتا ہے تو اس کے برے دوست اسے توبہ کرنے سے روکتے ہیں۔ لہذا ایسے لوگوں کی صحبت کو چھوڑے بغیر توبہ کی توفیق مشکل ہے۔

(۱۱) تقدیر کا بہانہ:

بعض اوقات انسان تقدیر اور قسمت کا بہانہ بنا کر گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے اور توبہ سے گریز کرتا ہے۔ ایسا شخص اس دھوکے میں مبتلا ہوتا ہے کہ جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے جب وہی

ہوتا ہے تو پھر دینی احکام اور اسلامی تعلیمات پر اتنی شدت سے عمل کرنے کی آخر کیا ضرورت؟ یہ بھی ایک شیطانی دھوکا ہے اس لیے کہ تقدیر کا لکھا یہ نہیں کہتا کہ انسان نیکی کی راہ اختیار نہ کرے بلکہ جو شخص نیکی کی راہ اختیار کرتا ہے وہ گویا اپنی تقدیر ہی کو سنوار رہا ہوتا ہے اور اس کی نیکی تقدیر کے لحاظ سے اس کے اچھے انجام کی شہادت دے رہی ہوتی ہے اور گنہگار کا برا عمل تقدیر کے اعتبار سے اس کے برے انجام کی خبر دے رہا ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں تقدیر میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ ایک شخص کو کتنا رزق ملے گا مگر اس بنیاد پر کبھی کسی انسان نے یہ کہتے ہوئے محنت مزدوری چھوڑی ہے کہ جو لکھا ہے وہ مل ہی جائے گا؟! جب یہ سوچ کر ہم کاروبار اور محنت مزدوری نہیں چھوڑتے تو پھر نیکی اور بدی کے معاملے میں تقدیر کو ہم کیوں بہانہ بنا لیتے ہیں!؟

تقدیر پر ایمان کی حقیقت اور اعمال کی ضرورت، ایک مستقل موضوع ہے۔ اللہ نے توفیق دی تو اس موضوع پر بھی مستقل طور پر کچھ تفصیلات قلمبند کروں گا۔ ان شاء اللہ! آئیے! آخر میں اللہ سے خلوص دل سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ ہمیں ہر طرح کے گناہوں سے بچنے اور نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور جو گناہ ہم سے سرزد ہو جاتے ہیں ان پر ہمیں توبہ و استغفار کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہماری توبہ کو قبولیت سے نوازے۔ اس کے باوجود جن گناہوں پر ہم توبہ نہ کر پائیں ان سے بھی وہ اپنے خاص فضل سے درگزر فرمادے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ

آمین یا رب العالمین!

حافظ مبشر حسین

.....☆.....

اریب پبلیکیشنز کی اہم مطبوعات

قیمت	نام کتاب	نمبر شمارہ
180/-	قیامت کی نشانیوں	۱
160/-	پیش گوئیوں کی حقیقت (اور عصر حاضر میں ان کی تعبیر کا مآج)	۲
50/-	جادو، جنات اور نظر بد کا توڑ (از ابن تیمیہ)	۳
70/-	اللہ اور انسان	۴
75/-	انسان اور شیطان	۵
65/-	انسان اور فرشتے	۶
220/-	ہدیۃ العروس (از والدی و خاتمی احکام مسائل)	۷
85/-	موسیقی حرام نہیں؟	۸
200/-	انسان اور گناہ	۹
70/-	انسان اور تنگی	۱۰
200/-	ہدیۃ النساء (احکام نسواں اور تربیت نسواں)	۱۱
125/-	ہدیۃ الوالدین (اولاد اور والدین کے باہمی مسائل)	۱۲
70/-	انسان اور رہبر انسانیت	۱۳
75/-	انسان اور کفر	۱۴
80/-	انسان اور کالے پیلے علوم	۱۵
70/-	انسان اور قرآن	۱۶
70/-	انسان اور آخرت	۱۷
85/-	انسان اور قسمت	۱۸
295/-	غنیۃ الطالبین (تحقیق و تخریج کے ساتھ)	۲۰

انسان اور گناہ

انسان اور گناہ لازم و ملزوم ہیں۔ انسان کبھی اپنی جسمانی و طبعی ضرورتوں کی وجہ سے، کبھی خواہشات نفس سے مغلوب ہو کر کبھی، کبھی اہل و عیال کی محبت سے مجبور ہو کر کبھی شیطانی حملوں کا شکار ہو کر اور کبھی بے صبری اور عدم برداشت میں گرفتار ہو کر گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ اس لیے گناہ ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں، بشرطیکہ انسان اپنے گناہ کو گناہ سمجھے..... گناہ ہو جانے کے بعد اس پر نادم شرمندہ ہو..... اللہ کے خوف سے اپنے گناہ پر کچکپیا اٹھے..... اور بلاتا خیر اپنے کیے ہوئے گناہ پر سچی معافی مانگتے ہوئے اللہ کے حضور یہ وعدہ کرے کہ آئندہ میں یہ گناہ نہیں کروں گا۔

اے انسان! کبھی اس دھوکے میں نہ مارے جانا کہ جب موت کے آثار ظاہر ہوں گے تب فوراً توبہ کر کے نیک بن جاؤں گا نہیں!..... یہ شیطان کا دھوکا اور نفس کا فریب ہے۔ کسے معلوم کہ بڑھاپے سے پہلے موت آجائے.....! جو سانس نکلی ہے اسے دوبارہ کھینچنے سے پہلے روح کھینچ لی جائے.....! جو قدم اٹھایا ہے اسے واپس لوٹانے سے پہلے ہی ملک الموت آ پہنچے.....!

جب انسان گناہ کرتا ہے تو پھر اللہ کی رحمت اس سے دور ہوتی چلی جاتی ہے، اور اللہ کا غضب اس پر برسنا شروع ہو جاتا، کبھی اس کے رزق میں تنگی یا بے برکتی ظاہر ہونے لگتی ہے، کبھی بیوی بچے نافرمان بن جاتے ہیں، کبھی طرح طرح کی بیماریاں گھیر لیتی ہیں اور کبھی امن و سکون اور قلبی اطمینان رخصت ہو جاتا ہے۔ اس لیے جب تک ہم اپنے گناہ کا رانہ طرز عمل کو نہیں بدلیں گے تب تک ہماری زندگیوں میں امن و سکون، عروج و ترقی اور خوشحالی کے آثار پیدا نہیں ہوں گے!

زیر نظر کتاب اپنے موضوع پر ان شاء اللہ ایک جامع اور مستند کتاب ہے، اس میں اپنے موضوع سے متعلقہ تمام ضروری مباحث کا احاطہ کر دیا گیا ہے مثلاً: گناہ کی حقیقت، گناہ کے اسباب، گناہوں سے بچنے کے طریقے، خطرناک گناہوں کی تفصیلات، گناہوں کے دنیوی و اخروی اعتبار سے انفرادی، اجتماعی، اخلاقی، روحانی، مادی اور طبی نقصانات کا مکمل احاطہ، گناہوں کے اخروی نقصانات، گناہ چھوڑنے کے دنیوی و اخروی فوائد و انعامات، گناہوں سے بچنے کے لیے توبہ کا صحیح طریقہ کار اور توبہ کی راہ میں بننے والی رکاوٹوں کا مکمل علاج وغیرہ۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں صحیح احادیث اور سچے واقعات کا انتخاب کرتے ہوئے ضعیف احادیث اور جھوٹے واقعات سے ہر ممکنہ اجتناب کیا گیا ہے۔



RS.250/-

Areeb Publications

1542, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2 (India)

Ph. 011-23282550, email: apd1542@gmail.com